الأسرار المرفوعة في الاخبار الموضوعة

(مقالہ پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ)

مصنف

علامہ نور الدین علی بن محمد بن سلطان

ترجمہ، تحقیق، تعلیق

ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف

ناشر

دار القرآن والسنۃ شہباز گڑھی مردان

نام کتاب: الْأَسْرَارُ الْمَرْفُوعَةُ فِي الْأَخْبَارِ الْمَوْضُوعَةِ
مصنف: علامہ نورالدین علی بن محمد بن سلطان المشہور
بِالْمُلَّا عَلِي القارِي الحَنَفِي المَكي
ترجمہ، تحقیق، تعلیق: ڈاکٹر سراج الإسلام حنیف
آنرز اِن اِریبک، فاضل وفاق المدارس الاسلامیہ
پی ایچ ڈی [علوم اسلامیہ]
ہدیہ: دونوں جلد = 1000 روپے
طبع اول، اردو، محقق: ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیدنا سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ (۱) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَن يَّقُلْ عَلَيَّ مَالَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

[صحیح بخاری‘ کتاب العلم [۳] باب اثم مَن کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم [۳۹] حدیث: ۱۰۹]

’’جس نے میری طرف کوئی ایسی بات منسوب کی‘ جو میں نے نہیں کی ہو‘ تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔‘‘

(۱) سلمۃ بن عمرو بن سنان الاکوع‘ الاسلمی رضی اللہ عنہ‘ صحابی ہیں۔ بیعتِ رضوان میں حاضر رہے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سات غزوات میں حصہ لیا۔ نڈر‘ شجاع اور تیرانداز تھے۔ سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں افریقہ کی جنگ لڑی۔ اُن سے ۷۷ اَحادیث مروی ہیں۔ ۷۴ھ=۶۹۳ء کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ [الاستیعاب: ۳۳۰-۳۳۱‘ ترجمہ: ۱۰۱۷‘ دول الاسلام ۱: ۶۶‘ الاعلام ۳: ۱۱۳]

انتساب

والدہ ماجدہ کے نام ۞

اس دعاء کے ساتھ

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ. [سورۃ ابراھیم۱۴:۴۱]

''اے ہمارے رب! حساب [کتاب] کے دن میری' میرے والدین اور مؤمنوں کی مغفرت فرما۔''

۞ والدہ ماجدہ نو فروری ۲۰۱۶ء کو وفات پا گئیں۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

ترتیب مضامین

الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة: ۱۰۲

الأسرار المرفوعة: ۱۹۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمة التحقيق

إِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ،نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ،وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَامَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلا هَادِيَ لَهٗ،وَاَشْهَدُ (۱) اَنْ لَّآإِلٰهَ إِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لاشَرِيْكَ لَهٗ،وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوااللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّاوَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۞[سورۃ آل عمران ۳:۱۰۲]

يٰاَيُّهَاالنَّاسُ اتَّقُوارَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَازَوْجَهَاوَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًاوَّنِسَآءً وَّاتَّقُوااللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۞

[سورۃ النساء ۴:۱]

يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوااتَّقُوااللّٰهَ وَقُوْلُوْاقَوْلًاسَدِيْدًا ۞ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَفَوْزًا عَظِيْمًا ۞ [سورۃ الاحزاب ۳۳:۷۰-۷۱]

أَمَّابَعْدُ: فَإِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ،وَخَيْرَالْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّالأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُها،وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٍ،وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلالَةٌ.

احادیث کی کتابوں میں یہ کلام خُطْبَةُالحَاجَةِ کے نام سے مشہور ہے۔رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام

---

(۱) حافظ ابن قیم،امام ابن تیمیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: اس حدیث کے تمام طُرق میں: نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُبِهٖ، نون [جمع متکلم] کے ساتھ آئے ہیں،جب کہ کلمہ شہادت میں افراد [واحد متکلم] کے صیغہ کے ساتھ آیا ہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ کلمہ شہادت میں کوئی کسی کی نیابت نہیں کرسکتا اور نہ کوئی کسی کے دل پر گواہی دے سکتا ہے اسی وجہ سے اس کے لیے مفرد کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جب کہ استعانت،استعاذہ اور استغفار میں لوگ ایک دوسرے کی نیابت کرسکتے ہیں،اس واسطے ان کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا۔[تہذیب السنن ۲:۷۹۱]

کچھ لوگوں نے اس مسنون خطبہ کا شکل ہی بگاڑ دیا ہے،اس میں ''أَشْهَدُ'' کے بجائے ''نَشْهَدُ'' پڑھتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے بابرکت الفاظ کو ناکافی جان کر اس میں ''وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ'' کا اضافہ کرکے سنت میں تحریف کے مرتکب ہورہے ہیں۔

رضی اللہ عنہم کو اس کی باقاعدہ تعلیم دیا کرتے تھے اور انہیں تلقین کیا کرتے تھے کہ اپنے ہر کلام کی ابتدا اسی سے کریں، خواہ وہ دینی بات چیت ہو یا دنیاوی۔

[سنن ابی داود، کتاب النکاح[٦] باب فی خطبۃ النکاح[٣٣] حدیث: ٢١١٨، سنن نسائی، کتاب الجمعۃ[١٤] باب کیفیۃ الخطبۃ[٢٤] حدیث: ١٤٠٤، السنن الکبریٰ نسائی، کتاب الجمعۃ[١٧] باب کیف الخطبۃ[٢٠] حدیث: ١٧٠٩، کتاب النکاح[٤٣] باب ما یُستحب من الکلام عند النکاح[٤٧] حدیث: ٥٥٢٨، مسند ابی یعلی ٩: ١٥٠، حدیث: ٥٢٣٣، ٩: ١٦٨، حدیث: ٥٢٥٧، مسند ابی داود طیالسی: ٤٥، حدیث: ٣٣٨، مستدرک حاکم ٢: ١٨٢-١٨٣ المعجم الکبیر طبرانی ١٠: ٩٩، حدیث: ١٠٠٨٠، السنن الکبریٰ بیہقی ٧: ١٤٦، مصنف عبدالرزاق ٦: ١٨٧، حدیث ١٠٤٤٩]

موضوع حدیث بیان کرنا گناہ ہے

رسول اللہ ﷺ پر افتراء کرنا اور جھوٹی حدیث بیان کرنا بدترین گناہ ہے، اس لیے کہ موضوع روایت بیان کرنے والوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ حَدَّثَ عَنِّیْ بِحَدِیْثٍ یُرَیٰ أَنَّهُ کَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْکَاذِبِیْن.

[صحیح مسلم، مقدمہ ١: ٩، مسند احمد ٤: ٢٥٠، ٢٥٥، ٥: ١٤، ٢٠، شرح مشکل الآثار ١: ٣٧٣، حدیث: ٤٢١]

”جس نے میری طرف نسبت کر کے کوئی موضوع حدیث بیان کی تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے۔“

ایک اور موقع پر فرمایا: مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

[صحیح بخاری، کتاب العلم[٣] باب اثم من کذب علی النبی ﷺ[٣٩] حدیث: ١٠٧]

”جو کوئی مجھ پر جھوٹ بولے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم جان لے۔“

یہ حدیث متواتر ہے۔[النظم المتناثر: ٢٠، قطف الازہار المتناثرۃ: ٢٣، حدیث: ١]

حافظ ابن الجوزی (١) لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو اکسٹھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔

[الموضوعات ١: ٥٦]

---

(١) عبدالرحمٰن بن علی بن محمد، الجوزی، قرشی، بغدادی، ابوالفرج، بغداد میں ٥٠٨ھ = ١١١٤ء کو پیدا ہوئے۔ حدیث، تفسیر، تاریخ اور مواعظ کے کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ تین سو کے قریب کتابیں لکھیں۔ مقام جوز پر پانی کے ایک گھاٹ کی طرف ان کے آباء و اجداد میں سے کوئی ایک منسوب تھے، اسی لیے ابن جوزی کہلائے۔ ٥٩٧ھ =

اصولِ حدیث کا مشہور قاعدہ ہے :المَوضُوعُ هُوَ:المُختَلَقُ المَصنُوعُ.

[مقدمة ابن الصّلاح:۱۳۰، النكت على كتاب ابن الصّلاح ۲:۲۳۸]

''موضوع وہ ہے، جس کو کوئی گھڑ کر جھوٹ موٹ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دے۔''

قاضی عیاض (۱) موضوع حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں :فأمّا ما لا يصحُّ من هذه الأحاديث فواجبٌ أن لا يذكر منها شيئ في حق الله، ولا في حق أنبيائه، و لا يُتَحَدَّثُ بها و لا يُتكلَّفُ الكلامُ على معانيها والصوابُ طرحُها وتركُ الشُّغلِ بها إلّا أن تُذكرَ على وجه التعريف بأنها ضعيفةُ المقادِ، واهيةُ الإسناد وقد أنكر الأشياخُ على أبي بكرٍ بن فوركٍ تكلُّفَهُ في مشكله الكلام على أحاديث ضعيفةٍ موضوعةٍ لا أصل لها، أو منقولةٍ عن أهل الكتابِ الذين يُلَبّسونَ الحقَّ بالباطلِ كان يكفيه طرحها، ويُغنيه عن الكلامِ عليها التنبيهُ على ضعفها. [الشفاء بتعريف حقوق المصطفیٰ ﷺ:۸۰۸]

''ان احادیث میں سے جو صحیح نہ ہوں، اُن کا اللہ تعالیٰ یا اُن کے انبیاء کے حق میں تذکرہ نہ کیا جائے اور نہ انہیں بیان کیا جائے اور نہ ہی اُن کے معانی کو صحیح محمل پر حمل کرنے کا تکلف کیا جائے اور صحیح طریقہ ایسی روایات کے بارے میں یہی ہے کہ اُن کو طاق نسیان میں رکھ چھوڑا جائے اور اُن کی طرف کوئی توجہ نہ دی جائے، البتہ اُن کا ذکر اُن کا ضعف بتانے کے لیے کیا جا سکتا ہے۔

بڑے بڑے شیوخ واساتذہ نے ابن فورک (۲) پر یہی عیب لگایا ہے کہ وہ اپنی کتاب مشکل

......۱۲۰۱ء کو بغداد ہی میں وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۳:۱۴۰، تذکرۃ الحفاظ ۴:۱۳۴۲، الاعلام ۳:۳۱۶]

(۱) عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو یَحصَبی، سبتی، ابو الفضل، سبتہ [مغرب/ مراکش] میں ۴۷۶ھ=۱۰۸۳ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے میں علمائے حدیث کے سرخیل تھے۔ سبتہ کے قاضی [judge] رہے ہیں۔ ۵۴۴ھ= ۱۱۴۹ء کو مراکش میں زہر دے کر قتل کر دیے گئے۔ [وفیات الاعیان ۳:۴۸۳، الاعلام ۵:۹۹]

(۲) محمد بن حسن بن فُورَک، ابوبکر، اصبہانی، شافعی۔ امام اور شیخ المتکلمین تھے۔ کثیر التصانیف اور اشعری العقیدۃ بزرگ تھے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں: سلطان محمود بن سبکتگین نے ان سے نبی ﷺ کی نبوت کے متعلق پوچھا تھا جس کا جواب انہوں نے ان الفاظ میں دیا تھا کہ جب آپ زندہ تھے تو رسول اللہ تھے اور وفات پا جانے کے بعد رسول اللہ نہیں رہے، اس پر سلطان نے اُن کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ ......

الحدیث وبیانہ میں خواہ مخواہ اُن روایات میں بڑے تکلف سے کلام کرتے نظر آتے ہیں جو یا تو ضعیف، موضوع اور بے اصل ہیں اور یا اہل کتاب سے منقول ہیں جنہیں سچ اور جھوٹ کو خلط ملط کرنے کی عادت پڑی ہوئی ہے، اسے تو ایسی روایات کو طاقِ نسیان میں رکھ دینا اور اُن کے ضعف کو واضح کر دینا چاہیے تھا۔''

امام نووی (۱) لکھتے ہیں: یُحرَم روایة الحدیث الموضوع علی مَن عرف کونه موضوعاً أوغلب علی ظنه وضعه، فمن روی حدیثاً علم أو ظنَّ وضعه و لم یبین حال وضع روایته فهو داخلٌ في هذا الوعید الشدید، مُندَرَجٌ في جملة الکاذبین علی رسول اللّٰه ﷺ. [شرح صحیح مسلم ۱:۷۱]

''جس کو کسی روایت کا موضوع ہونا معلوم ہو یا اس کے ظن غالب میں وہ موضوع ہو تو اس کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ اس حدیث کو بیان کرے اور جو یہ علم رکھنے کے باوجود کہ فلاں روایت موضوع ہے، اس کو بیان کرتا پھرے، اور اس کا موضوع ہونا بیان نہ کرے، تو وہ اس شدید وعید میں داخل اور ان لوگوں میں شامل ہے جو رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ اور افترا کرتے ہیں۔''

...... حافظ ذہبی ہی نے امام ابن حزم کے حوالے سے لکھا: ابن فورک کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی روح پُر فتوح جنت میں نہیں گئی ہے۔ لیکن امام تاج الدین السبکی لکھتے ہیں کہ یہ سارا کیا دھرا کرامیہ کا ہے، اس لیے جب اُنہیں سلطان محمود کے سامنے پیش کیا گیا تو اُنہوں نے صاف الفاظ میں جواب دیا کہ: أنَّ نبینا ﷺ حيٌّ في قبره، ورسولُ اللّٰه أبدَالآبادِ علی الحقیقة لاالمجاز، وأنه کان نبیًا و آدم بین الماء والطین، ولن تبرح نبوته باقیة و لاتزال. [طبقات الشافعیة الکبری ۴:۱۳۱]

''ہمارے نبی ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور ابد الآباد تک حقیقی معنوں میں، نہ کہ مجازی طور پر رسول اللہ ہیں۔ آپ ﷺ اس وقت نبی تھے جب کہ سیدنا آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ کے مابین تھے اور آپ کی نبوت ہمیشہ کے لیے باقی اور جاری وساری ہے۔''

نیشاپور کے قریب ۴۰۶ھ = ۱۰۱۵ء کو وفات پائی۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۷: ۲۱۴-۲۱۶، الاعلام ۶: ۸۳]

(۱) یحییٰ بن شَرَف بن مُرِی بن حسن، نووی، شافعی، ابوزکریا، سوریا کے علاقے حوران کے گاؤں [نوا] میں ۶۳۱ھ = ۱۲۳۳ء کو پیدا ہوئے۔ حصول علم کے لیے دمشق گئے اور طویل مدت تک وہاں اقامت پذیر رہے۔ اپنے ہی گاؤں میں ۶۷۶ھ = ۱۲۷۷ء کو وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۴: ۱۴۷۰، الاعلام ۸: ۱۴۹]

حافظ ذہبی (۱) حافظ ابن حجر (۲) اور حافظ سخاوی (۳) نے امام بخاری (۴) کے حوالہ سے لکھا ہے:

مَنْ حَدَّثَ بِهٰذَا اِسْتَوْجَبَ الضَّرْبَ الشَّدِيْدَ وَالْحَبْسَ الطَّوِيْلَ.

[میزان الاعتدال ۴:۲۱، لسان المیزان ۵:۳۲۴، النکت علی کتاب ابن الصلاح ۲:۸۵۹]

''جو شخص موضوع حدیث بیان کرتا پھرے تو اسے سخت سزا دینی چاہیے اور اسے عرصہ دراز تک جیل میں ڈال دینا چاہیے۔''

خطیب بغدادی (۵) لکھتے ہیں: يجب عَلَى الْمُحَدِّثِ أن لايرويَ شيئاً من الأخبار المصنوعة والأحاديث الباطلة الموضوعة، فمن فعل ذلك بَآءَ بِالإثم المبين ودخل في جملة الكذابين، كما أخبر الرسول ﷺ. [الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع: ۳۴۳]

---

(۱) محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز، شمس الدین، ابوعبداللہ، حافظ، علامہ، محقق اور مؤرخ تھے۔ ترکمانی الاصل ہیں۔ ۶۷۳ھ = ۱۲۷۴ء کو دمشق میں پیدا ہوئے۔ حافظ مِزّی اور امام ابن تیمیہ کے فیض یافتہ کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ دمشق ہی میں ۷۴۸ھ = ۱۳۴۸ء کو وفات پائی۔ [الدرر الکامنۃ ۳:۳۳۶، الاعلام ۵:۳۲۶]

(۲) احمد بن علی بن محمد، کِنانی، عسقلانی، ابوالفضل، شہاب الدین، ابن حجر، قاہرہ میں ۷۷۳ھ = ۱۳۷۲ء کو پیدا ہوئے۔ شعر وادب کے دلدادہ تھے، پھر حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے حصول میں صعوبتیں برداشت کیں۔ کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ حدیث، رجال اور تاریخ کے بے نظیر عالم ہیں۔ ۸۵۲ھ = ۱۴۴۹ء کو قاہرہ ہی میں وفات پائی۔ [البدر الطالع ۱:۸۷، الاعلام ۱:۱۷۸]

(۳) محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد، شمس الدین، مصر کے ایک گاؤں سخا سے تعلق رکھنے کے باعث سخاوی کہلائے، قاہرہ میں ۸۳۱ھ = ۱۴۲۷ء کو پیدا ہوئے۔ حصولِ علم کے لیے طویل سفر کئے۔ حدیث، تفسیر، تاریخ اور ادب کے بڑے عالم تھے۔ تقریباً دو سو کتابیں یادگار چھوڑیں۔ مدینہ منورہ میں ۹۰۲ھ = ۱۴۹۷ء کو وفات پائی۔ [شذرات الذہب ۸:۱۵، الاعلام ۶:۱۹۴]

(۴) محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرۃ، بخاری، ابوعبداللہ، امیر المؤمنین فی الحدیث، ۱۹۴ھ = ۸۱۰ء کو بخارا میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں یتیم ہو گئے۔ طلب حدیث کے سلسلے میں مشقتیں اٹھائیں اور لگ بھگ ایک ہزار اساتذہ سے کسبِ فیض کیا، ۲۵۶ھ = ۸۷۰ء کو خرتنگ میں وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۲:۵۵۵، الاعلام ۶:۳۴]

(۵) احمد بن علی بن ثابت، بغدادی، ابوبکر، خطیب، حافظ حدیث اور مؤرخ اسلام تھے۔ ۳۹۲ھ = ۱۰۰۲ء کو غُزَیہ میں پیدا ہوئے جو مکہ مکرمہ اور کوفہ کے بالکل درمیان میں مساوی مسافت پر واقع ہے۔ بغداد میں رہائش پذیر تھے اور وہیں ۴۶۳ھ = ۱۰۷۲ء کو وفات پائی۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۸:۲۷۰، الاعلام ۱:۱۷۲]

''محدث پرلازم ہے کہ موضوع اور باطل اخبار واحادیث اور روایات کو قطعاً بیان نہ کرے اگر کوئی ایسا کام کرڈالے گا تو وہ بہت بڑا گناہ گار اور کذابین کی جماعت میں داخل ہوگا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی خبر دی ہے۔''

امام ابن الصَّلاح [1] فرماتے ہیں: ولاتَحِلُّ روايتُه لأحدٍ عَلِمَ حاله في أيِّ مَعْنًى كان إلَّا مقروناً ببيان وضعه. [مقدمہ ابن الصَّلاح: ۱۳۰-۱۳۱]

''جس کو کسی روایت کا موضوع ہونا معلوم ہوجائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اسے موضوع کہے بغیر بیان کرے۔''

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: واتفقوا على تحريم رواية الموضوع إلَّا مقروناً ببيان وضعه.

[شرح نخبۃ الفکر: ۸۱]

'' محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ موضوع روایت کو بیان کرنا حرام ہے۔صرف اس وقت اس کی اجازت ہوگی کہ اس کا موضوع ہونا بیان کیا جائے۔''

چونکہ موضوع روایت کا بیان کرنا ہی حرام ہے اسی لیے اس سے کسی عقیدے' یا عمل اور اس کی فضیلت کا اثبات قطعاً غلط ہے' چنانچہ امام زید بن اسلم [2] فرماتے ہیں:

مَنْ عَمِلَ بِخَبَرٍ صَحَّ أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ مِنْ خَدَمِ الشَّيْطَانِ. [تذکرۃ الموضوعات' ہندی: ۷]

''جس نے ایسی حدیث پر عمل کیا جس کا موضوع ہونا ثابت ہو' تو وہ شیطان کے خُدام میں سے

---

(۱) عثمان بن عبدالرحمٰن صلاح الدین بن عثمان بن موسی بن ابی نصر' شہرزوری' کردی' ابوعمرو' تقی الدین ابن الصلاح' ۵۷۷ھ = ۱۱۸۱ء کو شرخان میں پیدا ہوئے جو شہرزور کے قریب ہے۔موصل' خراسان اور بیت المقدس آتے جاتے رہے۔بیت المقدس کے مدرسہ صلاحیہ میں مدرس تھے۔تفسیر' حدیث' فقہ' اصولِ حدیث اور اسماء رجال کے بہت بڑے عالم تھے۔تیرہ سال تک دمشق کے دارالحدیث کے مدرس رہے ہیں۔دمشق ہی میں ۶۴۳ھ = ۱۲۴۵ء کو وفات پائی۔[وفیات الاعیان ۳: ۲۴۳' الاعلام ۴: ۲۰۷]

(۲) زید بن اسلم' عدوی عمری' اُن کی کنیت ابواسامۃ یا ابوعبداللہ تھی۔فقیہ' مفسر اور ثقہ کثیر الحدیث تھے۔اہلِ مدینہ میں سے تھے۔خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ خلافت میں اُن کے ساتھ تھے۔مسجد نبوی میں اُن کا ایک بڑا حلقہ درس تھا۔۱۳۶ھ = ۷۵۳ء کو وفات پائی۔[تذکرۃ الحفاظ ۱: ۱۳۲' الاعلام ۳: ۵۶]

ہے۔"

واضعینِ حدیث کی قسمیں

علمائے حدیث نے واضعینِ حدیث کی درجِ ذیل کئی قسمیں شمار کی ہیں۔

[۱] زِندیقوں اور بے دینوں کا فرقہ: ان کے پیش نظر شریعت کو باطل قرار دینا اور اس کا مذاق اڑانا تھا چنانچہ ابن راوندی زندیق (۱) نے یہ حدیث گھڑی تھی:

اَلْبَاذَ نْجَانُ لِمَا أُكِلَ لَهُ. [تفسیر القرطبی ۱:۱۱۳، عجالہ نافعہ: ۷، والمثال لہ]

"بینگن جس مرض کے لیے کھایا گیا تو اس سے شِفاء ہوگی۔"

اس سے اس کی غرض محض شریعت کا مذاق اڑانا اور درج ذیل حدیث پر تعریض کرنا ہے:

ماءُ زَمزَمَ لما شُرِبَ له.

[سنن ابن ماجۃ، کتاب المناسک [۲۵] باب الشرب من زمزم [۷۸] حدیث: ۳۰۶۲، المستدرک ۱:۴۷۳]

---

(۱) ابن راوندی کا نام احمد بن یحییٰ بن اسحٰق راوندی تھا، یہ شخص پہلے معتزلی تھا، پھر اور بھی آگے نکل گیا۔ عالَم کو قدیم کہنے لگا اور خالق کا قائل نہیں رہا آخر میں بالکل دہریہ ہو گیا تھا۔ شریعت پر بھی اعتراض کرتا تھا، اُس نے شریعت کے رد میں کتابیں لکھی تھی جن کا متکلمین نے منہ توڑ جواب لکھا تھا۔

حافظ ابن الجوزی لکھتے ہیں: كنت أسمع عنه بالعظائم حتى رأيت في كتبه مالم يخطرعلى قلب أن يقوله عاقل. [المنتظم ۱۳:۱۰۸]

"میں اس کے بارے میں بڑی بڑی باتیں سنتا تھا یہاں تک کہ میں نے اس کی کتابوں میں وہ باتیں دیکھ لیں جن کے متعلق کسی عقل مند آدمی کے دل میں ان باتوں کو زبان سے نکالنے کا کبھی خیال بھی نہیں گزر سکتا۔"

اور امام ابن عقیل کے حوالے سے لکھتے ہیں: وَعَجبِي كيف عاش وقد صنف الدامغ، يزعم أنه قد دمغ به القرآن، والزمرد يزري به على النُّبُوَّات ثم لايُقتَلُ. [المنتظم ۱۳:۱۱۰]

"تعجب ہے کہ وہ زندہ کیسے رہا، اسے [حکومت وقت کے حکم سے اسلام سے باغی ہونے کی وجہ سے] قتل کیوں نہیں کیا گیا، اس نے "دامغ" تصنیف کی جس سے بزعمِ خویش قرآن عزیز کا معارضہ اور مقابلہ کیا اور "زمرّدہ" لکھی جس سے نبوت پر عیب چینی کی۔"

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: كان يُلازم الرَّفَضَة والزَّنادِقة. [العِبَرفي خَبرِمَن غَبر ۱:۴۳۹]

"رافضیوں اور زِندیقوں کی صحبت میں رہتا تھا۔"

''آب زمزم جس ارادے سے پیا جائے تو وہ پورا ہوگا۔''

رہی بینگن کھانے کی فضیلت والی روایت تو اس سلسلے میں حافظ ابن قیم (۱) لکھتے ہیں:

في الحديث الموضوع 'المُختلَقِ علی رسول اللّٰہ ﷺ: الباذنجان لما أكل له' وهذا كلام مما يُستقبح نسبته إلی آحادِ العقلاء' فضلاً عن الأنبياء. [زاد المعاد ۴: ۲۹۱]

''یہ روایت موضوع ہے' یہ کسی عاقل آدمی کا کلام نہیں ہوسکتا چہ جائے کہ اس کی نسبت انبیاء کرام کی طرف کی جائے۔''

ایک اور زندیق محمد بن سعید شامی تھا جسے زندقہ کے جرم میں پھانسی دی گئی تھی' اس نے ایک روایت وضع کی ہے: أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي إلا أن يشاء اللّٰه. [تفسیر القرطبی ۱: ۱۱۳]

''میں انبیاء کا خاتم ہوں' میرے بعد کوئی نبی نہیں مگر جسے اللہ چاہے۔''

امام جورقانی (۲) لکھتے ہیں: هذا استثناء موضوع باطل' لا أصل له من حديث أنس رضی اللہ عنہ و لا من حديث حُمَيد وإنما هو من موضوعات محمد بن سعيد الشامي المصلوب في الزندقة' و كان لعنه اللّٰه وَضَّاعًا كَذَّابًا ' فوضع هذا الإستثناء في هذا الحديث و دَعَا الناس إليه و حدثهم به ليوقع في قلوبهم الشك' و هذا الإستثناء عند المسلمين كفرٌ و

---

(۱) محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد زُرَعی' دمشقی' ابوعبداللہ' شمس الدین' اکثر و بیشتر علوم اسلامیہ پر ان کو دسترس تھی' ۶۹۱ھ = ۱۲۹۲ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے بہت بڑے محدّث' مفسر' فقیہ اور متکلم تھے۔ امام ابن تیمیہ سے خصوصی تعلق اور لگاؤ تھا اور ان کے علوم پر امام ابن تیمیہ ہی کا رنگ غالب رہا۔ ۷۵۱ھ = ۱۳۵۰ء کو وفات پائی۔
[البدایة والنهایة ۱۴: ۲۲۱' البدر الطالع ۲: ۱۴۳-۱۴۶' الاعلام ۶: ۵۶]

(۲) محمد بن بہادر بن عبداللہ' زرکشی' ابوعبداللہ' بدرالدین' ۷۴۵ھ = ۱۳۴۴ء کو مصر میں پیدا ہوئے۔ ترکی الاصل ہیں۔ شافعی فقیہ تھے۔ اصولی عالم تھے۔ کئی فنون میں مفید کتابیں تصنیف کیں۔ مصر ہی میں ۷۹۴ھ = ۱۳۹۲ء کو فوت ہوئے۔ [الدرر الکامنة ۳: ۳۹۷' الاعلام ۶: ۶۰]

(۳) حسین بن ابراہیم بن حسین بن جعفر' ابوعبداللہ ہمدانی' جُورَقاني' حافظ حدیث تھے' اُن کی نسبت جُورَقان کی طرف ہے' جو کردوں میں سے ایک بڑا قبیلہ ہے اور عراق و ہمدان کے مابین رہائش پذیر تھے۔ ۵۴۳ھ = ۱۱۴۸ء کو فوت ہوئے۔ [سیر اعلام النبلاء ۲۰: ۱۱۴' الاعلام ۲: ۲۲۹]

جُورَقاني کے علاوہ انہیں جَوْرَقاني' جَوزقاني اور خُوزياني بھی کہا گیا ہے۔

الحادٌ و زَندَقةٌ. [الاباطيل والمناکیر۱: ۱۲۰-۱۲۱، الموضوعات۱: ۲۷۹]

''اس روایت میں یہ استثناء موضوع، باطل اور بے اصل ہے، اسے نہ تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ (۱) نے روایت کیا ہے اور نہ حُمید نے، بلکہ یہ محمد بن سعید شامی کا گھڑا ہو قول ہے جسے بے دینی کے جرم میں پھانسی پر لٹکایا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے غارت کرے۔ بہت بڑا جھوٹا اور احادیث گھڑنے والا تھا، اُس نے اِس روایت میں اپنی طرف سے اسی استثناء کا اضافہ کیا اور لوگوں کو اس کی روایت کرنے لگا تا کہ ان کے قلوب واذہان میں شکوک پیدا کرے حالانکہ یہ استثناء تمام مسلمانوں کے نزدیک کفر، الحاد اور بے دینی ہے۔''

امام حماد بن زید (۲) فرماتے ہیں: وَضَعَتِ الزَّنَادِقَةُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اثْنَيْ أُلُفَ حَدِيْثٍ

[الضعفاء الکبیر۱: ۱۴، النکت علی کتاب ابن الصَّلاح۲: ۸۵۱]

''زندیقوں اور بے دینوں نے رسول اللہ ﷺ پر بارہ ہزار حدیثیں وضع کی ہیں۔''

محمد بن سعید مصلوب شامی کہا کرتا تھا: لا بأس إذا كان كلام حسن أن يضع له إسناداً.

[الضعفاء الکبیر۴: ۷۱، کتاب الجرح والتعدیل۷: ۲۶۳، تدریب الراوی۱: ۲۸۴]

''کسی اچھے کلام کے لیے سندِ [حدیث] وضع کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔''

---

(۱) انس بن مالک بن نضر بن ضمضم رضی اللہ عنہ، نجاری، خزرجی، انصاری، ابوثمامہ یا ابوحمزہ، بلند رُتبہ صحابی اور رسول اللہ ﷺ کے خادم تھے۔ مرویات کی تعداد ۲۲۸۶ ہے۔ مدینہ منورہ میں ۱۰ ق ھ=۶۱۲ء کو پیدا ہوئے۔ بچپن میں اسلام قبول کیا اور نبی اکرم ﷺ کی وفات تک ان کی خدمت کرتے رہے۔ دمشق اور بصرہ میں رہائش پذیر رہے۔ بصرہ میں ۹۳ھ=۷۱۲ء کو وفات پائی۔ بصرہ میں وفات پانے والے آپ سب سے آخری صحابی ہیں۔

[تہذیب تاریخ دمشق الکبیر۳: ۱۴۲، تلقیح فهوم اهل الاثر: ۳۶۳، الاعلام۲: ۲۴]

(۲) حماد بن زید بن درہم، ازدی، جهضمي، بصری، ابواسماعیل، بنیادی طور پر سجستان سے تعلق تھا۔ بصرہ میں ۹۸ھ=۷۱۷ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے میں عراق کے شیخ تھے۔ بینائی سے محروم تھے۔ چار ہزار حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ ازرق کے نام سے بھی پہچانے جاتے ہیں۔ صحاح میں اُن کی روایتیں لی گئی ہیں۔ ۱۷۹ھ=۷۹۵ء کو بصرہ میں فوت ہوئے۔ [سیر اعلام النبلاء۷: ۴۵۶، الاعلام۲: ۲۷۱]

حافظ ابن عدی (۱) لکھتے ہیں: ''ابو مقاتل سمرقندی: حفص بن سلم، حسن بصری (۲) کے قول کے لیے سند وضع کیا کرتا تھا۔'' [الکامل فی ضعفاء الرجال ۳: ۲۴۹]

یہی ابو مقاتل، عون بن ابی شداد کی سند سے وصایا لقمان کی روایت کرتا تھا تو اس کے بھتیجے نے کہا: چچا جان! حَدَّثَنَا نہ کہئے کیونکہ آپ نے یہ چیزیں کسی سے سنی نہیں، اس پر وہ کہنے لگا: یہ عمدہ کلام ہے اس لیے میں اس کے لیے سند وضع کر لیتا ہوں۔'' [شرح علل الترمذی، حافظ ابن رجب ۱: ۷۸-۷۹]

ہارون الرشید (۲) نے ایک زندیق کو پکڑوا کر اُس کی گردن اڑانے کا حکم دیا، اس پر اُس نے وجہ پوچھی، جس کے جواب میں ہارون الرشید نے کہا: أُرِيحُ العبادَ منك، قال: فأين أنتَ مِن ألفِ حديثٍ وضعتُها على رسول اللّٰه ﷺ، كلها ما فيها حرفٌ نطق به رسول اللّٰه ﷺ. قال: فأين أنت ياعدو اللّٰه من أبي إسحاق الفَزَارِي و عبد اللّٰه بن المبارك؟ يُنَخِّلاَنِهَا فيُخرِجانها حرفاً حرفاً. [تاریخ مدینۃ دمشق ۷: ۱۲۷، ترجمہ: ۴۹۱، تہذیب تاریخ دمشق ۲: ۲۵۷، تذکرۃ الحفاظ ۱: ۲۷۳، ترجمہ: ۲۵۹، تہذیب التہذیب ۱: ۱۳۷، ترجمہ: ۲۴۳، الاسرار المرفوعۃ: ۸۸-۹۰]

---

(۱) عبداللہ بن عدی بن عبداللہ بن محمد بن مبارک بن قطان جرجانی، ابو احمد، ۲۷۷ھ=۸۹۰ء کو پیدا ہوئے۔ حدیث اور رجال حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ عربیت میں کچھ کمزور تھے اس لیے لحن کا شکار ہوا کرتے تھے ایک ہزار اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ ۳۶۵ھ=۹۷۶ء کو فوت ہوئے۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۶: ۱۵۴، الاعلام ۴: ۱۰۳]

(۲) ابو سعید حسن بن ابی الحسن یسار بصری، مشہور تابعی ہیں۔ علم، زہد، تقوی اور عبادت میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کے والد ماجد یسار سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ مدینہ منورہ میں ۲۱ھ=۶۴۲ء کو پیدا ہوئے۔ ام المؤمنین سیدہ ام سلمۃ رضی اللہ عنہا کے سایہ عاطفت میں رہے۔ بصرہ میں سکونت پذیر تھے۔ ۱۱۰ھ=۷۲۸ء کو فوت ہوئے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں: کثرت سے تدلیس کیا کرتے تھے اس لیے اُن کی معنعن روایت مقبول نہیں۔ حسن بصری کبھی کبھار سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ''عَــنْ'' کے ساتھ روایت کرتے ہیں حالانکہ اُن کی سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ثابت نہیں ہے اس لیے اُن کی روایات منقطع ہوتی ہیں۔

[وفیات الاعیان ۲: ۶۹، میزان الاعتدال ۱: ۵۲۷، الاعلام ۲: ۲۲۶]

(۳) ہارون الرشید بن محمد المہدی بن المنصور العباسی، ابو جعفر، عراق میں دولتِ عباسیہ کے پانچویں خلیفہ تھے۔ ۱۴۹ھ=۷۶۶ء کو ''رے'' میں پیدا ہوئے۔ دار الخلافہ بغداد میں پلے بڑھے۔ شجاع، کریم اور متواضع تھے۔ ۱۹۳ھ=۸۰۹ء کو طوس کے ایک قصبہ ''سناباذ'' میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ ۲۳ سال ۲ مہینے اور کچھ......

''میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کو تیرے شر سے بچانے کے لیے یہ اِقدام کرتا ہوں'' وہ زندیق اس کے جواب میں بولا: ''تم اُن چار ہزار موضوع روایات کا کیا کرو گے' جو میں نے حلال وحرام سے متعلق گھڑی ہیں' اور ان میں سے ایک حرف بھی نبی ﷺ کا اِرشاد کیا ہوا نہیں ہے''؟ ہارون نے اس سے کہا: ''اللہ کے دشمن! تم ابواسحاق فَزاری (۱) اور عبداللہ بن مبارک (۲) جیسے علماء سے ناواقف ہو؟ جو تمہاری موضوع روایات کو صحیح روایات سے اس طرح حرفاً حرفاً نکال باہر پھینکیں گے جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال کو نکالا جاتا ہے۔

[۲] عابدوزاہد: اکثر عابدوزاہد لوگ علمِ حدیث سے بے بہرہ ہونے کے باعث احادیث گھڑ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام مسلم (۳) امام یحییٰ بن سعید القطان (۴) کا قول نقل کرتے ہیں:

لَمْ نَرَ الصَّالِحِينَ فِي شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيثِ.

[مقدمہ صحیح مسلم ۱: ۱۷-۱۸' المدخل الی معرفۃ کتاب الاکلیل: ۱۳۳' شرح علل الترمذی ۱: ۹۳]

......روز حکومت کی۔ [البدایۃ والنہایۃ ۱۰: ۱۵۳' الاعلام ۸: ۶۲]

(۱) ابراہیم بن محمد بن ابی حصن الحارث بن اَسماء بن خارجۃ بن حصن بن حذیفۃ بن بدر ابواسحاق فزاری کوفی نزیل الشام' مصیصہ میں رہائش تھی۔ ثقہ' ماٗمون' صاحب سنۃ اور امام ہیں۔ ۱۸۵ھ کو فوت ہوئے۔

[تہذیب الکمال ۲: ۱۶۷]

(۲) عبداللہ بن مبارک بن واضح حنظلی' تمیمی' مروزی' ابوعبدالرحمٰن' خراسان سے تعلق تھا۔ ۱۱۸ھ = ۷۳۶ء کو پیدا ہوئے۔ دریائے فرات کے ساحلی گاؤں ہیت میں ۱۸۱ھ = ۷۹۷ء کو وفات پائی۔ حافظ حدیث' شیخ الاسلام اور تاجر ومجاہد تھے۔ علم حدیث' فقہ' عربیت' تاریخ اور شجاعت وسخاوت میں اپنی مثال آپ تھے۔

[وفیات الاعیان ۳: ۳۲' تاریخ بغداد ۱۰: ۱۵۲' تذکرۃ الحفاظ ۱: ۲۷۴' الاعلام ۴: ۱۱۵]

(۳) مسلم بن حجاج بن مسلم' قشیری' نیشاپوری' ابوالحسین' ۲۰۴ھ = ۸۲۰ء کو نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ کبار ائمہ اور حفاظ حدیث میں سے تھے۔ حجاز' شام اور عراق کے سفر کیے۔ نیشاپور ہی میں ۲۶۱ھ = ۸۷۵ء کو وفات پائی۔

[وفیات الاعیان ۵: ۱۹۴' تذکرۃ الحفاظ ۲: ۵۸۸' الاعلام ۷: ۲۲۱]

(۴) یحییٰ بن سعید بن فروخ قطان' تمیمی' ابوسعید' بصرہ سے تعلق تھا۔ ۱۲۰ھ = ۷۳۷ء کو پیدا ہوئے۔ ثقہ' حجت اور حافظِ حدیث تھے۔ امام مالک اور امام شعبہ کے ہم عصر اور اُن کے اقران میں سے تھے۔ امام احمد فرماتے ہیں میں نے اپنی اِن آنکھوں سے یحییٰ بن سعید القطان کی طرح کسی کو نہیں دیکھا ہے۔ ۱۹۸ھ = ۸۱۳ء کو وفات پائی۔

[تاریخ بغداد ۱۴: ۱۳۵' تذکرۃ الحفاظ ۱: ۲۹۸' الاعلام ۸: ۱۴۷]

''ہم نے حدیث کے بیان کرنے میں نیک وصالح لوگوں سے زیادہ خطا کرنے والا کسی اور کو نہیں دیکھا ہے۔''

امام مسلم اس کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: يقول: يجري الكذب على لسانهم ولا يتعمدون الكذب. [مقدمہ صحیح مسلم ۱:۱۸، الضعفاء الكبير ۱:۱۴، شرح علل الترمذی ۱:۹۳]

''مطلب یہ ہے کہ ان کی زبان پر غیر ارادی طور پر کذب جاری ہو جاتا ہے۔''

قاضی عیاض اس کی توضیح ان الفاظ میں کرتے ہیں: يعني: أنهم يُحدِّثون بما لم يصح لقلة معرفتهم بالصحيح، والعلم بالحديث، وقلَّةِ حفظهم وضبطهم لما سمعوه، وشغلهم و عبادتهم وإضرابهم عن طريق العلم فكذبوا من حيث لم يعلموا وإن لم يتعمدوا.

[إكمال المُعلم ۱:۱۳۵]

''صحیح وضعیف کے مابین قلت معرفت، علم حدیث سے ناواقفیت اور عدم شناسائی، قلت حفظ وضبط، عبادات میں مشغولیت اور حصولِ علم سے اجتناب جیسے عوامل کے باعث وہ بِلا ارادہ اور لاعلمی سے وہ غیر صحیح اور نادرست روایات نقل کرتے رہتے ہیں۔''

امام نووی اس کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: لكونهم لا يعانون صناعة أهل الحديث فيقع الخطأ في رواياتهم ولا يعرفونه، ويروون الكذب ولا يعلمون أنه كذب.

[شرح صحیح مسلم ۱:۹۴]

''وجہ یہ ہے کہ علمِ حدیث ان لوگوں کا مشغلہ نہیں ہوتا اس لیے عدم واقفیت کی وجہ سے ان کی روایات میں خطأ واقع ہو جاتی ہے اور لاعلمی میں جھوٹی روایات کی روایت کرتے ہیں۔''

حافظ ابن الصَّلاح لکھتے ہیں: والواضعون للحديث أصنافٌ، وأعظمهم ضرراً: قومٌ من المنسوبين إلى الزهد وضعوا الحديث إحتساباً فيما زعموا فَتَقَبَّلَ الناس موضوعاتهم ثقةً منهم بهم وركوناً اليهم، ثم نهضت جهابذة الحديث بكشف عوارها ومحوِ عارِها والحمدلله. [مقدمۃ ابن الصلاح: ۱۳۱]

''واضعین حدیث کی چند قسمیں ہیں، اِن میں سے زیادہ ضرر رساں وہ لوگ ہیں جو زہد وتقویٰ کی

طرف منسوب ہیں، جنہوں نے ثواب کے حصول کے لیے احادیث وضع کیں اور لوگوں نے ان کی ظاہری حالت اور اُن سے عقیدت کے بناء پر اُن کی موضوع روایتوں کو قبول کرلیا، پھر فنِ حدیث کے اعلیٰ ماہرین ان موضوعات کے عیب کے کھولنے اور ان کی عار مٹانے کے لیے اٹھے۔"

مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری (۱) کی املائی کتاب میں ہے:

إذا وقع في الإسناد صوفيٌ فاغسل يديك منه، فإنهم يقولون: ظنوا بالمؤمنين خيراً، ولا يطلبون حقيقة الحال. [العرف الشذي شرح سنن الترمذي ۱: ۶۲، بذیل حدیث: ۱۷]

"جب کسی [حدیث کی] سند میں کوئی صوفی [راوی] آجائے تو اُس [حدیث] سے اپنے ہاتھ دھو لو اس لیے کہ وہ کہتے ہیں: "مؤمنوں پر اچھا گمان رکھو" اور حقیقتِ حال کو تلاش نہیں کرتے۔"

اس گروہ نے اَن گنت روایتیں وضع کی ہیں، مثلاً یہ روایت:

حَضَرَ رسول اللهﷺ سماعاً ورقص، حتىٰ شُقَّ قميصَه.

"رسول اللہﷺ مجلس سماع میں حاضر ہوئے اور رقص کیا یہاں تک کہ ان کی قمیص پھٹ گئی۔"

حافظ ابن قیم اور ملا علی قاری اس کے بارے میں لکھتے ہیں: فلعن الله واضعه، ما أجرأه على الكذب السّمَج. [المنار المنیف: ۱۳۹، الاسرار المرفوعة: ۴۷۴]

"اللہ تعالیٰ اس روایت کے گھڑنے والے کو غارت کرے۔ بدمزہ جھوٹ بولنے میں کتنا ماہر اور نڈر ہے۔"

---

(۱) محمد انور شاہ بن محمد اعظم شاہ بن شاہ عبدالکبیر۔ اُن کے بزرگوں کا اصل وطن بغداد تھا، وہاں سے ملتان آئے۔ لاہور منتقل ہوئے پھر کشمیر میں سکونت اختیار کی۔ آپ ۲۷ شوال المکرّم ۱۲۹۲ھ = ۱۸۷۵ء کو اپنے ننھیال دودھواں [علاقہ لولاب] کشمیر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی اسباق اپنے والد محترم سے لیے پھر تین سال تک ہزارہ [سرحد] کے متعدد علماء وصلحاء کی خدمت میں رہے، ۱۳۰۷ یا ۱۳۰۸ھ کو سولہ سترہ سال کی عمر میں دار العلوم دیوبند آگئے جہاں چار سال تک علوم وفنون حاصل کرتے رہے۔ بیس اکیس سال کی عمر میں ۱۳۱۲ھ کو سند فضیلت حاصل کیا۔ بہت بڑے محدث تھے۔ قادیانیوں کے خلاف تیغ برّاں تھے۔ ۱۳۵۲ھ = ۲۹ مئی ۱۹۳۳ء کو دیوبند میں وفات پائی۔
[بیس بڑے مسلمان: ۳۶۹]

[۳] بعض فقہاء: امام ابوالعباس محدث قرطبی (۱) فرماتے ہیں:

استجاز بعض فقهاء العراق نسبة الحكم الذي دلَّ عليه القياسُ إلى رسول الله ﷺ نسبة قولية و حكاية نقلية' فيقول في ذلك : قال رسول الله ﷺ كذا و كذا و لهذا ترى كتبَهم مشحونة بأحاديث مرفوعة تشهد متونها بأنها موضوعةٌ ' لأنها تشبه فتاوى الفقهاء' و لاتليق بجزالة كلام سيد الأنبياء ﷺ' مع أنهم لايقيمون لهاصحيحَ سَندٍ ' و لا يستندونها من أئمة النقل إلى كبيرأحد .

[المُفهِم لماأشكل فی تلخيص كتاب مسلم۱: ۱۱۵' فتح المغیث ۱: ۲۴۵]

''بعض عراقی فقہاء کا قول ہے کہ قیاس جلی سے جو حکم مستفاد ہو' اس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر سکتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ ان کی تصانیف ایسی احادیث سے بھری پڑی ہیں جن کی متون اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ احادیث کی نسبت اقوالِ فقہاء سے قریب تر ہیں اور اس پر طُرہ یہ کہ وہ ان کی کوئی صحیح سند بھی بیان نہیں کرتے اور نہ ائمہ نقل میں سے کسی بڑے امام کی طرف اسے منسوب کرتے ہیں۔''

اس کی مثال یہ روایت ہے: إذاخرج الإمامُ فلا صلاةَ و لا كلامَ . [الہدایہ ۱: ۱۵۱]

''جب امام خطبہ دینے کے لیے باہر آجائے تو پھر نماز پڑھنا اور باتیں کرنا جائز نہیں۔''

صاحبِ ہدایہ (۲) اسے رسول اللہ ﷺ کے حدیث کے طور پر پیش کرتے ہیں' حالانکہ اس کو مرفوع کہنا وَہمِ فاحش ہے۔ [السنن الکبریٰ' بیہقی ۳: ۱۹۳' ۲: ۲۰۱' حدیث: ۲۷۵۵]

---

(۱) احمد بن عمر بن ابراہیم' ابوالعباس' انصاری' قرطبی' زین الدین' ۵۷۸ھ = ۱۱۸۲ء کو قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ مالکی فقیہ اور محدث تھے۔ اسکندریہ میں مدرس تھے اور وہیں ۶۵۶ھ = ۱۲۵۸ء کو وفات پائی۔ صحیح مسلم کی تلخیص اور پھر اس کی توضیح المُفهِم لِمَاأُشكِلَ من تلخيصِ كتابِ مسلم کے نام سے لکھی۔

[شذرات الذہب ۷: ۴۷۳' الاعلام ۱: ۱۸۶]

(۲) علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل فرغانی مرغینانی ابوالحسن برہان الدین۔ فقہائے اَحناف کے اکابر میں سے تھے ۵۳۰ھ = ۱۱۳۵ء کو پیدا ہوئے۔ فرغانہ کے نواحی علاقے مرغینان کی طرف نسبت ہے۔ حافظ' مفسر' محقق اور ادیب تھے۔ ۵۹۳ھ = ۱۱۹۷ء کو وفات پائی۔ [الجواہر المضیئۃ: ۲۴۸' ترجمہ: ۹۷۹' الاعلام ۴: ۲۶۶]

یہ امام زہری (۱) کا قول ہے۔ [مؤطا امام مالک ۱:۱۰۳]
امام ابوحنیفہ (۲) کے شاگرد امام محمد بن حسن (۳) نے بھی اسے زہری ہی کا قول قرار دیا ہے۔
[مؤطا امام مالک ۱:۶۰۴' حدیث: ۲۲۸' نصب الرایۃ ۲:۲۰۱-۲۰۲]

یا یہ روایت کہ: من صلى خلف عالمٍ تقي فكأنما صلى خَلفَ نبي.
[بدائع الصنائع ۲:۲۰۲' الہدایہ ۱:۱۰۱]

''جس نے کسی متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی گویا اس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔''
– حافظ زیلعی (۴) فرماتے ہیں: یہ روایت غریب [ضعیف] ہے۔ [نصب الرایہ ۲:۲۶]
– حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: مجھے یہ روایت نہیں ملی۔ [الدرایہ ۱:۱۶۸]
– حافظ سخاوی نے بھی یوں فرمایا ہے۔ [المقاصد الحسنۃ: ۴۸۶]

---

(۱) محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب زہری' قریش کی شاخ بنو زہرہ بن کلاب سے تعلق تھا۔ ۵۱ھ = ۶۷۱ء کو پیدا ہوئے۔ مدینہ منورہ میں پلے بڑھے۔ حافظ وفقیہ تابعی ہیں۔ ۱۲۴ھ = ۷۴۲ء کو حجاز اور فلسطین کے بارڈر پر وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۴:۱۷۷' غایۃ النہایۃ ۲:۲۶۲' الاعلام ۷:۹۷]

(۲) نعمان بن ثابت' تیمی' کوفہ میں ۸۰ھ = ۶۹۹ء کو پیدا ہوئے۔ وہیں پرورش ہوئی۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ صغار صحابہ کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب کوفہ تشریف لائے تو اُن کی زیارت و دید کا شرف حاصل کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی سے آپ کی روایت ثابت نہیں ہے۔ ۱۵۰ھ = ۷۶۷ء کو وفات پائی۔
[سیر اعلام النبلاء ۶:۳۹۰' الاعلام ۸:۳۶]

(۳) محمد بن حسن بن فرقد – فرقد بنو شیبان کے موالی میں سے تھے – ابوعبداللہ' فقہ اور اصول کے امام تھے۔ امام ابوحنیفہ کے علم کو آپ نے پھیلایا اُن کی اصل غوطة دمشق کے گاؤں حرستة سے تھا۔ ۱۳۱ھ = ۷۴۸ء کو واسط میں پیدا ہوئے۔ کوفہ میں پلے بڑھے۔ امام ابوحنیفہ کے قریبی ساتھی رہے ہیں' اُن سے حصول علم کے بعد بغداد تشریف لے گئے' وہاں ہارون الرشید نے اُنہیں قضا کی ذمہ داری سونپ دی پھر اُنہیں معزول کیا اور جب خراسان جانے کے لیے نکل پڑے تو اُنہیں اپنے ساتھ لے لیا اور اسی سفر کے دوران ۱۸۹ھ = ۸۰۴ء کو آپ نے ''رے'' میں وفات پائی۔ [الفوائد البہیۃ: ۲۶۸' ترجمہ: ۳۴۳' الاعلام ۶:۸۰]

(۴) عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی' ابومحمد' جمال الدین' فقیہ اور حدیث کے بہت بڑے عالم تھے' صومال کے علاقے زیلع سے تعلق تھا۔ ۷۶۲ھ = ۱۳۶۰ء کو قاہرہ میں وفات پائی۔ آپ شارح کنز زیلعی نہیں' اُن کا نام عثمان ہے۔ [البدر الطالع ۱:۴۰۲' الاعلام ۴:۱۴۷]

– ملا علی قاری فرماتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں۔ [الاسرار المرفوعۃ: ۳۳۴، المصنوع: ۱۸۶]

[۴] مذہبی متعصبین: بعض جاہل و متعصب لوگ مذہبی تعصب کی بناء پر دوسرے مذاہب کو زک اور نقصان پہنچانے اور کم زور کرنے کے لیے احادیث وضع کیا کرتے تھے۔ [شرح نخبۃ الفکر: ۸۰]

مثلاً مامون بن احمد ہروی سے کسی نے کہا کہ تم دیکھتے نہیں کہ امام شافعی (۱) کے مذہب کے پیروکار خراسان میں کس قدر زیادہ ہو رہے ہیں، اس نے فوراً کہا: میں نے احمد بن عبداللہ سے سنا، اس نے عبداللہ بن معدان ازدی سے اور اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ:

يكون في أمتي رجل يقال له محمد بن إدريس أضر على أمتي من إبليس، ويكون في أمتي رجل يقال له أبو حنيفة هو سراج أمتي.

[الموضوعات ۱: ۴۳، ۴۸: ۲، المدخل الی معرفۃ کتاب الاکلیل: ۱۲۹، میزان الاعتدال ۳: ۴۳۰، لسان المیزان ۵: ۷]

”میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام محمد بن ادریس [شافعی] ہوگا جو میری امت کے لیے ابلیس سے زیادہ نقصان دہ ہوگا جب کہ اس امت میں ایک دوسرا شخص ابوحنیفہ نامی ہوگا وہ میری امت کا چراغ ہوگا۔“

اس نے یہ روایت بھی وضع ہے کہ: مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الإِمَامِ مُلِئَ فُوْهُ نَاراً. [میزان الاعتدال ۳: ۴۲۹]

”جس نے امام کے پیچھے قراءت کی تو اس کا منہ آگ سے بھر دیا جائے۔“

اسی کذاب نے یہ روایت بھی وضع کی ہے: مَنْ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الصَّلاةِ فَلا صَلاةَ له.

[المدخل الی معرفۃ کتاب الاکلیل: ۱۲۹، میزان الاعتدال ۳: ۴۲۹]

”جس نے نماز میں رفع یدین کیا تو اس کی نماز ادا نہیں ہوئی۔“

[۵] بعض معاندین: کچھ لوگ ذاتی عناد کی خاطر احادیث گھڑ لیا کرتے ہیں، مثلاً: سیف بن عمر

---

(۱) محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع ہاشمی، قُرشی، ابوعبداللہ، ۱۵۰ھ = ۷۶۷ء کو غزہ [فلسطین] میں پیدا ہوئے۔ دو سال کی عمر میں مکہ معظمہ لائے گئے۔ دو دفعہ بغداد گئے۔ ۱۹۹ھ کو مصر تشریف لے گئے اور اپنی وفات ۲۰۴ھ = ۸۲۰ء تک وہیں رہے۔ آپ شعر، لغت، ایام عرب، فقہ اور حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ نہایت ذکی، فطین، ذہین اور حاضر جواب تھے۔ پہلا فتوی بیس سال کی عمر میں دیا تھا۔ رمضان المبارک میں ساٹھ بار قرآن ختم کرنے کا معمول تھا۔ [تذکرۃ الحفاظ ۱: ۳۶۱، الاعلام ۶: ۲۶]

کہتے ہیں کہ میں سعد بن طَرِیف کے پاس بیٹھا تھا اس کا لڑکا مدرسہ سے روتے ہوئے آیا' اس نے لڑکے سے رونے کی بابت پوچھا' لڑکے نے کہا مجھے استاذ نے پیٹا ہے' اس نے کہا میں آج انہیں رسوا کر کے چھوڑوں گا مجھے عکرمہ (۱) نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ (۲) سے سن کر مرفوعاً بتایا ہے:

شِرَارُکُم مِنُ مُّعَلِّمِیکُمُ: أَقَلُّهُم رَحُمَةً عَلَی الُيَتِيمِ وَأَغُلَظُهُم عَلَی الُمِسُكِينِ.

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۴: ۳۸۷' ۷: ۵۰' ۷: ۵۲' المجر وحین ۱: ۶۷]

"تمہارے بچوں کے وہ استاد بدترین لوگ ہیں جو یتیم پر بہت کم رحم دل اور مسکین کے لیے بہت سنگ دل ہوتے ہیں۔"

سعد بن طریف فی البدیہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔ [المجر وحین ۱: ۳۵۳]

جب کہ سیف بن عمر الضبي: زندیق تھا اور احادیث کے سلسلے میں ساقط الاعتبار تھا۔

[المدخل الی الصحیح ۱: ۱۵۹' ترجمہ: ۷۷]

[۶] درباری مُلاّ: موضوع روایات کی بدترین قسم وہ ہے جن کو علماءِ سُوء اور درباری مُلاّ حکام اور برسر اقتدار طبقہ کی مدح وثناء میں حصول جاہ وتقرب کے لیے وضع کیا کرتے تھے' ان میں سے ایک غیاث بن ابراہیم نخعی کوفی تھا' وہ ایک دفعہ عباسی خلیفہ مہدی (۳) کے دربار میں حاضر تھا۔ مہدی نے کبوتر پال رکھا تھا اور اس کے ساتھ تفریح طبع کیا کرتا تھا' وہ کبوتر اس کے سامنے موجود تھا۔

---

(۱) عکرمہ بن عبداللہ بربری' مدنی ابوعبداللہ' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام اور تابعی تھے۔ ۲۵ھ = ۶۴۵ء کو پیدا ہوئے۔ تفسیر اور مغازی کے بہت بڑے عالم تھے۔ تین سو اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ جن میں سے ستر تابعی ہیں۔ مدینہ منورہ میں ۱۰۵ھ = ۷۲۳ء کو وفات پائی۔ [میزان الاعتدال ۳: ۹۳' الاعلام ۴: ۲۴۴]

(۲) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب' قرشی' ہاشمی' ۳ قبل ہجری = ۶۱۹ء کو پیدا ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی' جلیل القدر صحابی ہیں۔ حبر الامۃ [امت کے عالم] اور ترجمان القرآن جیسے القاب سے نوازے گئے۔ طائف میں سکونت پذیر تھے اور وہیں ۶۸ھ = ۶۸۷ء کو وفات پائی۔

[اسد الغابۃ: ۶۹۲' ترجمہ: ۳۰۳۸' الاعلام ۴: ۹۵]

(۳) محمد بن عبداللہ المنصور بن محمد بن علی العباسی ابوعبداللہ المہدی باللہ۔ عراق میں دولتِ عباسیہ کے خلفاء میں سے تھے۔ ایذج [اہواز] میں ۱۲۷ھ = ۷۴۴ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۵۸ھ کو ولی عہد بنے۔ ماسبذان میں شکار کھیلتے ہوئے ۱۶۹ھ = ۷۸۵ء کو وفات پائی۔ [فوات الوفیات ۲: ۱۷۱' ۳' ترجمہ: ۴۶۸' الاعلام ۶: ۲۲۱]

غیاث بن ابراہیم سے کہا گیا کہ امیر المؤمنین کو کوئی حدیث سنائیے تو اس نے یہ حدیث سنائی:

لا سَبْقَ إلَّا فِیْ نَصْلٍ أَوْ خُفٍّ أَوْ حَافِرٍ أَوْ جَنَاحٍ. [المجروحین ۱:۶۶، الموضوعات ۱:۴۳]

''مقابلہ صرف تیر، اُونٹ، گھوڑے، اور پرندے میں جائز ہے۔''

حالانکہ صحیح حدیث میں أَوْ جَنَاحٍ کا اضافہ موجود نہیں۔

[دیکھئے سنن ابی داود، کتاب الجہاد [۹] باب فی السّبق [۶۷] حدیث: ۲۵۷۴، سنن ترمذی، کتاب الجہاد [۲۴] باب ماجاء فی الرہان والسبق [۲۲] حدیث: ۱۷۰۰، سنن نسائی، کتاب الخیل [۲۸] باب السبق [۱۴] حدیث: ۳۵۸۶، سنن ابن ماجۃ، کتاب الجہاد [۲۴] باب السَّبقِ والرہان [۴۴] حدیث: ۲۸۷۸]

مہدی نے غیاث کو اشرفیوں سے بھرا ہوا تھیلا دے دیا، جب وہ اٹھا تو کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کی گردن ایک وضاع کی گردن ہے، پھر کہا میری ہی ذات اس کو حدیث وضع کرنے کی موجب بنی، چنانچہ اس کبوتر کو ذبح کر ڈالا۔ [المجروحین ۱:۶۶، الموضوعات ۱:۴۲، میزان الاعتدال ۳:۳۳۸]

اسی کذب بیانی کے باعث علماءِ اسماء الرجال نے غیاث بن ابراہیم کو معاف نہیں کیا، چنانچہ امام یحییٰ بن معین (۱) نے فرمایا: کذاب ہے، ثقہ اور مأمون نہیں۔ [التاریخ ۲:۴۷۰، ۳:۴۶۸]

ہیاج فرماتے ہیں: میں نے غیاث بن ابراہیم کو دیکھا ہے وہ اتنا جھوٹا تھا کہ اگر اس کے سر کے اوپر کوا اُڑ جائے تو اس کے بارے میں بھی حدیث وضع کرے گا۔ [الجرح والتعدیل ۷:۵۷]

[۷] علم کی نمائش کرنے والے واعظ:

حافظ ابن الجوزی لکھتے ہیں: اسلاف کے زمانے میں علماء اور فقہاء ہی وعظ کہا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ عبید بن عمیر واعظ کے مجلسِ وعظ میں حاضر ہوا کرتے تھے، اور عمر بن عبد العزیز بھی ایک واعظ کی مجلس میں اکثر حاضر ہوتے تھے، پھر جب یہ فن بے وقعت ہو گیا تو جُہال کے پلّے پڑ گیا اسی وجہ سے علماء ان مجالس سے دور رہنے لگے، پھر مزید ترقی ہوتی گئی اور اس میں عوام اور عورتوں کی دلچسپی بڑھ گئی انھوں نے فن قصہ گوئی اور عجائبات

---

(۱) یحییٰ بن مَعین [بفتح المیم] بن عون بن زیاد، ابوزکریا، سید الحفاظ، ناقد، مؤرخ اور بہت بڑے محدث ہیں۔ جرح وتعدیل کے امام ہیں۔ اصلاً سرخس سے تعلق تھا۔ انبار کے قریب ۱۵۸ھ = ۷۷۵ء کو نقیانامی گاؤں میں پیدا ہوئے، اُن کے والد محکمہ خراج میں عامل تھے۔ مدینہ منورہ میں ۲۳۳ھ = ۸۴۸ء کو فوت ہوئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے: میں نے اپنے ہاتھوں سے لاکھوں احادیث لکھی ہیں۔

[تاریخ بغداد ۱۴:۱۷۷، تذکرۃ الحفاظ ۲:۴۲۹، الاعلام ۸:۱۷۲]

کو سینے سے لگا دیا اور اسی طرح اس میں بدعات کا عمل دخل شروع ہو گیا اور ایک بڑی قوم نے ترغیب و ترہیب میں بے شمار احادیث وضع کیں اور شیطان نے انہیں یہی بات سمجھا دی ہے کہ ان جھوٹی احادیث کو بیان کرنے سے ہمارا مقصد و ارادہ کچھ گناہ کا نہیں بلکہ ہم نیک ارادے سے ان کو وضع کر لیتے ہیں' یہ دراصل شریعت کے خلاف ایک بہت بڑی جسارت ہے' ان لوگوں کے ہاں شریعت ناقص ہے' اس لیے جھوٹ سے اس کی تکمیل کرتے ہیں' اور پھر یہ بھی ہے کہ انہوں نے حدیث: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً کو بالکل بھلا دیا ہے۔''

[تلبیس ابلیس: ۱۲۳' ۱۲۴]

بسا اوقات نمائشِ علم بھی وضع حدیث کا موجب بنتی ہے' یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی جاہل علماء کا لبادہ اوڑھ کر علم کی نمائش کرنا چاہے' وہ اپنی جہالت اور لاعلمی کو وضعی اور جعلی احادیث کو سنا کر ڈھانپ لیتا ہے اور اس طرح لوگوں کے دل موہ لیتا ہے۔

امام ابن حبان (۱) اپنی سند کے ساتھ ابو جعفر بن محمد طیالسی سے روایت کرتے ہیں کہ امام احمد (۲) اور امام ابن مَعین نے رَصافہ کی جامع مسجد میں نماز پڑھی نماز کے بعد ایک واعظ کھڑا ہوا اور یوں وعظ کہنے لگا کہ: ''مجھے احمد بن محمد بن حنبل اور یحییٰ بن مَعین نے حدیث سنائی کہ جو کوئی ایک بار لا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر لفظ سے ایک پرندہ پیدا فرما لیتا ہے جس کی چونچ سونے کی اور پَر مَرجان کے ہوتے ہیں' اور اس مضمون سے متعلق کچھ بیس ورق سنا دیئے۔ امام احمد اور امام ابن مَعین حیرت و استعجاب سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ یہ حدیث تو ہم نے آج ہی سنی

---

(۱) ابو حاتم ابن حِبّان [بکسر الحاء وتشدید الباء] محمد بن حِبّان بن احمد بن حِبّان بن معاذ بن معبد' تیمی' ابو حاتم' بستی' سجستانی۔ تاریخ' جغرافیہ' رجال اور حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ حصولِ علم کے سلسلہ میں خراسان' شام' مصر' عراق اور جزیرہ کے سفر کیے۔ ۳۵۴ھ = ۹۶۵ء کو وفات پائی۔

[معجم البلدان ۲: ۱۷۱' تذکرۃ الحفاظ ۳: ۲۹۰-۹۲۴]

(۲) احمد بن محمد' ابو عبداللہ' شیبانی' ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔ ان کا تعلق مرو سے تھا۔ ان کے والد سرخس کے گورنر تھے۔ ۱۶۴ھ = ۷۸۰ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے حصولِ علم میں لگے رہے اور اس سلسلہ میں سفر کی صعوبتیں برداشت کیں' ان کے زمانے میں مامون الرشید نے ''خلق قرآن'' کا فتنہ اٹھایا۔ امام موصوف نے اس فتنہ کی خوب سرکوبی کی اور اس سلسلے میں انہیں ناقابلِ برداشت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ صبر و استقامت کے پہاڑ ثابت ہوئے۔ ۲۸ مہینے جیل کی ہوا کھانی پڑی۔ ۲۴۱ھ = ۸۵۵ء کو وفات پائی۔

[تاریخ بغداد ۴: ۴۱۳-۴۲۳' الاعلام ۱: ۲۰۳]

اوراس انوکھے شاگرد سے تو صرف آج ہی ملاقات ہوئی۔ وعظ سے فارغ ہو جانے کے بعد یہ دونوں علم کے پہاڑ اس واعظ سے کہنے لگے یہ حدیث تم نے کس سے سنی؟ اس نے جواب میں کہا: امام احمد اور امام ابن معین سے، ان دونوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا: ہم احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین ہیں اور اسے اللہ کا واسطہ دے کر کہا کہ ہمارے نام سے جھوٹ کی اشاعت سے باز رہو، وہ دغاباز واعظ کہنے لگا: میں سنا کرتا تھا کہ احمد اور یحییٰ بن معین بڑے احمق و بے وقوف ہیں آج اس کی تصدیق ہوگئی، وہ دونوں پوچھنے لگے، وہ کیسے؟ اس عیار نے کہا، کیا ساری دنیا میں ایک ہی احمد اور ایک ہی یحییٰ ہے؟ میرے سترہ سترہ اساتذہ ایسے تھے جن کے نام احمد اور یحییٰ تھے۔''

[المجروحين ۱: ۸۰، ۸۱ المدخل الی معرفة کتاب الاکلیل: ۱۴۲-۱۴۳، الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع: ۳۹۲، برقم: ۱۴۹۷، تفسیر قرطبی ۱: ۱۱۵، الموضوعات ۱: ۴۶، تہذیب الکمال ۳۱: ۵۵۸، لسان المیزان ۱: ۷۹، الاسرار المرفوعة: ۸۱، ۸۲]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: هذه حكايةٌ عجيبةٌ، وراويها البكري، لا أعرفه، فأخافُ أن يكون وضعها. [سیر اعلام النبلاء ۱۱: ۸۶]

''یہ عجیب حکایت ہے، جس کا راوی بکری ہے، جسے میں نہیں جانتا، مجھے ڈر ہے کہ کہیں اسے اُس نے وضع نہ کیا ہو۔''

یہ بھی لکھتے ہیں: هذه الحكايةُ اشتهرت على ألسنةِ الجماعة، وهي باطلةٌ. أظُنُّ البلدي وضعها، ويُعرَفُ بالمعصوب. [سیر اعلام النبلاء ۱۱: ۳۰۱]

''یہ حکایت [محدثین کی] جماعت کی زبانی مشہور ہوئی ہے، حالانکہ یہ باطل روایت ہے اور میرا [غالب] گمان یہ ہے کہ اسے ابراہیم بن عبدالواحد البلدی المعصوب نے وضع کیا ہے۔''

یہ بھی لکھتے ہیں: إبراهيم بن عبدالواحد البكري. لا أدري مَن هو ذَا؟ أتى بحكايةٍ منكرةٍ، أخافُ ألَّا تكون من وَضْعه. [میزان الاعتدال ۱: ۴۷]

''میں نہیں جانتا کہ ابراہیم بن عبدالواحد البکری کون ہے، اس نے ایک منکر روایت بیان کی ہے، مجھے ڈر ہے کہیں اس نے اسے وضع نہ کیا ہو۔''

امام ابن حبان نے اس قسم کے ایک واعظ کا واقعہ بیان کیا ہے جس نے بذات خود اپنی جہالت

اور وضع احادیث کے جرم کا اعتراف کیا تھا۔ امام موصوف بیان کرتے ہیں: میں ایک مسجد میں گیا' نماز کے بعد ایک نوجوان کھڑا ہو کر کہنے لگا' مجھے ابوخلیفہ نے حدیث سنائی' اس نے ولید سے اس نے شعبہ سے' اس نے قتادہ سے اور اس نے انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً سنا ''جس نے اپنے مؤمن بھائی کی حاجت براری کی تو اللہ تعالیٰ اسے اتنی اجر دے گا'' اور ایک طویل حدیث بیان کی' جب وہ فارغ ہوا تو میں نے اسے بلا کر کہا' کہ آپ نے کب ابوخلیفہ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا' میری اس سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی' میں نے کہا' پھر اس سے روایت کیوں کرتے ہیں؟ اس نے کہا ہمارے ساتھ جھگڑنا بے مروتی کی دلیل ہے' مجھے یہی ایک سند یاد ہے' جب کوئی حدیث سناتا ہوں اس کو اس سند کے ساتھ چپکا دیتا ہوں۔'' [المجروحین ۱:۸۱]

[۸] غلط فہمی: بعض دفعہ محدث حدیث سناتے وقت اِسناد ذکر کرتا ہے۔ درمیان میں کوئی عارضہ پیش آجاتا ہے اور وہ حدیث بیان کرنے کے بجائے کوئی اور گفتگو کرنے لگ جاتا ہے۔ سننے والا خیال کرتا ہے کہ جس حدیث کے لیے اس نے سند بیان کی تھی وہ یہی گفتگو ہے' چنانچہ وہ کلام جس کو وہ حدیث تصور کرتا ہے اس سے اخذ کر کے اس کی روایت کرنے لگتا ہے' اس کی مثال وہ روایت ہے' جو ابن ماجۃ (۱) نے اسماعیل بن محمد طلحی سے' اس نے ثابت بن موسی سے' اس نے شریک سے' اس نے اعمش سے' اس نے ابوسفیان سے اور اس نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ (۲) سے مرفوعاً ذکر کیا ہے:

مَنْ كَثُرَتْ صَلاتُهُ بِاللَّيْلِ، حَسُنَ وَجْهُهُ بِالنَّهَارِ.

[سنن ابن ماجۃ' کتاب اقامۃ الصلاۃ [۵]' باب جاء فی قیام اللیل [۱۷۴]' حدیث: ۱۳۳۳]

---

(۱) محمد بن یزید ربعی [بفتح الراء والباء] قزوینی' ابوعبداللہ' ابن ماجۃ۔ ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ ۲۰۹ھ = ۸۲۴ء کو پیدا ہوئے۔ حصولِ علم کے سلسلہ میں بصرہ' بغداد' شام' مصر' حجاز' اور رَی کے اسفارِ بعیدہ وطویلہ اختیار کیے۔ سنن' تفسیر قرآن اور تاریخ قزوین کے مصنف ہیں ۲۷۳ھ = ۸۸۷ء کو وفات پائی۔

[وفیات الاعیان ۴:۲۷۹' تذکرۃ الحفاظ ۲:۶۳۶' العبر ۱:۳۹۴]

(۲) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بن عمرو بن حرام' خزرجی' انصاری' سُلمی' ۱۶ق ھ = ۶۰۷ء کو پیدا ہوئے۔ باپ بیٹا دونوں صحابی ہیں۔ ۱۹ غزوات میں حصہ لیا۔ صحیحین میں ان کی ۱۵۴۰ روایتیں ہیں۔ ۷۸ھ = ۶۹۷ء کو وفات پائی۔ [الاصابۃ ۱:۲۱۳' الاعلام ۲:۱۰۴]

''جو شخص رات کو زیادہ نمازیں پڑھے گا' دن کے وقت اس کا چہرہ خوب صورت ہوگا۔''

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں کہ ثابت' شریک نامی راوی کے یہاں آیا' شریک اس وقت حدیث املاء کراتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ ہمیں یہ حدیث اعمش نے سنائی' اس نے ابوسفیان اور اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس کے بعد شریک خاموش ہو گیا تا کہ طالبِ علم لکھ لے' جب ثابت کی طرف دیکھا تو کہا ''جو رات کو زیادہ نمازیں پڑھتا ہے دن کو اس کا چہرہ خوب صورت دکھائی دیتا ہے'' یہ بات شریک نے ثابت کے زہد و تقوی کے پیشِ نظر کہی تھی' ثابت نے اس کو حدیث کا متن سمجھ لیا اور اس کی روایت کرنے لگا۔''

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۲:۳۰۴' ۳:۲۰۱' التقیید والایضاح:۱۳۲]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: یہ شریک کا قول ہے۔ شریک نے اعمش کی روایت از ابوسفیان از سیدنا جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کی کہ شیطان تم میں سے ایک کے سر کی گدی پر گانٹھ دیتا ہے' اس کے بعد یہ بات کہی' اور ثابت نے اس کو حدیث میں شامل کر لیا' پھر ضعفاء کی ایک جماعت نے اُس سے یہ قول چرا کر اور شریک کے نام سے اس کو روایت کرنے لگے۔''

[المجروحین ۱:۲۳۹' فتح المغیث ۱:۲۴۷]

[۹] کچھ تاجر اپنی تجارت چمکانے کی غرض سے احادیث وضع کیا کرتے تھے' مثلاً محمد بن حجاج جو فالودہ فروش تھا' اس نے فالودہ کے فضائل میں کئی روایات وضع کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے:

أطعَمَنِي جبريل الهريسة لأشُدَّ بها ظَهري لقيام الليل.

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۳۲۴' الموضوعات ۳:۱۷' میزان الاعتدال ۳:۵۰۹' لسان المیزان ۵:۱۱۶]

''مجھے جبرئیل نے فالودہ کھلایا تا کہ میں قیام اللیل کے لیے اپنی کمر ٹھیک اور سیدھی رکھ سکوں۔''

[۱۰] بعض بد باطن اپنے خصم و مقابل کو خاموش اور زچ کرنے کے لیے احادیث گھڑ لیا کرتے تھے مثلاً عبدالعزیز بن الحارث سے پوچھا گیا کہ مکہ معظّمہ صلح سے فتح ہو گیا تھا' یا عَنـوَةً [زبردستی]؟ اس نے جواب میں کہا: عَنوَةً حاصل کیا گیا تھا' جب اس سے دلیل کا مطالبہ کیا گیا تو اس نے سند بنا کر حدیث سنائی' پھر پوچھا گیا' یہ کیسی حدیث ہے؟ تو اس نے جواب دیا: ليس بشيئٍ' و إنما صَنَعتُهُ

فِي الْحَالِ،أَدْفَعُ بِهِ عَنِّي حُجَّةَ الْخَصْمِ.

[تاریخ بغداد۱۰: ۴۶۲، میزان الاعتدال۲: ۶۲۵، لسان المیزان۴: ۲۷]

''حدیث وغیرہ کچھ نہیں، اسے میں نے فی الحال بنا دیا تا کہ اپنے مقابل کو خاموش کروں۔''

[۱۱] بعض گھڑنتو راوی ذاتی فائدہ اور مصلحت کی خاطر احادیث وضع کیا کرتے تھے، مثلاً محمد بن عبدالمالک انصاری کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ''نابینا تھا۔احادیث وضع کیا کرتا تھا اور احادیث میں جھوٹ بولا کرتا تھا۔'' [میزان الاعتدال۳: ۶۳۱]

اس محمد بن عبدالمالک کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں کہ درج ذیل روایت اس کی گھڑی ہوئی ہے: مَنْ قَادَ أَعْمٰى أَرْبَعِينَ خُطْوَةً وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ .

[التاریخ الکبیر۱: ۱۶۴، میزان الاعتدال۳: ۶۳۱]

''جو کسی نابینا کا ہاتھ پکڑ کر اسے چالیس قدم تک لے چلے، اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔''

[۱۲] بعض ادعاءِ بزرگی و شرافت کی خاطر سند بنا بنا کر جعلی احادیث بنالیا کرتے تھے مثلاً رتن ہندی جو چھٹی صدی ہجری میں پیدا ہوا تھا، وہ کہا کرتا تھا: كنتُ في زِفافِ فاطمة عَلَى علي رضی اللہ عنہ في جماعةِ من الصحابة و كان ثَمَّ من يغني فطارت قلوبنا و رقصنا ، فلما كان الغد سألنا رسول الله ﷺ فأخبرناه، فلم ينكر علينا، و دعالنا وقال: اخشو شنوا، و امشوا حُفاةً، تروا الله جهرةً. [الاصابۃ۱: ۵۳۳، لسان المیزان۲: ۴۵۱، تذکرۃ الموضوعات، پٹنی: ۱۰۳، ۱۰۴]

''میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا [۱] کے شب عروسی میں دوسرے صحابہ کے ساتھ موجود تھا۔رات کسی نے مجلس سرود بپا کی، ہمارے دل ہمارے قبضے میں نہ رہے اور ہم نے ساری رات رقص میں گزاری۔صبح کو رسول اللہ ﷺ نے ہم سے پوچھا، ہم نے انہیں رات کا سارا ماجرا سنایا تو انہوں

---

(۱) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ ہاشمیہ قرشیہ، سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں۔نہایت قابل، لائق اور فصیح و بلیغ تھیں۔۱۸ سال کی عمر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اُن کی شادی ہوئی۔سیدنا حسن، سیدنا حسین، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہم کی والدہ محترمہ ہیں۔اپنے والد محترم رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ۶ ماہ تک زندہ رہیں۔۱۱ھ=۶۳۲ء کو وفات پائیں۔

[الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ۴: ۳۷۷، الاعلام۵: ۱۳۲]

نے ہم پر نکیر نہیں فرمائی بلکہ ہمارے حق میں دعا کی اور فرمایا: موٹے، جھوٹے اور کھردرے کپڑے پہنا کرو اور ننگے پاؤں چلا کرو، تو اللہ کو ظاہر باہر دیکھو گے۔"

حالانکہ رتن ہندی صحابی نہ تھا، بلکہ کذاب و دجال تھا۔ دوسرے کذابین نے بھی اسی کے نام سے بہت جھوٹی اور محال باتیں پھیلائی ہیں۔ [میزان الاعتدال ۲:۴۵]

[۱۳] بعض موضوع روایات، نیکی کی نیت سے گھڑ لیے جاتے ہیں، مثلاً میسرہ بن عبدربہ کے متعلق خطیب بغدادی لکھتے ہیں: قال محمد بن عيسى بن الطباع قلت لميسرة بن عبد ربه من أين جئت بهذه الأحاديث مَن قرأ كذا و كذا كان له كذا و كذا ؟ قال: وضعته أرغب الناس. [تاریخ بغداد ۱۳:۲۲۳]

"محمد بن عیسی بن طباع کا بیان ہے کہ میں نے میسرہ بن عبدربہ سے کہا، تم یہ حدیثیں کہاں سے لائے، جس میں مذکور ہے کہ جس نے فلاں فلاں سورۃ پڑھی اس کے لیے اتنی اتنی جزا ہے؟ کہنے لگا میں نے لوگوں کو ترغیب دینے کے لیے گھڑی ہیں۔"

امام ابن حِبان فرماتے ہیں: كان يروي الموضوعات عن الأثبات، وهو صاحب حديث فضائل القرآن الطويل: من قرأ كذا فله كذا. [المجروحین ۲:۳۴۴-۳۴۵]

"میسرہ ثقہ و ثبت راویوں کے نام لے کر موضوع روایات نقل کیا کرتا تھا۔ فضائل قرآن سے متعلق طویل حدیث اسی ہی کی وضع کردہ ہے۔"

اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ فضائل قرآن سے متعلق کوئی بھی صحیح حدیث موجود نہیں جیسا کہ پروفیسر ڈاکٹر سعید اللہ صاحب قاضی "کس قسم کی احادیث نا قابل اعتبار ہیں" کے تحت بارہ نمبر پر لکھتے ہیں: "جو قرآن پاک کی سورتوں کے فضائل میں وارد ہوں، حالانکہ یہ احادیث تفسیر بیضاوی اور کشاف میں موجود ہیں۔" [اصولِ تحقیق:۵۲]

قاضی صاحب نے اصول تحقیق میں غیر تحقیقی بات لکھی ہے، وہ اگر صحاح کی طرف مراجعت کرتے تو اس غلطی کا شکار نہ ہوتے، اکثر کتبِ احادیث میں فضائل قرآن کے تحت کئی احادیث سورتوں کے فضائل میں وارد ہیں، مثلاً:

– سورۃ الفاتحہ کی فضیلت کے لیے دیکھئے: صحیح بخاری' احادیث: ۴۴۷۴' ۴۶۴۷' ۴۷۰۳' ۵۰۰۶'
سنن ترمذی حدیث: ۳۱۲۵' سنن نسائی' حدیث: ۹۱۱۴' مسند احمد ۲: ۴۱۳
– سورۃ البقرۃ کے لیے: صحیح بخاری' احادیث: ۵۰۰۸' ۵۰۰۹' صحیح مسلم' احادیث: ۸۰۴' ۸۰۶
– سورۃ الکہف کے لیے: صحیح بخاری' حدیث: ۵۰۱۱' صحیح مسلم' حدیث: ۸۰۹
– سورۃ الاخلاص کے لیے: صحیح بخاری' احادیث: ۵۰۱۳' ۶۶۴۳' ۷۳۷۴
– معوذتین کے لیے: صحیح بخاری' احادیث: ۵۰۱۶' ۵۷۴۸' ۶۳۱۹

[۱۴] کچھ لوگوں نے قراءتِ قرآن کے سلسلے میں روایات وضع کی ہیں' مثلاً قرآن مجید میں ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا. [سورۃ فاطر ۳۵: ۲۸]

''اللہ کے نیک بندوں میں صرف علماء ہی [پوری طرح] اس سے ڈرتے ہیں۔''

سیدھی بات ہے کہ جو بندے جتنے زیادہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفاتِ جلیلہ' عجائبِ قدرت اور اللہ تعالیٰ کے اَفعالِ حمیدہ کا علم رکھتے ہوں ان کی خشیت الٰہیہ ان لوگوں کی بنسبت زیادہ ہوگی جو اِن اوصاف کے حامل نہ ہوں' اسی آیت میں علماء سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن و حدیث کے عالم ہوں' صَرف و نحو کے علماء یہاں مراد نہیں' چنانچہ سید محمود آلوسی بغدادی (۱) لکھتے ہیں:

والمراد بالعلماء: العالمون باللّٰه عزوجل' وبما يليق به من صفاته الجميلة' و أفعاله الحميدة' و سائرشؤونه الجميلة' لاالعارفون بالنحو والصرف مثلاً. [روح المعانی ۲۲: ۴۹۸]

''یہاں علماء سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے ہیں' وہ عالم جو اللہ تعالیٰ کے صفاتِ جمیلہ' اُس کے افعالِ حمیدہ اور اُس کی قدرتوں کا علم رکھتے ہوں۔ نحو وصَرف کے عالم یہاں مراد نہیں۔''

اس سیدھے سادھے مطلب کو بگاڑنے کے لیے یہ قراءت وضع کی گئی ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤَا. [تفسیر الکشاف ۳: ۶۱۱]

---

(۱) محمود بن عبداللہ حسینی الآلوسی' شہاب الدین' ابوالثناء' مفسر' محدث اور ادیب تھے' ۱۲۱۷ھ = ۱۸۰۲ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ سلفی العقیدہ اور مجتہد تھے۔ حصول علم کے لیے بڑے سفر کیے۔ بغداد ہی میں ۱۲۷۰ھ = ۱۸۵۴ء کو وفات پائی۔ [جلاء العینین: ۷-۸' الاعلام ۷: ۱۷۶]

مفسر نسفی [1] نے صاحبِ کشاف کے رعب میں آ کر اس کی تفسیر مِن وعَن نقل کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: الخشية في هذه القراة استعارة، والمعنىَ: إنما يُجَلِّيهم و يُعَظِّمُهُم، كمايجلُّ المهيب المخشي من الرجال بين الناس من عباده.

[تفسیر مدارک ۴: ۲۲۶، دار القلم بیروت والے نسخہ کے [صفحہ: ۱۴۲۵] میں اسے ابوحنیفہ بن عبدالعزیز اور ابن سیرین کی قراءت کہا گیا ہے۔]

''خشیت یہاں استعارہ کے طور پر استعمال کی گئی ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف ان لوگوں کی تکریم کرتے ہیں جو عالم ہوں۔''

پھر ان دونوں مفسرین نے اس قراءت کی نسبت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف بھی کی ہے، حالانکہ یہ بات قطعاً غلط ہے کیونکہ:

–۱: یہ بلا سند منقول ہے اور دین میں بلا سند بات ماننا دین کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

–۲: یہ شاذ قراءت ہے جو قطعاً نا قابل قبول ہوتی ہے۔

–۳: امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قراءت سے متعلق کوئی تصنیف نہیں اور نہ آپ سے قراءت کے بارے میں کچھ منقول ہے، ان ساری چیزوں کا وضع کرنے والا محمد بن جعفر بن عبدالکریم بن بدیل ابو الفضل خزرجی جرجانی ہے، چنانچہ خطیب بغدادی اور حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

وضع كتاباً في الحروف، نسبه إلى أبي حنيفة رحمةاللّٰه عليه، فأخذته الدار القطني و جماعة، وقالوا: أن الكتاب موضوع، لاأصل له.

[تاریخ بغداد ۲: ۱۵۸، میزان الاعتدال ۳: ۵۰۱، غایۃ النہایۃ: ۱۱۰]

''اس نے قراءت میں ایک کتاب لکھ دی اور اس کی نسبت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کر

---

(۱) عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی، ابوالبرکات، حنفی فقیہ اور مفسر قرآن تھے۔ ان کی نسبت نَسَف کی طرف ہے، جو دریائے جیحون اور سمرقند کے درمیان واقع ہے۔ تفسیر مدارک التنزیل، کنز الدقائق، المنار، کشف الاسرار، الوافی اور الکافی جیسی مفید کتابوں کے مصنف ہیں۔ ۷۱۰ھ=۱۳۱۰ء کو وفات پائی۔

[تاج التراجم: ۱۷۴، ترجمہ: ۱۲۲، الفوائد البہیۃ: ۱۷۲، ترجمہ: ۲۱۸، الاعلام ۴: ۶۷]

دی‘ یہی کتاب جب حافظ دارقطنی اور دیگر محدثین کی ایک جماعت کی نظر سے گزری تو سب نے متفقہ طور پر فرمایا: یہ کتاب بے اصل واساس اور موضوع ہے۔‘‘

۴: امام جزری [1] لکھتے ہیں: حق بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو قراءات منسوب ہیں ان کا واضع [گھڑنے والا] امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حسن بن زیاد لؤلؤی کوفی فقیہ ہیں جو روایات کے معاملے میں شدید ضعیف ہیں اور کئی علماء نے ان کی تکذیب کی ہے‘ یعنی انہیں جھوٹا کہا ہے۔ [غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء ۱:۲۱۳]

جعل سازی جاننے کے ذرائع

علمائے حدیث نے صحیح احادیث کو موضوعات سے الگ کرنے اور ان کے مابین تمیز وجدائی کرنے کے لیے اصول وضوابط اور بہت سخت مقیاس ومعیار وضع کیا ہے۔ یہ قواعد وضوابط بہت زیادہ ہیں مگر مندرجہ ذیل قواعد حدیث کے متعلق وضع کا فیصلہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔

[۱] واضع خود اعتراف کرے کہ اس نے فلاں فلاں حدیث وضع کی ہے۔

[مقدمہ ابن الصلاح:۱۳۱‘ تدریب الراوی ۱:۲۳۴]

جیسا کہ نوح ابن ابی مریم سے پوچھا گیا تم عکرمہ سے بسند ابن عباس رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے سورتوں کے فضائل کیسے بیان کرتے ہو؟ اس نے اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ یہ فضائل میری خود ساختہ ہیں‘ جب اس سے ایسا کرنے کا سبب پوچھا گیا تو کہا: میں نے لوگوں کو دیکھا کہ قرآن مجید سے دور ہٹتے جاتے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ اور ابن اسحاق [2] کے مغازی میں منہمک ہو

---

(۱) محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف ابوالخیر شمس الدین العمری الدمشقی ثم الشیرازی الشافعی‘ دمشق میں ۷۵۱ھ =۱۳۵۰ء کو پیدا ہوئے۔ شیخ القراء اور حافظ حدیث تھے۔ دمشق میں دارالقرآن کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا۔ شیراز کے والی بھی رہے ہیں اور شیراز ہی میں ۸۳۳ھ =۱۴۲۹ء کو وفات پائی۔

[الضوء اللامع ۹:۲۵۵‘ الاعلام ۷:۴۵]

(۲) محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی‘ المدنی۔ عرب کے قدیم ترین مؤرخین میں سے ہیں۔ مدینہ منورہ سے تعلق تھا۔ حافظ حدیث تھے۔ ۱۱۹ھ کو اسکندریہ منتقل ہوئے۔ بغداد میں سکونت اختیار کی اور وہاں ۱۵۱ھ =۷۶۸ء کو وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۱:۱۷۲‘ الاعلام ۶:۲۸]

رہے ہیں، ان کا رخ کتاب اللہ کی طرف موڑنے کے لیے میں نے ایسا کیا ہے۔''

[تدریب الراوی ۱:۲۳۹]

[۲] رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب روایت میں رکاکت یعنی سطحیت پائی جائے۔

[مقدمہ ابن الصلاح: ۱۳۱، تدریب الراوی ۱:۲۳۹]

جیسے یہ روایت: أربعٌ لاتشبع من أربعٍ، أنثی من ذکرٍ، وأرضٌ من مطرٍ، وعینٌ من نظرٍ و عالمٌ من علمٍ. [الموضوعات ۱:۲۳۵، المنار المنیف: ۹۹، الاسرار المرفوعۃ: ۴۴۱]

''چار چیزیں چار چیزوں سے سیر نہیں ہوتیں: عورت مرد سے، زمین بارش سے، آنکھ دیکھنے سے اور عالم علم سے۔''

[۳] رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کلام، کلامِ انبیاء کے مشابہ نہ ہو، جیسے یہ کلام:

النظر إلی الوجه الحسن یجلوا البصر. [المنار المنیف: ۶۲، الاسرار المرفوعۃ: ۴۱۶]

''خوب صورت چہرے کو دیکھنا نظر میں جِلاء پیدا کرتا ہے۔''

[۴] روایت میں بے ڈھنگی اور اُوٹ پٹانگ باتیں پائی جائیں، مثلاً یہ روایت:

مَن قال: لا إله إلّا الله خلق الله من تلك الکلمة طائرًا، له سبعون ألف لسان، لکل لسان سبعون ألف لغة یستغفرون الله لهُ. [المنار المنیف: ۵۰، الاسرار المرفوعۃ: ۴۰۶]

''جو ایک بار لا الہ الا اللہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کلمے سے ایک پرندہ پیدا کر دیتا ہے، جس کی ستر ہزار زبانیں ہوتی ہیں اور ہر زبان پر ستر ستر ہزار لغت، جو اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتے ہیں۔''

[۵] روایت عقلِ سلیم یا حِس و مشاہدہ کے خلاف ہو اور اس میں تاویل کی گنجائش بھی نہ ہو۔

[تدریب الراوی ۱:۲۳۳]

مثلاً یہ روایت: إن الله خلق الفَرَس فأجراها فعرقت ثم خلق نفسه منها.

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۵۵۱]

''اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو پیدا کر کے اسے تیز تر دوڑایا، جب اسے پسینہ آ گیا تو اس سے اپنی نفس کو پیدا کیا۔''

[٦] روایت کو نقل کرنے والا کذاب و وضاع ہو مثلاً یہ روایت:

أوَّلُ الوقتِ: رضوانُ اللّٰه و آخره عَفوُ اللّٰه.

[سنن ترمذی' ابواب الصلاۃ' باب ما جاء فی الوقت الاول [١٢٧] حدیث: ١٧٢' المستدرک ١: ١٨٩]

''اول وقت میں نماز پڑھنا اللہ کی رضامندی اور آخر وقت میں نماز پڑھنا اس کی معافی ہے۔''

یہ روایت اس لیے شدید کمزور ہے کہ اس کا راوی یعقوب بن الولید المدنی احادیث وضع کرتا تھا اور جھوٹ بولا کرتا تھا' اس کی تمام روایات خود ساختہ ہوتی ہیں۔''

[الجرح والتعدیل ٩: ٢١٦' المجروحین ٢: ٤٩١' نصب الرایۃ ١: ٢٤٣]

[٧] روایت میں چھوٹے اور معمولی کام پر بڑے بھاری ثواب کی بشارت دی گئی ہو۔

[النکت علی کتاب ابن الصلاح ٢: ٨٤٣]

مثلاً یہ روایت: من اغتسل یوم الجمعة بِنِیةٍ و حِسبَةٍ کتبَ اللّٰه له بکل شَعرة نوراً یوم القیامة و رفع اللّٰه له بکل قطرةٍ درجةً فی الجنة من الدُر و الیاقوت و الزبرجد' بین کل درجتین مسیرة مائة عامٍ. [الاسرار المرفوعۃ: ٤٠٥]

''جو ثواب کی نیت سے جمعہ کے روز غسل کرے تو اس کے ہر بال پر اللہ تعالیٰ نور ڈالے گا اور ہر قطرہ کے بدلے یاقوت اور زمرّد کے جنت میں اس کا ایک ایک درجہ بلند فرمائے گا' جب کہ دو درجات کے مابین سو سال کی دوری ہوگی۔''

[٨] روایت میں معمولی گناہ پر کڑی سزا اور وعید شدید ہو۔

[النکت علی کتاب ابن الصلاح ٢: ٨٤٣' تدریب الراوی ١: ٢٣٣]

مثلاً یہ روایت: من تَکلَّمَ بکلامِ الدنیا فی المسجد أحبط اللّٰه أعماله أربعین سنة.

[الاسرار المرفوعۃ: ٣٢٥]

''جس نے مسجد کے اندر دنیا سے متعلق باتیں کیں تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس کے اعمال برباد کر دے گا۔''

[٩] روایت کے خلاف ایسے صحیح شواہد موجود ہوں جن سے اس کا باطل ہونا ظاہر ہوتا ہو' مثلاً یہ کہ

عوج بن عنق کا قد تین ہزار تین سو تینتیس گز تھا۔

أن يكون الحديث مما تقوم الشواهدالصحيحة على بطلانه كحديث عوج بن عنق الطويل الذي قصَدَ واضعه الطعن في أخبارالأنبياء فإن في هذاالحديث أن طوله كان ثلاثة آلاف ذراع، وثلاثة مئة وثلا ثين وثلثاً. [المنار المنيف:۷۷، الاسرار المرفوعة:۴۲۵]

[۱۰] روایت تاریخی وقائع وشواہد کے خلاف ہو۔ [المنار المنیف:۱۰۲]

مثلاً سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ روایت: دخلتُ الحمام فرأيتُ رسول الله ﷺ جالِساً في الوِزن وعليه مئزر، فهممت أن أكلمه فقال: يا أنس إنماحَرَّمتُ دخول الحمام بغير مئزر. [الموضوعات۲:۸۱]

''میں حمام کے اندر چلا گیا تو نبی ﷺ کو دیکھا کہ تہبند باندھے ہوئے ٹب میں بیٹھے ہیں، میں نے ان سے گفتگو کرنی چاہی تو انہوں نے فرمایا: انس! میں نے حمام کے اندر تہبند باندھے بغیر داخل ہونے سے منع کیا ہے۔''

حالانکہ اس دور میں حمام نہ تھے اور نہ رسول اللہ ﷺ کبھی حمام کے اندر تشریف لے گئے ہیں۔

[۱۱] روایت شہوت وفساد کی رغبت دلاتی ہو، جیسے : فُضِّلَت المرأة على الرَّجل بتسعة وتسعين من اللَّذَّة و لكن الله ألقى عليهن جلبابَ الحياء. [المقاصد الحسنة:۴۱۰]

''عورت کو مرد کے مقابلے میں ننانوے درجے زیادہ شہوت کی لذت دی گئی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو حیا کی چادر اوڑھا دی ہے۔''

یا یہ روایت: عقولهُنَّ في فروجهن. [المقاصد الحسنة:۴۵۷]

''اُن کی عقل ان کی شرم گاہوں کے اندر ہوتی ہے۔''

[۱۲] روایت اطباء اور چٹکلہ بازوں کے بیان کے زیادہ مشابہ ہو۔ [المنار المنیف:۶۴]

مثلاً: الباذنجان لما أُكل له. [المقاصد الحسنة:۲۳۱] ''بینگن ہر بیماری کا علاج ہے۔''

[۱۳] روایت اصولِ اخلاق کے خلاف ہو، مثلاً: مَنْ عَشِقَ فَعَفَّ فَمَاتَ فَهُوَ شَهِيدٌ .

[زاد المعاد۲:۲۷۵، المنار المنیف:۱۴۰]

''جو عشق میں مبتلا ہوکر پاک دامن رہا اور اس حال میں وفات پائی تو وہ شہید کی موت مَرا۔''

[۱۴] روایت صراحتِ قرآن کے خلاف ہو۔

[المنار المنیف: ۸۰، تدریب الراوی ۱: ۲۳۴، الاسرار المرفوعۃ: ۴۳۱]

مثلاً یہ روایت: لو حَسَّنَ أحد کم ظنه بحجر لنفعه. [الاسرار المرفوعۃ: ۲۸۲، ۳۲۲]

''اگر تم میں کوئی کسی پتھر پر بھی حسن ظن رکھے تو وہ اسے ضرور نفع دے گا۔''

[۱۵] روایت اصول قرآن وسنت کے خلاف ہو مثلاً: مَن قَضَی صلاۃً من الفرائض في آخر جمعة من شهر رمضان کان ذلك جابراً لکل صلاۃٍ فائتة في عمره إلی سبعین سَنَةٍ.

[الاسرار المرفوعۃ: ۳۴۲]

''جس نے رمضان کے آخر جمعہ کو ایک قضا نماز پڑھی، تو یہی ایک نماز ستّر سال کے فوت شدہ نمازوں کے لیے کافی ہے۔''

موضوع روایات پر مشتمل کتابیں

دین اسلام کو موضوع روایات کے ضرر سے بچانے کے لیے محدثینِ کرام نے ضعیف، منکر اور موضوع روایات پر مشتمل کتابیں لکھیں تا کہ جعل سازی طشت از بام ہو، ان کتب کی ایک طویل فہرست ہے جس میں سے کچھ حسب ذیل ہیں۔

[۱] الموضوعات: محمد بن عمرو بن مہدی، نقاش، اصبہانی، حنبلی ابو سعید [وفات: ۴۱۴ھ=۱۰۲۳ء]

اس کتاب سے حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے کافی فائدہ اٹھایا ہے، دیکھئے: میزان الاعتدال ۱: ۱۱۸-۱۱۹ لسان المیزان ۱: ۲۲۰ ترجمہ: احمد بن عثمان نہروانی، ۳: ۱۲، ۴: ۳۵۹ ترجمہ: سرِّی بن عاصِم بن سہل و ترجمہ: عمرو بن جمیع۔

[۲] تذکرة الموضوعات: محمد بن طاہر بن علی، مقدسی [وفات: ۵۰۷ھ=۱۱۱۳ء]

[۳] الأباطیل والمناکیر والصّحاح والمشاهیر: حسین بن ابراہیم بن حسین بن جعفر ہمدانی، جورقانی [وفات: ۵۴۳ھ=۱۱۴۸ء]

[۴] الموضوعات: عبدالرحمٰن بن علی بن محمد، الجوزی [وفات: ۵۹۷=۱۲۰۱ء]

[۵] العلل المتناهية فی الأحاديث الواهية: عبدالرحمٰن بن علی بن محمد' الجوزی

[٦] كتاب القصاص والمذكرين: عبدالرحمٰن بن علی بن محمد' الجوزی

[۷]العقيدة الصحيحة في الموضوعات الصريحة: عمر بن بدر سعید' وَرانی' موصلی' حنفی

[وفات: ٦۲۲ھ = ۱۲۲۵ء]

[۸]المغني عن الحفظ والكتاب بقولهم: لم يصح شيئ فی هذاالباب: عمر بن بدر سعید وَرانی' موصلی' حنفی

[۹] الموضوعات: حسن بن محمد بن حیدر' حنفی' صاغانی [وفات: ٦۵۰ھ = ۱۲۵۲ء]

یہ مفید اور جامع کتاب ہے۔ بحمداللہ تعالیٰ میں نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے اس پر حواشی اور تعلیقات لکھ کر شائع کی ہے۔

[۱۰]الدرالملتقط في تبيين الغلط و نفي اللغط: حسن بن محمد بن حیدر' حنفی' صاغانی

[۱۱]أحاديث القصاص: احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ' حرانی' دمشقی [وفات: ۷۲۸ھ = ۱۳۲۸ء]

یہ کتاب امام ابن تیمیہ کے مجموعہ فتاوی جلد: ۱۱' اور جلد: ۱۸ سے ماخوذ ہے۔

[۱۲] رسالة فيالأحاديث الضعيفة والموضوعة: محمد بن احمد بن عبدالہادی' ابن قدامہ حنبلی [وفات: ۷۴۴ھ = ۱۳۴۳ء]

[۱۳]ترتيب الموضوعات: محمد بن احمد بن عثمان ذہبی [وفات: ۷۴۷ھ = ۱۳۴۸ء]

[۱۴]تلخيص الأباطيل: محمد بن احمد بن عثمان ذہبی

[۱۵]تلخيص المستدرك: محمد بن احمد بن عثمان ذہبی

[۱٦]المنار المنيف فی الصحيح والضعيف: محمد بن ابی بکر' ابن قیم' الجوزی

[وفات: ۷۵۱ھ = ۱۳۵۰ء]

[۱۸]الباعِث على الخلاص من حوادث القُصاص: عبدالرحیم بن حسین' حافظ عراقی

[وفات: ۸۰٦ھ = ۱۴۰۴ء]

[۱۹]المقاصد الحسنة في بيان كثير من الاحاديث المشتهرة على الألسنة

محمد بن عبدالرحمٰن' سخاوی [وفات:۹۰۲ھ=۱۴۹۷ء]

[۲۰]اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة:عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی

[وفات:۹۱۱ھ=۱۵۰۵ء]

[۲۱]النكت البديعات على الأحاديث الموضوعات' عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی

[۲۲]الزيادات على الموضوعات:عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی

[۲۳]تحذير الخواص من أكاذيب القصاص:عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی

[۲۴]الغُمَّاز على اللُّمَّاز في الموضوعات المشهورات:نورالدین علی بن احمد سمہودی

[وفات:۹۱۱ھ=۱۵۰۶ء]

[۲۵] الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة :محمد بن یوسف بن علی' شامی

[وفات:۹۴۲ھ=۱۵۳۶ء]

[۲۶]تمييز الطيب من الخبيث فيما يدورعلى ألسنة الناس من الحديث:

عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن دیبع [وفات:۹۶۳ھ=۱۵۵۶ء]

[۲۷] تنزية الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة الموضوعة:علی بن محمد بن علی ابن عراق' کنانی [وفات:۹۶۳ھ=۱۵۵۶ء]

[۲۸]تذكرة الموضوعات:محمد طاہر بن علی صدیقی' پٹنی' ہندی[وفات:۹۸۶ھ=۱۵۷۸ء]

[۲۹]الأسرار المرفوعة في الأخبارالموضوعة :علی بن سلطان محمد' قاری' حنفی

[وفات:۱۰۱۴ھ=۱۶۰۶ء]

یہ کتاب الموضوعات الکبیر اور الموضوعات الکبریٰ کے ناموں سے بھی مشہور ہے۔

[۳۰] المصنوع في معرفة الموضوع:علی بن سلطان محمد' قاری' حنفی

[۳۱] الهيئة السيئات في تبيين أحاديث الموضوعات:علی بن سلطان محمد' قاری' حنفی

[۳۲]مختصرالمقاصد الحسنة:محمد بن عبدالباقی' زرقانی [وفات:۱۱۲۲ھ=۱۷۱۰ء]

[۳۳]مختصراللآلي المصنوعة:علی بن احمد' حُرشی' مالکی [وفات:۱۱۴۳ھ=۱۷۳۰ء]

[۳۴] كشف الخَفاء ومزيل الألباس عمّا اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس:
اسماعیل بن محمد عَجلونی [وفات: ۱۱۶۲ھ = ۱۷۴۹ء]

[۳۵] الدرر المصنوعات في الأحاديث الموضوعات: محمد بن احمد سفارینی
[وفات: ۱۱۸۸ھ = ۱۷۷۴ء]

[۳۶] الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة: محمد بن علی بن محمد شوکانی
[وفات: ۱۲۵۰ھ = ۱۸۳۴ء]

[۳۷] الآثار المرفوعة فى الأخبار الموضوعة: محمد بن عبدالحی لکھنوی
[وفات: ۱۳۰۴ھ = ۱۸۸۷ء]

یہ نہایت مفید اور جامع کتاب ہے۔ بحمداللہ تعالیٰ میں نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے اس پر حواشی اور تعلیقات لکھ کر شائع کی ہے۔

[۳۸] اللؤلؤ المرصوع فيما قيل: لا أصل له أو بأصله موضوع: محمد بن خلیل قاوُقجي، حنفی
[وفات: ۱۳۰۵ھ = ۱۸۸۸ء]

[۳۹] تحذير المسلمين من الأحاديث الموضوعة على سيد المرسلين:
محمد بن بشیر ظافِر ازہری [وفات: ۱۳۲۹ھ = ۱۹۱۱ء]

[۴۰] سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وَأثرها السيئ في الأمة:
محمد ناصر الدین البانی [وفات: ۱۴۲۰ھ = ۱۹۹۹ء]

[۴۱] المجموعة في الأحاديث الضعيفة والموضوعة:
سراج الاسلام حنیف بن عبدالمعبود بن خیر محمد بن گل محمد۔

ملا علی قاری

ملا علی قاری بن سلطان محمد، نور الدین، حنفی فقیہ تھے۔ ہرات میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی پھر مکہ معظّمہ میں سکونت اختیار کی جہاں حافظ ابن حجر ہیثمی مکی (۱) شیخ ابوالحسن بکری (۲) عبداللہ سندھی (۳) قطب الدین مکی (۴) علی متقی برہان پوری (۵) اور میر کلاں عطیہ سلمی (۶) وغیرہ سے حدیث کی تکمیل کی۔ شیخ محمد طاہر بن عبدالقادر خطاط کردی مکی لکھتے ہیں:

صاحبُ التصانيف الكثيرة كان يكتب الخط الحسن، و الغالب أنه أخذالخطَّ عن الشيخ حمد الله الأماسي، و كان يكتب في كل سنةٍ مصحفا واحداً ويبيعه ويصرف ثمنه على نفسه طولَ السَّنَةِ. [تاریخ الخط العربی وآدابہ:۲۹۲]

''بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ بہت عمدہ خط لکھتے تھے۔ غالب خیال یہ ہے کہ اُنہوں نے اس فن کو شیخ حمداللہ ماسی سے حاصل کیا تھا۔ ہر سال ایک مصحف لکھتے، اسے بیچتے اور جو قیمت ملتی اسے سال بھر تک اپنی ذات پر خرچ کرتے رہتے تھے۔''

مکہ معظّمہ میں ۱۰۱۴ھ = ۱۶۰۶ء کو وفات پائی۔ [البدر الطالع ۱:۴۴۵، الاعلام ۵:۱۲]

---

(۱) احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیثمی مکی مصری شافعی، انصاری، سعدی، شہاب الدین، شیخ الاسلام، غربی مصر کے محلّہ ابوالہیتم میں ۹۰۹ھ = ۱۵۰۴ء کو پیدا ہوئے۔ فقیہ اور باحث تھے۔ ازہر میں علم حاصل کیے۔ علم الفقہ میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ مکہ مکرمہ میں ۹۷۴ھ = ۱۵۶۷ء کو وفات پائی۔ [النور السافر: ۳۹۰-۳۹۱، الاعلام ۱:۲۳۴]

(۲) محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن عوض بن عبدالخالق ابوالحسن البکری الصدیقی۔ قاہرہ میں ۸۹۹ھ = ۱۴۹۳ء کو پیدا ہوئے۔ صوفی، شافعی فقیہ اور مفسر تھے۔ ایک سال مصر میں اور ایک سال مکہ مکرمہ میں گزارنے کا معمول تھا۔ ۹۵۲ھ = ۱۵۴۵ء کو قاہرہ میں وفات پائی۔ [شذرات الذہب ۱۰:۴۱۹، الاعلام ۷:۵۷]

(۳، ۴) ان کے تراجم نہ مل سکے۔

(۵) علی بن عبدالملک حسام الدین بن قاضی خان قادری شاذلی ہندی مکی علاء الدین۔ فقیہ اور محدث تھے۔ جونپور سے تعلق تھا۔ ہند کے دکن کے ایک شہر برہان پور میں ۸۸۸ھ = ۱۴۸۳ء کو پیدا ہوئے۔ مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کی بعد میں مکہ معظّمہ میں سکونت اختیار کی جہاں ۹۷۵ھ = ۱۵۶۷ء کو وفات پائی۔

[ابجد العلوم ۳:۲۲۱، الاعلام ۴:۳۰۹]

(۶) ان کا ترجمہ نہ مل سکا۔

ملا علی قاری بڑے جلیل القدر عالم تھے مگر فن رجال میں اُنہیں زیادہ بصیرت حاصل نہیں تھی اور اس معاملے میں اُن سے اکثر غلطی ہو جاتی تھی' چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی (۱) لکھتے ہیں: له شرحٌ على موطأ محمد في مجلدين مشتمل على نفائس لطيفةٍ و غرائب شريفةٍ إلّا أنّ فيه في تنقيدالرجال مسامحاتٌ كثيرةٌ كما ستطلع عليه إن شاء الله تعالى في مواضعها.

[التعليق المُمَجَّد ۱:۱۰۶' مقدمة' الفائدة التاسعة في ذكر مَن عَلَّقَ على موطأ الإمام مالك]

''انہوں نے موطأ امام محمد کی شرح دو جلدوں میں لکھی جو عمدہ لطائف اور نادر غرائب پر مشتمل ہے مگر یہ بات بھی ہے کہ اس میں تنقیدِ رجال میں موصوف سے بہت زیادہ غلطیاں سرزد ہوئی ہیں جس پر آپ اپنی مقامات پر مطلع ہو جاؤ گے۔''

یہی وجہ ہے کہ موصوف بسا اوقات ضعیف نہیں بلکہ موضوع روایات تک نقل کرتے ہیں اور اس پر کوئی تنبیہ اور تنقید بھی نہیں کرتے۔ اس کی اَن گنت مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ یہاں اُن کی تفسیر کے حوالے سے مختصراً کچھ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱: سورۃ الحج' آیت: ۵۲ کے تحت غرانیق والی روایت ہی درج نہیں کی بلکہ اس کی تصحیح بھی کر لی۔

[انوار القرآن ۳:۳۹۳]

یہ روایت اسلام دشمن عناصر اور مستشرقین کی من بھاتی ہے اور اسی کے بل بوتے پر سلمان رشدی نے Satanic Verses نامی کتاب لکھی' جس میں میں اللہ تعالیٰ کی آخری اور عظیم مقدس کتاب کے بارے میں مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی بھونڈی اور ناکام کوشش کی۔ بہت سے مسلمان اساطین علم نے اس روایت پر کڑی تنقید کی ہے۔ امام ابن العربی المالکی (۲) لکھتے ہیں: و ماهُدِي لهذا إلّا الطبري بجلالة قدره و صفاء فكره' و سِعة باعه في

---

(۱) عبدالحی بن عبدالحلیم بن امین اللہ' ابوالحسنات' فرنگی محلی' موضع باندہ میں ۱۲۶۴ھ = ۱۸۴۸ء کو پیدا ہوئے۔ سترہ سال کی عمر میں علوم دینیہ کے حصول سے فارغ ہو گئے۔ حدیث اور فقہ حنفی کے جید عالم تھے۔ اصول وفروع میں حنفی ہونے کے باوجود مذہب کے معاملہ میں غیر متعصب اور دلیل کے پیچھے پیچھے چلنے والے تھے۔ ۱۳۰۴ھ = ۱۸۸۶ء کو وفات پائی۔ [نزہۃ الخواطر ۸:۲۵۲' تذکرہ علمائے ہند: ۲۸۶]

(۲) محمد بن عبداللہ بن محمد معافری اِشبیلی مالکی' ابوبکر ابن العربی۔ قاضی اور حافظ حدیث تھے۔ ۴۶۸ھ = ۱۰۷۶ء

العلم، وشدة ساعده وذراعه في النظر، وكأنه أشار إلى هذا الغَرض، و صوَّب على هذا المَرمٰى فقَرْطَسَ بعد ماذكر في ذلك روايات كثيرة، كلها باطلة لا أصل لها.

[احکام القرآن ۳:۱۳۰۳]

''امام طبری (۱) نے اپنی جلالتِ شان، جلاءِ فکر اور وسعتِ علم و فکر و نظر کے باوجود اِس قسم کی کافی روایتیں نقل کی ہیں جو ساری کی ساری باطل اور بے اصل ہیں۔''

قاضی عیاض لکھتے ہیں: فیکفیك أن هذا حديثٌ لم يُخَرِّجهُ أحدٌ من أهل الصحة، ولا رواه ثقةٌ بسند سليمٍ متصلٍ و إنما أولع به و بمثله المفسرون و المؤرخون المولَعون بكل غريب، المُتَلَقِّفون من الصُّحُف كل صحيح و سقيم.

[الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ: ۶۴۵]

''اس کی کمزوری اسی سے ظاہر ہے کہ صحاح کے مؤلفین میں سے کسی نے بھی اس کو اپنے ہاں نقل نہیں کیا اور نہ یہ کسی صحیح متصل اور بے عیب سند کے ساتھ ثقہ راویوں سے مروی ہے۔ یہ تو صرف اُن مفسرین اور مؤرخین کے ہاں رواج پا گئی ہے جو کتابوں اور صحیفوں سے عجیب و غریب اور صحیح و سقیم معلومات جمع کرنے کے درپے رہتے ہیں۔''

امام فخر الدین رازی (۲) لکھتے ہیں: أما أهل التحقيق فقد قالوا: هذه الرواية باطلة موضوعة، واحتجوا عليه بالقرآن والسنة والمعقول. [التفسیر الکبیر ۸: ۲۳۷]

......کو اِشبیلیہ میں پیدا ہوئے۔ علوم کے لیے مشرق کا سفر کیا۔ ادب میں نام پیدا کیا۔ حدیث، فقہ، اصول، تفسیر اور ادب و تاریخ میں کتابیں لکھیں۔ اِشبیلیہ کے قاضی رہے ہیں۔ ۵۴۳ھ = ۱۱۴۸ء کو فاس میں وفات پائی۔

[وفیات الاعیان ۴: ۲۹۶، الاعلام ۶: ۲۳۰]

(۱) محمد بن جریر بن یزید طبری، ابوجعفر، مؤرخ و مفسر اور امام تھے۔ ۲۲۴ھ = ۸۳۹ء کو ''آمل طبرستان'' میں پیدا ہوئے۔ بغداد میں سکونت پذیر رہے اور وہیں ۳۱۰ھ = ۹۲۳ء کو وفات پائی۔ [غایۃ النہایۃ ۲: ۱۰۶، الاعلام ۶: ۶۹]

(۲) محمد بن عمر بن حسن بن حسین تیمی بکری، ابوعبداللہ فخر الدین رازی۔ اپنے زمانے میں معقول و علوم اوائل کے بہت بڑے عالم تھے۔ طبرستان سے تعلق تھا۔ ''رے'' میں ۵۴۴ھ = ۱۱۵۰ء کو پیدا ہوئے۔ ہرات میں ۶۰۶ھ = ۱۲۱۰ء کو وفات ہوئے۔ [وفیات الاعیان ۵: ۱۵۷، الاعلام ۶: ۳۱۳]

''اہل تحقیق کے نزدیک یہ روایت باطل اور موضوع ہے اور اس سلسلے میں وہ قرآن وسنت اور عقلی دلائل سے استناد کرتے ہیں۔''

مفسر قرطبی (۱) لکھتے ہیں: الأحاديث المروية في نزول هذه الآية ليس منها شيءٌ يصح قال النحاس: هذا حديث منكر منقطعٌ. [تفسیر القرطبی ۱۲:۷۶]

''اس سلسلے کی تمام روایات میں سے کوئی ایک بھی روایت صحیح نہیں۔ نحاس (۲) کہتے ہیں: یہ روایت منکر اور منقطع ہے۔''

علامہ طیبی (۳) لکھتے ہیں: قولٌ باطلٌ. [الکاشف عن حقائق السنن ۴:۱۱۱۱] ''یہ باطل قول ہے۔''

مفسر ابوحیان اندلسی (۴) لکھتے ہیں: وهي قصةٌ سُئل عنها محمد بن إسحق جامع السيرة النبوية فقال: هذا من وضع الزنادقة، وصنف في ذلك كتاباً، وقال: الإمام الحافظ أبو بكر

---

(۱) محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح انصاری خزرجی اندلسی ابوعبداللہ قرطبی، تاریخ ولادت معلوم نہ ہوسکی۔ بہت بڑے مفسر اور صالح وعابد تھے۔ قرطبہ [اندلس] سے تعلق تھا۔ شرق اوسط کے اَسفار کیے۔ مصر شمال میں اسیوط کے مضافات میں منیۃ ابن خصیب میں اقامت پذیر رہے اور وہیں ۶۷۱ھ=۱۲۷۳ء کو وفات پائی۔ سادہ اور متقشفانہ زندگی گزارتے تھے۔ ایک ہی کپڑا زیب تن فرمایا کرتے تھے۔

[نفح الطیب ۱:۴۲۸، الاعلام ۵:۳۲۲]

(۲) احمد بن محمد بن اسماعیل، المرادی، المصری، ابوجعفر النحاس۔ قرآن مجید کے مفسر اور ادیب تھے۔ مصر میں پیدا ہوئے۔ سن ولادت معلوم نہیں۔ نفطویہ اور ابن الانباری کے ہم درس رہے ہیں۔ امام نسائی اور اخفش صغیر سے کسب فیض کیا۔ تصانیف میں تفسیر القرآن، ناسخ القرآن ومنسوخہ اور معانی القرآن وغیرہ شامل ہیں۔ ۳۳۸ھ= ۹۵۰ء کو فوت ہوئے۔ [العبر فی خبر من غبر ۲:۵۴، الاعلام ۱:۲۰۸]

(۳) حسین بن محمد بن عبداللہ، شرف الدین، طیبی، حدیث، تفسیر اور بیان کے بہت بڑے عالم تھے۔ عراقِ عجم کے توریز سے تعلق تھا۔ قرآن وسنت کے دقیق فوائد کے استخراج کے بہت بڑے ماہر عالم تھے۔ ۷۴۳ھ=۱۳۴۲ء کو وفات پائی۔ [الدرر الکامنۃ ۲:۶۸، البدر الطالع ۱:۲۲۹، الاعلام ۲:۲۵۶]

(۴) محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان، اثیر الدین، ابوعبداللہ، اندلسی، غرناطی، ۶۵۴ھ=۱۲۵۶ء کو غرناطہ میں پیدا ہوئے۔ مالقہ اور دیگر شہروں میں گھومنے پھرنے کے بعد قاہرہ میں رہائش اختیار کی جہاں ۷۴۵ھ= ۱۳۴۴ء کو وفات پائی۔ عربیت، تفسیر، حدیث، تراجم اور لغات کے امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔

[الدرر الکامنۃ ۴:۳۰۲، الاعلام ۷:۱۵۲]

أحمد بن الحسين البيهقي: هذه القصة غير ثابتة من جهة النقل ' و قال ما معناه : أن رُواتهامطعون عليهم'وليس في الصحاح ولا في التصانيف الحديثيةشيءٌمماذكروه فوجب اِطراحه.[البحرالمحیط ۶:۳۸۱-۳۸۲]

''ابن اسحاق سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو اُنہوں نے کہا: یہ زنادقہ کا گھڑا ہوا ہے اور اس کے بارے میں ایک کتاب لکھی۔ امام بیہقی (۱) فرماتے ہیں: سند کے لحاظ سے یہ حدیث ثابت نہیں۔

حافظ ابن کثیر (۲) لکھتے ہیں: قد ذکر کثیرمن المفسرین ھھنا قصة الغرانيق......ولکنها من طرق کلھامرسلة'ولم أرھا مسندة من وجه صحيح.[تفسیر ابن کثیر ۱۰:۸۳-۸۴]

''کئی مفسرین نے یہاں غرانیق کا واقعہ نقل کیا ہے جس کی ساری سندیں مرسَل ہیں اور میں نے کسی صحیح اور متصل سند سے یہ روایتیں کہیں نہیں دیکھیں۔''

قاضی شوکانی (۳) لکھتے ہیں: لم یصح شيءٌ من ھذا' ولاثبت بوجهٍ من الوجوه'ومع عدم صحته بل بطلانه فقد دفعه المحققون بکتاب الله.[تفسیر فتح القدیر ۲:۱۹۴]

''اس سلسلے میں کوئی صحیح اور درست روایت موجود نہیں اس کی عدم صحت بلکہ بطلان کے ساتھ ساتھ محققین نے اسے قرآن شواہد و دلائل کے ساتھ رد کیا ہے۔''

---

(۱) احمد بن حسین بن علی ابوبکر' ائمہ حدیث میں سے تھے۔ نیشاپور کے شہر بیہق کے مضافاتی گاؤں خسروجرد میں ۳۸۴ھ=۹۹۴ء کو پیدا ہوئے۔ بیہق میں پلے بڑھے۔ حصول علم کے سلسلے میں بغداد' کوفہ اور مکہ معظّمہ کے سفر کیے۔ ۴۵۸ھ=۱۰۶۶ء کو نیشاپور میں وفات پائی۔ اُن کا جسد خاکی بیہق منتقل کیا گیا' جہاں اُن کی تدفین ہوئی۔[سیر اعلام النبلاء ۱۳:۹-۵۷' الاعلام ۱:۱۱۶]

(۲) اسماعیل بن عمر بن کثیر' قرشی' دمشقی' ابوالفداء' عمادالدین' حافظ' مؤرخ اور فقیہ تھے۔ بُصریٰ کے ایک گاؤں میں ۷۰۱ھ=۱۳۰۲ء کو پیدا ہوئے۔ ۷۰۶ھ کو اپنے بھائی کے ہمراہ دمشق تشریف لے گئے۔ طلب علم کے لیے لمبے لمبے سفر کیے۔ ۷۷۴ھ=۱۳۷۳ء کو دمشق میں وفات پائی۔[البدر الطالع ۱:۱۵۳' الاعلام ۱:۳۲۰]

(۳) محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ شوکانی' فقیہ و مجتہد تھے' اُن کا شمار یمن کے کبار علماء میں ہوتا ہے۔ یمن کے صنعاء سے تعلق ہے۔ ۱۱۷۳ھ=۱۷۶۰ء کو یمن کے علاقے خولان کے گاؤں شوکان میں پیدا ہوئے۔ صنعاء میں پلے بڑھے۔ بے شمار علمی کتابیں لکھیں۔ ۱۲۵۰ھ=۱۸۳۴ء کو وفات پائی۔
[البدر الطالع ۲:۲۱۴' الاعلام ۶:۲۹۸]

۲-: سورۃ الفرقان، آیت: ۲۵ کے تحت یہ روایت لکھتے ہیں:

مَن کَثُرَتُ صلاتُه باللّیل حَسُنَ و جهُه بالنّهارِ. [انوار القرآن ۳:۵۱۹]

''جو رات کو بکثرت نمازیں پڑھتا ہے، صبح کو اس کا چہرہ حسین و جمیل ہوتا ہے۔''

یہ روایت ان کتابوں میں موجود ہے: سنن ابن ماجۃ، کتاب اِقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا [۵] باب ماجاء فی قیام اللیل [۱۷۴] حدیث: ۱۳۳۳، الفردوس، حدیث: ۵۵۵۰، الجامع الصغیر، حدیث: ۸۹۸۹۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں: یہ جھوٹ ہے اور اس کا راوی جھوٹا ہے۔ [تاریخ بغداد ۱۳:۳۸]

حافظ ابن حبان، حافظ عقیلی (۱) حافظ سخاوی اور ملا علی قاری لکھتے ہیں: یہ روایت بے اصل اور موضوع ہے۔ [المجروحین ۱:۲۳۹، ترجمہ: ۱۷۲، الضعفاء الکبیر ۱:۱۷۶، فتح المغیث ۱:۲۴۷، المقاصد الحسنۃ: ۱۱۶۹، الاسرار المرفوعہ: ۳۴۳، المصنوع: ۱۹۲، فیض القدیر ۶:۲۱۳]

حافظ ابن حجر ہیثمی لکھتے ہیں: محدثین اس روایت کے موضوع ہونے پر متفق ہیں۔

[الفتاوی الحدیثیۃ: ۲۲۴، سوال: ۱۳۲]

قاضی شوکانی لکھتے ہیں: اسے حافظ سیوطی (۲) نے کئی طرق سے اللآلی المصنوعۃ میں نقل کیا ہے لیکن کوئی بھی سند جھوٹے اور مجہول راوی سے خالی نہیں۔ [الفوائد المجموعۃ: ۳۵]

اصل بات یہ ہے کہ محدث کبھی کبھار حدیث سناتے وقت ایک خاص اسناد کا ذکر کرتا ہے۔ درمیان میں کوئی عارضہ پیش آجاتا ہے اور وہ حدیث بیان کرنے کے بجائے کوئی اور گفتگو کرنے لگ جاتا ہے۔ سامع خیال کرتا ہے کہ جس حدیث کے لیے محدث نے سند بیان کی تھی وہ یہی گفتگو ہے،

---

(۱) محمد بن عمرو عقیلی مکی ابوجعفر، حافظ حدیث تھے۔ کئی مفید کتابوں کے مصنف ہیں۔ حرمین شریفین میں اِقامت تھی۔ ۳۲۲ھ = ۹۳۴ء کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۳:۸۳۳، الاعلام ۶:۳۱۹]

(۲) عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن سابق الدین، خضیری، سیوطی، جلال الدین، ۸۴۹ھ = ۱۴۴۵ء کو پیدا ہوئے پانچ سال کے تھے کہ والد کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا۔ قاہرہ میں پلے بڑھے۔ چالیس سال کی عمر میں دریائے نیل کے روضۃ المقیاس میں عزلت نشین ہوئے اور وہیں اپنی اکثر کتابیں لکھیں۔ امراء اور شرفاء ان سے ملنے وہاں آتے اور وظائف و تحائف پیش کرتے مگر آپ کسی سے ملتے اور نہ وظیفہ یا تحفہ قبول کرتے۔ ۹۱۱ھ = ۱۵۰۵ء کو وفات پائی۔ [شذرات الذہب ۸:۵۱، الاعلام ۳:۳۰۱]

چنانچہ وہ کلام جس کو وہ حدیث تصور کرتا ہے' اس سے اخذ کر کے اس کو روایت کرنے لگتا ہے' اس روایت کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ امام حاکم (۱) کہتے ہیں: ثابت شریک نامی راوی کے یہاں آیا۔ شریک اس وقت حدیث املا کراتے ہوئے کہہ رہا تھا: ہمیں یہ حدیث اعمش نے سنائی اس نے ابوسفیان سے اور اس نے جابر سے سنی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اس کے بعد شریک خاموش ہو گئے تا کہ طالب علم لکھ لے' جب ثابت کی طرف دیکھا تو از راہ مذاق کہا: جو رات کو زیادہ نمازیں پڑھتا ہے' دن کو اُس کا چہرہ خوب صورت دکھائی دیتا ہے' یہ بات شریک نے ثابت کے زہد و تقویٰ کے پیش نظر کہی تھی۔ ثابت نے اس کو حدیث کا متن سمجھ لیا اور اس کی روایت کرنے لگا۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۲:۳۰۵' ترجمہ: ۹/۳۱۷' مسند شہاب ۱:۲۵۵' حدیث: ۴۱۲' تنزیۃ الشریعۃ ۲:۱۰۶]

۳: سورۃ العنکبوت آیت: ۴۵ کے تحت لکھتے ہیں: مَن لم تنهه صلاته عن الفحشاء والمنكر لم تزده من الله إلا بعداً. [انوار القرآن ۴:۱۲۹]

''جس کو اُس کی نماز فحشاء اور منکر سے نہ روکے اس کی نماز اسے اللہ تعالیٰ سے دور کرے گا۔''

یہ روایت مسند الشہاب [۱:۳۰۵' ترجمہ: ۳۴۵' حدیث: ۵۰۸] میں موجود ہے اور مرسل ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے اس کو براہ راست روایت کرنے والا راوی کوئی صحابی نہیں بلکہ طبقہ سوم کے تابعی حسن بصری ہیں جن کے متعلق امام ابن سعد (۲) فرماتے ہیں: آپ ایک جامع عالم' بلند رُتبہ فقیہ' روایت میں ثقہ مأمون و محفوظ' شب زندہ دار' عابد فصیح اور حسین و جمیل تھے' جو مسند روایت بیان کر

---

(۱) محمد بن عبداللہ بن حمدَویہ بن نعیم' ابوعبداللہ' حاکم نیشاپوری' نیشاپور میں ۳۲۱ھ = ۹۳۳ء کو پیدا ہوئے۔ حافظ حدیث تھے۔ ۳۴۱ھ کو عراق گئے اور اسی سال فریضہ حج ادا کیا۔ ۳۵۹ھ کو نیشاپور کے قاضی مقرر ہوئے اور اسی وجہ سے حاکم لقب پڑ گیا' ان کی اکثر تصانیف حدیث اور علومِ حدیث سے متعلق ہیں۔ نیشاپور ہی میں ۴۰۵ھ = ۱۰۱۴ء کو وفات پائی۔ [تاریخ بغداد ۵:۴۷۳' الاعلام ۶:۲۲۷]

(۲) محمد بن سعد بن منیع زہری' ابوعبداللہ' ثقہ مؤرخ' حافظ حدیث اور قاضی محمد بن عمر واقدی کے کاتب و سیکرٹری تھے۔ بصرہ میں ۱۶۸ھ = ۷۸۴ء کو اُن کی ولادت ہوئی۔ بغداد میں رہائش پذیر تھے اور وہیں ۲۳۰ھ = ۸۴۵ء کو وفات پائی۔ واقدی کے کاتب رہنے کے باوجود بھی اُن کی وثاقت اور عدل میں کوئی کمی تسلیم نہیں کی گئی۔

[تاریخ بغداد ۵:۳۲۱' الاعلام ۶:۱۳۷]

لئے وہ درست ہے لیکن جو روایت مرسل بیان کریں وہ حجت نہیں۔

[طبقات ابن سعد ۷: ۱۵۷-۱۵۸' تہذیب الکمال ۶: ۱۲۵]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ومراسيله ليست بذاك. [سیر اعلام النبلاء ۴: ۵۷۲]

— اس سلسلہ کی تیسری روایت بطریق یحییٰ بن ابی طلحہ از ابو معاویہ از لیث از طاؤس از سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً جس کے الفاظ یہ ہیں: مَن لم تنهه صلاته عن الفحشاء والمنكر لم يزدد من الله إلَّا بعداً. [المعجم الكبير ۱۱: ۴۶' ۱۱۰۲۵' تفسیر ابن کثیر ۱۰: ۵۱۳-۵۱۴' بذیل تفسیر سورۃ العنکبوت ۲۹: ۴۵' مسند الشہاب ۱: ۳۰۵' ترجمہ: ۳۴۵' حدیث: ۵۰۹]

اس میں تین اسنادی کمزوریاں ہیں: **پہلی**: اس کا ایک راوی یحییٰ بن طلحہ یربوعی ہے' جس کے متعلق امام نسائی (۱) فرماتے ہیں: ليس بشيئ تھا۔ [الضعفاء والمتروکین' ترجمہ: ۶۴۱]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: طبقہ دہم کا لین الحدیث راوی ہے۔

[تقریب التہذیب: ۶۲۳' ترجمہ: ۷۵۷۳]

حافظ ذہبی نے زیر بحث روایت کو اس کے ترجمہ میں نقل کرنے کے بعد محدث علی بن جنید کا یہ قول نقل کیا ہے: كَذِبٌ وزُورٌ. [میزان الاعتدال ۴: ۳۷۸]

دوسری: ایک راوی لیث بن ابی سلیم ہے جو ضعیف اور مضطرب الحدیث تھا۔ [فتح الباری ۴: ۱۶۷' ۱۶۹]

سيئ الحفظ اور متروک تھا۔ [فتح الباری ۱۰: ۱۳۸' تقریب التہذیب: ۴۹۵' ترجمہ: ۵۶۸۵]

امام ابن حبان لکھتے ہیں: آخر عمر میں اختلاط کا شکار رہا۔ اسانید گھڑنے لگا۔ مراسیل کو مرفوع بناتا تھا جس کے باعث متروک ٹھہرا۔ [المجروحین ۲: ۲۳۷' ترجمہ: ۹۰۳]

امام نووی کہتے ہیں: علماء کا اس کے ضعف' اضطراب حدیث اور اختلال ضبط پر اتفاق ہے۔

[تہذیب الاسماء واللغات ۱: ۴۶۳]

---

(۱) احمد بن علی بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار' ابو عبدالرحمٰن نسائی' قاضی اور حافظِ حدیث تھے خراسان کے نَسَاء نامی گاؤں میں ۲۱۵ھ = ۸۳۰ء میں پیدا ہوئے۔ حصولِ علم کے لیے لمبے لمبے سفر کیے۔ مصر میں رہائش پذیر ہوئے۔ وہاں کے مشایخ نے ان سے حسد کرنا شروع کیا اور انہیں رملہ [فلسطین] جانے پر مجبور کیا۔ ایک مسئلے کی وجہ سے انہیں کافی مار کھانی پڑی' جس سے وہ بیمار پڑے۔ ۳۰۳ھ = ۹۱۵ء کو وفات پائی۔ بیت المَقدِس میں دفن کیے گئے۔ [وفیات الاعیان ۱: ۷۷-۷۸' تذکرۃ الحفاظ ۲: ۶۲۸' الاعلام ۱: ۱۷۱]

تیسری: ایک راوی مشہور تابعی طاؤس ہیں جو مدلس تھے۔[تعریف اہل التقدیس:۳۸، ترجمہ:۱۴]
اور اُن کی یہ روایت معنعن ہے۔

حافظ ابن کثیر اِن روایات کو نقل کر کے لکھتے ہیں: والأصح في هذا كله الموقوفات عن ابن مسعود وابن عباس رضی اللہ عنہم والحسن وقتادة والأعمش وغيرهم، والله اعلم.

[تفسیر ابن کثیر ۱۰:۵۱۵]

حافظ ابن تیمیہ [1] لکھتے ہیں: هذا الحديث ليس بثابت عن النبي ﷺ لكن الصلاة تنهى عن الفحشاء والمنكر كما ذكر في كتابه، وبكل حال فالصلاة لا تزيد صاحبها بُعداً، بل الذي يصلي خير من الذي لا يصلي، وأقرب إلى الله منه ولو كان فاسقاً.

[مجموع الفتاویٰ ۲۲:۵]

۴- سورۃ الاحزاب، آیت:۴۲ کے تحت لکھتے ہیں:

أكثروا ذِكرَ الله حتى يقولوا: مجنون. [انوار القرآن ۴:۲۰۴]

''اللہ کا اتنا ذکر کرو کہ لوگ تمہیں مجنون کہنے لگیں۔''

یہ روایت مسند احمد ۳:۶۸، ۷۱، المستدرک ۱:۴۹۹، ترغیب وترہیب ۲:۳۹۹ میں موجود ہے جس کی سند میں دراج عبدالرحمٰن بن سمعان أبو السمح مصری ہے جس کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں: اس کی حدیث منکر ہوتی ہے۔[العلل ومعرفۃ الرجال ۳:۱۱۶، نص:۴۴۸۲]
فضلک رازی کہتے ہیں: ثقہ نہیں، اس کی کوئی عزت نہیں۔ امام نسائی فرماتے ہیں منکر الحدیث تھا۔
حافظ ذہبی نے اس کے مناکیر میں زیر بحث روایت بھی نقل کی ہے۔[میزان الاعتدال ۲:۲۴-۲۵]
امام ابو حاتم فرماتے ہیں: صاحبِ مناکیر قصہ گو تھا۔[الجرح والتعدیل ۳:۴۴۲]

---

(۱) احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن ابی القاسم، حرانی، دمشقی، حنبلی، ابو العباس، تقی الدین ابن تیمیہ ۶۶۱ھ = ۱۲۶۳ء کو حران میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد کی معیت میں مصر منتقل ہو گئے۔ ۷۲۸ھ = ۱۳۲۸ء کو قلعہ دمشق میں حالتِ اسارت میں وفات پائی۔ بڑے فطین اور ذکی عالمِ دین تھے۔
[المعجم المختص بالمحدثین:۲۵، البدایۃ والنہایۃ ۱۴:۱۴۱، الاعلام ۱:۱۴۴]

پس یہ روایت شدید ضعیف ٹھہری۔

علامہ محمد حسن سنبلی (۱) لکھتے ہیں: إعلم أن القارئ الحنفي حاله عجيبٌ جِدًّا يُورِدُ وينقل الروايات الموافقة والمخالفة، رطباً ويابساً، صحاحاً وضعافاً، ولا ينقح الأحاديث، ولا يميز بينها، ولا يرفع التدافع والتعارض، ولا يحملها على محامل صحيحةٍ، لا على مقتَضَى مذهبه، ولا على غيره مع تصلبه في مذهب الحنفية. [تنسیق النظام: ۶۴، حاشیہ: ۶]

''جان لو! ملا علی قاری حنفی کی حالت بھی عجیب ہے۔ موافق ومخالف، رطب ویابس اور صحیح وضعیف احادیث نقل کرتے ہیں۔ احادیث کی تنقیح نہیں کرتے اور اُن کے مابین تمیز وجدائی نہیں کرتے۔ تدافع اور تعارض کو دور نہیں کرتے اور نہ اُنہیں صحیح محامل پر حمل کرتے ہیں اگرچہ حنفی مذہب میں بڑے متصلب [پکے] ہیں۔''

ملا علی قاری کی تصانیف

ملا علی قاری نے بے شمار کتابیں لکھیں جن کو ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

- ۱: أدِلَّةُ مُعتَقَدِ أبي حنيفة في أبوي الرسول ﷺ
- ۲: أنوار القرآن
- ۳: الأثمار الجَنية في أسماء الحنفية
- ۴: الأدب في رجب
- ۵: الإستدعاء في الإستسقاء
- ۶: الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة المعروف بالموضوعات الكبرَى
- ۷: البَيِّنَاتُ في شرح بعضِ الآيات

(۱) محمد حسن بن ظہور حسن بن شمس علی اسرائیلی سنبلی۔ ہند کے سنبل میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں اپنے شہر کے علماء سے پڑھیں پھر رام پور جا کر وہاں دروس کی تکمیل کی۔ ذکی اور فطین تھے۔ قوت تحریر اور بہتر تعبیر کی شہرت رکھتے تھے۔ غیر مقلدین سے سخت تعصب رکھتے تھے۔ تیرہ صفر ۱۳۰۵ھ کو وفات پائی۔
[نزہۃ الخواطر ۸: ۴۴۱-۴۴۲، ترجمہ: ۴۴۳]

-۸:تزيين العبارة لتحسين الإشارة

-۹:تطهيرالطَّوِيَّةبِتحسينِ النِيَّة

-۱۰:التَّجرِيدُ في إعراب كلمةِ التَّوحيد

-۱۱:الذَّخيرةُالكثيرةُ في رَجاء المغفرةِللكبيرة

-۱۲:رسالةٌ في بيانِ إفرادالصَّلاةِ عن السلام هَل يُكرهُ أم لا؟

-۱۳:رفع الجُناح وخفضُ الجَناح بأربعينَ حديثًا في النكاح

-۱۴:الردُّ على القائلين بوحدةِ الوجود

-۱۵:شرح الشفاء للقاضي عياض

-۱۶:شفاءُ السَّالِك في إرسالِ مالك

-۱۷:شَمُّ العَوارِض في ذَمِّ الرَّوافِض

-۱۸:صِلاتُ الجَوائز في صَلاةِ الجنائز

-۱۹:فَرُّ العَونِ مِن مُدَّعِيُ إيمانِ فِرعَونُ

-۲۰:فُصولٌ مُهِمَّةٌ في حصول المُتِمَّة

-۲۱:فيض المُعين على جمع الأربعين في فضل القرآن المبين

-۲۲:القولُ السَّديدُ في خُلفِ الوعيد

-۲۳:مرقاةُ المفاتيح شرح مشكاةُ المصابيح

-۲۴:معرفة النُّسَّاك في معرفة السِّوَاك

-۲۵:مقالةُ العَذُبَة في العمامةِ والعَذُبَةِ

-۲۶:مِنَحُ الرَّوضِ الأزهرِ في شرح الفقه الأكبر

-۲۷:المصنوعُ في معرفة الحديث الموضوع،وهوالموضوعاتُ الصُّغرَى

-۲۸:المُقدَّمةُ السَّالِمَة في خوفِ الخَاتِمة

الأسرارُ المرفوعَة في الأخبَارِ المَوضُوعَة کا اردو ترجمہ

کافی عرصہ سے خیال تھا کہ الأسرارُ المَرفُوعَة فِي الأخبار المَوضُوعة کی علمی خدمت کی جائے اس کا اردو ترجمہ کیا جائے۔ اس کی تحقیق کی جائے کہ مصنف علام کے مآخذ کیا کیا ہیں؟ تا کہ اس کا فائدہ عام ہو جائے۔ بعض اَحباب کو جب اس کام کا علم ہوا تو کہنے لگے کہ اس کتاب کو حافظ محمد انور صاحب زاہد نے اردو کا جامہ پہنایا ہے جسے نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور نے نومبر ۲۰۰۸ء میں ''موضوعات کبیر'' کے نام سے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب ۴۶۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس لیے اس کے بجائے کوئی دوسرا علمی کام کیا جائے۔

میں نے اُن سے کتاب مہیا کرنے کو کہا اور جب کتاب میرے پاس پہنچی تو میں حیران ہوا کہ یا اللہ! یہ کیسا ترجمہ ہے اور کیسی تحقیق ہے؟ مترجم نے تو اس کتاب کا حلیہ ہی بگاڑ دیا ہے۔ کہیں ترجمہ میں غلطی ہے تو کہیں حوالہ میں! متن میں کئی ایسے اضافے کیے گئے ہیں جن سے یہ تاثر ملتا ہے کہ یہ عبارت ملا علی قاری کی ہے۔ ایسی صورت میں طریقہ یہ ہوتا ہے کہ محقق اپنے اضافے اور اپنی تحقیق فٹ نوٹ میں لکھتا ہے جس سے قاری اشتباہ میں نہیں پڑتا۔ آپ بھی پڑھیے کہ مترجم نے کون کون سی غلطیاں کی ہیں اور کاروباری لوگوں نے کسی اصلاح اور تحقیق کے بغیر ملا علی قاری کی کتاب کا کیسا مذاق اڑایا ہے۔

– صفحہ: ۷۸ پر لکھتے ہیں: جیسا کہ ابن الدبیع الیمانی، امام سخاوی کے شاگرد نے اپنی مختصر المقاصد میں بیان کیا ہے۔ صرف یہاں نہیں بلکہ تقریباً پوری کتاب میں ابنُ الدَّیْبَع کو ابنُ الدَّبِیع لکھا ہے۔

– صفحہ: ۸۰-۸۱ پر تیرہ سطروں پر مشتمل جس نوٹ کو شامل کیا گیا ہے، وہ ملا علی قاری کا نہیں ہے۔ مترجم نے اپنی طرف سے اس کا اضافہ کیا ہے۔ اسے فٹ نوٹ میں لکھنا چاہئے تھا۔

– اِتَّخِذُوا عندَ الفقراءِ أيَادِيَ کا ترجمہ لکھا ہے: ''فقراء کے پاس نعمتیں حاصل کیا کرو۔''

[صفحہ: ۸۱، روایت: ۱۴۸]

– اِتَّقُوا ذَوِي العَاهَاتِ کا ترجمہ لکھا ہے: ''مصیبتوں سے بچو۔'' [صفحہ: ۸۲، روایت: ۱۵۰]

– اِتَّقِ شَرَّ مَنْ أحسَنْتَ اليهِ کا ترجمہ لکھا ہے:

''اُس شخص کی شرارت سے بچ جس پر تو نے احسان کیا۔''

– صفحہ:۹۳ میں لکھا: ''یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ ذیل میں اس کا ذکر ہے۔''

اس ''ذیل'' سے کیا مراد ہے؟ مترجم نے اس کی کوئی وضاحت نہیں لکھی۔

– صفحہ:۹۶ پر روایت:۱۸۸ کے تحت لکھا ہے کہ ''یہ مصنوع ہے اور موضوع ہے۔''

اس کے عربی الفاظ یہ ہیں: فمصنوعٌ وموضوعٌ علی ما في المُغرب.

–اِستَفتِحُوا بِالصَّدَقاتِ أو بِقَضَاءِ الدَّیْنِ، یَدورُعلی الألسنةِ کا ترجمہ لکھا ہے:

''صدقوں یا ادائیگی قرض کے ذریعہ فتح حاصل کیا کرو کیوں کہ یہ باتیں لوگوں کی زبان پر جاری ہوتی ہیں۔'' [صفحہ:۹۸، روایت:۱۹۵]

–اِیاكِ أعني واسمَعي یا جارة کا ترجمہ لکھا ہے: ''تو میری خاص طور پر مدد کرا اور اے پڑوسی میری بات سن۔'' [صفحہ:۹۹، روایت:۱۹۷]

–أعوذُ باللّٰہِ مِن عِمَامَةٍ صَمَّآءَ کا ترجمہ لکھا ہے:

''میں اللہ سے عام بہروں سے پناہ مانگتا ہوں۔'' [صفحہ:۱۰۰، روایت:۲۰۵]

–اِفتضحوا فاصطلحوا کا ترجمہ لکھا ہے: ''نصیحت پکڑو اور اصلاح حاصل کرو۔''

[صفحہ:۱۰۱، روایت:۲۰۶]

–صَلَبُوا فِيْ دِینِهِم کا ترجمہ لکھا ہے: ''جو کہ اس دین کے پیچھے پھانسی بھی دیئے گئے۔''

[صفحہ:۱۰۴، روایت:۲۱۸]

–وھُو الغافِلُ عن الشَّرِ، المَطبُوعُ عَلَی الخَیر کا ترجمہ لکھا ہے: ''اور وہ وہ شخص ہوتا ہے جو بھلائی کو ختم کرنے والی شرارت سے غافل ہو۔ [صفحہ:۱۰۴، روایت:۲۱۸]

–أکرِمُوا طَھُورَکم کا ترجمہ لکھا ہے: ''اپنی پاکی کی عزت کرو۔'' [صفحہ:۱۰۵، روایت:۲۱۹]

–قال الخطاب: ولقد صدق رحمه اللّٰہ في انکارہ کا ترجمہ لکھا: ''خطابی کہتے ہیں: امام سخاوی نے اس طرز عمل کا صحیح انکار فرمایا۔'' [صفحہ:۱۰۶، روایت:۲۲۳]

یاد رہے کہ امام خطابی نے ۳۸۸ھ کو وفات پائی جب کہ حافظ سخاوی کی ولادت ۸۳۱ھ کو ہوئی۔

–قال البيهقي:روي في تحريمه أحاديثُ لا يَصِحُّ شيئٌ منها کا ترجمہ لکھا:''بیہقی نے اپنی تخریج میں بہت سے احادیث اسی موضوع کی روایت کی ہیں۔'' [صفحہ:۱۰۷'روایت:۲۲۹]

–شَكوتُ إلى جبريل ضَعفي من الوقاع کا ترجمہ لکھا:''میں نے جبرئیل سے زخموں کی وجہ سے ہونے والی کمزوری کی شکایت کی۔'' [صفحہ:۱۰۸'روایت:۲۳۱]

–اَلْسِنَةُ الْخَلْقِ أقْلَامُ الْحَقِّ کا ترجمہ لکھا:''مخلوق کی زبانیں خلق کا قلم ہیں۔''

[صفحہ:۱۰۹'روایت:۲۳۵]

– أللّٰهُمَّ أصلِح الرَّاعِيَ وَالرَّعِيَّةَ کا ترجمہ کیا ہے:''عراقی احیاء العلوم کی تخریج میں کہتے ہیں میں اس روایت سے وقف نہیں ہوں۔'' [صفحہ:۱۰۹'روایت:۲۳۵]

–اسی روایت کے تحت راعی اور رعیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''راعی سے مراد امیر بادشاہ اور رعیت سے مراد محکوم عوام ہیں۔'' [صفحہ:۱۰۹'روایت:۲۳۵]

جب کہ علامہ محمد طاہر بن علی ہندی نے لکھا ہے:في المختصر:أللهم أصلح الراعي والرعية وهو القلبُ والجوارِح.[تذکرۃ الموضوعات:۵۹]

–وفي روايةٍ زيادةُ''خاصَّةً'' کا ترجمہ کیا ہے:''تو اس روایت میں یہ دعا حضرت عمر کے ساتھ خاص ہے۔''[صفحہ:۱۱۰'روایت:۲۳۷]

–أللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى نَبِيٍ قَبْلَكَ کا ترجمہ لکھا ہے:''اے اللہ اپنے قبل کے نبی پر رحمت نازل فرما۔''

[صفحہ:۱۱۰'روایت:۲۳۸]

–صَلَّى اللّٰهُ عَلَى نَبِيٍّ قَبلَكَ کا ترجمہ لکھا:''اللہ نبی قبلہ پر رحمت نازل فرما۔''

[صفحہ:۱۱۰'روایت:۲۳۸]

– ملاعلی قاری کی ایک طویل عبارت کو حدیث کہہ کر ۲۳۹ کا نمبر دیا جس میں وہ زیر بحث مسئلہ میں أللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى نَبِيٍ قَبْلَكَ کے پڑھنے والے کی اس عبارت کی تاویل کر کے اُسے کافر نہیں کہنا چاہتے۔[صفحہ:۱۱۰'روایت:۲۳۹]

–لِمَا قيلَ مِنْ أنَّ شرطَ الإلتفاتِ أن يكونَ المُتَحَدَّثَ عنهُ واحداً کا ترجمہ کیا ہے:''ہوسکتا

ہے بولنے والا اپنی توجہ کسی اور چیز کی جانب متوجہ کررہا ہو۔'' [صفحہ:۱۱۱' روایت:۲۳۹]
–ایک جگہ لکھا:'' اللّآلي المصنوعة میں ہے اس کا معنیٰ صحیح ہے مگر اس روایت کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ ابن کثیر وغیرہ نے کہا ہے۔'' [صفحہ:۱۱۳' روایت:۲۴۸]
جب کہ اصل عربی کتاب میں اس کا وجود ہی نہیں۔
–ذَكَرَه الزركشي کا ترجمہ کیا:''جیسا کہ زرکشی کا خیال ہے۔'' [صفحہ:۱۱۴' بذیل روایت:۲۵۱]
– اسی صفحہ میں تین سطروں پر مشتمل ایک ''فائدہ'' لکھا ہے جس میں محدث ناصرالدین البانی کا نام بھی درج ہے۔ظاہر ہے کہ یہ ''فائدہ'' الحاقی ہے' یعنی مترجم نے اسے اپنی طرف سے کتاب کے متن میں داخل کیا ہے جو علمی خیانت ہے۔اگر مترجم اسے فٹ نوٹ میں درج کرتا تو الگ بات ہوتی!
–إِنَّهٗ كَذِبٌ مُّخْتَلَقٌ کا ترجمہ کیا ہے:''یہ جھوٹ ہے اور اس میں اختلاف ہے۔''
[صفحہ:۱۱۵' بذیل روایت:۲۵۲]
–أَنْصَفَ بِالْحَقِّ مَنِ اعْتَرَفَ کا ترجمہ کیا ہے:''جو شخص اعتراف کرے اس کے ساتھ صحیح انصاف کرو۔'' [صفحہ:۱۱۵' روایت:۲۵۴]
–وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْئٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ. [سورۃ سبا۳۴:۳۹] کا معنیٰ اس طرح کیا ہے:''جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے وہ تمہارے پیچھے آئے گا۔'' [صفحہ:۱۱۵' بذیل روایت:۲۵۵]
–حَتّٰى تَخَلَّلَ بِالْعَبَاءِ کا ترجمہ لکھا ہے:''حتی کہ عبا سے بھی خالی رہ گئے۔''
[صفحہ:۱۱۵' بذیل روایت:۲۵۵]
–إِنَّ الأَرضَ لَتَنْجُسُ مِنْ بَوْلِ الأَقْلَفِ أَربَعِينَ يَوماً کا ترجمہ لکھا ہے: ''اونٹوں کے پیشاب سے زمین چالیس روز تک ناپاک ہو جاتی ہے۔'' [صفحہ:۱۱۵' روایت:۲۵۶]
– قالَ المِزِّيُّ فيما نقله عنه البرهان السفاقسي کا ترجمہ لکھا:''امام مزلی برہان السفاقسی نے مزنی سے نقل کیا ہے۔'' [صفحہ:۱۱۶' روایت:۲۵۷]
–إِنَّ الشَّيطانَ يَجرِي مِن ابنِ آدم مَجرَى الدَّمِ فَضَيِّقُوا مَجَارِيَهٗ بِالجُوعِ کا معنیٰ کیا ہے:

’’شیطان آدمی کے خون کے جاری ہونے کی جگہ پر چلتا ہے تو اُس کے جاری ہونے کی جگہ کو بھوک سے تنگ کر دو۔‘‘ [صفحہ:۱۱۶' روایت:۲۵۹]

—إنَّ شَيطَاناً بَينَ السَّمَآءِ والأرضِ يُقَال له:الوَلَهَانُ' معه ثمانِيَة أمثالِ وُلُدِ آدمَ مِنَ الْجُنودِ وله خَلِيفَةٌ يُقالُ له:خِنزَبٌ کا ترجمہ لکھا ہے:’’زمین وآسمان کے مابین ایک شیطان ہے جسے ولہان کہا جاتا ہے اس کے آٹھ ساتھی ہوتے ہیں جو انسانوں جیسے ہوتے ہیں۔‘‘

[صفحہ:۱۱۷' روایت:۲۶۰]

—إن العبد لَيُنشَر له مِن الثناء ما بين المشرق والمغرب وما يزن عند اللّٰهِ جناحَ بعوضةٍ کا ترجمہ لکھا:’’بندے کی ثناء مشرق ومغرب کے مابین مشہور کر دی جاتی ہے اور اللہ کے ہاں ایک مچھر کے پر کے بھی اس کا گناہ نہ ہوگا۔‘‘ [صفحہ:۱۱۷' روایت:۲۶۲]

—ایک جگہ لکھا ہے:عقل کی مدح کے بارے میں تمام روایات من گھڑت ہیں۔حدیث:۲۶۸ دیکھیں ابن قیم کی المنار المنیف۔[صفحہ:۱۱۹' بذیل روایت:۲۶۷] حالانکہ اصل کتاب میں ایسی کوئی بات نہیں۔

—أثبَتَ وُرودُه التَّقي السُّبكي کا ترجمہ لکھا:’’تقی السبکی نے اس حدیث کو رد کیا ہے۔

[صفحہ:۱۱۹' بذیل روایت:۲۶۸]

— وَقد تَقَدَّمَ عن ابن الملك مثله کا ترجمہ لکھا:’’اور اس سے پہلے عبد الملک سے بھی ایسی روایت گزر چکی۔‘‘ [صفحہ:۱۲۳' بذیل روایت:۲۸۴]

— إنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا ما بَيْن شُفُرَيْ عَيْنَيْهِ مَسِيرَةُ خَمْسِ مِائَةَ عَامٍ کا ترجمہ لکھا:’’اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ اس کی آنکھوں کے سامنے پانچ سو سال کی مسافت کی حد پر رہتا ہے۔‘‘

[صفحہ:۱۲۳' بذیل روایت:۲۸۵]

—إنَّ المَيّتَ يَرَى النَّارفي بيتهِ سبعةَ أيّام کا ترجمہ لکھا:’’مردہ اپنے گھر میں لوگوں کو سات دن تک دیکھتا ہے۔‘‘ [صفحہ:۱۲۶' روایت:۲۹۶]

—قال المنوفي:متنهُ كلامٌ مظلَمٌ کا ترجمہ لکھا:’’نووی اپنے متن میں فرماتے ہیں۔یہ ایک

اندھیرا کلام ہے۔'' [صفحہ:۱۲۶' روایت:۲۹۶]

–إنَّ نِسبَةَ الفَائِدَة إلی مُفيدِها مِن الصِّدقِ في العِلم و شُكرِهِ کا ترجمہ لکھا: ''فائدہ کی فائدہ پہنچانے والے کی جانب نسبت یہ ہے۔'' [صفحہ:۱۲۷' روایت:۲۹۷]

–له طُرُقٌ في مسند الفردوس و كتاب الريحان لإبن فارِس کا ترجمہ لکھا: ''مسند اور ابن فارس کی کتاب الریحان میں کئی سندیں ہیں۔'' [صفحہ:۱۲۷' روایت:۲۹۸]

–اس کے بعد لکھتے ہیں: مسند فردوس دیلمی میں اس قسم کی روایت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے اس میں اس قسم کے الفاظ ہیں کہ: ''سفید گلاب میرے پسینے سے پیدا ہوا۔ معراج کی رات میں سرخ گلاب جبریل کے عرق سے اور زرد گلاب براق کے عرق سے پیدا ہوا۔''

[صفحہ:۱۲۷' روایت:۲۹۸]

حالانکہ ایسی کوئی عبارت اس کتاب میں موجود نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو۔

– وفيهِ تنبيهٌ نَبِيهٌ على أنَّ كلامَ الخيرِ خَيرٌ من السُّكوتِ عن الشر کا معنی کیا ہے: ''اس حدیث میں اس بات کی طرف تنبیہ ہے کہ اچھا کلام شر پر خاموش رہنے سے بہتر ہے۔''

[صفحہ:۱۲۸' روایت:۳۰۱]

–قال العِراقي کا معنی لکھا ہے: ''عراقی اِحیاء العلوم کی تخریج میں کہتے ہیں۔''

[صفحہ:۱۲۸' روایت:۳۰۳]

حالانکہ ملا علی قاری نے اس جگہ اِحیاء علوم الدین کا نام نہیں لیا۔

–ایک جگہ اس طرح لکھا ہے کہ: ''ایک روایت میں ہے کہ پوچھا گیا غلاظت کی سرسبزی سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا: خوب صورت عورت بری جگہ میں۔ سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ (۲۴/۱)۔''

[صفحہ:۱۲۹' روایت:۳۰۷]

یہ عبارت ملا علی قاری کی نہیں۔ مترجم کو اسے فٹ نوٹ میں درج کرنا چاہیے تھا۔

–لَم أجِدهُ هكَذَا کا ترجمہ لکھا ہے: ''میں نے اِسے کہیں نہیں پایا۔'' [صفحہ:۱۳۰' روایت:۳۰۸]

–أيُّ شَيئٍ يَخفَى؟ قال: ما لا يكون کا معنیٰ اس طرح لکھا: ''ایسی کون سی چیز ہے جو چھپی نہیں

رہتی چاہے کچھ بھی ہو۔'' [صفحہ:۱۳۰' روایت:۳۱۲]

—ولو دخل المؤمن كُوَّةً في حائطٍ کا معنیٰ کیا ہے: ''اگر چہ مؤمن کسی کرہ میں دخل ہو کر نیک عمل کرے۔'' [صفحہ:۱۳۱' روایت:۳۱۳]

—البَاذَنجانُ لِمَا أُكِلَ لَهُ کا ترجمہ لکھا ہے: ''بینگن کھانے کے لیے۔'' [صفحہ:۱۳۳' روایت:۳۱۷]

—ایک جگہ لکھا ہے: ''اس میں عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد راوی ضعیف ہے۔'' [صفحہ:۱۳۴' روایت:۳۱۹]
حالانکہ ملا علی قاری نے اس جگہ کوئی ایسی عبارت نہیں لکھی جس کا یہ ترجمہ ہو۔

—فإنَّ البَلاء لايَتَخَطَّاهَا کا ترجمہ کیا ہے: ''کیوں کہ بلائیں اس پر نہیں چل سکتیں۔''

[صفحہ:۱۳۴' روایت:۳۲۱]

—لكن لايَتَبَيَّنُ لي ذلك کا ترجمہ کیا ہے: ''مجھ پر اس کی کیفیت ظاہو نہ ہو سکی۔''

[صفحہ:۱۳۴' روایت:۳۲۱]

— صفحہ:۱۳۵ پر دس سطروں پر مشتمل اضافی نوٹس ہیں۔ مترجم نے یہ نہیں بتایا کہ یہ اضافے اُن کے ہیں۔ ایسے اضافے فٹ نوٹ میں درج کیے جاتے ہیں۔

— صفحہ:۱۳۷ پر حدیث:۳۳۰ کے تحت پورا صفحہ مترجم کا اِضافہ ہے لیکن یہ نشان دہی نہیں کی گئی کہ یہ اضافہ کن کا ہے؟ اسے فٹ نوٹ میں ہونا چاہیے تھا۔

—لَمَّا عُزِّيَ بِإِبْنَتِهِ رُقَيَّة کا ترجمہ کیا: ''جب اپنی بیٹی رقیہ کی تعزیت کی۔'' [صفحہ:۱۳۷' روایت:۳۳۰]

—دَفْنُ الْبَنَاتِ مِنَ الْمُكْرَمَاتِ کا ترجمہ لکھا: ''لڑکیوں کو عزت سے دفن کر دیا۔''

[صفحہ:۱۳۷' روایت:۳۳۰]

—مؤنة كفاها الله وأجر ساقه الله کا معنیٰ لکھا: ''ایک امانت تھی جسے اللہ نے پورا کیا اور ایک اجر تھا جسے اللہ نے جاری کیا۔'' [صفحہ:۱۳۸' بذیل روایت:۳۳۲]

—صِغر الجَدُوَل کا معنیٰ لکھا: ''اور چھوٹی گول۔'' [صفحہ۱۳۸' روایت:۳۳۳]

—بُرْمَةُ الشَّرْكِ لَاتَفُورُ کا ترجمہ کیا: ''شرکت کی مقدار جاری نہیں ہوتی۔''

[صفحہ۱۳۹' روایت:۳۳۵]

–لَیس بِحدیثٍ کما قال ابنُ الدَّیبع کا ترجمہ لکھا: ''یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ ابن الدیبع کا خیال ہے۔'' [صفحہ۱۳۹'روایت:۳۳۵]

–قال السَّخاوي لاأصل له کا ترجمہ لکھا: ''سخاوی کہتے ہیں اگرچہ یہ عوام میں مشہور ہے مگر میں اسے نہیں پہچانتا۔'' [صفحہ۱۳۹'روایت:۳۳۷]

–البِطِّیخ کا معنیٰ خربوزہ لکھ کر اس نوٹ کو اپنی طرف سے نشان دہی کیے بغیر لکھا: ''لہسن' چاول' سبزی' بینگن' سیب' کشمش' خربوزہ' تربوز' اخروٹ' پنیر اور ہریسہ وغیرہ کے فضائل میں جو روایات بیان کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف اور موضوع ہیں۔'' [صفحہ:۱۳۹'بذیل روایت:۳۳۸]

–البِطْنَةُ تَذْهَبُ الفِطْنَةَ کا ترجمہ لکھا ہے: ''سخت متلی ذہانت کو دور کر دیتی ہے۔''

[صفحہ:۱۴۰'روایت:۳۴۰]

–طَسْتٌ مِّنْ ذَهَبٍ مَمْلُوْءٌ عَقَارِبَ کا ترجمہ لکھا: ''سونے کا ایک طشت ہے جو سختیوں سے بھرا ہوا ہے۔'' [صفحہ:۱۴۲'روایت:۳۵۰]

– ولیس معناهُ أنَّ تَحِیَّةَ المسجد ساقطةٌ عن هذاالمسجد کما تَوَهَّمَ بعضُ الأغبياء من مفهوم هذه العبارة الصادرة عن الفقهاء وغيرهم کا ترجمہ کیا ہے: ''یہ مقصد نہیں ہے کہ تحیۃ المسجد اس سے ساقط ہو جائے گی' جیسا کہ بعض امراء نے خیال کیا ہے فقہاء وغیرہ کی اس عبارت سے وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔'' [صفحہ:۱۴۳'روایت:۳۵۲]

–لَهٗ طُرُقٌ وَاهِيَةٌ میں وَاهِيَةٌ کو اردو کا لفظ سمجھ کر یہ معنیٰ لکھا ہے: ''اس کی تمام سندات واہیات ہیں۔'' [صفحہ:۱۴۴'بذیل روایت:۳۵۶]

–فَیَدُلُّ علی أن الحدیثَ له أصلٌ کا یہ معنیٰ لکھا ہے: ''جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کچھ اصل نہیں۔'' [صفحہ:۱۴۴'بذیل روایت:۳۵۶]

–أي:أسکنوا بالعقیق کا معنیٰ کیا ہے: ''اس کے ساتھ سکون حاصل کرو اور اسے قائم رکھو۔''

[صفحہ:۱۴۴'روایت:۳۵۶]

–صفحہ:۱۴۴'روایت:۳۵۶ کے ذیل میں لکھا ہے: ''یہ روایت مختلف الفاظ سے متعدد سندوں سے

مروی ہے مگر اس کے کوئی الفاظ اور کوئی سند صحیح نہیں۔''

حالانکہ یہ عبارت اصل کتاب میں موجود نہیں ہے۔

– صفحہ:۱۴۴، روایت:۳۵۷ کے ذیل میں لکھا ہے: ''اس میں یعقوب بن الولید المدنی کذاب ہے۔''

حالانکہ یہ عبارت اصل کتاب میں موجود نہیں ہے۔

– تَارِكُ الْوِرْدِ مَلْعُوْنٌ وَصَاحِبُ الْوِرْدِ مَلْعُوْنٌ. کا ترجمہ لکھا: ''گلاب کو ترک کرنے والا اور گلاب والا دونوں ملعون ہیں۔'' [صفحہ:۱۴۴، روایت:۳۵۸]

اس کے بعد دو سطریں لکھیں جو ملا علی قاری کی نہیں۔

– صفحہ:۱۴۵ پر متن کے اندر تین مقامات پر کچھ کتابوں کے حوالے درج ہیں جو مترجم نے تنبیہ کیے بغیر اپنی طرف سے شامل کیے ہیں۔

–تَسْلِيْمُ الْغَزَالَةِ کا معنیٰ کیا ہے: ''ہرنی کو سالم رکھنا۔'' [صفحہ:۱۴۵، روایت:۳۶۲]

–ذَكَرَهُ ابنُ الدَّبِيع کا ترجمہ کیا: ''جیسا کہ ابن الدیبع کا خیال ہے۔'' [صفحہ:۱۴۵، روایت:۳۶۲]

– صفحہ:۱۴۶، بذیل روایت:۳۶۴ یہ نوٹ لکھا: ''یہ موضوع ہے کسی کذاب نے اس کو گھڑا ہے۔''

یہ حافظ صاحب کا اضافہ ہے۔ اصل کتاب میں ایسی کوئی بات موجود نہیں۔

–مِن قَولِ عُمَرَ کا ترجمہ کیا: ''بیہقی کہتے ہیں: یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔''

[صفحہ:۱۴۸، روایت:۳۶۹]

– مَن أسرعَ للرِّياسةِ أضَرَّ بكثيرٍ من العلمِ ومَن لَّمْ يُسرِعْ كَتَبَ ثمَّ كَتَبَ ثمَّ كَتَبَ کا ترجمہ لکھا: ''جس نے ریاست میں جلدی کی اس نے علم کے بڑے حصے کو نقصان پہنچایا اور جس نے جلدی نہیں کی اس کے لیے اتنا اتنا ہے اور یہ معنی نہایت عام ہے۔'' [صفحہ:۱۴۸، روایت:۳۶۹]

–ایک جگہ تنبیہ کیے بغیر یہ اضافہ کیا ہے: ''نوٹ: یہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کی سند میں عثمان بن عبداللہ القرشی اور اسحاق بن نجیح دونوں کذاب ہیں۔ البانی کہتے ہیں موضوع ہے۔

[سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ:۱۷۳] [صفحہ:۱۴۹، روایت:۳۷۲]

–التَّكْبِيْرُ جَزْمٌ کا معنیٰ کیا ہے: ''تکبیر یقینی ہے۔'' [صفحہ:۱۴۹' روایت:۳۷۴]

– صفحہ:۱۴۹–۱۵۰ پر سترہ سطروں پر مشتمل ایک نوٹ کا اضافہ متن کے اندر کیا ہے۔

–التَّكْبِيْرُ جَزْمٌ والسَّلامُ جَزْمٌ کا معنیٰ کیا ہے: ''تکبیر کہنا بھی ضروری ہے اور سلام پھیرنا بھی ضروری۔'' [صفحہ:۱۵۰' روایت:۳۷۴]

–اَلتَّوَكُّؤُ عَلَى الْعَصَامِنْ سُنَّةِ الأنْبِيَاءِ کو لکھ کر فوراً یہ عبارت لکھی: ''[کشف الخفاء رقم[۱۰۲۵] البانی نے اس کو موضوع قرار دیا ہے۔ضعیفۃ [۹۱۶]۔'' [صفحہ:۱۵۲' روایت:۳۸۲]

–التَّهْنِئَةُ بِالشُّهُورِ وَالأعْيَادِ مِمَّا اعْتَادَهُ النَّاسُ في بَعْضِ الْبِلَادِ لَم يَرِدْ فِيْهِ شَيْئٌ صَرِيْحٌ فِي هٰذَا الْمَبْنَى کا ترجمہ یہ لکھا: ''مجامع یا عید میں جس میں لوگ بعض شہروں میں جمع ہوں مبارک باد دینا۔تحقیق: ان الفاظ کے ساتھ کوئی صریح حدیث موجود نہیں لیکن معنی اس کے صحیح ہیں۔''

[صفحہ:۱۵۲' روایت:۳۸۴]

– صفحہ:۱۵۳ پر اپنی طرف سے یہ اضافہ درج کیا: ''آج کل عام طور پر لوگ نمازِ عید کے بعد ایک دوسرے کو گلے لگاتے ہیں اور زبان سے کہتے ہیں: عید مبارک! یہ طریقہ کافی عرصہ سے رائج ہے مگر درست نہیں۔''

–بَرَّ حَجُّكَ کا ترجمہ لکھا ہے: ''آپ کا حج نیک ہے۔'' [صفحہ:۱۵۳' بذیل روایت:۳۸۵]

– الحزم سوء الظن کا ترجمہ اس طرح لکھا: ''الحزم سوء الظن بھی کرتی ہے۔

[کشف الخفاء رقم ۱۱۲۹] [صفحہ:۱۵۴' روایت:۳۸۸]

– اپنی طرف سے یہ اضافہ بھی کیا: نوٹ: ضعیف ہے الضعیفۃ رقم [۲۷۷۸]

[صفحہ:۱۵۴' روایت:۳۸۸]

–ثَلَاثٌ لَا يُرْكَنُ إِلَيْهَا: اَلدُّنْيَا وَالسُّلْطَانُ وَالْمَرْأَةُ کے بعد لکھا: [کشف الخفاء رقم [۱۰۳۳]

اس کا ترجمہ اس طرح لکھا: '' تین چیزوں پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا بادشاہ اور عورت۔''

اور اس کے بعد یہ اضافہ کیا: ''جیسا کہ التمییز وغیرہ میں ہے۔'' [صفحہ:۱۵۴' روایت:۳۸۹]

– صفحہ:۱۵۵' روایت:۳۹۰ کے تحت لکھا: ''یہ بھی مختلف الفاظ اور اسناد سے مروی ہے۔ تمام اسناد

ضعیف ہیں۔'' حالانکہ اس قسم کے الفاظ اصل کتاب میں موجود نہیں۔

–جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ أَحْسَنَ إِلَیْھَا وَبُغْضِ مَنْ أَسَآءَ إِلَیْھَا کا ترجمہ اس طرح لکھا: ''جو چیز انسان کو اچھی معلوم ہو اُس کی محبت اور جو بری معلوم ہو اُس کے بغض پر دل کی فطرت بنائی گئی ہے۔'' [صفحہ:۱۵۵، روایت:۳۹۱]

–و رُبَما یُستأنَسُ بما یُروٰی کا ترجمہ کیا ہے: ''اور بعض اوقات یہ بھی روایت کیا جاتا ہے۔''
[صفحہ:۱۵۵، روایت:۳۹۲]

–أَللّٰھُمَّ لَاتَجْعَلْ لِفَاجِرٍعِنْدِي نِعْمَةَ یَرْعَاہُ بِھَا قَلْبِي کا ترجمہ اس طرح لکھا: ''یا اللہ! میرے لیے فاجر کے پاس نعمت نہ دینا کہ اس سے میرے قلب کی نگرانی کرے۔''
[صفحہ:۱۵۶، روایت:۳۹۲]

– الْھَدِیَّةُ تَذْھَبُ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ کا ترجمہ لکھا: ''اور ہدیہ والی حدیث جس میں آتا ہے کہ وہ بصارت اور سماعت کو ختم کر دیتا ہے۔'' [صفحہ:۱۵۶، روایت:۳۹۳]

–أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ جُھْدُ الْمُقِلِّ کا ترجمہ کیا ہے: ''مفلس کی جانب سے افضل صدقہ اُس کے آنسو ہیں۔'' [صفحہ:۱۵۷، روایت:۳۹۷]

– صفحہ:۱۵۸، روایت:۴۰۰ کے تحت اپنی طرف سے یہ اضافہ کر دیا: ''البتہ بھوک سے رسول اللہ ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔أللھم أعوذُ بك من الجوع۔''

–وفي النھایة:أنَّ الجیزةقریةٌ قُبالَةَ مصرَعلی النیل کا ترجمہ کیا ہے: ''نہایۃ میں ہے کہ جیزہ میں دریائے نیل کے کنارے پر ایک بستی ہے۔'' [صفحہ:۱۵۸، بذیل روایت:۴۰۱]

–حَاکُّوا الْبَاعَةَ فَإِنَّهٗ لَاذِمَّةَ لَھُمْ کے بعد لکھا: [کشف الخفاء[۱۰۹۳] ان الفاظ سے صحیح نہیں سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ [۶۲۶] اور اس کا یہ معنیٰ لکھا: ''بیع کو بیان کر دیا کرو کیونکہ یہ لوگوں کے لیے ضروری ہے۔'' [صفحہ:۱۵۹، روایت:۴۰۲]

– صفحہ:۱۵۹، روایت:۴۰۳ کے تحت لکھا: مسند ابی یعلیٰ میں حسین بن علی سے مرفوعاً مروی ہے غبن وہ ہے۔اَلْمَغْبُوْنُ لَا مَأْجُوْرٌ وَلَا مَحْمُوْدٌ۔جس میں نہ ظلم ہوا اور نہ وہ قابل تعریف ہو۔

–مَا كِسُوا الْبَاعَةَ فَإِنَّهُ لَاخَلَاقَ لَهُمْ کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے: ''جو کچھ انہوں نے بیع سے کمایا اس میں ان کا کچھ حصہ نہیں ہے۔'' [صفحہ:١٦٠' روایت:٤٠٥]

–قال السخاوي:لم أقف على لفظ "ثلاث" إلَّا في موضعين من "الإحياء" وفي تفسير آل عمران من "الكشاف" وما رأيتها في شيئٍ من طرق هذا الحديث بعد مزيدالتفتيش قال:وزيادته مُحِيلةٌ للمعنى 'فإنَّ الصَّلاةَ ليست من الدُّنيا کا معنیٰ اس طرح لکھا ہے:

''سخاوی کہتے ہیں: میں اس لفظ ثَلَاثٌ سے واقف نہیں۔سوائے اس کے کہ غزالی نے اِحیاء میں دوجگہ پر نقل کیا ہے۔کشاف کی تفسیر آل عمران میں ہے کہ میں نے اس حدیث کے مختلف طریقوں کو دیکھا لیکن تفتیش کے باوجود یہ الفاظ ثَلَاثٌ نظر نہیں آئے۔صاحب کشاف کہتے ہیں کہ اس کی زیادت معنی کے لحاظ سے مختلف ہوجائے گی کیونکہ نماز امور دنیا میں شامل نہیں۔

[صفحہ:١٦٠' روایت:٤٠٦]

–كان يعجب نبي الله ﷺ من الدنيا ثلاثة أشياء:النساء و الطيب و الطعام ' فأصاب إثنتين ولم يصب واحدة'أصاب النساء والطيب ولم يُصِبِ الطَّعامَ .کا ترجمہ اس طرح لکھا:''نبی کریم ﷺ کو دنیا کی تین چیزیں پسند تھیں۔خوشبو' عورت اور کھانا۔اس میں دو یعنی خوشبو اور عورت پہلی روایت کے مطابق بیان ہوئی ہیں۔صرف ایک یعنی کھانا پہلی روایت کے مطابق نہیں۔[صفحہ:١٦١' روایت:٤٠٧]

–حُبُّكَ الشَّيئَ يُعْمِيُ وَيُصِمُّ کا ترجمہ لکھا:''کسی چیز کی محبت اندھا اور گونگا کر دیتی ہے۔''

[صفحہ:١٦١' روایت:٤٠٩]

–اَلْحَبِيْبُ لَا يُعَذِّبُ حَبِيْبُهُ کا ترجمہ لکھا:''کسی حبیب کے محبوب کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔''

[صفحہ:١٦٢' روایت:٤١٠]

–قال السيوطي:وقد عُدَّ الحَدِيثُ في الموضوعات کا ترجمہ لکھا ہے:''سیوطی نے اس حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔'' [صفحہ:١٦٢' روایت:٤١١]

–حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الإِيْمَانِ کا ترجمہ کر کے لکھتے ہیں:''شیخ البانی کہتے ہیں من گھڑت ہے۔''

[صفحہ:١٦٣' روایت:٤١٣]

—حُسْنُ الْعَهْدِ مِنَ الإِيْمَانِ کا ترجمہ لکھا: ''اچھا عہد ایمان کی علامت ہے۔''

[صفحہ:۱۶۴'روایت:۴۱۳]

—موضوعٌ کماقاله الصغاني وغيره کا ترجمہ کیا ہے: ''روایت بھی موضوع ہے جیسا کہ صغانی وغیرہ کا خیال ہے۔'' [صفحہ:۱۶۵'روایت:۴۱۶]

—حَبَّذَا الْمُتَخَلِّلُوْنَ مِنْ أُمَّتِي کا ترجمہ لکھنے کے بعد اپنی طرف سے متن میں یہ اضافہ کیا: اس کی سند میں واصل الرقاشی ضعیف ہیں۔ [صفحہ:۱۶۵'روایت:۴۱۷]

—أمَّا مبناهُ فوضعهٗ غيرظاهرٍ کا ترجمہ کیا ہے: ''بلحاظ الفاظ کے اس کا موضوع ہونا ظاہر ہے۔''

[صفحہ:۱۶۵'روایت:۴۱۷]

—اَلْحَجُوْنُ وَالْبَقِيْعُ يُؤْاخَذَانِ بِأَطْرَافِهِمَا وَيُنْثَرَانِ فِي الْجَنَّةِ کا ترجمہ لکھا ہے: '' حجون اور بقیع کے کونے پکڑ کر لے جایا جائے گا اور ان لوگوں کو جنت میں اٹھایا جائے گا۔''

[صفحہ:۱۶۶'روایت:۴۲۰]

—وَبَيَّضَ له الزَّيلعي في تخريجه کا معنیٰ لکھا ہے: ''زیلعی نے اپنی تاریخ میں اس کی سرخی قائم کی ہے۔'' [صفحہ:۱۶۶'روایت:۴۲۰]

— اسی صفحے پر اپنی طرف سے چار سطروں پر مشتمل ''فائدہ'' کا اِضافہ کیا ہے حالانکہ اُنہیں اس کا حق نہیں پہنچتا تھا۔ اگر اس فائدہ کا لکھنا ضروری تھا تو اُس کے لیے مناسب جگہ فٹ نوٹ ہے، نہ کہ کتاب کا متن۔

—وَسكتَ عنه السخاوي کا ترجمہ لکھا ہے: ''سیوطی نے اس پر سکوت اختیار کی ہے۔''

[صفحہ:۱۶۶'روایت:۴۲۰]

—حَذْفُ السَّلَامِ سُنَّةٌ کا ترجمہ لکھا: ''سلام حذف کرنا سنت ہے۔'' [صفحہ:۱۶۶'روایت:۴۲۱]

—والحَاكم وَصَحَّحَهٗ کا ترجمہ کیا ہے: ''حاکم نے اپنی صحیحین میں۔'' [صفحہ:۱۶۷'روایت:۴۲۱]

—ووقفه الترمذي کا ترجمہ کیا ہے: ''اور ترمذی نے اسے مرفوعاً نقل کیا ہے۔''

[صفحہ:۱۶۷'روایت:۴۲۱]

– صفحہ:۱۶۷، روایت:۴۲۲ کے تحت متن میں اپنی طرف سے پانچ سطروں کا اضافہ کیا ہے۔
– صفحہ:۱۶۷-۱۶۸، روایت:۴۲۳ کے تحت متن میں اپنی طرف سے اکیس سطروں کا اضافہ کیا۔
– صفحہ:۱۶۹، روایت:۴۲۷ کے تحت یہ اضافہ کیا:''ایک روایت میں الف عابد کے الفاظ ہیں۔''
–اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رِدَآءُ الرَّحْمٰنِ کا ترجمہ لکھنے کے بعد اپنی طرف سے لکھتے ہیں:''شوکانی کہتے ہیں مجھے یہ حدیث کہیں نہیں ملی۔'' [صفحہ:۱۷۰، بذیل روایت:۴۳۱]
–له طُرُقٌ كُلُّهَا وَاهِيَةٌ کا ترجمہ لکھا ہے:''اس کے تمام طریقے واہیات ہیں۔''
[صفحہ:۱۷۰، بذیل روایت:۴۳۲]
–سَبْعونَ رجلاً کا معنیٰ کیا ہے:''ساٹھ اشخاص۔'' [صفحہ:۱۷۰، بذیل روایت:۴۳۲]
–حِيْنَ تَقْلِيْ تَدْرِيْ کا معنیٰ کیا ہے:''جب تو ملے گا تو جان لے گا۔''
[صفحہ:۱۷۰، بذیل روایت:۴۳۳]
–وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا. [سورۃ الفرقان ۲۵:۴۲] کا ترجمہ کیا ہے:''عن قریب جب تم عذاب کو دیکھو گے تو یہ جان لو گے کہ کون راہ سے گمراہ تھا۔''
[صفحہ:۱۷۰، بذیل روایت:۴۳۳]
–خَازِنُ الْقُوْتِ مَمْقُوْتٌ. کا ترجمہ لکھا:''امانت دار خزانچی کو رزق دیا جاتا ہے۔''
[صفحہ:۱۷۱، روایت:۴۳۵]
–اَلْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ کا ترجمہ لکھا:''چھپا کر لینے والا ملعون ہے۔''[صفحہ:۱۷۱، روایت:۴۳۶]
–خَالِفُوا الْيَهُوْدَ فَلَا تُصَمِّمُوْا فَإِنَّ تَصْمِيْمَ الْعَمَائِمِ مِنْ زِيِّ الْيَهُوْدِ. کا ترجمہ لکھا:''یہودیوں کی مخالفت کرو عمامہ نہ باندھو۔ کیونکہ عمامہ باندھنا یہود کی عادت ہے۔''[صفحہ:۱۷۱، روایت:۴۳۷]
–خُذُوْا شَطْرَ دِيْنِكُمْ عَنِ الْحُمَيْرَآءَ کا ترجمہ لکھا:''اپنے دین کا آدھا حصہ حمیرا سے حاصل کرو۔''[صفحہ:۱۷۱، روایت:۴۳۷]
– حدیث:۴۳۸ کا ترجمہ کرنے کے بعد اپنی طرف سے یہ نوٹ بڑھا دی کہ:''ہر وہ حدیث ضعیف ہے جس میں حضرت عائشہ کو حمیری کہا گیا ہو۔''[صفحہ:۱۷۲، بذیل روایت:۴۳۸]

—وَبَيَّضَ لَهٗ صاحب مسند الفردوس کا ترجمہ لکھا ہے: ”اور صاحب مسند فردوس میں اس کی سرخی لگائی ہے۔“ [صفحہ: ۱۷۲، بذیل روایت: ۴۳۹]

— حدیث: ۴۴۲ کو لکھنے کے بعد اپنی طرف سے کسی تنبیہ کے بغیر کتاب کے متن میں یہ اضافہ کیا: ”تحقیق: یہ کلام ہے حدیث نہیں جیسا کہ نجم نے کہا ہے اور شبہ ہے کہ یہ کلام ابن ابی سلول منافق کا ہے۔“ [صفحہ: ۱۷۳]

—اَلْخُمُوْلُ نِعْمَةٌ وَّ كُلٌّ يَأْبَاهَا کا معنیٰ لکھا ہے: ”ہر اس چیز کو جسے برا سمجھے چھپانا نعمت ہے۔“ [صفحہ: ۱۷۳، روایت: ۴۴۳]

—خَيْرُ تِجَارَتِكُمُ الْبَزُّ، وَخَيْرُ صَنَاعَتِكُمُ الْخَرْزُ. کا معنیٰ کیا: ”تمہاری بہترین تجارت ریشم ہے اور تمہاری بہتر صنعت نگینہ ہے۔“ [صفحہ: ۱۷۳، روایت: ۴۴۷]

— فَإِنَّهٗ إِذَا عَجَّلَهٗ هَنَّأَهٗ. کا معنیٰ لکھا ہے: ”کیونکہ اسے جلدی کرنا چاہیے۔“ [صفحہ: ۱۷۴، روایت: ۴۴۹]

— صفحہ: ۱۷۴، بذیل حدیث: ۴۵۱، ابوزبیر ثقفی لکھا حالانکہ اصل کتاب میں ابوزہیر ثقفی رضی اللہ عنہ ہے۔

—اس کے بعد اپنی طرف سے یہ اضافہ بھی کیا: ”جس نام کے ساتھ عبد لگتا ہو مثلاً عبدالسلام وغیرہ۔“

— صفحہ: ۱۷۴، بذیل حدیث: ۴۵۲، اپنی طرف سے یہ عبارت بڑھا دی: ”فائدہ: یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبداللہ اور عبدالرحمٰن پسندیدہ نام ہیں۔ (بخاری وغیرہ)۔“

—لَا فِي الْحَالِ وَلَا فِي الْمَآلِ کا ترجمہ لکھا ہے: ”نہ حال میں اور نہ مال میں۔“ [صفحہ: ۱۷۵، روایت: ۴۵۴]

—خَيْرُ السُّوْدَانِ ثَلَاثَةٌ: کا معنیٰ لکھا: ”سوڈان کے بہترین آدمی ہیں۔“ [صفحہ: ۱۷۵، روایت: ۴۵۵]

—سَهْوُ قَلَمٍ إِمَّا من الناسِخِ أو من المصنف کا ترجمہ لکھا: ”کیونکہ یہ حدیث یا تو ناسخ کی ہے یا مصنف کی۔“

—والذي في ”المقاصد“ إنما هو: رواه الحاكم کا ترجمہ لکھا: ”اور حاکم نے بھی اسے مقاصد

میں ذکر کیا ہے۔'' [صفحہ:۱۷۵'روایت:۴۵۵]

– صفحہ:۱۷۶'بذیل حدیث:۴۵۷'اپنی طرف سے سات سطور پر مشتمل علامہ البانی کی تحقیق کو کتاب کے متن میں داخل کیا ہے۔

–وَمن هنا ورد الأمرُبالإسخارةِصلاةً و دعاءً کا ترجمہ لکھا:''یہیں سے نماز اور دعا کے ذریعہ استخارہ اور مشورہ سے بات بری ثابت ہوئی۔'' [صفحہ:۱۷۷'روایت:۴۶۰]

– صفحہ:۱۷۷'بذیل حدیث:۴۶۰'اپنی طرف سے دوسطروں کی تحقیق متن میں داخل کر دی ہے۔

–دَارِهِمْ مَادُمْتَ فِيْ دَارِهِمْ کا ترجمہ لکھا:''ان کا گھر اس وقت تک ہے جب تک یہ گھر میں ہیں۔'' [صفحہ:۱۷۸'روایت:۴۶۳]

–دَارِهَا تَعِشْ بِهَا کا ترجمہ لکھا:''اس کا گھر اس وقت تک ہے جب تک وہ اس میں رہے۔''

[صفحہ:۱۷۸'روایت:۴۶۴]

–دَاوِمِي قَرْعَ بَابِ الْجَنَّةِ کا ترجمہ لکھا ہے:''جنت کا دروازہ کھٹکھٹانے میں میری مدد کر۔''

[صفحہ:۱۷۹'روایت:۴۶۶]

–اَلدَّرَجَةُ الرَّفِيْعَةُ'فیما يُقالُ بعد الأذان من الدُّعاء کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:''بلند درجہ اس میں ہے۔تحقیق: کہ اذان کے بعد دعا کہی جائے۔'' [صفحہ:۱۷۹'روایت:۴۶۸]

– صفحہ:۱۷۹'بذیل حدیث:۴۶۸'اپنی طرف سے چار سطروں کی تحقیق متن کے اندر داخل کر دی ہے۔ پڑھنے والا یہ خیال کرے گا کہ یہ ملا علی قاری کی عبارت ہے جو اِس میں ایک خاص فرقہ کی تردید کر رہے ہیں!

– صفحہ:۱۸۰'بذیل حدیث:۴۶۹' آٹھ سطروں پر مشتمل اپنی تحقیق کو متن کے اندر داخل کر دیا ہے۔

–وَالْعَائِلَةُ وَلَوْبِنْتاً'وَالسَّائِلُ وَلَوْ كَيْفَ الطَّرِيْقُ ؟ کا معنیٰ لکھا ہے:''بھوکی چاہے لڑکی کیوں نہ ہو۔'' [صفحہ:۱۸۱'روایت:۴۷۴]

–اَلسُّؤَالُ ذُلٌّ وَلَوْ أَيْنَ الطَّرِيْقُ کا معنیٰ لکھا ہے:''سوال کرنا ذلت ہے چاہے مسافر کیوں نہ ہو۔'' [صفحہ:۱۸۱'روایت:۴۷۴]

–قَالَ مُخَرِّجُهٗ:لم أره کا معنیٰ لکھا: ’’اگرچہ مجھے اس کا مخرج معلوم نہیں۔‘‘

[صفحہ:۱۸۲‘روایت:۴۷۶]

–عَلٰی جَمَلٍ أَوْرَقَ کا ترجمہ لکھا: ’’ایک زرد اونٹ پر سوار دیکھا۔‘‘ [صفحہ:۱۸۳‘روایت:۴۷۷]

–بِسْمِ اللّٰہِ کا ترجمہ لکھا: ’’قسم ہے خدا کی۔‘‘ [صفحہ:۱۸۷‘روایت:۴۸۹]

–زَامِرُالْحَيِّ لَایَطْرِبُ کا ترجمہ لکھا: ’’زندہ بانسری بجانے والا خوش نہیں ہوتا۔‘‘

[صفحہ:۱۸۸‘روایت:۴۹۱]

– صفحہ:۱۹۱‘بذیل حدیث:۵۰۰‘اپنی طرف سے کتاب کے متن میں تین سطروں کا اضافہ کیا ہے۔

–سُفَهَآءُ مَكَّةَ حَشْوُ الْجَنَّةِ کا معنیٰ لکھا: ’’مکہ کے بے وقوف جنت کے پتے ہوں گے۔‘‘

[صفحہ:۱۹۳‘روایت:۵۰۶]

–وَبَيَّضَ لَهٗ وَلَدُهٗ في مسنده کا ترجمہ لکھا ہے: ’’اور ان کے لڑکے نے اپنے مسند میں اس کی سرخی بنائی ہے۔‘‘ [صفحہ:۱۹۴‘روایت:۵۱۰]

–سِيْرُوْا عَلٰى سَيْرِ أَضْعَفِكُمْ کا ترجمہ لکھا ہے: ’’اپنے کمزوروں کی سیرت پر چلو۔‘‘

[صفحہ:۱۹۶‘روایت:۵۱۹]

–أَمِّ النَّاسَ وَاقْتَدِ بِأَضْعَفِهِمْ کا ترجمہ لکھا ہے: ’’لوگوں کی امانت کرا اور ان کے کمزوروں کے ساتھ بیٹھ۔‘‘ [صفحہ:۱۹۶‘روایت:۵۲۰]

–سِيَاسَةُ النَّاسِ أَشَدُّ مِنْ سِيَاسَةِ الدَّوَآبِّ کا ترجمہ لکھا ہے: ’’لوگوں کی سیاست چوپاؤں کی سیاست سے زیادہ سخت ہے۔‘‘ [صفحہ:۱۹۶‘روایت:۵۲۱]

–والكُلُّ مستفادٌ مِنْ حَدِيْثٍ کا ترجمہ کیا ہے: ’’اور یہ کلیہ اس حدیث سے بھی مستفاد ہے۔‘‘

[صفحہ:۲۰۰‘روایت:۵۳۴]

– صفحہ:۲۰۳‘بذیل حدیث:۵۴۴‘یہ اضافہ کر کے کتاب کے متن میں داخل کر دیا ہے:

’’البانی نے اس کو موضوع قرار دیا ہے۔ المصنوعہ رقم (۳۴۰۹)۔‘‘

خیال رہے کہ المصنوعہ کے نام سے محقق البانی کی کوئی کتاب موجود نہیں۔

—اَلشُّهْرَةُ فِيْ قَصْرِالثِّيَابِ کا معنی لکھا: ''کپڑوں کے محل میں شہرت حاصل کرنا۔''

[صفحہ:۲۰۳' روایت:۵۴۵]

—لِأَنَّ قِصَرَالثِّيَابِ کا ترجمہ لکھا: ''کیوں کہ کپڑوں کا محل اسبابِ شہرت میں سے ہے۔''

[صفحہ:۲۰۳' روایت:۵۴۵]

—مع اِلتزامه بأنه لم يذكر فيه الموضوع کا ترجمہ لکھا: ''اور باوجود التزام کے انہوں نے اس کے موضوع ہونے کا ذکر نہیں کیا۔'' [صفحہ:۲۰۸' روایت:۵۶۴]

— صفحہ:۲۰۹ پر دو حدیثوں کا ترجمہ اور تحقیق لکھنے سے رہ گیا ہے' جو یہ ہیں:

—صَلَاةُ الْمُدِلِّ لَاتَصْعَدُ فَوْقَ رَأْسِهِ.

—صَلَاةُ النَّهَارِعَجْمَآءُ.

—هٰذَا كَذِبٌ مُّخْتَلَقٌ کا ترجمہ لکھا ہے: ''یہ جھوٹ ہے اور مختلف فیہ ہے۔''

[صفحہ:۲۱۰' روایت:۵۷۴]

—لَايُفْلِحُ مَنْ أَلِفَ أَفْخَاذَ النِّسَآءِ کا ترجمہ لکھا: ''وہ شخص کامیاب نہیں ہوسکتا جس نے عورتوں کی رانوں میں تصنیف وتالیف کی۔'' [صفحہ:۲۱۰' روایت:۵۷۴]

— صفحہ:۲۱۱ پر آخری سطر بغیر کسی تنبیہ کے اپنی طرف سے بڑھا دی ہے۔

—اَلزَّعِيْمُ غَارِمٌ کا ترجمہ لکھا ہے: ''کفایت کرنے والا تاوان بھی بھرتا ہے۔''

[صفحہ:۲۱۲' روایت:۵۸۲]

—الضِّيَافَةُ عَلٰى أَهْلِ الْوَبَرِ لَيْسَتْ عَلٰى أَهْلِ الْمَدَرِ کا ترجمہ اور تحقیق لکھنے سے رہ گیا ہے۔

[صفحہ:۲۱۳]

—أَنْتَقِمُ مِمَّنْ أُبْغِضُ بِمَنْ أُبْغِضُ ثُمَّ أُصَيِّرُ كُلًّا إِلَى النَّارِ کا ترجمہ لکھا: ''میں اس شخص سے انتقام لیتا ہوں جو بغض رکھنے والے سے بغض رکھتا ہو پھر دونوں کو دوزخ میں پہنچا دیتا ہوں۔''

[صفحہ:۲۱۶' روایت:۵۹۳]

—مَا انْتَقَمَ اللّٰهُ مِنْ قَوْمٍ إِلَّا بِشَرٍّ مِّنْهُمْ کا ترجمہ لکھا ہے: ''اللہ تعالیٰ کسی قوم سے انتقام نہیں لیتا

مگران کی شرارت کے باعث۔'' [صفحہ:۲۱۶،روایت:۵۹۴]

—ویُؤَیِّدُہٗ عموم قولہ تعالی کا ترجمہ لکھا ہے:''اس کی تائید خدا کا یہ عام کلیہ بھی کرتا ہے۔''
[صفحہ:۲۱۶،روایت:۵۹۴]

—اَلْعِزُّ مَقْسُوْمٌ کا معنیٰ کیا ہے:''عزت بری ہے۔'' [صفحہ:۲۲۰،روایت:۶۰۹]

— صفحہ:۲۲۰،روایت:۶۰۹ کے تحت متن میں اپنی طرف سے یہ اضافہ کیا ہے:''ابن غرس کہتے ہیں اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں۔''

—عَظِّمُوا مِقْدَارَكُمْ بِالتَّغَافُلِ کا ترجمہ لکھا ہے:''اپنی مقدار کو مقابلہ میں بڑا کرو۔''
[صفحہ:۲۲۱،روایت:۶۱۱]

— صفحہ:۲۲۱،روایت:۶۱۳ کے تحت متن میں اپنی طرف سے یہ اضافہ کیا ہے:''تحقیق:سخاوی نے اس کی سرخی قائم کی ہے مگر اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا مگر یہ حدیث نہیں ہے۔''

— صفحہ:۲۲۲،روایت:۶۱۶ کے تحت متن میں اپنی طرف سے یہ اضافہ کیا ہے:''تحقیق:ابن غرس کہتے ہیں۔''

—فِيْ بَيْتِهٖ يُؤْتَى الْحَكَمُ کا ترجمہ لکھا ہے:''جس کے گھر میں حکمت لائی جاتی ہے۔''
[صفحہ:۲۲۲،روایت:۶۱۶]

—موضوعٌ كما في الخلاصة کا ترجمہ لکھا ہے:''صغانی کہتے ہیں یہ موضوع ہے۔''
[صفحہ:۲۲۲،روایت:۶۱۷]

—وفي الذَّيل:رُوِيَ مسلسلاً عن الحسن عن حذَيفة کا ترجمہ لکھا ہے:''اور یہ بھی مسلسل حذیفہؓ سے روایت کیا گیا ہے۔''[صفحہ:۲۲۲،روایت:۶۱۸]

—عَلَى الْخَبِيْرِ سَقَطْتَّ کا ترجمہ لکھا ہے:''بھلائی پر ساقط کر دیا جاتا۔''[صفحہ:۲۲۳،روایت:۶۱۹]

— صفحہ:۲۲۳،روایت:۶۲۰ کے تحت متن میں اپنی طرف سے یہ اضافہ کیا ہے:''ابن طاہر کہتے ہیں ہم اس کی اصل سے واقف نہیں ہو سکے۔''

— صفحہ:۲۲۴،روایت:۶۲۲ کے تحت متن میں اپنی طرف سے یہ اضافہ کیا ہے:تحقیق:اس کو ابن

حبان نے ابن عمر سے مرفوعا روایت کیا ہے۔ابن جوزی کہتے ہیں یہ صحیح نہیں اس میں محمد اہل اکارت کوئی چیز نہیں اور اسی طرح اس کا شیخ بھی کچھ نہیں۔''

– صفحہ:۲۲۴'روایت:۶۲۳ کے تحت متن میں اپنی طرف سے یہ اضافہ کیا ہے:''تحقیق: مقاصد الحسنہ میں ہے کہ یہ عجم میں مشہور ہے۔''

–أورده الدارقطني في "الأفراد" عن ابن عباس رضي الله عنهما کا ترجمہ لکھا ہے:''اسی قسم کی روایتیں دار قطنی نے افراد میں ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔''[صفحہ:۲۲۶'روایت:۶۳۰]

– كما صَرَّحَ به في الشفا کا ترجمہ لکھا ہے:''جیسا کہ قاضی عیاض نے اس کی تشریح کی ہے۔''

[صفحہ:۲۳۰'روایت:۶۴۱]

– صفحہ:۲۳۰'روایت:۶۴۲ کے تحت متن میں اپنی طرف سے یہ اضافہ کیا ہے:''فائدہ: فضائل رجب کے بارے میں تمام روایات ضعیف ہیں۔اسی طرح رجب کی نمازوں کے بارے میں کوئی روایت صحیح نہیں۔''

–فِي آخِرِالزَّمَانِ يَنْتَقِلُ بَرْدُ الرُّوْمِ إِلَى الشَّامِ وَبَرْدُ الشَّامِ إِلَى مِصْرَ کا ترجمہ لکھا ہے:''اخیر زمانہ میں روم کی چادر شام اور شام کی چادر مصر جایا کرے گی۔''[صفحہ:۲۳۱'روایت:۶۴۷]

–فِي بَيْتِهِ يُؤْتَى الْحَكَمُ کا ترجمہ لکھا ہے:''اس کے گھر میں حکمتیں دی جاتی ہیں۔''

[صفحہ:۲۳۱'روایت:۶۴۸]

–قِصَّةٌ غَرِيبَةٌ کا ترجمہ لکھا ہے:''ایک عمدہ قصہ ہے۔''[صفحہ:۲۳۱'روایت:۶۴۸]

–فَامْشُوا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِّزْقِهِ کا ترجمہ لکھا ہے:''تاکہ تم اس کی راہ میں چلتے پھرتے رہو اور اللہ کی روزیاں کھاؤ پیو۔''[صفحہ۲۳۲'بذیل روایت:۶۴۹]

–وأسنده أبو نعيم في "المعرفة". وفي الباب عن علي رضي الله عنه کا ترجمہ لکھا ہے:''اور ابو نعیم نے اپنی معرفت میں اس کی سند بیان کی ہے اور کہا ہے اس مضمون کی روایت حضرت علیؓ سے بھی مروی ہے۔'' [صفحہ۲۳۳'روایت:۶۵۱]

–إنَّ أبابكر وعمر رضي الله عنهما كانا يُعِدَّانِ لهذا المقام مقالاً کا ترجمہ لکھا ہے:''ابوبکر

وعمر رضی اللہ عنہما اس مقام کے لیے تیار کئے گئے تھے۔'' [صفحہ۲۳۴' روایت:۶۵۵]

–وَأَنْتُمْ إِلٰى إِمَامٍ فَعَّالٍ أَحْوَجُ مِنْكُمْ إِلٰى إِمَامٍ قَوَّالٍ کا ترجمہ لکھا ہے: ''اور تم ایک امام کی طرف تھے۔ پھر فرمایا میں تم میں سے بولنے والے امام کو نکالتا ہوں۔'' [صفحہ۲۳۴' روایت:۶۵۵]

– إنّهالم تُعرَف في كتب الحديث کا ترجمہ لکھا ہے: ''یہ روایت کتب فقہ میں تو ضرور پائی جاتی ہے لیکن کتب حدیث میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔'' [صفحہ۲۳۴' روایت:۶۵۵]

– قال ابن تيمية:هو موضوعٌ'وفي "الذيل"هو كماقال کا ترجمہ کیا ہے: ''ابن تیمیہ کہتے ہیں یہ موضوع ہے۔ ذیل میں ہے کہ جو ابن تیمیہ کا قول ہے وہی میرا قول ہے۔''

[صفحہ۲۳۵' روایت:۶۵۶]

–كَأَنَّكَ بِالدُّنيَا وَلَمْ تَكُنْ'وَبِالآخِرَةِ وَلَمْ تَزَلْ کا ترجمہ لکھا ہے: ''گویا کہ تو دنیا میں ہے حالانکہ تو نہیں ہے اور آخرت میں تجھے زوال نہ ہوگا۔'' [صفحہ۲۳۸' روایت:۶۶۲]

–هو كلامٌ يُقالُ لمن يتساهلُ کا ترجمہ لکھا ہے: ''تحقیق: تمیز میں ہے کہ یہ کلام ہے اور اس کے لیے بولا جاتا ہے جو صاحب اہل ہوتا ہے۔'' [صفحہ۲۳۸' روایت:۶۶۳]

– لكن الزيادةهي قولهم:"وهوالآن على ماعليه كان"......ويشبه أن يكون من مفتريات الوجودية کا ترجمہ لکھا ہے: ''لیکن یہ زیادت لوگوں کا قول ہے۔ اور یہ جملہ آج تک ویسے ہی بولا جاتا ہے جیسے تھا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو عینیت کے قائل ہیں کہ انہوں نے وجود کے لیے اسے کھڑا ہو۔'' [صفحہ:۲۳۸' روایت:۶۶۴]

– لٰكِن ينبغي أن تكون الرواية:يؤخَذُ من قوله ويودع أوتأخذ وتدع کا معنیٰ لکھا ہے: ''لیکن روایت اسی لائق ہوتی ہے کہ لی بھی جائے اور چھوڑی بھی جائے یا ہم روایت لیتے بھی ہیں اور چھوڑتے بھی ہیں۔'' [صفحہ:۲۴۲' روایت:۶۷۵]

–كُلُّ الأعمَالِ فِيهَاالمَقبُولُ وَالمَرْدُودُ إِلَّاالصَّلَاةَ عَلَيَّ کا معنیٰ لکھا ہے: ''تمام اعمال مقبول بھی ہوتے ہیں اور مردود بھی سوائے نبی کریم ﷺ پر درود کے۔'' [صفحہ:۲۴۲' روایت:۶۷۶]

–إِلَّاالَّذِي بَعْدَهُ شَرٌّمِنْهُ کا ترجمہ کیا ہے: ''کہ اس کے بعد اس کے زیادہ شرارت ہوگی۔''

[صفحہ:۲۴۴' روایت:۶۸۱]

–و "تَمَاتُ": لُغَةٌ في "تَمُوتُ" وبهما قُرِئَ في السَّبعةِ کا معنی کیا ہے: ''تمات لغت میں تموت کے معنی میں آتا ہے۔ سبعہ میں دونوں طریقہ پر پڑھا جاتا ہے۔'' [صفحہ: ۲۴۴، روایت: ٦٨٣]

–وَلَا أَعْنِي أَمِيراً خَيراً مِّنْ أَمِيرٍ، وَلَا عَاماً خَيراً مِّنْ عَامٍ کا معنی کیا ہے: ''میں کسی کام میں سے بھی کسی بھلے کام کی امید نہیں رکھتا اور نہ اس بات کی کہ ایک سال دوسرے سے بہتر ہو۔''

[صفحہ: ۲۴۵، روایت: ٦٨٦]

–اور ایک روایت میں ہے: وَمَا ذٰلِكَ بِكَثْرَةِ الْأَمْطَارِ وَقِلَّتِهَا وَلٰكِنْ بِذِهَابِ الْعُلَمَاءِ کا معنی کیا ہے: ''اور ایک روایت میں ہے: بارشوں کی کثرت وقلت کیا ہے۔'' [صفحہ: ۲۴۵، روایت: ٦٨٦]

– صفحہ: ۲۴۸، روایت: ٦٩٧ کے تحت متن میں اپنی طرف سے تحقیق کے عنوان سے دو سطروں کا اضافہ کیا ہے۔

–فَعَرَّفْتُهُمْ بِي فَعَرَّفُونِي کا ترجمہ لکھا ہے: ''اور میں نے ان کو اپنی وجہ جانا اور انہوں نے مجھے پہچانا۔'' [صفحہ: ۲۴۸، روایت: ٦٩٨]

–كُنْ ذَنَباً وَلَا تَكُنْ رَأْساً کا ترجمہ لکھا ہے: ''ذم ہو جا، لیکن سر نہ ہو۔'' [صفحہ: ۲۴۸، روایت: ٦٩٩]

–لُبْسُ الْخِرْقَةِ الصُّوفِيَّةِ کا ترجمہ لکھا ہے: ''صوفیا کا خرقہ پہنو۔'' [صفحہ: ۲۵۰، روایت: ۷۰۱]

–ثُمَّ مِنَ الْكَذِبِ الْمُفْتَرَى کا ترجمہ لکھا ہے: ''پھر عسقلانی کہتے ہیں کہ ان تہمت لگانے والوں کے جھوٹ میں یہ بات بھی موجود ہے۔'' [صفحہ: ۲۵۰، روایت: ۷۰۱]

– صفحہ: ۲۵۰، بذیل روایت: ۷۰۱، اس عبارت کو اپنی طرف سے بڑھا دیا: ''حسن بصری آئمہ حدیث میں شمار ہوتے ہیں۔''

–بل سبقه إليه جماعةٌ کا ترجمہ لکھا ہے: ''بلکہ ایک جماعت نے اس پر عمل کیا ہے۔''

[صفحہ: ۲۵۰، روایت: ۷۰۱]

–إذ وَرَدَ لبسهم لها مع الصحبة المتصلة إلى كُميل بن زياد وهو صحب عليًّا كرم الله وجهه اتفاقاً کا ترجمہ لکھا ہے: ''کیوں کہ انہیں جو صحبت متصلہ سے حصہ ملا ہے۔ کمیل بن زیاد کے واسطے سے اور وہ حضرت علی کے ساتھ رہے۔'' [صفحہ: ۲۵۰، روایت: ۷۰۱]

— لِدُوا لِلْمَوْتِ وَابْنُوا لِلْخَرَابِ کا ترجمہ لکھا ہے: ''موت کے قریب ہو اور خراب کو بناؤ۔''
[صفحہ: ۲۵۱، روایت: ۷۰۲]

— لِسَانُ أَهْلِ الْجَنَّةِ: اَلْعَرَبِيَّةُ وَالْفَارِسِيَّةُ الدَّرِيَّةُ کا ترجمہ لکھا: ''اہل جنت کی زبان عربی اور عمدہ فارسی ہوگی۔'' [صفحہ: ۲۵۱، روایت: ۷۰۴]

— وَلِسَانُ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ کا ترجمہ کیا ہے: ''اور اہل جنت کی زبان پر بھی عربی ہوگی۔''
[صفحہ: ۲۵۲، روایت: ۷۰۶]

— وقد اعتَنَى بضبطه المولى ابن كمال پاشا في حاشيته على التلويح کا معنی لکھا ہے:
''مولیٰ بن کمال پاشا نے حاشیۃ التلویح میں لکھ کر اس سے اعتنا کیا ہے۔''
[صفحہ: ۲۵۲، روایت: ۷۰۶]

— لَسَعَتْ حَيَّةُ الْهَوَىٰ كَبِدِي کا معنی لکھا ہے: ''خواہشات کے سانپ نے میرا جگر ڈس لیا۔''
[صفحہ: ۲۵۲، روایت: ۷۰۷]

— قَدْ لَسَعَتْ کا ترجمہ لکھا: ''مجھے ڈس لیا گیا ہے۔'' [صفحہ: ۲۵۲، روایت: ۷۰۷]

— يَتْبَعُ حَمَامَةً کا ترجمہ لکھا: ''جو اپنے کبوتر پر نگاہ لگائے ہوئے تھا۔'' [صفحہ: ۲۵۳، روایت: ۷۱۰]

— شَيْطَانٌ يَتْبَعُ شَيْطَانَةً کا ترجمہ لکھا ہے: ''یہ ایک شیطان ہے جو شیطانہ کبوتری پر نگاہ لگائے ہوئے ہے۔'' [صفحہ: ۲۵۳، روایت: ۷۱۰]

— لَعَنَ اللّٰهُ الْفُرُوجَ عَلَى السُّرُوجِ کا ترجمہ کیا: ''اللہ تعالیٰ ان فروج پر لعنت کرتا ہے جو چراغوں پر ہوں۔'' [صفحہ: ۲۵۵، روایت: ۷۱۵]

— لِكُلِّ بَلْوَىٰ عَوْنٌ کا ترجمہ لکھا: ''ہر بولے کے لیے ایک مددگار ہے۔''
[صفحہ: ۲۵۵، روایت: ۷۱۸]

— لِكُلِّ زَمَانٍ دَوْلَةٌ وَرِجَالٌ کا معنیٰ کیا ہے: ''ہر زمانے کے لیے دولت اور آدمی ہوتے ہیں۔''
[صفحہ: ۲۵۶، روایت: ۷۲۱]

— وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ [سورۃ آل عمران ۳: ۱۴۰] کا معنیٰ لکھا ہے: ''ہم دنوں کو لوگوں

کے درمیان بدلتے رہتے ہیں۔'' [صفحہ:۲۵۶'روایت:۷۲۱]

—فَیَوْمٌ عَلَیْنَا وَ یَوْمٌ لَّنَا وَیَوْمٌ نُسَاءُ وَیَوْمٌ نُسَر

کا ترجمہ لکھا ہے:''ایک روز ہم پر ہوتا ہے۔ایک ہمارے لیے اور ایک روز عورتوں کا ہوتا اور ایک روز گدھوں کا۔'' [صفحہ:۲۵۶'روایت:۷۲۱]

—لِکُلِّ سَاقِطَةٍ لَاقِطَةٌ کا ترجمہ لکھا:''ہر گرنے والی چیز کے لیے پکڑنے والا ہوتا ہے۔''

[صفحہ:۲۵۶'روایت:۷۲۳]

—مِنْ کَلَامِ الْأَعْلَامِ کا ترجمہ لکھا ہے:''علماء کا کلام ہے۔'' [صفحہ:۲۵۶'روایت:۷۲۵]

—اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا . [سورۃ الکہف ۱۸:۳۰] کا ترجمہ لکھا:

''اللہ تعالیٰ اچھے عمل کرنے والے کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا۔'' [صفحہ:۲۵۷'روایت:۷۲۶]

—وَهُوَ غَرِیْبٌ منهُ کا ترجمہ لکھا:''اور یہ دوسری اس سے بھی زیادہ غریب ہے۔''

[صفحہ:۲۵۷'روایت:۷۲۹]

—تَابَعَ فِي ذٰلِكَ الزَّرْکَشِيُّ ابْنَ تَیْمِیَّةَ کا ترجمہ لکھا ہے:''اس بات میں زرکشی کی متابعت ابن تیمیہؒ نے بھی فرمائی ہے۔'' [صفحہ:۲۵۸'روایت:۷۳۲]

—فَلَمْ یَطُلْ شَارِبُهُ'وَنَحْنُ نَقُصُّ شَوارِبَنَا اقتداءً به کا ترجمہ لکھا: ''اس نے پینے والے کا کوئی قصہ بیان نہیں کیا لیکن ہم اپنے پینے والوں کا اقتداء قصہ بیان کرتے ہیں۔''

[صفحہ:۲۵۹'روایت:۷۳۴]

—مَنْ بَلَغَهُ شَیْئٌ عَنِ اللّٰهِ فِیْهِ فَضِیْلَةٌ کا معنیٰ کیا ہے:''اگر کسی پتھر کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے اسے کوئی فضیلت معلوم ہوئی ہو۔'' [صفحہ:۲۶۰'روایت:۷۳۸]

—وَإِنْ لَّمْ یَکُنْ کَذٰلِكَ کا معنیٰ لکھا ہے:''ورنہ ایسا نہیں ہے۔'' [صفحہ:۲۶۰'روایت:۷۳۸]

—لَوْ صَدَقَ السَّائِلُ مَا أَفْلَحَ مَنْ رَدَّهٗ کا معنیٰ لکھا:''اگر سائل سچ بولے تو کبھی اپنے سوال میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔'' [صفحہ:۲۶۱'روایت:۷۴۱]

—هٰذَا لا أدري ما هو؟ وقد وُلِدَ لِنُوْح علیہ السلام مَنْ لَّیْسَ بِنَبِيٍّ کا معنیٰ لکھا ہے:''میں یہ بات نہیں جانتا کہ سیدنا نوح علیہ السلام کے گھر نبی پیدا ہوا ہو۔'' [صفحہ:۲۶۲'روایت:۷۴۳]

–لَعتَقتُ أَخوَالَهُ مِنَ القِبطِ‘وَمَا استُرِقَّ قِبطِيٌّ کا معنیٰ لکھا ہے:’’میں ان کے قبطی ماموں کو آزاد کرتا ہوں۔‘‘ [صفحہ:۲۶۲‘روایت:۷۴۴]

–فإنَّ ولده مِن صُلبه يقتضي أن يكونَ لُبَّ قلبه کا ترجمہ لکھا:’’کیونکہ یہ اس بات کو مقتضی ہے کہ آپ کی اولاد کو بھی وہی قلب حاصل ہو۔‘‘[صفحہ:۲۶۳‘روایت:۷۴۴]

–ذُرِّيَّةً تُوَحِّدُاللّٰهَ‘وَلٰكِنَّهٗ عَلِمَ أنْ لَّاخَيرَفِيهِم فَأَجَبَّهُم کا ترجمہ لکھا ہے:’’اگر اللہ یہ جانتا کہ خصیوں میں کوئی بھلائی ہے تو ان کی پشت سے ذریت پیدا تعالیٰ جانتا تھا۔‘‘

[صفحہ:۲۶۴‘روایت:۷۴۷]

–أربعةٌلَايَعبَأُاللّٰهُ بِهِم يَومَ القِيٰمَةِ:زُهدُ خَصِيٍّ‘وَتَقوَى جُندِيٍّ‘وَأَمَانَةُ امرَأَةٍ‘وَعِبَادَةُ صَبِيٍّ کا ترجمہ لکھا:’’چار آدمیوں کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پرواہ نہ کرے گا:خصی کا زہد‘سپاہی کا تقویٰ‘ عورت کی امانت اور بچے کی عبادت۔‘‘[صفحہ:۲۶۴‘روایت:۷۴۸]

–سَيِّدُ طَعَامِ الدُّنيَا:اَللَّحمُ ثُمَّ الأَرُزُّ کا ترجمہ لکھا ہے:’’تمام کھانوں کا سردار گوشت پھر چاول ہیں۔‘‘ [صفحہ:۲۶۵‘روایت:۷۵۲]

–وَإِنَّمَا هُوَاختلاقُ بعضِ الكذَّابِينَ کا ترجمہ لکھا ہے:’’اور یہ بعض کذابین کے اختلاف کی بنا پر ہے۔‘‘[صفحہ:۲۶۵‘روایت:۷۵۳]

–أَتَانِي جِبرِيلُ فَقَالَ:يَامُحَمَّدُ!لَولَاكَ مَاخُلِقَتِ الجَنَّةُ‘وَلَولَاكَ مَا خُلِقَتِ النَّارُ کا ترجمہ لکھا ہے:’’نبی ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبریل آیا اور کہا اے محمد ﷺ آپ نہ ہوتے تو نہ میں جنت پیدا کرتا نہ دوزخ۔‘‘ [صفحہ:۲۶۶‘روایت:۷۵۵]

–لَولَاكَ مَاخُلِقَتِ الدُّنيَا کا ترجمہ لکھا ہے:’’میں دنیا پیدا نہ کرتا۔‘‘[صفحہ:۲۶۶‘روایت:۷۵۵]

–لَومُنِعَ النَّاسُ عَنْ فَتِّ البَعرِلَفَتُّوهُ‘وَقَالُوا:مَانُهِينَا عَنهُ إِلَّاوَفِيهِ شَيئٌ کا ترجمہ لکھا ہے:
’’اگر لوگوں کو مینگنی مارنے سے منع کیا جاتا تو وہ ضرور مارتے۔صحابہ کہتے ہیں ہمیں کسی چیز سے منع نہیں کیا گیا مگر اس میں کچھ نہ کچھ عیب ضرور تھا۔‘‘ [صفحہ:۲۶۶‘روایت:۷۵۶]

–لَمْ أجِدهُ کا معنیٰ لکھا ہے:’’اس کا کہیں وجود نہیں۔‘‘[صفحہ:۲۶۶‘روایت:۷۵۶]

—لَوْيَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْحُلْبَةِ کا ترجمہ لکھا ہے: ''اگر لوگ یہ جان لیں کہ عادات میں کیا خوبیاں ہیں تو۔'' [صفحہ: ۲۶۷'روایت: ۷۵۸]

— صفحہ: ۲۶۷' بذیل روایت: ۷۵۸، اس عبارت کو اپنی طرف سے بڑھا دیا: ''ابن جوزی کہتے ہیں اس میں حسین بن علوان کذاب ہے۔''

— صفحہ: ۲۶۸' بذیل روایت: ۷۶۳، اس عبارت کو اپنی طرف سے بڑھا دیا: ''نوٹ: کیوں کہ اس کی متعدد سندیں ہیں۔ اسی طرح کی ایک روایت ابن عیینہ سے مروی ہے کہ تین آدمیوں کی غیبت کرنا غیبت میں شمار نہیں ہوتا۔ نمبر ایک: جابر حکمران نمبر۲: علانیہ فسق و فجور کرنے والا نمبر۳ وہ بدعتی جو لوگوں کو اپنی بدعت کی طرف بلائے۔ اسی طرح زید بن اسلم کہتے ہیں کہ جو اعلانیہ معاصی کا ارتکاب کرے اس کی غیبت، غیبت نہیں۔''

—إِنَّمَا الْمُسْتَرِيحُ مَنْ غُفِرَ لَهُ کا ترجمہ لکھا ہے: ''فائدہ میں وہ ہے جس کی مغفرت کردی جائے۔'' [صفحہ: ۲۶۸'روایت: ۷۶۳]

—وذٰلِكَ لأنه لايَخلو العاقل مِن أن يَّهتَمَّ لآخرته أولِدنياهُ' والشَّحم لاينعقدُ مع الهَمِّ' وإذا خلا منهما صار في حد البهائم کا ترجمہ یہ لکھا: ''یہ اس بنا پر ہے کہ عاقل دنیا وآخرت کی تہمت سے بری نہیں ہوتا اور موٹا کسی کوشش میں مشغول نہیں ہوتا اور جب وہ دین و دنیا دونوں کی کوششوں سے خالی ہوا تو چوپایوں کی حد میں داخل ہو گیا۔'' [صفحہ: ۲۷۰'روایت: ۷۶۸]

—لَسْتَ غَيْرَ مُرائِي کا ترجمہ لکھا: ''دیکھے نہیں جاتے۔'' [صفحہ: ۲۷۰'روایت: ۷۶۸]

—فَقُلْتُ کا ترجمہ لکھا: ''تو اس نے کہا کہ۔'' [صفحہ: ۲۷۰'روایت: ۷۶۸]

—مَا أَنْصَفَ الْقَارِيُّ الْمُصَلِّيَ کا ترجمہ لکھا: ''نماز پڑھنے والے قاری نے کتنا انصاف کیا۔''

[صفحہ: ۲۷۱'روایت: ۷۷۰]

—مَااتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلِيٍّ جَاهِلٍ وَلَواتَّخذَهُ لَعَلَّمَهُ کا ترجمہ لکھا: ''تحقیق: پھر اسے دوست بناتا ہے۔ اور جب اسے دوست بنا لیتا ہے۔ تو تعلیم دیتا ہے۔'' [صفحہ: ۲۷۱'روایت: ۷۷۳]

—مَااسْتَرْذَلَ اللّٰهُ عَبْداً إِلَّا حَظَرَعَلَيْهِ الْعِلْمَ وَالْأَدَبَ کا ترجمہ لکھا: ''جب کوئی بندہ بندے کو

ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اس پر علم وادب کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔'' [صفحہ:۲۷۲، روایت:۷۷۴]
—مَا بَعُدَ طَرِيقٌ أَدَّى إِلَى صَدِيقٍ کا ترجمہ لکھا: ''جو راستہ دوست کی طرف لے جاتا ہے۔ وہ کتنا دور ہے۔'' [صفحہ:۲۷۳، روایت:۷۷۹]
—وَفِي مَعْنَاهُ کا ترجمہ لکھا ہے: ''اور اس کا معنیٰ یہ ہے۔'' [صفحہ:۲۷۳، روایت:۷۷۹]
—مَا تَبْعُدُ مِصْرَ عَنْ حَبِيبٍ کا ترجمہ لکھا: ''دوست تک پہنچنے کی راہ کتنی بعید ہے۔''
[صفحہ:۲۷۴، روایت:۷۷۹]
— صفحہ:۲۷۳، بذیل روایت:۷۷۹، اس غلط عبارت کو اپنی طرف سے بڑھا دیا: ''تحقیق: حافظ ابن حجر عسقلانی اللائی میں کہتے ہیں میں اس کو نہیں پہچانتا نہ ہی اس کی کوئی ضعیف سند ہے۔''
—وَفِي استدلاله بالقرآن بحثٌ ظاهرٌ کا ترجمہ لکھا: ''اور قرآن سے یہ استدلال کرنا بحیثیت الفاظ ہے۔'' [صفحہ:۲۷۵، روایت:۷۸۴]
—مَا تَعَاظَمَ عَلَيَّ أَحَدٌ مَرَّتَيْنِ کا ترجمہ لکھا: ''کسی پر دو مرتبہ آنا کتنا بڑا ظلم ہے۔''
[صفحہ:۲۷۵، روایت:۷۸۴]
—مَاتَاهَ عَلَيَّ أَحَدٌ قَطُّ مَرَّتَين...... لأنه إذا تَاهَ عَلَيَّ مَرَّةً لم أَعُد عليه کا ترجمہ لکھا: ''میں کسی کے پاس دو بار نہیں جاتا...... جب میں کسی کے پاس ایک بار آ جاتا ہوں تو اس کے پاس دوبارہ نہیں جاتا۔'' [صفحہ:۲۷۵، روایت:۷۸۴]
—جُعِلَ الْخَيْرُ كُلُّهُ فِي الرَّبْعَةِ کا ترجمہ کیا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے تمام بھلائی ربعہ یعنی میانہ قد میں رکھی ہے۔'' [صفحہ:۲۷۶، روایت:۷۹۰]
— صفحہ:۲۷۶، بذیل روایت:۷۹۰، اس عبارت کو اپنی طرف سے بڑھا دیا: ''اس کی صحیح شاہد وہ حدیث ہے خیر الامور اوسطھا کہ تمہارے بہتر کام وہ ہیں جن میں میانہ روی ہو مگر بات یہ ہے کہ اس میں ان امور بیان ہے جو آدمی کے اختیار میں ہوں۔''
—مَاضَاقَ مَجْلِسٌ بِمُتَحَابِّيْنَ کا ترجمہ لکھا: ''محبت کرنے والوں کے ساتھ مجلس نے مزا نہیں اٹھایا۔'' [صفحہ:۲۷۷، روایت:۷۹۴]

—مَاعَاقَبْتَ مَنْ عَصَى اللّٰهُ فِيكَ بِمِثْلِ أَنْ تُطِيعَ اللّٰهَ فِيهِ کا ترجمہ کیا: ''جس نے اللہ کی تیرے بارے میں نافرمانی کی میں نے اسے اتنی سزا نہیں دی جتنا اللہ کی اطاعت میں اسے اجر دیا۔''

[صفحہ:۲۷۷' روایت:۷۹۵]

—مَاعُبِدَ اللّٰهُ بِشَيْءٍ أَعْظَمَ مِنْ جَبْرِالْقُلُوْبِ کا ترجمہ لکھا: ''دلوں کے جوڑنے سے زیادہ کوئی چیز اللہ کے نزدیک بڑی نہیں۔'' [صفحہ:۲۷۷' روایت:۷۹۶]

—مَاعَدَلَ مَنْ وَلّٰى وَلَدَهٗ کا ترجمہ لکھا: ''کسی ولی نے اپنے بیٹے کو معزول نہیں کیا۔''

[صفحہ:۲۷۷' روایت:۷۹۷]

—مَاعَزَّتِ النِّيَّةُفِي الْحَدِيْثِ إِلَّا لِشَرَفِهٖ .کا ترجمہ لکھا: ''حدیث کی نیت نے جتنی عزت کی۔ خدا تعالیٰ نے اسے شرف بخشا۔'' [صفحہ:۲۷۷' روایت:۷۹۸]

—مَاكُلُّ مَرَّةٍ تَسْلَمُ الْجَرَّةَ کا ترجمہ لکھا: ''ہر بار مٹکا سالم رہتا ہے۔'' [صفحہ:۲۷۹' روایت:۸۰۴]

—إِلَّاامْتَلَأَتْ مِنْهَاعَبْرَةً کا ترجمہ لکھا: ''تو وہ عبرت سے بھر جاتا ہے۔'' [صفحہ:۲۷۹' روایت:۸۰۵]

—لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا کا ترجمہ لکھا: ''ہم تجھے اس کی خبر دیں گے۔'' [صفحہ:۲۸۰' روایت:۸۰۸]

—مَا وَسِعَنِي أَرْضِيْ وَلَا سَمَائِيْ وَلٰكِنْ وَسِعَنِيْ قَلْبُ عَبْدِي الْمُؤْمِنُ کا ترجمہ لکھا:

''مجھے میری زمین اور آسمان نے وسعت نہیں دی لیکن مؤمن بندے کے دل نے مجھے وسعت دی ہے۔'' [صفحہ:۲۸۰' روایت:۸۱۰]

—وَضَعَهُ الْمَلَاحِدَةُ کا ترجمہ لکھا ہے: اس حدیث کو کفار نے وضع کیا ہے۔

[صفحہ:۲۸۱' روایت:۸۱۰]

—إِنَّ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ ضَعُفْنَ عَنْ أَنْ يَسَعْنَيْ' وَوَسِعَنِيْ قَلْبُ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ الْوَادِعِ اللَّيِّنِ کا ترجمہ لکھا: ''آسمان و زمین مجھے وسعت دینے میں عاجز آ گئے۔ مجھے مامن بندے کے دل نے وسعت دے دی۔'' [صفحہ:۲۸۱' روایت:۸۱۱]

—ذَكَرَهٗ فِي النِّهَايَةِ مِنْ غَيْرِعَزْوٍ کا ترجمہ لکھا: ''علم نجوم کے لحاظ سے مجرہ ایک منطقہ کا نام ہے۔ یہ نہایہ میں مذکور ہے۔'' [صفحہ:۲۸۲' روایت:۸۱۳]

–مَحَبَّةُ الآبَاءِ صِلَةٌ فِي الأَبْنَاءِ کا معنیٰ لکھا: ''آباء کی محبت بیٹیوں کے لیے صلہ رحمی ہے۔''

[صفحہ: ۲۸۲، روایت: ۸۱۵]

–صفحہ: ۲۸۳، بذیل روایت: ۸۲۱، اس عبارت کو اپنی طرف سے بڑھا دیا: ''تمییز میں ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے۔''

–مَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ کا ترجمہ کیا: ''جہاں عمل پہنچ سکتا ہے۔ وہاں نسب نہیں پہنچ سکتا۔'' [صفحہ: ۲۸۳، روایت: ۸۲۱]

–وقد ضُبِطَ حديثُ: لَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ بفتح الجيم وفي روايةٍ بكسرها کا ترجمہ لکھا: ''اور یہ حدیث ہے کہ: لَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ''کوشش کرنے والے کی کوشش تجھے نفع نہیں پہنچا سکتی۔'' [صفحہ: ۲۸۳، روایت: ۸۲۳]

–لا أعرفه مرفوعاً کا معنیٰ لکھا ہے: ''لیکن میں کسی کو مرفوع نہیں پاتا۔''

[صفحہ: ۲۸۷، روایت: ۸۳۴]

–مِصْرُ كِنَانَةُ اللّٰهِ فِي أَرْضِهِ کا ترجمہ لکھا: ''مصر اللہ کی زمین میں اس کا تاثر کا ترکش ہے۔''

[صفحہ: ۲۸۷، روایت: ۸۳۵]

–فَاسْتَوْصُوا بِأَهْلِهَا خَيْراً فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَّرَحِمًا کا ترجمہ لکھا: ''تم اس کے باشندوں کو بھلائی کی وصیت کرو کیونکہ ان کے لیے ذمہ اور صلہ رحمی کا تعلق ہے۔'' [صفحہ: ۲۸۷، روایت: ۸۳۶]

–الرَّحِمُ باعتبار هاجر، والذمة باعتبار إبراهيم أي: ابن النبي ﷺ کا ترجمہ لکھا: ''رحم کا تعلق باعتبار فتح اور ذمہ داری کا تعلق ابراہیم کا ان کی اولاد سے ہونے کے باعث۔''

[صفحہ: ۲۸۸، روایت: ۸۳۶]

–إِذَا فُتِحَتْ مِصْرُ فَاسْتَوْصُوا بِالْقِبْطِ خَيْراً فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً کا ترجمہ لکھا: ''جب تم مصر فتح کرو تو قبطیوں کو بھلائی کی وصیت کرو کیونکہ ان کے لیے ذمہ ہے۔'' [صفحہ: ۲۸۸، روایت: ۸۳۷]

–أهلُ مصرَ الجُندُ الضِّعافُ، ما كادَهُم أحدٌ إلَّا كفاهُمُ اللّٰهُ مؤونتَهُ کا ترجمہ لکھا: ''اہل مصر کمزور لشکر ہے قریب ہے کہ کوئی ان کا ارادہ کرے۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے گا۔''

[صفحہ: ۲۸۸، روایت: ۸۳۷]

—إِذَا كُنتَ فِيْ نِعْمَةٍ فَارْعَهَا کا ترجمہ لکھا: ''جب تو کسی نعمت میں ہو تو اس سے ڈرتا رہ۔''

[صفحہ:۲۸۹' روایت:۸۳۹]

—اِنَّ اللّٰہَ لَایُغَیِّرُمَابِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ [سورۃ الرعد۱۳:۱۱] کا ترجمہ لکھا:
''اللہ تعالیٰ کسی قوم کو تبدیل نہیں فرماتا۔ جب تک وہ اپنے آپ کو تبدیل نہ کرلیں۔''

[صفحہ:۲۸۹' روایت:۸۳۹]

— صفحہ:۲۸۹' روایت:۸۳۹ کے تحت اپنی طرف سے یہ اضافہ کیا ہے: ''تحقیق: امام غزالی نے اس کو احیاء العلوم میں بیان کیا ہے۔''

—وَالْحِمْيَةُ أَصْلُ الدَّوَآءِ' وَعَوِّدُوْا كُلَّ جَسَدٍ بِمَا اعْتَادَ کا ترجمہ لکھا: ''اور پرہیز اس کا علاج ہے اور ہر بدن کو اتنا تیار کرو' جتنا تیار کر سکو۔'' [صفحہ:۲۸۹' روایت:۸۴۱]

—أجمعَتِ الأطباءُ على أنَّ رأسَ الطِّبِّ الْحِمْيَةُ کا ترجمہ لکھا ہے: ''اطباء اسی امر پر متفق ہیں کہ اصل طب بخار ہے۔'' [صفحہ:۲۹۰' روایت:۸۴۲]

—الأَزْمُ دَوَآءٌ ' وَالْمَعِدَةُ بَيْتُ الدَّآءِ ' وَعَوِّدُوْا بَدَنًا مَااعْتَادَ کا ترجمہ لکھا ہے: ''بخار اتر نا دوا ہے اور معدہ بیماری کا گھر ہے۔ اپنے بدنوں کو وہاں تک تیار کرو جہاں تک تیار ہو سکیں۔''

[صفحہ:۲۹۰' روایت:۸۴۳]

— صفحہ:۲۹۱' روایت:۸۴۶ کے تحت اپنی طرف سے یہ اضافہ کیا ہے: ''تحقیق: اس میں فرات بن سائب راوی متروک ہے۔''

—اَلْكُنْدُرُ کا معنیٰ ''انگھیٹی''۔ [صفحہ:۲۹۱' روایت:۸۴۸]

—عجبٌ من المؤلف تقريره' وعلامةالوضع لائحةٌ عليه کا ترجمہ لکھا: ''اس نے اس حدیث کا اقرار کیا ہے۔ اور وضع کی علامت اس سے ظاہر ہے۔'' [صفحہ:۲۹۳' روایت:۸۵۴]

—وفي بعض ألفاظ العامة کا ترجمہ کیا: ''اور بعض عام لفظوں میں یہ ہے۔''

[صفحہ:۲۹۳' روایت:۸۵۴]

—مَنْ أَحَبَّ حَبِيْبَتَيْهِ أَوْ كَرِيْمَتَيْهِ' وفي روايةٍ: مَنْ أَكْرَمَ حَبِيْبَتَيْهِ فَلَا يَكْتُبَنَّ بَعْدَالْعَصْرِ کا

ترجمہ لکھا: ''جو شخص اپنی دو محبوب یا شریف چیزوں کو چاہتا ہے۔تو وہ عصر کے بعد نہ لکھے۔''

[صفحہ:۲۹۴' روایت:۸۵۸]

—قاله السَّخاوي ولعل کا ترجمہ لکھا ہے:''سخاوی کہتے ہیں ہوسکتا ہے کہ......''

[صفحہ:۲۹۴' روایت:۸۵۸]

—مَنْ أَحبَّكَ لِشَيْءٍ مَلَّكَ عِنْدَ انْقِضَائِهِ کا ترجمہ لکھا ہے:''جو تجھ سے کسی شے کے لیے محبت کرے اس کے پورا کرنے کا وہ مالک ہو جاتا ہے۔'' [صفحہ:۲۹۴' روایت:۸۵۸]

—مِنْ نُسخَةِ سمعان بن المهدي المكذوبة کا ترجمہ لکھا:''یہ سمعان بن المہدی المکذوبہ کے نسخہ سے منقول ہے۔جیسا کہ ذیل میں ہے۔'' [صفحہ:۲۹۵' روایت:۸۶۰]

—سَنَدُهُ ضَعِيفٌ کا معنیٰ کیا ہے:''اس کی سند وضعی ہے۔'' [صفحہ:۲۹۵' روایت:۸۶۱]

—مَنْ أَسْمَكَ فَلْيُتُمِرْ کا ترجمہ لکھا:''جو بلندی اختیار کرے۔اس سے تجاوز کرنا چاہیے۔''

[صفحہ:۲۹۵' روایت:۸۶۲]

—مَنِ اسْتَوٰى يَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ' وَمَنْ كَانَ يَوْمُهُ شَرًّا مِّنْ أَمْسِهِ فَهُوَ مَلْعُوْنٌ کا ترجمہ لکھا:
''جو ایک روز برباد ہوا۔وہ غبن کیا گیا۔اور جس کا ایک روز شرارتوں میں گزرا۔وہ ملعون ہے۔''

[صفحہ:۲۹۶' روایت:۸۶۴]

—وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْ زِيَادَةٍ فَهُوَ فِيْ نُقْصَانٍ کا ترجمہ لکھا ہے:اور لعنت زیادتی میں نہیں نقصان میں ہے۔'' [صفحہ:۲۹۶' روایت:۸۶۴]

—وَقال العراقي:في الحكم بوضعه نَظَرٌ کا ترجمہ لکھا ہے:''لیکن عراقی کہتے ہیں ان کے اس قول پر اعتراض ہے۔'' [صفحہ:۲۹۸' روایت:۸۷۱]

— صفحہ:۲۹۸' بذیل روایت:۸۷۱' یہ اضافہ اپنی طرف سے متن میں شامل کیا ہے:''یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔اس میں اصبغ بن زید قابل حجت نہیں۔''

—مَنْ أَكَلَ طَعَامَ أَخِيهِ لِيَسُرَّهُ لَمْ يَضُرَّهُ کا ترجمہ لکھا ہے:''جو شخص اپنے بھائی کا کھانا اس کی خوشی سے کھائے تو وہ اسے ضرر نہ پہنچائے گا۔''[صفحہ:۲۹۹' روایت:۸۷۳]

–ذكره السَّخاوي وقال:نقل عن الشافعي کا ترجمہ لکھا ہے: ذہبی یہ بھی کہتے ہیں کہ امام شافعی سے منقول ہے کہ۔'' [صفحہ:۲۹۹'روایت:۸۷۴]

–مَنِ اسْتُرْضِيَ فَلَمْ يَرْضَ فَهُوَ شَيْطَانٌ کا ترجمہ کیا ہے:''جو شخص رضا مندی چاہیےاور دوسرا راضی نہ ہو۔تو وہ شیطان ہے۔'' [صفحہ:۲۹۹'روایت:۸۷۶]

–مَنِ اسْتُغْضِبَ فَلَمْ يَغْضَبْ فَهُوَ حِمَارٌ کا ترجمہ کیا ہے:''جوز بردستی غصہ لانا چاہیےاور غصہ نہ آئےتو وہ گدھا ہے۔'' [صفحہ:۳۰۰'روایت:۸۷۶]

–مَنْ بَلَغَهُ عَنِ اللّٰهِ فَضِيلَةٌ فَلَمْ يُصَدِّقْ بِهَا لَمْ يَنَلْهَا کا ترجمہ لکھا ہے:''جسے اللہ سے کوئی فضیلت پہنچے پھر اسے صدقہ نہ کرے تو اسے وہ چیز حاصل نہیں ہوتی۔'' [صفحہ:۳۰۲'روایت:۸۸۴]

–مَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً لِمَالِهَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ مَالَهَا وَ جَمَالَهَا کا ترجمہ لکھا:''جو شخص کسی عورت سے اس کے مال کے باعث شادی کرے اللہ تعالیٰ اس کے مال اور خوبصورتی کو حرام کرے۔''

[صفحہ:۳۰۴'روایت:۸۸۸]

–قَالَ السَّخَاوِي کا معنیٰ لکھا ہے:''سخاوی مقاصد الحسنہ میں کہتے ہیں۔''

[صفحہ:۳۰۴'روایت:۸۸۸]

–مَنْ تَوَاضَعَ لِغَنِيٍّ لِّأَجْلِ غِنَاهُ ذَهَبَ ثُلُثَا دِيْنِهِ کا ترجمہ لکھا: ''جو کسی امیر کی اس کی دولت کی بنا پر تواضع کرتا ہےتو اس کا دوتہائی دین چلا جاتا ہے۔'' [صفحہ:۳۰۵'روایت:۸۹۲]

– صفحہ:۳۰۵'بذیل روایت:۸۹۴ یہ نوٹ متن میں داخل کردی۔''اس میں اضافہ بھی ہے کہ جس نے علماء کی زیارت کی گویا اس نے میری زیارت کی'جس نے علماء سے مصافحہ کیا گویا اُس نے مجھ سے مصافحہ کیا۔جو علماء کی مجلس میں بیٹھا گویا وہ میری مجلس میں بیٹھا اور جو دنیا میں میری مجلس میں بیٹھا وہ قیامت کے دن بھی میری مجلس میں ہوگا۔اس کی سند میں کذاب روای ہے۔''

– صفحہ:۳۰۶'بذیل روایت:۸۹۵'کتاب کے متن میں یہ اضافہ کیا۔ ''نوٹ:مذکورہ بالا روایت حرف شین میں گزر چکی ہے۔اس کی مکمل تحقیق بھی وہاں گزر چکی ہے۔ملا علی قاری کا یہ کہنا کہ اس کے معنیٰ صحیح ہیں درست نہیں۔عالم کے پاس بیٹھنا نبی کے پاس بیٹھنے کے برابر نہیں ہوسکتا۔اسی

میں کوئی شک نہیں کہ نیک لوگوں کے پاس بیٹھنا اجر وثواب کا موجب ہے' مگر یہ روایات قطعاً من گھڑت ہیں۔''

—مَنْ لَجَّ وَلَجَ کا معنیٰ لکھا ہے: ''جس نے پناہ چاہی پناہ دیا گیا۔'' [صفحہ:۳۰۶' روایت:۸۹۶]

—مَنْ جَمَعَ مَالاً مِّنْ نَهَاوِشَ أَذْهَبَهُ اللّٰهُ فِي نَهَابِر کا ترجمہ لکھا: ''جس نے حرام طریقے سے مال جمع کیا اللہ تعالیٰ اسے قطع رحمی میں لے جاتا ہے۔'' [صفحہ:۳۰۶' روایت:۸۹۸]

—مَنْ أَصَابَ مَالاً مِنْ نَهَاوِشَ أَذْهَبَهُ اللّٰهُ فِي نَهَابِر کا ترجمہ لکھا: ''جو حرام سے مال پاتا ہے خدا تعالیٰ اسے حرام میں لے جاتا ہے۔'' [صفحہ:۳۰۶' روایت:۸۹۹]

—مَنْ جَهِلَ شَيْئًا عَادَاهُ کا ترجمہ لکھا: ''جو کسی چیز سے جاہل ہو تو اس نے اس سے عداوت برتی۔'' [صفحہ:۳۰۷' روایت:۹۰۰]

—اَلْمَرْءُ لَا يَزَالُ عَدُوًّا لِمَا جَهِلَ کا ترجمہ لکھا: ''آدمی جب تک جاہل رہتا ہے ہمیشہ دشمن رہتا ہے۔'' [صفحہ:۳۰۷' روایت:۹۰۰]

—قال ابن قيم الجوزية کا ترجمہ لکھا ہے: ''ابن الجوزی کہتے ہیں۔'' [صفحہ:۳۰۹' روایت:۹۰۵]

—قال ابن حبان: لَا يَحِلُّ كَتْبُ حدِيثِهِ إلَّا على وجه التعجب کا ترجمہ لکھا ہے: ''ابن حبان کہتے ہیں: کتب حدیث میں جو یہ روایت نقل کی جاتی ہے۔ از راہ تعجب کی جاتی ہے۔ اور انہوں نے اسے اکیلے موضوعات میں شمار کیا ہے۔'' [صفحہ:۳۰۹' روایت:۹۰۵]

— صفحہ:۳۰۹' روایت:۹۰۵ کے تحت متن کے اندر یہ اضافہ کیا: ''لیکن یہ روایت ترمذی میں دو سندوں سے مروی ہے ایک سند پر امام ترمذی نے سکوت اختیار کیا ہے اور وہ بہت عمدہ سند ہے۔''

—قال الذهبي: طرقها كلها لَيِّنَةٌ يُقَوِّي بعضها بعضاً لكن ما في رواتها مُتَّهَمٌ بالكذِبِ کا ترجمہ لکھا: ''ذہبی فرماتے ہیں: اس کی تمام طریقے کمزور ہیں اگرچہ ایک دوسرے کی تقویت ضرور کرتے ہیں لیکن اس کے رُوات میں کذب کے ساتھ متہم راوی موجود ہیں۔

[صفحہ:۳۱۰' روایت:۹۰۸]

—مَنْ سَبَقَ إِلَى مُبَاحٍ فَهُوَ لَهُ کا ترجمہ لکھا: ''جو مباح کام کی طرف پہل کرے وہ اسی کے لیے

ہے۔'' [صفحہ:۳۱۱' روایت:۹۱۲]

—مَنْ سَرَّ أَخَاهُ الْمُؤْمِنَ فَقَدْ سَرَّ اللّٰهَ کا ترجمہ لکھا: ''جو اپنے مؤمن بھائی کو خوش کرے اللہ اسے بھی خوش کرتا ہے۔'' [صفحہ:۳۱۲' روایت:۹۱۶]

—مَنْ سَرَّ مُؤْمِنًا فَإِنَّمَا سَرَّاللّٰهَ کا ترجمہ لکھا: ''جو مؤمن کو خوش کرے، اللہ تعالیٰ اسے خوش کرتا ہے۔'' [صفحہ:۳۱۲' روایت:۹۱۷]

—مَنْ سَرَّ مُؤْمِنًا فَإِنَّمَا يَسُرُّ اللّٰهَ وَمَنْ عَظَّمَ مُؤْمِنًا فإِنَّمَا يُعَظِّمُ اللّٰهَ' وَمَنْ أَكْرَمَ مُؤْمِنًا فَإِنَّمَا يُكَرِّمُ اللّٰهَ کا ترجمہ لکھا: ''جو مؤمن کو خوش کرے، اللہ اسے خوش کرتا ہے۔ جو مؤمن کی عظمت کرے اللہ اس کی عظمت کرتا ہے اور جو مؤمن کی عزت کرے اللہ اس کی عزت کرتا ہے۔''

[صفحہ:۳۱۲' روایت:۹۱۸]

— صفحہ:۳۱۳' روایت:۹۲۰ کے تحت متن کے اندر اپنی طرف سے یہ اضافہ کیا: ''ابن طاہر کہتے ہیں اس کی سند میں ابن علوان ہے۔''

— صفحہ:۳۱۳' روایت:۹۲۱ کے تحت متن کے اندر اپنی طرف سے چار سطروں کا اضافہ کیا ہے۔

—مَنْ طَافَ بِهٰذَاالْبَيْتِ أُسْبُوْعًا وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَشَرِبَ مِنْ مَآءِ زَمْزَمَ غُفِرَتْ لَهٗ ذُنُوْبُهٗ بَالِغَةً مَّابَلَغَتْ کا ترجمہ لکھا: ''جو ہفتہ کے دن بیت اللہ کا طواف کرے۔ مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے اور زمزم کا پانی پیئے تو اس کے جتنے بھی گناہ ہوتے ہیں معاف ہو جاتے ہیں۔'' [صفحہ:۳۱۵' روایت:۹۲۸]

— مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ أُسْبُوْعًا ثُمَّ أَتٰى مَقَامَ إِبْرَاهِيْمَ فَرَكَعَ عِنْدَهٗ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَتٰى زَمْزَمَ فَشَرِبَ مِنْ مَآئِهَاأَخْرَجَهُ اللّٰهُ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ کا ترجمہ لکھا: ''جو ہفتہ کے روز بیت اللہ کا طواف کرے پھر مقام ابراہیم پر آ کر دو رکعت نماز پڑھے پھر زمزم کا آ کر پانی پیئے۔ اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے ایسے ہی پاک کر دیتا ہے جیسا کہ اس روز تھا جب اس کی ماں نے جنا تھا۔''

[صفحہ:۳۱۵' روایت:۹۲۹]

—وكَأَنَّ المنوفي فَهِمَ هٰذَاالمعنى کا یہ معنیٰ کیا: ''مزنی نے یہی معنی سمجھے۔''

[صفحہ:۳۱۶' روایت:۹۲۹]

–وقد أغرب بعضُ علمائنا في استدلاله بهذاالحديث کا ترجمہ لکھا: ’’اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے۔‘‘ [صفحہ: ۳۱۶، روایت: ۹۳۰]

–مَنْ طَافَ أُسْبُوْعًا فِي الْمَطَرِ کا ترجمہ لکھا: ’’جو ہفتہ کے روز بارش بیت اللہ کا طواف کرے۔‘‘

[صفحہ: ۳۱۶، روایت: ۹۳۰]

–كُلَّمَا حَاذَى الحجر غَطَسَ لِتقبيله کا ترجمہ کیا: ’’جب وہ حجر اسود کے قریب اسے چومنے کے لیے پہنچے تو بارش میں بھیگ چکے تھے۔‘‘ [صفحہ: ۳۱۶، روایت: ۹۳۰]

–وقدأخرج ابن ماجة من حديث ابن عمررضي اللّٰهعنهمافي كتاب الحج من سننه کا ترجمہ لکھا: ’’ابن جماعہ نے اپنی سنن میں ابن عمرؓ سے ایک روایت اسی معنیٰ کی نقل کی ہے۔‘‘

[صفحہ: ۳۱۶، روایت: ۹۳۰]

–وَقَارَبَ بَيْنَ خُطَاهُ کا معنیٰ لکھا ہے: ’’اپنی غلطیوں کو سامنے رکھے۔‘‘ [صفحہ: ۳۱۷، روایت: ۹۳۱]

–لٰكِن آثارالوضع عليه لائَحَةٌ کا ترجمہ لکھا ہے: ’’لیکن آثار وضع ان کے نزدیک چمک رہے ہیں۔‘‘ [صفحہ: ۳۱۷، روایت: ۹۳۱]

–مَنْ طَافَ أُسْبُوْعًا حَافِيًا حَاسِرًا كَانَ لَهُ كَعِتْقِ رَقَبَةٍ، وَمَنْ طَافَ أُسْبُوْعًا فِي الْمَطَرِ غُفِرَلَهُ مَاسَلَفَ مِنْ ذَنْبِهِ کا ترجمہ لکھا: ’’جو ہفتے کے روز سر اور ننگے پاؤں طواف کرے اس کے لیے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے اور جو ہفتہ کے روز بارش میں طواف کرے اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔‘‘ [صفحہ: ۳۱۷، حدیث: ۹۳۲]

–مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ أُسْبُوْعًا فَأَحْصَاهُ كَانَ كَعِتْقِ رَقَبَةٍ کا ترجمہ لکھا: ’’جو ہفتہ کے روز طواف کرے۔ اور اسے گھیرے [یعنی چاروں طرف] تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔‘‘

[صفحہ: ۳۱۷، حدیث: ۹۳۳]

–مَنْ عَبَدَ اللّٰهَ بِجَهْلٍ كَانَ مَا يُفْسِدُهُ أَكْثَرَ مِمَّا يُصْلِحُ کا ترجمہ لکھا: ’’جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت، جہالت کے ساتھ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی صلاحیتوں کو بھی مٹا دیتا ہے۔‘‘

[صفحہ: ۳۱۸، روایت: ۹۳۵]

–حافظ ابن حزم اندلسی کے شعر

فَإِنْ أَهْلِكْ هَوًى أَهْلِكْ شَهِيدًا وَ إِنْ تَمْنُنْ بَقِيتُ قَرِيرَ عَيْنِ

کا یہ ترجمہ کیا: ''اگر خواہش ہلاک ہوگئی تو وہ شہید مرا۔ اگر چہ وہ آنکھ قرار کی تمنا کرے۔''

[صفحہ:۳۱۹' روایت:۹۳۹]

–مَنْ قَرَأَ بِالْبَقَرَةِ وَلَمْ يُدْعَ بِالشَّيْخِ فَقَدْ ظُلِمَ. کا ترجمہ لکھا: ''جو سورۃ البقرۃ پڑھے اور اسے شیخ نہ کہا جائے تو اس پر ظلم نہ کرے تو اس نے ظلم کیا۔'' [صفحہ:۳۲۱' روایت:۹۴۷]

–لَعَلَّ أصلهٗ أَنَّ مَن كانَ مِنَ الصَّحابةِ إذا قرأَ الزّهراوين كان جليلاً عندهم کا ترجمہ کیا:

''ہوسکتا ہے کہ زہرا دین [بقرۃ' آل عمران] کا پڑھنا صحابہ کے نزدیک ایک بڑا کام سمجھا جاتا ہو۔''

[صفحہ:۳۲۱' روایت:۹۴۷]

–وَهُوَ مُفَوِّتُ سُنَّتِهٖ کا ترجمہ لکھا: ''اور یہ سنت کو بھی قوت کرنے والا ہے۔''

[صفحہ:۳۲۱' روایت:۹۴۹]

–وَ هُوَ مُخْتَلَقٌ عَلٰى أَحْمَد کا ترجمہ لکھا: ''یہ احمد پر مختلف ہے۔'' [صفحہ:۳۲۳' روایت:۹۵۴]

–مَنْ كَتَمَ سِرَّهٗ مَلَّكَ أَمْرَهٗ کا ترجمہ لکھا ''جو اپنے راز کو چھپائے اس کے کام کا اسی کو مالک بنا دیا جاتا ہے یعنی وہی ذمہ دار ہو جاتا ہے'' [صفحہ:۳۲۳' روایت:۹۵۵]

–مَنْ لَبِسَ نَعْلاً صَفْرَآءَ قَلَّ هَمُّهٗ کا ترجمہ لکھا ''جو زرد جوتے پہنے اس کی کوشش کم ہو جاتی ہے۔'' [صفحہ:۳۲۴' روایت:۹۵۷]

–لَمْ يَزَلْ فِيْ سُرُوْرٍ مَا دَامَ لَابِسَهَا کا ترجمہ لکھا: ''اس کا پہننے والا ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔''

[صفحہ:۳۲۴' روایت:۹۵۸]

–وَ هُوَ مُلْتَزَمٌ أَنْ لَّا يَذْكُرَ فِيْهِ موضوعاً. والمرسَلُ حجَّةٌ عندالجمهور کا ترجمہ لکھا: ''اور انہوں نے قاعدہ کے مطابق اس کے موضوع ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے۔'' [صفحہ:۳۲۴' روایت:۹۵۸]

–لَاتَرُدَّنَّ عَلٰى مُعْجَبٍ خَطَأً کا ترجمہ لکھا ہے: ''خطاء کی جگہ پر نہ جاؤ۔''

[صفحہ:۳۲۶' روایت:۹۶۶]

—مِنْ تَمَامِ الْحَجِّ ضَرْبُ الْجَمَّالِ کا ترجمہ لکھا: ''حج کے کمال میں سے اونٹوں کو مارنا ہے۔''
[صفحہ:۳۲۷' روایت:۹۶۹]

—ضرب الصِّدِّيقُ جَمَّالَهٗ في حجة الوداع بحضرةِ النبي ﷺ کا ترجمہ لکھا: ''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اپنے اونٹ کو مارا۔'' [صفحہ:۳۲۸' روایت:۹۶۹]

—وَهُوَ الأَظْهَرُ کا معنیٰ لکھا ہے: ''اور یہ زیادہ عمدہ ہے۔'' [صفحہ:۳۲۸' روایت:۹۶۹]

—لَوْ لَا الْوِئَامُ، لَهَلَكَ الْأَنَامُ کا ترجمہ لکھا: ''اگر چوپائے نہ ہوتے تو مخلوق تباہ ہوجاتی۔''
[صفحہ:۳۲۸' روایت:۹۷۰]

—وَاسْتَأْنَسَ السَّخَاوِيُّ لِشِقِّهِ الْأَوَّلِ کا ترجمہ لکھا ہے: ''سخاوی نے پہلی شق کو اختیار کرتے ہوئے کہا ہے۔'' [صفحہ:۳۳۰' روایت:۹۷۷]

—مَنْ حَلَفَ بِاللّٰهِ فَلْيَصْدُقْ کا ترجمہ لکھا: ''جو اللہ کے نام کی قسم کھائے اس کی تصدیق کرنی چاہیے۔'' [صفحہ:۳۳۰' روایت:۹۷۸]

—اَلْمُؤْمِنُ يَسِيْرُ الْمَؤُوْنَةِ کا ترجمہ لکھا: ''مؤمن بلحاظ مونث آسان ہوتا ہے۔''
[صفحہ:۳۳۱' روایت:۹۸۰]

—اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيْمٌ وَالْفَاجِرُ خِبٌّ لَئِيْمٌ کا ترجمہ لکھا: ''مومن مکار نہیں ہوتا بلکہ شریف ہوتا ہے۔'' [صفحہ:۳۳۱' روایت:۹۸۳]

—اَلْمُؤْمِنُ يَغْبِطُ وَالْمُنَافِقُ يَحْسُدُ کا ترجمہ لکھا: ''مؤمن سے رشک اور کافر سے حسد کیا جاتا ہے۔'' [صفحہ:۳۳۳' روایت:۹۹۰]

—وَتَمَامُهٗ کا معنیٰ کیا ہے: ''اور مقصد ہے۔'' [صفحہ:۳۳۴' روایت:۹۹۵]

—اَلنَّاسُ نِيَامٌ فَإِذَا مَاتُوْا إِنْتَبَهُوْا کے تحت متن کے اندر لکھتے ہیں: ''البانی کہتے ہیں اس حدیث کا کچھ اصل نہیں۔'' [صفحہ:۳۳۵' حدیث:۹۹۶]

—اَلْمُؤْمِنُ نَسَّآءٌ إِنْ ذُكِّرَ ذَكَرَ کا ترجمہ لکھا: ''مؤمن بہت بھولنے والا اگر یاد کرتا ہے تو یاد کرتا رہتا ہے۔'' [صفحہ:۳۳۶' روایت:۱۰۰۱]

—فَلَاتَنْسٰی اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ [سورۃ طٰہٰ ۲۰: ۶-۷] کا ترجمہ لکھا: ’’وہ نہیں بھولتا مگر جو اللہ چاہے۔‘‘

[صفحہ: ۳۳۶، روایت: ۱۰۰۱]

—یُوْرِثُ الْقَلَحَ کا ترجمہ لکھا: ’’قلح پیدا کرتا ہے یعنی جو انسان کو بڑا بنا دیتا ہے غرور پیدا کرتا ہے اور سیل پیدا کرتا ہے، جس پر وہ سوار ہو جاتا ہے۔‘‘ [صفحہ: ۳۳۷، روایت: ۱۰۰۴]

—نَظْرَةٌ إِلٰى وَجْهِ الْعَالِمِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةٍ صِيَامًا وَقِيَامًا کا ترجمہ لکھا: ’’عالم کے چہرے کی جانب دیکھنا ساٹھ سال کے قیام اور روزوں سے بہتر ہے۔‘‘

[صفحہ: ۳۳۷، روایت: ۱۰۰۶]

—اَلنَّظْرُ إِلٰى وَجْهِ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ کا ترجمہ لکھا: ’’عالم کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔‘‘

[صفحہ: ۳۳۸، روایت: ۱۰۰۷]

—نِعْمَ الصِّهْرُ الْقَبْرُ کا ترجمہ لکھا: ’’آدمی کا اچھا داماد قبر ہے۔‘‘ [صفحہ: ۳۳۸، روایت: ۱۰۰۸]

—مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً کا ترجمہ لکھا: ’’اگر کوئی مؤمن خالی نیت کرے اور کوئی عمل نہ کرے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ ایک نیکی لکھتا ہے اور مومن کا دل معرفت کا مقام ہوتا ہے۔‘‘ [صفحہ: ۳۴۱، روایت: ۱۰۲۱]

—قال سهلٌ: فَتَعِسَ عبدٌ أشغَلَ المَكانَ الَّذِي هو أعَزُّ الأمكنةِ عنده تعالى بغيره سبحانه کا ترجمہ لکھا: ’’سہل کہتے ہیں: تم اس بات سے اس بندے کو قیاس کر لو کہ جس نے اس مقام میں پرورش پائی ہو جو اللہ کے نزدیک ایک معزز مقام ہے اور ہیں۔‘‘ [صفحہ: ۳۴۲، روایت: ۱۰۲۱]

—اَلْخُلُوْدُ فِي الْجَنَّةِ وَالنَّارِ جَزَاءُ النِّيَّةِ کا ترجمہ لکھا: ’’جنت اور دوزخ میں داخل ہونا نیت کی جزاء ہے۔‘‘ [صفحہ: ۳۴۲، روایت: ۱۰۲۱]

—وَلَا رَادَّ لِمَا قَضَيْتَ کا ترجمہ لکھا: ’’جب میں فیصلہ کر لوں اسے کوئی رد کرنے والا نہیں۔‘‘

[صفحہ: ۳۴۴، روایت: ۱۰۲۷]

—اَلْوَلَدُ سِرُّ أَبِيْهِ کے تحت متن کے اندر لکھا: ’’البانی کہتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں۔‘‘

[صفحہ: ۳۴۴، روایت: ۱۰۲۸]

–لَا أَدْرِي نِصْفُ الْعِلْمِ کا ترجمہ لکھا: ''میں آدھا علم نہیں جانتا۔'' [صفحہ:۳۴۸'روایت:۱۰۳۸]
–لَا أَدْرِي ثُلُثُ الْعِلْمِ کا ترجمہ لکھا: ''میں تہائی علم نہیں جانتا۔'' [صفحہ:۳۴۸'روایت:۱۰۴۰]
–لَاتَتَوَضَّؤُوا فِي الْكَنِيفِ الَّذِي تَبُولُونَ فِيهِ کا ترجمہ لکھا: ''جس برتن میں پیشاب کرتے ہو اُس میں وضو نہ کرو۔'' [صفحہ:۳۴۹'روایت:۱۰۴۴]
–مَنْ عَادَ مَرْضَانَا عُدْنَا مَرْضَاهُ کا ترجمہ لکھا: ''جو ہمارے بیماروں کی تیمارداری کرے گا ہم اس کے بیمار کی تیمارداری کریں گے۔'' [صفحہ:۳۵۰'روایت:۱۰۴۹]
–قلتُ ولعلّهٗ محمولٌ على التّأديب کا ترجمہ لکھا: ''ملا علی قاری کہتے ہیں: شاید یہ استحباباً فرمایا۔'' [صفحہ:۳۵۰'روایت:۱۰۵۰]
–عُدْ مَنْ لَّا يَعُودُكَ کا ترجمہ لکھا: ''اس کی عیادت کر جو تیری عیادت کرے۔''
[صفحہ:۳۵۰'روایت:۱۰۵۰]
–لَا عُذْرَ لِمَنْ أَقَرَّ کا ترجمہ لکھا: ''کھانے والے کے لیے کوئی عذر نہیں۔''
[صفحہ:۳۵۱'روایت:۱۰۵۶]
–وَلَيْسَ مَعْنَاهُ عَلَى إِطْلَاقِهِ صَحِيحٌ کا معنیٰ لکھا: ''لیکن معنوی لحاظ سے اس کا اطلاق صحیح ہے۔'' [صفحہ:۳۵۱'روایت:۱۰۵۶]
–وهذا شبيهُ ما يُنقلُ من ضرب النقارة حوالي بدرٍ کا ترجمہ لکھا: ''جیسا کہ بدر کے روز نقاروں کی آواز کو اب زمانہ زیادہ گزر جانے کے باعث فرشتوں کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔''
[صفحہ:۳۵۲'روایت:۱۰۶۱]
–لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَلَدُ زَنِيَّةٍ کا ترجمہ لکھا: ''جنت میں زنا کرنے والی کا لڑکا داخل نہ ہوگا۔''
[صفحہ:۳۵۴'روایت:۱۰۶۸]
–لَايَسْتَحِي الشَّيْخُ أَنْ يَّتَعَلَّمَ الْعِلْمَ كَمَا لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَّأْكُلَ الْخُبْزَ کا ترجمہ لکھا: ''شیخ علم حاصل کرنے سے نہیں شرماتا۔ جیسے روٹی کھانے سے نہیں شرماتا۔'' [صفحہ:۳۵۴'روایت:۱۰۶۹]
–لَمْ أَجِدْ لَهٗ أَصْلًا کا ترجمہ لکھا ہے: ''مجھے اس کی کوئی اصل نہیں پائی جاتی۔''
[صفحہ:۳۵۵'روایت:۱۰۷۱]

—مَنْ تبِعَ عَالِمًالَقِيَ اللّٰهَ سَالِمًا کا ترجمہ لکھا: ''جو عالم کی اتباع کرے، اللہ تعالیٰ اسے سالم ملے گا۔'' [صفحہ:۳۵۵، روایت:۱۰۷۲]

—قُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ، فَإِنَّ حَفَظَتَكَ لَاتَسْتَرِيْحُ تَكْتُبُ لَكَ الْحَسَنَاتِ حَتّٰى تَحْدِثَ کا معنیٰ لکھا ہے: ''کہو کہ ''بسم اللہ والحمد للہ فان حفظتک لا یستریح'' تیرے لیے اس وقت تک نیکیاں لکھی جائیں گی۔[صفحہ:۳۵۷، روایت:۱۰۷۶]

—غِرِّيْ غَيْرِيْ کا ترجمہ دوبار لکھا ہے: ''میرے علاوہ کسی اور کی عزت کر۔''

[صفحہ:۳۵۸، روایت:۱۰۸۱، صفحہ:۳۵۹، روایت:۱۰۸۱]

—يَاعَلِيْ! إِذَا تَزَوَّدْتَّ فَلَا تَنْسَ الْبَصَلَ کا ترجمہ لکھا: ''اے علی جب تو زادِ سفر میں جائے تو پیاز کو نہ بھولنا۔'' [صفحہ:۳۵۹، روایت:۱۰۸۲]

—يَصُوْمُ أَهْلُ قَبَآءَ کا معنیٰ لکھا ہے: ''وہ روزہ رکھے جس پر چاند ظاہر ہو جائے۔''

[صفحہ:۳۶۲، روایت:۱۰۹۴]

—يُسَاقُ إِلٰى مِصْرَ كُلُّ قَصِيْرِ الْعُمُرِ کا معنیٰ لکھا: ''ہر چھوٹی عمر والا مصر کی طرف چلایا جائے گا۔''

[صفحہ:۳۶۲، روایت:۱۰۹۵]

—و قد أعاذَ الله کا ترجمہ لکھا: ''اور میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں۔'' [صفحہ:۳۶۲، روایت:۱۰۹۶]

—سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ کا ترجمہ لکھا: ''اور پاجامے تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں اور سردی سے بھی۔'' [صفحہ:۳۶۳، روایت:۱۰۹۷]

—وَعلى تقديرِ صحةِ هذاالحديث ......بأنه يوم الأربعاء کا ترجمہ لکھا: ''اس کی صحت کو چار باتیں ثابت کرتی ہیں۔'' [صفحہ:۳۶۳، روایت:۱۰۹۹]

—يُحملُ على الغالب، أو على سَنَةِ وُرودِهٖ، وهو عامُ حجة الوداع کا معنیٰ لکھا: ''تو اسے اغلب یا سنت پر محمول کیا جائے۔ جیسا کہ عام حجۃ الوداع وغیرہ میں وارد ہے۔''

[صفحہ:۳۶۴، روایت:۱۱۰۴]

—كَمَا ذَكَرَه الأعلام کا ترجمہ کیا ہے: ''جیسا کہ خود نشانات ظاہر کرتے ہیں۔'' [صفحہ:۳۶۷]

– قد صُنِّفَتْ كتبٌ في الحديث وجميعُ ماحتوَت عليه موضوعٌ كموضوعات الصُّغاني کا ترجمہ لکھا: ''حدیث کی وہ کتابیں اور دیگر قسم کی وہ کتب جو اس نور کے ظہور کے بارے میں تصنیف کی گئیں سب موضوع ہیں۔ جیسا کہ موضوعات قضاعی۔'' [صفحہ:۳۶۸' روایت:۱۱۰۵]

–سرقها ابن ودعان من واضعها زيد بن رفاعة کا ترجمہ لکھا: ''اسے ابن ودعان نے زید بن رفاعۃ کی دودھ پلانے والی سے چوری کیا تھا۔ [صفحہ:۳۷۰' روایت:۱۱۰۹]

–ومن الأحاديث الموضوعة بإسنادٍ واحدٍ: أحاديث الشيخ المعروف بإبن أبي الدنيا کا ترجمہ لکھا: ''اسی طرح شیخ ابن ابی الدنیا کے بارے میں جو لوگوں میں روایت مشہور ہے وہ بھی موضوع ہے۔'' [صفحہ:۳۷۰' روایت:۱۱۰۹]

– وهوالذي يزعمون أنه أدرك عليًا' وعُمِّرَطويلاً' وأخذ بركابه فركب' وأصابه ركابه فَشَجَّهُ فقال: مَدَّ اللّٰه في عُمُرِكَ مَدًّا کا ترجمہ لکھا: ''ابن ابی الدنیا علی اور عمر کے ساتھ کافی مدت تک رہے اور گھوڑے کی رکاب پکڑ کر سوار ہوئے تو عمر کی رکاب نے اسے زخمی کر دیا حضرت عمر نے انہیں عمر میں برکت کی دعاء دی۔'' [صفحہ:۳۷۰' روایت:۱۱۰۹]

– وقال الدارقطني: إنه من آيات اللّٰه وضَع ذلك الكتاب' يعني: العلويات کا ترجمہ لکھا:
''دارقطنی کہتے ہیں یہ بھی ایک اللہ کا عذاب ہے کہ یہ کتاب یعنی قلویات وضع کی گئی۔''

[صفحہ:۳۷۱' روایت:۱۱۱۱]

–فَتَأَمَّلُ فإنَّهُ مَحلُّ زَلَلِ کا ترجمہ لکھا: ''تو یہ تو تباہی کا مقام ہے۔'' [صفحہ:۳۷۱' روایت:۱۱۱۲]

–ثُمَّ إسحاق المَلَطِي له أَباطيلُ کا ترجمہ لکھا: ''پھر غلطی کی باطل روایات بھی اسی کی مستحق ہیں۔'' [صفحہ:۳۷۱' روایت:۱۱۱۳]

–لَايَحِلُ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ أَنْ تَضَعَ الْفَرْجَ عَلَى السَّرْجِ کا ترجمہ لکھا: ''وہ عورت جو اللہ پر ایمان رکھتی ہو یہ حلال نہیں کہ وہ اپنی شرم گاہوں کو چراغوں پر رکھے۔'' [صفحہ:۳۷۲' روایت:۱۱۱۳]

–مَنْ مَنَعَ الْمَاعُوْنَ لَزِمَهُ طَرَفٌ مِّنَ الْبُخلِ کا ترجمہ لکھا: ''اور جو مانگنے والے کو روکے اس کے لیے بخل لازم ہو گیا۔'' [صفحہ:۳۷۲' روایت:۱۱۱۴]

—فَغَفَلَ عن الحِفظِ کا ترجمہ لکھا: ’’پھر تو ان کا حافظہ کمزور ہو گیا۔‘‘ [صفحہ:۳۷۳، روایت:۱۱۱۷]

—وقد کان بعضُ الزّنادِقةِ یَتغفَّلُ الشَّیخَ فَیدُسُّ في کتابه ما لیس من حدیثه کا ترجمہ لکھا: ’’بعض زنادقہ شیخ کی فضیلت بیان کرتے جس کے باعث شیخ درس میں وہ شے بھی بیان کر جاتا جو حدیث میں نہ تھی۔‘‘ [صفحہ:۳۷۳، روایت:۱۱۱۷]

— ومنهم مَن یضعُ لنصرة مذهبه کا ترجمہ لکھا: ’’بعض اشخاص وہ بھی تھے جنہوں نے دین کی نفرت کے لیے حدیثیں وضع کیں۔‘‘ [صفحہ:۳۷۳، روایت:۱۱۱۷]

—إنَّ الأحمَقَ یُصِیبُ بِحُمُقِهٖ أعظَمَ مِن فُجُورِ الفَاجِرِ، وَإنَّمَا یَرتَفِعُ العِبَادُ غَدًا فِي الدَّرَجَاتِ، وَیَنَالُونَ الزُّلفَی مِن رَّبِّهِم عَلٰی قَدرِ عُقُولِهِم کا ترجمہ لکھا: ’’جب کوئی احمق اپنی کسی بری حماقت کی بنا پر کوئی برائی کر بیٹھتا۔ تو وہ لوگوں کے درجے بلند کرتا اور خدا سے اپنی بدعقلی کی بنا پر رحمت کا بھی طالب رہتا۔‘‘ [صفحہ:۳۷۴، روایت:۱۱۱۹]

—وَکَأَنَّ ابن حجرالمَکِّي مَا اطَّلَعَ علیه وذَکَرَہٗ في کتابه الموضوع للزیارةِ کا ترجمہ لکھا: ’’ابن حجر مکی نے اس پر مطلع کیا ہے۔ اور اپنی کتاب الموضوع میں کچھ اضافہ کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔‘‘ [صفحہ:۳۷۵، روایت:۱۱۲۳]

—مَن دَعا بهذه الکلمات کا ترجمہ لکھا: ’’نبی کریم ﷺ نے ان الفاظ کے ساتھ دعا فرمائی۔‘‘

[صفحہ:۳۸۱، روایت:۱۱۳۷]

—وَلَم یُعِمِ الهَاءَ الَّتِي فِي "اللّٰهِ" کا ترجمہ لکھا: ’’جو شخص تو اللہ کی ھا بھی پوری نہ ہو گی۔‘‘

[صفحہ:۳۸۲، روایت:۱۱۳۸]

—وَأبو العلاء هذا یروي عن نافع ما لیس في حدیثه کا ترجمہ لکھا: ’’ابو العلاء جو نافع سے روایت کرتا ہے اس کا حدیث میں کوئی درجہ نہیں۔‘‘ [صفحہ:۳۸۲، روایت:۱۱۳۹]

—وَحبیب هذا غیرُ حبیب، کان یضع الأحادیث کا ترجمہ لکھا ہے: ’’اور یہ حبیب وہ حبیب نہیں جو احادیث وضع کیا کرتا تھا۔‘‘ [صفحہ:۳۸۳، روایت:۱۱۴۱]

—من صلی یوم الأحد أربع رکعاتٍ کا ترجمہ لکھا ہے: ’’جو شخص اتوار کی رات میں چار رکعت

پڑھے۔'' [صفحہ:۳۸۵'روایت:۱۱۴۵]

–مَنُ صَلّٰی لَیُلَةَ الإِثُنَیُنِ سِتَّ رَکُعَاتٍ کا ترجمہ لکھا ہے: ''جو دوسوموار کی رات میں چھ رکعت نماز پڑھے۔'' [صفحہ:۳۸٦'روایت:۱۱۴٦]

–مَنُ صَلّٰی لَیُلَةَ الإِثُنَیُنِ أَرُبَعَ رَکُعَاتٍ کا ترجمہ لکھا ہے: ''جو دوسوموار کی رات کو چار رکعت نماز پڑھے۔'' [صفحہ:۳۸٦'روایت:۱۱۴۷]

–وهي كثيرةٌ جِدًّا'كقوله في الحديث المكذوب کا ترجمہ لکھا: ''اور یہ مکذوبین کی روایات میں بکثرت پایا جاتا ہے۔'' [صفحہ:۳۸۸'روایت:۱۱۵۰]

–فإنه لو قاله بعض جهلة الأطباء لسخرالناس منه کا معنی لکھا: ''یہ حدیث بعض جاہل اطباء نے لوگوں کو مسخر کرنے کے لیے وضع کی ہے۔'' [صفحہ:۳۸۹'روایت:۱۱۵۳]

–وهذا وإن صَحَّحَ بعضُ النَّاسِ سنده کا ترجمہ لکھا: ''اگرچہ اس روایت کی سند بعض لوگوں سے صحیح بھی ہو۔ [صفحہ:۳۸۹'روایت:۱۱۵۴]

–فَإنَّ الشرب على الطعام يفسده'ويمنع من استقراره في المعدة ومن كمال نضجه کا ترجمہ لکھا: ''نیز کھانے پر پانی پینا کھانے کو تحلیل کر دیتا ہے۔اور کھانے کو معدہ میں ٹھہرنے نہیں دیتا۔'' [صفحہ:۳۹۰'روایت:۱۱۵۷]

–وقد تَأوَّله بعضهم على أنَّ المراد بالصَّبَّاغ الذي يزيدُ في الحديث کا ترجمہ لکھا ہے: ''بعض علماء نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ یہاں صباغ سے مراد وہ لوگ ہیں جو حدیث میں بطور زینت الفاظ کی زیادتی کرتے ہیں۔'' [صفحہ:۳۹۱'روایت:۱۱۵۸]

–ومنها سماجة الحديث وكونُهُ مما يُسخَرُ منه کا ترجمہ لکھا ہے: ''معرفت حدیث میں سماجۃ الحدیث بھی داخل ہے اور اس میں وہ روایات داخل ہیں جن کے ذریعہ لوگوں کو مسخر کیا جاتا ہے۔'' [صفحہ:۳۹۲'روایت:۱۱۵۹]

–لَوُ يَعُلَمُ النَّاسُ مَا فِي الُحُلُبَةِ لَاشُتَرَوُهَا بِوَزُنِهَا ذَهَبًا کا ترجمہ لکھا: ''اگر لوگ یہ جان لیں کہ عادات میں کیا خوبی ہے تو اسے سونے سے وزن کر کے خریدیں۔'' [صفحہ:۳۹۲'روایت:۱۱٦۱]

—وَيَضْرِبُ عِرْقُ الْجُذَامِ فِيْ أَنْفِهِ کا ترجمہ لکھا: ''اور جذام کا عرق اس کی ناک سے گرتا رہے گا۔'' [صفحہ:۳۹۲، روایت:۱۱۶۴]

—فَضْلُ الْكُرَّاثِ عَلَى سَائِرِ الْبُقُوْلِ كَفَضْلِ الْبُرِّ عَلَى الْحُبُوْبِ کا ترجمہ لکھا: ''ککڑی خربوزہ تمام ترکاریوں سے اتنی ہی افضل ہے جیسا کہ گندم تمام دانوں سے افضل ہے۔''

[صفحہ:۳۹۴، روایت:۱۱۶۶]

—ترجمہ لکھنے کے بعد کتاب کے متن کے اندر اپنی طرف سے دو سطروں کا اضافہ کیا۔ [صفحہ:۳۹۴]

—اَلْكُمْأَةُ وَالْكَرَفْسُ طَعَامُ إِلْيَاس وَالْيَسَعِ کا ترجمہ لکھا ہے: ''کماۃ اور کرفس ہرا امیر اور غریب کا کھانا ہے۔'' [صفحہ:۳۹۴، روایت:۱۱۶۷]

—مَا مِنْ رُمَّانٍ إِلَّا وَيُلَقَّحُ بِحَبَّةٍ مِّنْ رُمَّانِ الْجَنَّةِ کا ترجمہ لکھا: ''کوئی انار ایسا نہیں کہ اس کے دانوں کے ساتھ جنت کے انار کے دانے نہ ہوں۔'' [صفحہ:۳۹۴، روایت:۱۱۶۸]

—ترجمہ لکھنے کے بعد کتاب کے متن کے اندر اپنی طرف سے دو سطروں کا اضافہ کیا۔ [صفحہ:۳۹۴]

—الْبِطِّيْخُ کی وضاحت اس طرح کی: ''ایک گھاس ہے جس کے پتے روٹی کی طرح ہوتے ہیں اور زمین پر پھیلتے ہیں اور اس میں پھل آتا ہے۔'' [صفحہ:۳۹۴، روایت:۱۱۶۹]

— صفحہ:۱۱۷۰، حدیث:۱۱۷۰ کے تحت تین سطریں اپنی طرف سے لکھ کر متن کے اندر داخل کیے۔

—يَحْرُسُ دَارَ صَاحِبِهٖ وَسَبْعَ دُوْرٍ حَوْلَهَا کا ترجمہ لکھا: ''گھر والوں کا پہرہ دیتا اور اس کے ارد گرد گھومتا رہتا ہے۔'' [صفحہ:۳۹۶، روایت:۱۱۷۵]

—إِنَّ لِلّٰهِ دِيْكًا عُنُقُهُ مَطْوِيَّةٌ تَحْتَ الْعَرْشِ، وَرِجْلَاهُ فِي التُّخُوْمِ کا ترجمہ لکھا ہے: ''اللہ کے لیے ایک مرغ ہے، جس کی گردن عرش کے نیچے لٹکی ہوئی ہے۔ اور اس کے پیر تحت العرش ہیں۔''

[صفحہ:۳۹۷، روایت:۱۱۷۹]

—اَلْمَجَرَّةُ الَّتِيْ فِي السَّمَآءِ مِنْ عَرَقِ الْأَفْعَى الَّتِيْ تَحْتَ الْعَرْشِ کا ترجمہ لکھا ہے: ''وہ مجرہ (منطقہ کا نام ہے) جو آسمان میں واقعہ ہے ان شاخوں سے متعلق ہے جو عرش کے نیچے ہیں۔''

[صفحہ:۴۰۰، روایت:۱۱۸۹]

—أُنْظُرِيْ يَا حُمَيْرَاءَ أَنْ لَّا تَكُوْنِيْ أَنْتِ کا ترجمہ لکھا: ’’اے حمیراء تم ایسی نہ ہو جانا۔‘‘

[صفحہ:۴۰۰، روایت:۱۱۸۹]

—إِنْ وَلِيْتَ مِنْ أَمْرِهَا شَيْئًا فَارْفُقْ بِهَا کا ترجمہ لکھا: ’’اگر تجھے امارت سونپی جائے تو اس کے ساتھ نرمی کرنا۔‘‘ [صفحہ:۳۹۹، روایت:۱۱۸۲]

—آلَيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ کا ترجمہ لکھا: ’’میں اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔‘‘ [صفحہ:۴۰۱، روایت:۱۱۹۱]

—فَهُوَمِنْ صَفْوَةِ اللّٰهِ فِيْ خَلْقِهٖ کا ترجمہ لکھا: ’’کیوں کہ یہ اللہ کی مخلوق کے لیے عادت ہے۔‘‘

[صفحہ:۴۰۳، روایت:۱۲۰۱]

—أَكْلُ السَّمَكِ يُذْهِبُ الْجَسَدَ کا ترجمہ لکھا: ’’مچھلی کھانا گرمی کو ختم کرتا ہے۔‘‘

[صفحہ:۴۰۶، روایت:۱۲۰۷]

—فَأَمَرَهٗ أَنْ يَّأْكُلَ الْبِيْضَ وَالْبَصَلَ کا ترجمہ لکھا: ’’آپ نے اسے انڈے اور لہسن کھانے کا حکم دیا۔‘‘ [صفحہ:۴۰۶، روایت:۱۲۰۸]

—وَأَنَّهٗ خَاضَ الْبَحْرَ فوصلَ إلى حجزته کا ترجمہ لکھا: ’’جب دریا نے موجیں مارنی شروع کیں تو وہ بھٹ کی طرف چلا گیا۔‘‘ [صفحہ:۴۱۴، روایت:۱۲۲۷]

—وَأَنَّهٗ كان يَأْخُذُ الحوت من قرارالبحرفيشويه في عين الشمس کا ترجمہ لکھا: ’’اور دریا کے کنارے سے مچھلیاں پکڑ پکڑ کر انہیں سورج میں بھونتا تھا۔‘‘ [صفحہ:۴۱۴، روایت:۱۲۲۷]

—إنَّ مابينَ السَّماءِ والأرضِ خمسُمائة عام وسَمْكُهَا كذلك کا ترجمہ لکھا: ’’زمین و آسمان کے مابین پانچ سو سال کا فاصلہ ہے تو اس کی مچھلی کس طرح بھنی۔‘‘

[صفحہ:۴۱۵، روایت:۱۲۲۸]

مترجم نے اسے ’’فرمانِ رسول‘‘ کہہ کر نقل کیا ہے جب کہ ملا علی قاری نے ایسا کچھ نہیں کہا ہے۔

—إستظلَّ سبعون رجلاً من قوم موسى في قحف رأس رجل من العماليق کا ترجمہ لکھا ہے: ’’کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ستر آدمیوں نے عمالقہ کے ایک شخص کے دماغ کی ہڈی میں سایہ کر لیا تھا۔‘‘ [صفحہ:۴۱۵-۴۱۶، روایت:۱۲۲۸]

—إنّي لأرجو من ربي إذا برَّ قسمَهٗ أن يغفر لي‘فما رأيتُ رسولَ اللّٰه ﷺ ضَحِكَ مثل ذلك اليوم کا ترجمہ لکھا ہے: ''مجھے اللہ تعالیٰ سے یہ امید ہے کہ اگر میں اپنی قسم پوری کردوں گا تو وہ میری مغفرت فرمادے گا اور نماز میں اس لیے پڑھ رہا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آج ہنستے نہیں دیکھا۔'' [صفحہ:۴۱۷‘روایت:۱۲۳۰]

—و هٰذَا الحديثُ يَتَضَمَّنُ أنَّ مُدَّةَ التَّخليقِ سَبْعَةُ أيَّامٍ کا ترجمہ لکھا: ''اور یہ حدیث اس امر کو متضمن ہے کہ مدت تخلیق چھ روز ہے۔'' [صفحہ:۴۲۱‘روایت:۱۲۳۶]

—مِمَّا عَمِلَتْه أيدي المُزَوِّرِيْنَ کا ترجمہ لکھا ہے: ''اور یہ سب زائرین کا کذب ہے۔''

[صفحہ:۴۲۲‘روایت:۱۲۳۷]

—فَإِنَّ أَوَّلَ مَنْ يَسْلُبُ أُمَّتِي مُلْكَهُمْ وَمَاخَوَّلَهُمُ اللّٰهُ بَنُوْقَنْطُوْرَاءَ کا ترجمہ لکھا ہے:

''کیوں کہ یہ سب سے پہلے میری امت کا مالک چھینیں گا اور اللہ نے بنوقنطورا کو چھوڑ رکھا ہے۔'' [صفحہ:۴۳۳‘روایت:۱۲۶۸]

—أَمَرَالْفُقَرَآءَ بِاتِّخاذِ الدَّجَاجِ وَالْأَغْنِيَاءَ بِاتِّخَاذِ الْغَنَمِ کا ترجمہ لکھا ہے: ''میں فقراء کو مرغی پالنے اور امراء بکری پالنے کا حکم دیتا ہوں۔'' [صفحہ:۴۳۸‘روایت:۱۲۸۱]

—لَوْيُرَبِّي أَحَدُكُم بَعْدَالسِّتِّيْنَ وَمِائَةَ جَرْوَ كَلْبٍ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ أَنْ يُّرَبِّيَ وَلَدًا کا ترجمہ لکھا:

''اگر آدمی ساٹھ یا سو سال کے بعد کتے کا پلا پالے تو وہ اولاد کی پرورش سے بہتر ہے۔''

[صفحہ:۴۳۹‘روایت:۱۲۸۳]

—لَايُوْلَدُ بَعْدَ السِّتِّ مِائَةَ مَوْلُوْدٌ وِلِلّٰهِ فِيْهِ حَاجَةٌ کا ترجمہ لکھا: ''چھ سو لڑکوں کے بعد اللہ کو کسی لڑکے کی حاجت نہیں رہتی۔'' [صفحہ:۴۳۹‘روایت:۱۲۸۵]

—يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ هَدَّةٌ کا ترجمہ لکھا: ''رمضان میں ہدایت کرنے والے ہوں گے۔''

[صفحہ:۴۴۰‘روایت:۱۲۸۶]

—وَفِيْ شَوَّالَ مَهْمَهَةٌ کا ترجمہ لکھا: ''اور شوال میں کوشش کرنے والے ہوں گے۔''

[صفحہ:۴۴۰‘روایت:۱۲۸۶]

—وَيُصَمُّ سَبْعُونَ أَلْفًا کا ترجمہ لکھا: ''اور ستر ہزار شامل ہوتے ہیں۔'' [صفحہ:۴۴۰، روایت:۱۲۸۷]

—وَفِي ذِي الْحِجَّةِ يُنْتَهَبُ الْحَاجُّ کا ترجمہ لکھا: ''ذوالحجہ میں حاجی دوڑتے ہیں۔''

[صفحہ:۴۴۰-۴۴۱، روایت:۱۲۸۸]

—فِي ذِي الْقَعْدَةِ تُحَارِبُ الْقَبَائِلُ، وَعَامَئِذٍ تُنْهَبُ الْحَاجُّ، فَتَكُونُ مَلْحَمَةٌ بِمِنًى حَتّٰى يَهْرَبَ صَاحِبُهُمْ فَيُبَايَعُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، وَهُوَ كَارِهٌ، يُبَايِعُهُ مِثْلُ عِدَّةِ أَهْلِ بَدْرٍ، يَرْضَى عَنْهُ سَاكِنُ السَّمَاءِ وَسَاكِنُ الْأَرْضِ کا ترجمہ لکھا: ''ذی القعد میں قبائل ایک دوسرے کی جانب کھینچتے ہیں اور اسی وقت حاجی دوڑتے ہیں حتیٰ کہ منیٰ میں ایک جنگ کا سا میدان ہوتا ہے حتیٰ کہ ایک دوسرے کا ساتھی دڑتا ہے اور وہ رکن اور مقام کے درمیان بیعت کے لیے دوڑے گا اور وہ مجبوراً بیعت کررہا ہوگا۔ ان کی تعداد اہل بدر کے برابر ہوگی، اس سے آسمان وزمین کا ٹھہرانے والا راضیہ ہوگا۔'' [صفحہ:۴۴۱، روایت:۱۲۸۹]

—إِذَا كَانَتْ سَنَةَ ثَلَاثِينَ وَمِائَةٍ كَانَ الْغُرَبَاءُ: قُرْآنٌ فِي جَوْفِ ظَالِمٍ، وَمُصْحَفٌ فِي بَيْتِ قَوْمٍ لَا يَقْرَءُونَ فِيهِ، وَرَجُلٌ صَالِحٌ بَيْنَ قَوْمِ سُوْءٍ کا ترجمہ لکھا ہے: ''جب ۱۳۰ ہوگا۔ تو قرآن ظالم کے پیٹ میں ایک مسافر کی طرح ہوگا اور مصحف لوگوں کے گھروں میں رکھا ہوگا۔ اور اسے وہ پڑھیں گے نہیں اور نیک آدمی لوگوں سے درمیان برا ہوگا۔'' [صفحہ:۴۴۱، روایت:۱۲۹۱]

—إِذَا أَتَتْ عَلٰى أُمَّتِي ثَلَاثُمِائَةٍ وَسِتُّونَ سَنَةً فَقَدْ حَلَّتْ لَهُمُ الْعُزْبَةُ وَالتَّرَهُّبُ عَلٰى رُؤُوسِ الْجِبَالِ کا ترجمہ لکھا: ''جب میری امت پر سال ۳۶۰ آئے گا تو ان کے لیے سفر اور پہاڑوں پر بھاگ جانا حلال ہوجائے گا۔'' [صفحہ:۴۴۲، روایت:۱۲۹۷]

— مَا صَبَّ اللّٰهُ فِي صَدْرِي شَيْئًا إِلَّا صَبَبْتُهُ فِي صَدْرِ أَبِي بَكْرٍ کا ترجمہ لکھا: ''اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں بھی وہ بات نہیں ڈالی جو ابوبکر کے سینے میں ڈالی ہے۔'' [صفحہ:۴۴۵، روایت:۱۳۰۱]

—وَإِنَّ عُمَرَ حَسَنَةٌ مِّنْ حَسَنَاتِ أَبِي بَكْرٍ کا ترجمہ لکھا: ''حالانکہ عمرؓ کی نیکیاں ابوبکرؓ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔'' [صفحہ:۴۴۵، روایت:۱۳۰۶]

—يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَأَنْ يُّرَبِّيَ أَحَدُكُمْ جِرْوَ كَلْبٍ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ أَنْ يُّرَبِّيَ وَلَدًا مِّنْ صُلْبِهٖ کا ترجمہ لکھا: ''لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ اپنی اولاد سے کتے کے پلے کی تربیت کو پسند

کریں گے۔'' [صفحہ:۴۵۳،روایت:۱۳۲۹]

—ومن ذلك أحاديث النهي عن قطع السِّدر کا ترجمہ لکھا ہے:''اسی قسم کی روایات میں سے بیہقی کی بیری کاٹنے کی روایات بھی ہیں۔'' [صفحہ:۴۵۳،روایت:۱۳۲۹]

—وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرى. [سورۃ الانعام۶:۱۶۴] کا ترجمہ لکھا ہے:''اور ایک کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھا سکتا۔'' [صفحہ:۴۵۵،روایت:۱۳۳۷]

—لأنَّ النُّطفَةَ الخبيثةَ لَايُخلَقُ منها طَيِّبٌ في الغالبِ کا ترجمہ کیا ہے:''کہ نطفہ خبیثہ پاک طور پر پیدا ہوتا نہیں۔'' [صفحہ:۴۵۶،روایت:۱۳۳۷]

— وهو حديثٌ حسنٌ،ومعناهُ صحيحٌ بهذاالإعتبار کا ترجمہ کیا ہے:''یہ حدیث حسن ہے اور اس کا معنیٰ صحیح ہے اور اس پر کوئی غبار نہیں۔'' [صفحہ:۴۵۶،روایت:۱۳۳۷]

—تُرفَعُ الأَيدِي عِندَ سَبعَةِ مَوَاطِنَ کا ترجمہ کیا ہے:''نبی کریم ﷺ سات مقام پر ہاتھ اٹھاتے تھے۔'' [صفحہ:۴۶۱،روایت:۱۳۵۳]

—لَاتُرفَعُ الأَيدِي إِلَّافِي سَبعَةِ مَوَاطِنَ :حِينَ يَفتَتِحُ الصَّلَاةَ وَحِينَ يَدخُلُ المَسجِدَ الحَرَامَ فَيَنظُرُ إِلَى البَيتِ وَحِينَ يَقُومُ عَلَى الصَّفَاوَحِينَ يَقُومُ عَلَى المَروَةِ وَحِينَ يَقِفُ مَعَ النَّاسِ عَشِيَّةَ عَرفَةَوَبِجَمعٍ وَالمَقَامَينِ حِينَ يَرمِي الجَمرَةَ کا ترجمہ کیا ہے: ''نبی کریم ﷺ صرف سات جگہوں میں ہاتھ اٹھاتے: جب نماز شروع فرماتے، جب مسجد حرام میں داخل ہوتے اور بیت اللہ کو دیکھتے، جب صفا اور مروہ پر ٹھہرتے اور عرفہ کی شام کو اور جمع میں اور رمی جمرہ کے وقت۔'' [صفحہ:۴۶۲،روایت:۱۳۵۴]

—وذَكَرَهُ البُخَارِيُّ فِي كتابه المفرد في "رفع اليدين" کا ترجمہ لکھا ہے:''بخاری نے ادب المفرد میں معلقاً اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔'' [صفحہ:۴۶۲،روایت:۱۳۵۵]

—قال البخاري:تركوهُ کا ترجمہ لکھا:''بخاری کہتے ہیں اسے چھوڑ دو۔''

[صفحہ:۴۶۶،روایت:۱۳۶۶]

—ذكره العَلَّامة ابن الجزري کا ترجمہ لکھا ہے:''علامہ جزری نے اسے حسن میں نقل کیا ہے۔''

[صفحہ:۴۶۶،روایت:۱۳۶۸]

ویسے انسان خطاءً کا پتلا ہے۔کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُس سے کوئی غلطی نہیں ہوئی لیکن میں معلوم نہیں کیوں ایسا سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کے مترجم نے اپنا دینی اور علمی فریضہ ادا کرنے میں کوتاہی کی ہے۔اگر کوئی دوسرا شخص ایسا کرتا تو شاید حافظ صاحب اُنہیں معاف نہ کرتے اور اسے معلوم نہیں کن کن القاب سے یاد فرماتے۔

بہر کیف! الأسرارُ المرفُوعَة في الأخبارِ المَوضُوعة کا ترجمہ اور تحقیق کرنے کے لیے کمر ہمت باندھی۔اللہ تعالیٰ میرا حامی و ناصر ہے۔ربِّ کریمؒ سے دست بدعاء ہوں کہ مجھے حدیث نبوی کی خدمت کرنے کی ہمت اور طاقت بخشے۔اپنے فضل و کرم سے میری اس خدمت کو مسلمانوں کے لیے مفید بنادے اور اسے میرے لیے، میرے والدین اور اساتذہ کے لیے نجاتِ اُخروی کا ذریعہ بنادے۔اَللّٰہُمَّ آمین.

خَادِمُ السُّنَّةِ الْمُطَهَّرَةِ

ڈاکٹر سراج الإسلام حنیف

تَغَمَّدَهُ اللّٰه بِرَحْمَتِهِ وَرِضْوَانِهِ

۴ جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ = ۱۴ اپریل ۲۰۱۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدُ للّٰهِ الذي أنزل القرآن العظيم القديم ؛ وبَيَّنَهٗ بالأحاديث الثابتة عن النبي الرحيم ؛بنقل الصحابة والتابعين ؛ وأتباعهم من أئمة الدين ؛ المجتهدين في الطريق القويم ؛ صلى اللّٰه وسلم عليه ؛ وشرف وكرم لديه ؛ وعظَّم من انتسب إليه.

أمَّا بعد : کلام قدیم (۱) کا یہ خادم' اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلب گار اور صحیح احادیث کو اختیار کرنے والا علی بن سلطان محمد القاری کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اُس کے فضل وکرم سے ہر غلطی سے پاک اور محفوظ ہے۔اس کا ایک ایک نقطہ اور رسم الخط بھی محفوظ ہے اور اس کی حفاظت کا ثبوت اللہ رب العزت کا یہ فرمان ہے:اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ. [سورۃ الحجر۱۵:۹]

''یہ یاد دِہانی ہم ہی نے اُتاری ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

اس کی حفاظت ایک بڑی جماعت نے اُٹھائی ہے' اگرچہ نبی کریم ﷺ کو گزرے ہوئے ایک طویل عرصہ بیت گیا ہے لیکن یہ جماعت آج تک قائم ہے۔ نبی کریم ﷺ کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی

---

(۱) قدیم کلام سے قرآن مجید مراد ہے جو علماء کے نزدیک اگرچہ شائع ہے لیکن حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

إنَّ لفظَ القديم ليس مأثوراً عن السلف' وإنماالذي اتفقوا عليه أن القرآن كلام اللّٰه غير مخلوق.

[مجموع الفتاویٰ ۱۲:۱۰۷]

''سلف صالحین سے ''قدیم'' کا لفظ ماثور و منقول نہیں۔قرآن مجید کے بارے میں اُن کی متفقہ رائے یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور مخلوق نہیں ہے۔''

طرف ہجرت کئے ہوئے ایک ہزار سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے [۱]۔ لمبا زمانہ گزرنے کی وجہ سے وہ احادیث رسول ﷺ جن سے شریعت کے احکام کی وضاحت ہوتی ہے۔ عوام الناس ان کو ظنی تصور کرتے ہیں اور اسی وجہ سے عوام میں موضوع احادیث عام ہو گئیں لیکن علمائے حقانیین کی ایک جماعت اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے صحیح، سقیم، حسن، ضعیف، مرفوع، موقوف، مقطوع اور موضوع کو الگ الگ کر دیا جیسا کہ حافظ ابو نعیم [۲] نے الحلیۃ [۳] میں سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ [۴] سے مرفوعاً یہ روایت بیان کی ہے:

– ۱: إِنَّ لِلّٰهِ عِنْدَ كُلِّ بِدْعَةٍ كِيْدَ بِهَا الْإِسْلَامُ وَلِيًّا مِنْ أَوْلِيَائِهِ يَذُبُّ عَنْ دِيْنِهِ.

''اللہ تعالیٰ ہر اس بدعت کے اظہار کے وقت جس کے ذریعہ اسلام میں مکر کیا جاتا ہو۔ اپنے اولیاء میں سے ایک ولی متعین کرتا ہے جو اس کے دین کا دفاع کرتا ہے اور ان چیزوں کو رد کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کے بعض دشمنوں نے وضع کیا ہو [۵]۔''

---

(۱) چونکہ ملا علی قاری کی وفات ۱۰۱۴ ہجری کو ہوئی اس حساب سے ایک ہزار سال سے زائد عرصہ کا قول اختیار کیا گیا ہے۔

(۲) احمد بن عبداللہ بن احمد اصفہانی، ابو نُعیم، حافظ حدیث اور مؤرخ تھے۔ اصفہان میں ۳۳۶ھ = ۹۴۸ء کو پیدا ہوئے۔ حفظ و روایتِ حدیث میں ثقہ مانے جاتے ہیں۔ اصفہان ہی میں ۴۳۰ھ = ۱۰۳۸ء کو وفات پائی۔
[وفیات الاعیان ۱:۹۲، تذکرۃ الحفاظ ۳:۱۰۹۲، الاعلام ۱:۱۵۷]

(۳) حلیۃ الاولیاء ۱۰:۴۰۰، ترجمہ: ۶۸۳، اخبار اصبهان ۱:۳۲۲

(۴) سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، ان کے نام کے سلسلے میں محدثین و مؤرخین کے مابین اختلاف موجود ہے اس بارے میں ان کے اٹھارہ اقوال ملتے ہیں۔ ایک جم غفیر کے نزدیک ان کا نام عبدالرحمٰن بن صخر تھا۔ قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے تھے، اُن کے مرویات کی تعداد ۵۳۷۴ ہے۔ ۸۰۰ کے لگ بھگ ان کے شاگرد تھے۔ ۵۹ھ = ۶۷۹ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ [تلقيح فهوم أهل الأثر: ۳۶۳، الاعلام ۳:۳۰۸]

(۵) یہ حدیث موضوع ہے۔ اسے امام عقیلی نے نقل کر کے لکھا ہے: اس کا راوی عبدالغفار مجہول بالنقل ہے اس کی پہچان صرف یہی ایک غیر محفوظ روایت ہے۔ [الضعفاء الکبیر ۳:۱۰۰، ترجمہ: ۱۰۷۴]
حافظ ذہبی لکھتے ہیں: عبدالغفار بن قاسم کی کنیت ابو مریم انصاری ہے۔ غیر ثقہ رافضی ہے۔ امام علی بن المدینی کہتے ہیں: احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ شیعہ کے سربراہوں میں سے ہے۔ امام ابوداود کہتے ہیں: میں گواہی ......

رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث معنوی طور پر ہی نہیں بلکہ لفظی طور پر متواتر (۱) منقول ہے جسے شیخین (۲) اور حاکم نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

– ۲: مَنْ كَذَبَ عَلَى مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۳).

......دیتا ہوں کہ ابو مریم کذاب ہے۔ [میزان الاعتدال ۲: ۶۴۰، ترجمہ: ۱۵۴۷]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس کا ایک راوی عبدالسلام بن صالح بلخی ہے جو اس روایت کی آفت ہے۔

[لسان المیزان ۲: ۴۸۰، ترجمہ: ۱۹۶۱]

(۱) متواتر: لغوی تعریف: یہ لفظ مصدر تَوَاتَرَ سے مشتق ہو کر اسم فاعل بنا ہے، جس کے معنی پے در پے ہونے کے ہیں: والتَّواتُرُ: التَّتابُعُ. [المحکم و المحیط الأعظم ۹: ۵۳۲، مادہ: وٗ ت ٗ ر]

جیسے مسلسل بارش کی صورت میں کہا جاتا ہے: تَوَاتَرَ الْمَطَرُ، یعنی: مسلسل بارش ہوئی۔

اصطلاحی تعریف: متواتر اُس حدیث کو کہتے ہیں جس کو ایک ایسی جماعت روایت کرتی ہو جس کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً اور عادتاً محال ہو اور وہ جماعت جس جماعت سے روایت کرتی ہو وہ بھی اس طرح کی ہو اور یہ وصف سند کے آغاز، وسط اور منتہیٰ میں موجود رہے: هو ما رواه جمعٌ، تحيل العادة تواطؤهم على الكذب، عن مثلهم من أول السند إلى منتهاه على أن لايختل هذاالجمع في أيِّ طبقةٍ من طبقات السند.

[شرح نخبۃ الفکر: ۱۱، فتح الباری ۱: ۲۸]

(۲) ''شیخ'' کا تثنیہ ہے۔ نئی اصطلاح میں بڑے عالم کو کہتے ہیں۔ اسلاف میں اس کا استعمال مختلف رہا ہے۔

– صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سیّدنا ابو بکر صدیق اور سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو کہتے ہیں۔

– محدثین میں سے امام بخاری اور امام مسلم پر اس کا اِطلاق کیا جاتا ہے۔

– فقہائے احناف میں اس سے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف مراد لیے جاتے ہیں، جب کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کو طرفین، اور امام ابو یوسف اور امام محمد کو صاحبین کہتے ہیں۔

– علمِ کلام کی کتابوں میں اس سے مراد امام ابو الحسن اشعری اور امام ابو منصور ماتریدی ہوتے ہیں۔

– فلسفہ و حکمت کی زبان میں بو علی سینا اور فارابی کے لیے اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔

– طِب میں جالینوس اور ابن سینا اس سے مراد لیے جاتے ہیں۔

– آٹھویں صدی ہجری کے اواخر سے متعدد علمائے امت امام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کو اس سے موسوم کرتے آ رہے ہیں۔

(۳) صحیح بخاری، کتاب العلم [۳] باب اثم من کذب علی النبی ﷺ [۳۹] حدیث: ۱۱۰، صحیح مسلم، مقدمہ، باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ ﷺ [۲] حدیث: ۳، المدخل إلى معرفة كتاب الإكليل، حاکم: ۱۲۶

''جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں تلاش کرے۔''

نیز امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی (۱) امام نسائی، امام ابن ماجہؒ اور امام دار قطنی (۲) کی روایت میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے جو چیز کثرت سے حدیثیں بیان کرنے سے روکتی ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ:

– ۳: مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۳).

''جو آدمی مجھ پر جان کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔''

اور ان تمام محدثین نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ (۴) سے بھی یہ روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

– ۴: لَاتَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ (۵).

---

(۱) محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ، بوغی، ترمذی، ابوعیسیٰ، علماء و حفاظِ حدیث میں تھے۔ دریائے جیحون کے قریب ترمذ میں رہائش پذیر تھے۔ ۲۰۹ھ = ۸۲۴ء کو پیدا ہوئے۔ خراسان، عراق اور حجاز کے سفر کیے۔ ترمذ میں ۲۷۹ھ = ۸۹۲ء کو وفات پائی۔ [الانساب ۱:۴۵۹، تذکرۃ الحفاظ ۲:۴۳۳]

(۲) علی بن عمر بن احمد بن مہدی، ابوالحسن، دار قطنی، شافعی، اپنے دور کے إمام في الحديث و العِلَل تھے۔ آپ نے قراءت پر کتاب لکھی اور اس کے ابواب مقرر کیے۔ دار قطن [جو بغداد کا ایک قصبہ ہے] میں ۳۰۶ھ = ۹۱۹ء کو پیدا ہوئے، اور بغداد میں ۳۸۵ھ = ۹۹۵ء کو وفات پائی۔

[وفیات الاعیان ۳:۲۹۷، تاریخ بغداد ۱۲:۳۴، سیر اعلام النبلاء ۱۶:۴۴۹]

(۳) صحیح بخاری، کتاب العلم [۳] باب اثم من کذب علی النبی ﷺ [۳۹] حدیث: ۱۰۷، صحیح مسلم، مقدمہ، حدیث: ۲، سنن ترمذی، کتاب العلم [۴۲] باب ما جاء فی تعظیم الکذب علی رسول اللہ ﷺ [۷] حدیث: ۲۶۶۱، سنن ابن ماجہ، مقدمہ، باب التغلیظ فی تعمد الکذب علی رسول اللہ ﷺ [۴] حدیث: ۳۱، سنن نسائی کبریٰ، حدیث: ۵۹۱۱۔

(۴) علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب، ہاشمی، قرشی، نبی ﷺ کے چچازاد اور داماد تھے۔ چوتھے خلیفہ راشد، سابقون اولون اور عشرۃ مبشرۃ میں سے ہیں۔ مکہ معظّمہ میں ۲۳ق ھ = ۶۰۰ء کو پیدا ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے سایہ عاطفت میں پلے بڑھے۔ ۳۵ھ کو خلیفہ منتخب ہوئے۔ ۱۷ رمضان ۴۰ھ = ۶۶۱ء کو شہادت پائی۔

[الاستیعاب: ۵۲۷، ترجمہ: ۱۸۶۶، الاعلام ۴:۲۹۵]

(۵) صحیح بخاری، کتاب العلم [۳] باب اثم من کذب علی النبی ﷺ [۳۹] حدیث: ۱۰۲، صحیح مسلم، مقدمہ، حدیث: ۱، سنن ترمذی، کتاب العلم [۴۲] باب ما جاء فی تعظیم الکذب علی رسول اللہ ﷺ [۷] حدیث: ۲۶۶۰، سنن ابن ماجہ، مقدمہ، باب التغلیظ فی تعمد الکذب علی رسول اللہ ﷺ [۴] حدیث: ۳۱، سنن نسائی کبریٰ، حدیث: ۵۹۱۱۔

''مجھ پر جھوٹ نہ بولو کیوں کہ جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے گا وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔''

بخاری، مسلم اور ترمذی نے سیدنا مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (۱) سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

۵- إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ، مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۲)۔

''مجھ پر جھوٹ بولنا عام لوگوں پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے۔ جو مجھ پر جھوٹ بولے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں تلاش کرنا چاہیے۔''

بخاری، ابوداوٗد، نسائی، ابن ماجۃ اور دار قطنی نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (۳) سے روایت کیا ہے انہوں نے اپنے والد سے عرض کیا کہ کیا وجہ ہے جو میں آپ کو رسول اللہ ﷺ سے روایات کرتے نہیں سنتا۔ آپ احادیث نبوی کیوں بیان نہیں کرتے جیسے کہ فلاں فلاں لوگ بیان کرتے ہیں؟ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ (۴) نے فرمایا جب سے میں نے اسلام قبول کیا کبھی آپ ﷺ سے جدا نہیں ہوا

---

(۱) مغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ بن ابی عامر بن مسعود ثقفی، ابوعبداللہ، طائف میں ۲۰ قبل ہجری، مطابق ۶۰۳ء کو پیدا ہوئے۔ جلیل القدر صحابی ہیں۔ ۵ ہجری کو مشرف باسلام ہوئے۔ صلح حدیبیہ، جنگ یمامہ اور فتوحاتِ شام میں شریک رہے۔ جنگ یرموک میں ان کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی۔ جنگ قادسیہ، نہاوند اور ہمدان میں بھرپور حصہ لیا۔ ان کی مرویات ۱۳۶ ہیں۔ ۵۰ھ = ۶۷۰ء کو کوفہ میں وفات پائی۔

[الاصابۃ ۳: ۴۵۲-۴۵۳، الاعلام ۷: ۲۷۷]

(۲) صحیح بخاری، کتاب الجنائز [۲۳] باب ما یکرہ من النیاحۃ علی المیت [۳۳] حدیث: ۱۲۹۱، صحیح مسلم، مقدمہ حدیث: ۴، سنن ترمذی، کتاب العلم [۴۲] باب ما جاء فی تعظیم الکذب علی رسول اللہ ﷺ [۷] حدیث: ۲۶۶۲۔

(۳) عبداللہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما، قرشی، اسدی، ابوبکر، ہجرت کے بعد مسلمانوں میں پہلے مولود ہیں۔ یکم ہجری = ۶۲۲ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتح افریقہ میں شریک تھے۔ ۶۴ ہجری کو یزید کی موت کے بعد ان کے لیے خلافت کی بیعت لی گئی۔ مصر، حجاز، یمن، خراسان، عراق اور شام پر حکومت کی۔ آپ کی مدتِ خلافت نو سال ہے۔ آپ کے عہد خلافت میں گول سکّوں کا اجراء ہوا آپ سے ۳۳ حدیث مروی ہیں۔ ۷۳ھ = ۶۹۲ء کو شہید کر دیے گئے۔ [الاصابۃ ۲: ۳۰۹، الاعلام ۴: ۸۷]

(۴) زبیر بن العوّام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیّ بن کلاب، اسدی قرشی ابوعبداللہ۔ ۲۸ ق ھ = ۵۹۴ء کو مکۃ المکرّمۃ میں پیدا ہوئے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اسلام کے لیے سب سے پہلے اُنہوں نے اپنی تلوار سونت لی تھی۔ طویل القامت تھے۔ ۳۶ھ = ۶۵۶ء کو وادی سباع [بصرہ میں] ابن جرموز نے اُنہیں جنگ جمل میں شہید کر دیا۔ [الاصابۃ ۱: ۵۴۵، ترجمہ: ۲۷۸۹، الاعلام ۳: ۴۳]

لیکن میں نے آپ کو فرماتے سنا ہے کہ:

۶- مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۱).

''جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔''

دارقطنی کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: وَاللّٰهِ مَا قَالَ: مُتَعَمِّداً وَأَنْتُمْ تَقُولُونَ: مُتَعَمِّداً (۲).

''اللہ کی قسم! انہوں نے مُتَعَمِّدًا نہیں کہا اور تم مُتَعَمِّدًا کہتے ہو۔''

امام بخاری اور امام دارقطنی نے سیدنا سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

۷- مَنْ يَقُلْ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۳).

''جو شخص مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔''

بخاری، ترمذی، دارقطنی اور امام حاکم نے مدخل میں سیدنا ابن عمرو رضی اللہ عنہما (۴) سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب العلم [۳] باب اثم من کذب علی النبی ﷺ [۳۹] حدیث: ۱۰۷، سنن ابی داود، کتاب العلم [۹۱] باب فی التشدید فی الکذب علی رسول اللہ ﷺ [۴] حدیث: ۳۶۵۱، سنن ابن ماجۃ، مقدمہ، باب التغلیظ فی تعمد الکذب علی رسول اللہ ﷺ [۴] حدیث: ۳۶۔

(۲) امام دارقطنی کی کسی کتاب میں یہ اضافہ نہ مل سکا البتہ امام ابن سعد کی روایت میں ہے کہ:

قال وهب بن جرير في حديثه عن الزبير: والله ماقال متعمداً وأنتم تقولون متعمداً.

[الطبقات الکبریٰ ۳: ۱۰۷]

''وہب بن جریر نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اُنہوں نے مُتَعَمِّداً نہیں کہتا اور تم مُتَعَمِّداً کہتے ہو۔''

مسند الشاشی ۱: ۹۷، ۹۸، حدیث: ۳۴، ۳۶ میں بھی مُتَعَمِّداً کا اضافہ نہیں ہے جب کہ صحیح بخاری کے علاوہ کئی دوسری کتابوں میں مُتَعَمِّدًا کے الفاظ موجود ہیں جو حد تواتر تک پہنچی ہیں۔

(۳) صحیح بخاری، کتاب العلم [۳] باب اثم من کذب علی النبی ﷺ [۳۹] حدیث: ۱۰۹

(۴) عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔ قرشی، زاہد و عابد صحابی تھے۔ ۷ ق ھ = ۶۱۶ء کو پیدا ہوئے۔ والد سے پہلے اسلام قبول کیا۔ مکہ کے باشندے تھے۔ دورِ جاہلیت میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ سریانی زبان پر عبور حاصل تھا۔ ۶۵ ھ = ۶۸۴ء کو وفات پائی۔ [صفۃ الصفوۃ ۱-۲: ۳۱۴، ترجمہ: ۸۲، الاعلام ۴: ۱۱۱]

۸- بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً، وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ (۱) وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۲).

''مجھ سے حدیث بیان کرو اور مجھ پر جھوٹ نہ بولو اس لیے کہ جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا چاہیے۔''

امام احمد' دارمی (۳) ترمذی اور ابن ماجۃ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (۴) سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

۹- مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۵).

''جو شخص مجھ پر جان کر جھوٹ بولے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لینا چاہیے۔''

امام احمد' دارمی' اور ابن ماجۃ نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

---

(۱) ملا علی قاری نے حَدِّثُوا عَنِّي وَلَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ کے الفاظ لکھے ہیں۔

(۲) صحیح بخاری' کتاب الانبیاء [۶۰] باب ما ذکر عن بنی اسرائیل [۵۰] حدیث: ۳۴۶۱' سنن ترمذی' کتاب العلم [۴۲] باب ما جاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل [۱۳] حدیث: ۲۶۶۹' المدخل إلى معرفة كتاب الإكليل: ۱۲۷' حدیث: ۳۱۔

(۳) عبداللہ بن عبدالرحمن بن فضل بن بہرام' تیمی' دارمی' سمرقندی' ابو محمد' ۱۸۱ھ = ۷۹۷ء کو پیدا ہوئے۔ حافظ حدیث تھے۔ حجاز' مصر' عراق اور خراسان تک حصولِ علم کے سلسلے میں تشریف لے گئے۔ سمرقند کے قاضی بنا دیے گئے۔ صرف ایک فیصلہ دیا اور مستعفی ہوئے۔ عالم و فاضل' محدث و مفسر اور فقیہ تھے۔ سمرقند میں علوم حدیث کی نشر و اشاعت کا سہرا اُن کے سر ہے۔ ۲۵۵ھ = ۸۶۹ء کو وفات پائی۔

[تذکرۃ الحفاظ ۲: ۵۳۴' تہذیب التہذیب ۵: ۲۶۱' الاعلام ۴: ۹۵]

(۴) عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب ہذلی ابو عبدالرحمن رضی اللہ عنہ' اکابر صحابہ میں سے تھے۔ فاضل و عاقل تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ قریب۔ سابقون اولون میں سے تھے۔ آپ ہی نے سب سے پہلے حرم مکہ میں جہر سے قرآن سنایا۔ رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات پا جانے کے بعد کوفہ تشریف لے گئے جہاں سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں واپس آ گئے۔ مدینہ منورہ میں ۳۲ھ = ۶۵۳ء کو تقریباً ۶۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ [غایۃ النہایۃ ۱: ۴۵۸' الاعلام ۴: ۱۳۷]

(۵) مسند احمد ۱: ۳۸۹' سنن ترمذی' کتاب العلم [۴۲] باب ما جاء فی تعظیم الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [۸] حدیث: ۲۶۵۹' سنن ابن ماجۃ' مقدمہ' باب التغلیظ فی تعمد الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [۴] حدیث: ۳۰

۱۰- مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۱).

''جو شخص مجھ پر جان کر جھوٹ بولے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالینا چاہیے۔''

امام احمد' دارمی' اور ابن ماجۃ نے سیدنا ابو قتادۃ رضی اللہ عنہ (۲) سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

۱۱- إِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَدِيثِ عَنِّي' فَمَنْ قَالَ عَلَيَّ فَلَا يَقُلْ إِلَّا حَقًّا وَصِدْقًا وَمَنْ قَالَ عَلَيَّ مَالَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۳).

''مجھ سے بکثرت احادیث روایت کرنے سے بچو اور جو شخص میری جانب کسی بات کی نسبت کرے اسے حق اور سچ کے علاوہ کچھ نہ کہنا چاہیے اور جو شخص مجھ سے ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہیں کہی اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا چاہیے۔''

سنن ابن ماجۃ میں سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ (۴) سے مرفوعاً مروی ہے:

۱۲- مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۵).

''جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا چاہیے۔''

امام مسلم' ترمذی اور نسائی نے سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

---

(۱) مسند احمد ۱: ۳۸۹' سنن دارمی' مقدمہ' باب اتقاء الحدیث عن النبی ﷺ والتثبت فیہ [۲۵] حدیث: ۲۳۱' سنن ابن ماجۃ' مقدمہ' باب التغلیظ فی تعمد الکذب علی رسول اللہ ﷺ [۴] حدیث: ۳۴

(۲) حارث بن ربعی انصاری خزرجی سُلَّمی ابو قتادۃ رضی اللہ عنہ' بہت بڑے بہادر اور دلیر تھے۔ فارسِ رسول اللہ ﷺ سے مشہور تھے۔ ۵۴ھ = ۶۷۴ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ [الاصابۃ ۴: ۱۵۸' الاعلام ۲: ۱۵۴]

(۳) مسند احمد ۵: ۲۹۷' سنن دارمی' مقدمہ' باب اتقاء الحدیث عن النبی ﷺ والتثبت فیہ [۲۵] حدیث: ۲۳۷' سنن ابن ماجۃ' مقدمہ' باب التغلیظ فی تعمد الکذب علی رسول اللہ ﷺ [۴] حدیث: ۳۵

(۴) سعد بن مالک بن سنان' ابو سعید' خدری' انصاری' خزرجی' جلیل القدر صحابی ہیں۔ ۱۰ ق ھ = ۶۱۳ء کو پیدا ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی مجالس میں اکثر و بیشتر حاضر رہتے۔ بارہ غزوات میں حصہ لیا۔ ۷۴ھ = ۶۹۳ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ [تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۶: ۱۱۰' الاعلام ۳: ۸۷]

(۵) سنن ابن ماجۃ' مقدمہ' باب التغلیظ فی تعمد الکذب علی رسول اللہ ﷺ [۴] حدیث: ۳۷

۱۲۳- لَا تَكْتُبُوا عَنِّي شَيْئًا سِوَى الْقُرْآنِ، فَمَنْ كَتَبَ عَنِّي شَيْئًا غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ، وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ، وَحَدِّثُوا عَنِّي وَلَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ، فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۱).

''مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ نہ لکھو اور جس نے سوائے قرآن کے کوئی چیز لکھ رکھ ہے اسے چاہیے کہ اس تحریر کو مٹا دے۔ بنی اسرائیل سے روایتیں بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں۔ مجھ سے بھی حدیثیں روایت کرو اور مجھ پر جھوٹ نہ بولو اور جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالینا چاہیے (۲)۔''

ابو یعلیٰ (۳) عقیلی اور طبرانی (۴) نے اوسط میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۵) سے مرفوعاً روایت

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق [۵۳] باب التثبت فی الحدیث وحکم کتابۃ العلم [۱۶] حدیث: ۳۰۰۴۔
تنبیہ: مصنف نے سیدنا ابوسعید خدری کی اس روایت کے لیے ترمذی اور نسائی کا حوالہ بھی دیا ہے لیکن مجھے اُن کی یہ روایت سنن ترمذی، سنن صغریٰ نسائی اور سنن کبریٰ نسائی میں نہ مل سکی۔

(۲) امام سمعانی لکھتے ہیں: أن كراهية كتابة الأحاديث إنما كانت في الإبتداء كئ لا تختلط بكتاب الله، فلما وقع الأمن عن الإختلاط جاز كتابته. [ادب الاملاء والاستملاء: ۱۴۶]
''احادیث لکھنے کی ممانعت کا تعلق بالکل ابتدائی دور سے ہے، تا کہ کتاب اللہ کے ساتھ کوئی دوسری چیز خلط ملط نہ ہو جائے، جب اس بارے میں تسلی ہوگئی تو کتابت حدیث کی اجازت دے دی گئی۔''
حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: هذا كان في أولِ الإسلام خشية أن يختلط الوحي الذي يُتلى بالوحي الذي لا يُتلى، ثم أذِنَ في الكتابة لحديثه. [زاد المعاد ۳: ۴۵۷]
''ایسا بالکل اسلام کے شروع میں تھا تا کہ وحی متلو اور وحی غیر متلو آپس میں گڈمڈ نہ ہو جائیں، پھر کچھ عرصہ بعد احادیث لکھنے کی اجازت دی گئی۔''

(۴) احمد بن علی بن المُثَنّى التَّمِيمِي الموصلي، ابو یَعلیٰ، علماءِ حدیث میں سے تھے۔ حافظ تھے۔ حافظ ذہبی نے انھیں محدث موصل کہا ہے۔ ثقہ اور مشہور تھے۔ ۹۷ سال کی طویل عمر پائی۔ اُن کے پاس ہر وقت مستفیدین کا تانتا بندھا رہتا۔ ۳۰۷ھ = ۹۱۹ء کو موصل میں وفات پائی [سیر اعلام النبلاء ۱۴: ۱۷۴، ترجمہ: ۱۰۰، الاعلام ۱: ۱۷۱]

(۵) سلیمان بن احمد اللخمي الشامي، ابو القاسم، بہت بڑے محدث تھے۔ طبریہ [شام] سے تعلق کی وجہ سے طبری کہلائے۔ عکا میں پیدا ہوئے۔ حصول علم کے لیے حجاز مقدس، یمن، مصر، عراق، فارس اور جزیرہ کے سفر کیے۔ ۳۶۰ھ = ۹۷۱ء کو اصبہان میں وفات پائی۔ [تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۶: ۲۴۰، الاعلام ۳: ۱۲۱] ......

کیا ہے:

۔۱۴: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً أَوْ رَدَّ شَيْئًا أَمَرْتُ بِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ بَيْتاً فِي جَهَنَّمَ (۱)۔

''جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے یا جس چیز کا میں نے حکم کیا ہے اس کو رد کرے اُسے اپنا گھر دوزخ میں بنالینا چاہیے۔''

امام احمد اور ابو یعلیٰ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (۲) سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

۔حواشی صفحہ سابقہ۔

(۵) ابو بکر صدیق: عبداللہ بن ابی قحافہ: عثمان رضی اللہ عنہما بن عامر، تیمی، قرشی، بالغ مردوں میں سب سے اول اسلام قبول کرنے والے ہیں۔ پہلے خلیفہ راشد ہیں۔ آپ کے والد، والدہ، بیوی اور اولاد سب صحابہ ہیں۔ یہ فضیلت آپ کے علاوہ کسی اور صحابی کو حاصل نہیں ہے۔ ۵۱ قبل ہجری = ۵۷۳ء کو پیدا ہوئے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی نہ بت پرستی کی اور نہ شراب کو منہ لگایا۔ ۱۱ھ کو خلیفہ منتخب ہوئے۔ ۱۳ھ = ۶۳۴ء کو مدینہ منورہ میں وفات پا گئے، ان کی مدت خلافت ۲ سال ۳ ماہ اور ۱۵ دن ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مرویات ۱۴۲ ہیں۔

[صفۃ الصفوۃ ۱-۲: ۱۰۳، ترجمہ: ۲، الاعلام ۴: ۱۰۲]

۔حواشی صفحہ ہذا۔

(۱) مسند ابی یعلیٰ ۱: ۵۷، حدیث: ۸۳، الضعفاء الکبیر ۳: ۲۰۳، المعجم الأوسط ۲: ۱۴۹، حدیث: ۲۸۳۸

تنبیہ: اس حدیث کا متن اگرچہ متواتر اور صحیح ہے مگر اس کی اس سند میں دو خامیاں ہیں:

پہلی: اس کا ایک راوی عمرو بن مالک راسبی ہے جس کے بارے میں امام ترمذی لکھتے ہیں: سمعتُ محمد بن إسماعيل يقول: عمرو بن مالك هذا كذَّابٌ، كان استعار كتاب أبي جعفر المسندي فألحق فيه أحاديث. [ترتیب علل الترمذی الکبیر: ۳۴۰، ابواب العلم، بذیل حدیث: ۶۳۱، میزان الاعتدال ۳: ۲۸۶]

''میں نے امام بخاری کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ عمرو بن مالک کذاب تھا اس نے ابو جعفر مسندی کی کتاب عاریۃً حاصل کی اور اس میں اپنی طرف سے احادیث داخل کر دیں۔''

دوسری: اس کا ایک راوی جاریہ بن ہرم متروک الحدیث ہے۔ [میزان الاعتدال ۱: ۳۸۵]

(۲) عمر فاروق رضی اللہ عنہ بن خطّاب، قرشی، عدوی، کنیت ابو حفص تھی اور لقب فاروق۔ مکہ معظّمہ میں ۴۰ قبل ہجری = ۵۸۴ء کو پیدا ہوئے۔ خلفائے راشدین میں سے دوسرے نمبر پر ہیں۔ جلیل القدر صحابی تھے۔ نہایت شجاع، جری اور بہادر تھے۔ نوجوانانِ قریش میں سے تھے۔ ۱۳ھ کو خلیفہ چنے گئے۔ آپ سے ۵۳۷ احادیث مروی ہیں۔ ۲۳ھ = ۶۴۴ء کو رحلت کر گئے۔ نماز جنازہ سیدنا صہیب ابن سنان رومی رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔

[صفۃ الصفوۃ ۱-۲: ۱۱۸، ترجمہ: ۳، تہذیب الکمال ۲۱: ۳۱۷، الاعلام ۵: ۴۵]

–۱۵: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَهُوَ فِي النَّارِ [(۱)]. ''جو مجھ پر جھوٹ بولے وہ آگ [جہنم] میں ہے۔''

امام احمد، بزار [(۲)] ابویعلیٰ، دارقطنی اور حاکم نے مدخل میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ [(۳)] سے روایت کیا ہے، وہ فرمایا کرتے تھے: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں بیان کرنے سے یہ بات نہیں روکتی کہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کو زیادہ محفوظ رکھنے والا نہ ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے:

–۱۶: مَنْ قَالَ عَلَيَّ كَذِباً فَلْيَتَبَوَّأْ بَيْتاً فِي النَّارِ [(۴)].

''جو مجھ پر جھوٹ بولے اسے اپنا گھر جہنم میں بنالینا چاہیے۔''

ابویعلیٰ اور طبرانی نے سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ [(۵)] سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

---

(۱) مسند احمد ۱: ۴۷، مسند ابی یعلیٰ ۱: ۲۲۱-۲۲۲، حدیث: ۲۵۹، ۲۶۰۔

تنبیہ: اس کی سند ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا راوی دُجَین ابوالغصن بن ثابت عُرَینی ضعیف ہے۔

[التاریخ، یحییٰ بن معین ۲: ۱۵۵، التاریخ الاوسط ۲: ۹۸، الجرح والتعدیل ۳: ۲۴۵]

(۲) احمد بن عمرو بن عبدالخالق ابوبکر البزار حافظ حدیث تھے۔ بصرہ سے تعلق تھا۔ آخری عمر میں اصبهان، بغداد اور شام میں درس حدیث دیا کرتے تھے۔ ۲۹۲ھ = ۹۰۵ء کو رملہ میں وفات پائی۔

[تاریخ بغداد ۴: ۳۳۴، الاعلام ۱: ۱۸۹]

(۳) عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان بن ابی العاص بن امیہ۔ قریش میں سے تھے۔ ذوالنورین لقب تھا اس لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں: سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما یکے بعد دیگرے اُن کے عقد میں آئیں۔ تیسرے خلیفہ راشد ہیں، اُن کی دینی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ۴۷ قبل ہجرت = ۵۷۷ء کو مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائے اسلام میں ایمان لائے۔ ۲۳ ہجری کو شہادتِ فاروقی رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ منتخب ہوئے۔ ۳۵ھ = ۶۵۶ء کو ۸۲ برس کی عمر میں شہادت پائی۔ [الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۲: ۴۶۲، الاعلام ۴: ۲۱۰]

(۴) مسند احمد ۱: ۶۵، البحر الزخار ۲: ۳۸، حدیث: ۳۸۴، مسند ابی داود طیالسی: ۱۴

تنبیہ: مسند ابی یعلیٰ موصلی میں یہ روایت نہ مل سکی۔

(۵) طلحہ بن عبیداللہ بن عثمان تیمی قرشی مدنی ابومحمد رضی اللہ عنہ نڈر اور بہادر صحابی ہیں۔ عشرہ مبشرہ، اصحاب شوریٰ اور ابتدائی آٹھ سابقون اولون میں سے ہیں۔ ۳۶ھ = ۶۵۶ء کو جنگ جمل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ بصرہ میں دفن کیے گئے۔ [الاصابۃ ۲: ۲۲۹، الاعلام ۳: ۲۲۹]

۱۷-مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۱).

''جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لینا چاہیے۔''

بزار' ابو یعلیٰ' دار قطنی اور حاکم نے مدخل میں سیدنا سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ (۲) سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

۱۸-إِنَّ كَذِباً عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ، مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۳).

''مجھ پر جھوٹ بولنا اوروں پر جھوٹ بولنے کی مانند نہیں ہے' جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لینا چاہیے۔''

امام احمد اور ہناد بن السری (۴) نے اپنی کتاب الزہد میں اور بزار' طبرانی اور حاکم نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (۵) سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

۱۹-إِنَّ الَّذِي يَكْذِبُ عَلَيَّ يُبْنَى لَهُ بَيْتٌ فِي النَّارِ (۶).

---

(۱) مسند ابی یعلیٰ ۲:۷' حدیث:۶۳۱' المعجم الکبیر ۱:۱۱۴' حدیث:۲۰۴

(۲) سعید بن زید بن عمرو بن نفیل عدوی قرشی رضی اللہ عنہ ۲۲ قبل ہجری کو مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے۔ مدینہ منورہ ہجرت کی۔ غزوۂ بدر کے علاوہ سارے غزوات میں شرکت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے موقع پر کسی اور معرکہ کے لیے بھیجا تھا۔ ۵۱ھ = ۶۵۱ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ [الاصابۃ ۲:۴۶' الاعلام ۳:۹۴]

(۳) مسند ابی یعلیٰ ۲:۲۵۷' حدیث:۹۶۶' المعجم الکبیر ۱:۱۱۴' حدیث:۲۰۴' مسند بزار ۴:۱۰۰' حدیث: ۶۰۷۶' المدخل إلى معرفة الصحيح من السقيم ۱:۱۰۱

(۴) ہناد بن سری بن مصعب تمیمی' دارمی' محدث' زاہد اور حافظ حدیث تھے۔ اپنے زمانے میں کوفہ کے شیخ تھے۔ راہبِ کوفہ سے مشہور تھے۔ انہوں نے نہ تو کسی آزاد عورت سے شادی کی اور نہ کسی کنیز سے۔ ۲۴۳ھ = ۸۵۷ء کو وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۲:۵۰۷' الاعلام ۸:۹۶]

(۵) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بن خطاب' عدوی' قرشی' ابو عبدالرحمٰن' جلیل القدر صحابی ہیں۔ ۱۰-قبل ہجری = ۶۱۳ء کو مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے۔ اسلام ہی میں ہوش سنبھالا۔ اپنے والد ماجد کی معیت میں ہجرت کی۔ بدر اور اُحُد کے علاوہ سوا سارے غزوات میں شریک رہے' اُن کی مرویات ۲۶۳۰ ہیں۔ مکہ معظّمہ میں ۷۳ھ = ۶۹۲ء کو وفات پائی۔ [سیر اعلام النبلاء ۳:۲۰۳' الاعلام ۴:۱۰۸]

(۶) مسند احمد ۲:۲۲' ۱۰۳' ۱۴۴' مسند بزار ۱۲:۷۷' حدیث:۶۰۷۶' المعجم الکبیر ۱۲:۲۲۶

"جو شخص مجھ پر جھوٹ بولتا ہے اس کے لیے جہنم میں ایک مکان بنایا جائے گا۔"

امام احمد اور حارث بن ابی اسامہ (۱) نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما (۲) سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

۲۰۔ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۳).

"جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالینا چاہیے۔"

امام احمد، بزار، ابو یعلیٰ اور طبرانی نے سیدنا خالد بن عرفطۃ رضی اللہ عنہ (۴) سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

۲۱۔ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً - ولفظ البزار - مَنْ قَالَ عَلَيَّ مَالَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۵).

"جو مجھ پر جان کر جھوٹ بولے - اور بزار کے الفاظ میں - جو مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی اسے اپنا ٹھکانا آگ [جہنم] میں بنالینا چاہیے۔"

امام احمد، حارث بن ابی اسامہ، بزار اور حاکم نے مدخل میں یحییٰ بن میمون الحضرمی (۶) سے

---

(۱) حارث بن محمد بن ابی اسامۃ داہر ابو محمد تمیمی بغدادی۔ حافظ اور صاحب مسند ہیں۔ اُن کی مسند مرتب نہ تھی۔ ۱۸۶ھ = ۸۰۲ء کو پیدا ہوئے۔ امام ابو جعفر طبری کے استاذ رہے ہیں۔ ۲۸۲ھ = ۸۹۶ء کو وفات پائی۔
[تذکرۃ الحفاظ ۲: ۶۱۹، ترجمہ: ۶۴۶، الاعلام ۲: ۱۵۷]

(۲) معاویہ بن ابی سفیان [صخر] رضی اللہ عنہما بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف، قرشی اموی، ۲۰ ق ھ = ۶۰۳ء کو مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے۔ فصیح و حلیم اور باوقار تھے۔ عمرۃ القضاء کے سال اسلام قبول کیا۔ شام میں دولت اموی کے بانی ہیں اُنہیں پہلا بحری اسلامی جنگ لڑنے کا شرف بھی حاصل ہے۔ کاتب وحی تھے۔ ۶۰ھ = ۶۸۰ء کو دمشق میں وفات پائی۔ [اسد الغابۃ: ۱۱۴۵، ترجمہ: ۴۹۸۶، الاعلام ۷: ۲۶۱]

(۳) مسند احمد ۴: ۱۰۰، المعجم الکبیر ۱۹: ۳۹۳، حدیث: ۹۲۲

(۴) خالد بن عرفطۃ العزری رضی اللہ عنہ، بچپن میں مکہ معظّمہ تشریف لائے۔ بنو زہرہ کے حلیف تھے۔ جنگ قادسیہ میں قتال کے امیر تھے۔ ۶۰ھ کو وفات پائی۔ حافظ ابن حجر نے اُن کا ذکر صحابہ میں کیا ہے۔ [الاصابۃ ۱: ۴۰۹-۴۱۰]

(۵) مسند احمد ۵: ۲۹۲، مسند ابی یعلیٰ ۱۲: ۲۸۳، حدیث: ۶۸۶۸، المعجم الکبیر ۴: ۱۸۹، حدیث: ۴۱۰۰

(۶) یحییٰ بن میمون بن ربیعہ حضرمی، ابو عمرہ، رجال حدیث میں سے ہیں۔ مصر سے تعلق تھا۔ ۱۰۲ھ سے اپنی وفات ۱۱۴ھ تک مصر کے قاضی رہے ہیں۔ [تہذیب الکمال ۳۲: ۱۲، الاعلام ۸: ۱۷۴]

روایت کی ہے کہ سیدنا ابوموسیٰ الغافقی رضی اللہ عنہ[1] نے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ[2] کو منبر پر احادیث سناتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: یہ تمہارے ساتھی یا تو حافظ ہیں یا ہلاک کرنے والے ہیں کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری عہد ہم سے لیا تھا' وہ یہ تھا:

-۲۲: عَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ ، وَسَتَرْجِعُونَ إِلَى قَوْمٍ يُحِبُّونَ الْحَدِيثَ عَنِّي فَمَنْ قَالَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، وَمَنْ حَفِظَ شَيْئًا فَلْيُحَدِّثْ بِهِ[3].

''اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مضبوط پکڑ لو اور تم ایسی قوم کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو مجھ سے حدیث کو بہت محبوب رکھے گی تو جو شخص مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی اُسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لینا چاہیے اور جس نے کسی حدیث کو یاد رکھا اُسے بیان کر دینا چاہیے۔''

امام احمد' ابویعلی اور طبرانی نے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

-۲۳: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ[4].

''جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا چاہیے۔''

امام احمد' بزار اور طبرانی نے سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ[5] سے بھی مرفوعاً یہی الفاظ روایت کیے ہیں:

---

(۱) ابوموسیٰ غافقی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اُن کا نام مالک بن عبادۃ یا مالک بن عبداللہ ہے۔ حافظ ابن حجر نے اُن کو صحابہ کرام میں سے شمار کیا ہے۔ [الاصابۃ ۴: ۱۸۷-۱۸۸]

(۲) عقبہ بن عامر بن عبس بن مالک جہنی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف رہے ہیں۔ جنگ صفین میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں شرکت کی۔ فتح مصر میں سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی معیت میں موجود تھے۔ ۴۴ھ سے ۴۷ھ تک مصر کے والی رہے ہیں۔ شجاع' فقیہ اور شاعر تھے۔ ۵۸ھ = ۶۷۸ء کو مصر میں وفات پائی۔

[الاصابۃ ۲: ۴۸۹' الاعلام ۴: ۲۴۰]

(۳) مسند احمد ۴: ۲۳۴' المعجم الکبیر ۱۹: ۲۹۶' حدیث: ۲۵۷' ۲۵۸' مستدرک حاکم ۱: ۱۴۴

(۴) مسند احمد ۴: ۱۵۶' مسند ابی یعلیٰ ۳: ۲۸۹' حدیث: ۱۷۵۱' المعجم الکبیر ۱۷: ۳۰۱' ۳۰۶

(۵) زید بن ارقم بن زید بن قیس بن نعمان' خزرجی' انصاری رضی اللہ عنہ' صحابی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سترہ غزوات میں شرکت کی۔ غزوہ اُحد میں بچوں میں واپس کیے گئے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن رواحۃ رضی اللہ عنہ کے ہاں پلے بڑھے اس لیے کہ یتیم ہو گئے تھے۔ جنگ صفین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں تھے۔ ۶۸ھ = ۶۸۷ء کو کوفہ میں وفات پائی۔ اُن سے ستر اَحادیث مروی ہیں۔ [اسد الغابۃ ۲: ۲۲۴' ترجمہ: ۱۸۱۹' الاعلام ۳: ۵۶]

۲۴- :مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۱).

''جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔''

امام احمد نے سیدنا قیس بن سعد بن عبادۃ الانصاری رضی اللہ عنہ (۲) سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

۲۵- :مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَضْجَعاً مِّنَ النَّارِ -أَوْ بَيْتاً- فِيْ جَهَنَّمَ (۳).

''جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اسے اپنی آرام گاہ- یا اپنا مکان- دوزخ میں بنا لینا چاہیے۔''

بزار اور عقیلی نے کتاب الضعفاء میں سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ (۴) سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

۲۶- :مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۵).

---

(۱) مسند احمد ۴:۳۶۶' المعجم الکبیر ۵:۱۸۰'۱۸۱'۱۹۱' المعجم الأوسط ۹:۸۵-۸۶

(۲) قیس بن سعد بن عبادۃ بن دُلیم رضی اللہ عنہما' انصاری' خزرجی' مدنی۔ بلا مدافعت اپنی قوم کے شریف تھے۔ اَنصار کے علم بردار تھے۔ رسول اکرم ﷺ کے سامنے ایک سپاہی کی طرح کھڑے ہو کر اُن کی حفاظت کی ذمہ داری پورا کرتے تھے۔ طویل القامت اور بڑے حسین وجمیل تھے۔ اُن کے چہرے پر بال نہیں تھے۔ مدینہ طیبہ میں ۶۰ھ=۶۸۰ء کو وفات پائی۔ [تہذیب الاسماء واللغات ۱:۴۴۸' ترجمہ:۵۱۳' الاعلام ۵:۲۰۶]

(۳) مسند احمد ۳:۴۲۲۔ اس کی سند میں ایک ایسا شخص ہے جس کا نام نہیں لیا گیا ہے۔

(۴) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ابو نجید خزاعی' علماء صحابہ میں سے تھے۔ فتح خیبر کے سال [۷ھ] کو اسلام قبول کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بصرہ بھیجا تھا تاکہ وہاں علم اور دین کی روشنی پھیلائیں۔ جنگ صفین میں غیر جانب دار رہے۔ بصرہ میں ۵۲ھ=۶۷۲ء کو وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۱:۲۹' الاعلام ۵:۷۰]

(۵) مسند بزار ۹:۸۰' حدیث:۳۶۱۲' الضعفاء الکبیر ۳:۹۳' بذیل ترجمہ عبدالمؤمن بن سالم۔

امام بزار لکھتے ہیں: هذا الحديث لم نسمعه إلاّ مِن مطر عن عبدالمؤمن' ولم نسمع أحداً يحدث عن عبدالمؤمن هذا غيره. [مسند بزار ۹:۸۰' حدیث:۳۶۱۲]

''یہ حدیث ہم نے صرف مطر سے سنی ہے جو اسے عبدالمؤمن سے روایت کرتے ہیں اور مطر کے علاوہ کوئی دوسرا اسے عبدالمؤمن سے روایت نہیں کرتا۔''

اور امام عقیلی لکھتے ہیں: اس کا راوی عبدالمؤمن بن سالم بصری مجہول ہے اس کی روایت کا کوئی تابع وشاہد بھی نہیں ہوتا۔ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا راوی صرف یہی مجہول شیخ ہے۔ [الضعفاء الکبیر ۳:۹۳]

''جس نے مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔''

طبرانی نے اوسط میں سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ جیسا حلہ پہنا پھر مدینہ منورہ کے ایک مکین کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں جس گھر میں چاہوں وہاں رہ سکتا ہوں اس کے جواب میں اُس شخص نے کہا کہ ہمیں تو یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ فحش کی اجازت نہیں دیتے انہوں نے اُس کے لیے ایک مکان تیار کرایا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس قاصد بھیجا اور آپ کو اس بات کی اطلاع دی تو آپ نے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ:

إِنْطَلِقَا إِلَيْهِ، فَإِنْ وَجَدْتُّمَاهُ حَيًّا فَاقْتُلَاهُ، ثُمَّ حَرِّقَاهُ بِالنَّارِ، وَإِنْ وَجَدْتُّمَاهُ قَدْ كُفِيتُمَاهُ، وَلَا أَرَاكُمَا وَقَدْ كُفِيتُمَاهُ فَحَرِّقَاهُ.

''جاؤ! اگر تم اسے زندہ پاؤ تو قتل کر دو اور آگ میں جلا دو اگر تم اس کو اس حالت میں پاؤ کہ اسے موت کفایت کر چکی ہو ــ اور میرا خیال ہے کہ اسے موت ضرور کفایت کر چکی ہوگی ــ تو اسے آگ میں جلا دو۔ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما اُس کے پاس آئے تو اسے اس حالت میں پایا کہ وہ رات کو پیشاب کے لیے نکلا اسے سانپ نے ڈس لیا تھا جس سے وہ مر گیا تھا۔ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما نے اسے آگ میں جلا دیا اور آ کر رسول اللہ ﷺ سے واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا:

ــ ۲۷: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۱).

''جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔''

---

(۱) المعجم الأوسط ۱: ۵۶۸-۵۶۹، حدیث: ۲۰۹۱۔

تنبیہ: اس کہانی کا راوی عطاء بن سائب مختلط ہے۔ [مجمع الزوائد ۱: ۱۴۵]

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: شعبہ اور سفیان کے علاوہ دیگر رُواۃ نے عطاء بن سائب سے اختلاط کے بعد روایتیں لی ہیں۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۷: ۷۳]

تنبیہ: استاذ احمد امین لکھتے ہیں: ويظهر أن هذا الوضع حدث في عهد الرسول ﷺ فحديث: من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار، يغلبُ على الظن أنه إنما قيل لحادثة حدثت زُوِّرَ فيها على الرسول ﷺ وبعد وفاته ﷺ كان الكذب عليه أسهل، وتحقيق الخبر عنه أصعب.

[فجر الاسلام: ۲۰۴، الباب السادس، الفصل الثانی: الحدیث، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲۰۰۴م = ۱۴۲۵ھ]......

...... ''میرا خیال ہے کہ وضعِ احادیث کی ابتداء رسول اکرم ﷺ کی زندگی ہی میں ہوئی تھی؛ اس لیے کہ حدیث مَن کذب عَلَيَّ مُتَعَمِّداً کے بارے میں غالب گمان ہے کہ آپ ﷺ نے اسے کسی ایسے حادثہ کی رونمائی کے بعد ارشاد فرمایا ہوگا جس میں کسی نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے کی کوشش کی ہوگی؛ پھر آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کو منسوب کر کے کوئی بات کہنا آسان اور اُس کی تحقیق نہایت مشکل ہے۔''

صحیح ترین قول یہ ہے کہ سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ۴۱ھ کے لگ بھگ احادیث وضع کرنے کے فتنہ نے سر اٹھایا چنانچہ امام مسلم نے امام محمد بن سیرین کے حوالہ سے لکھا ہے: لم یکونوا یسألون عن الإسناد، فلما وقعت الفتنة قالوا: سَمُّوا لَنَا رِجالَکُم، فَیُنظَرُ إلی أهل السنة فیؤ خَذُ حدیثُهم، ویُنظَرُ إلی أهل البدع فلا یُؤ خذُ حدیثُهم. [صحیح مسلم ۱: ۱۵، المقدمة، باب بیان ان الاسناد من الدین [۵]

''اسلافِ کرام آپس میں ایک دوسرے سے حدیث کے سند کے بارے میں نہیں پوچھا کرتے تھے، لیکن فتنہ بپا ہو جانے کے بعد جب کوئی حدیث بیان کرتا تو اُس سے حدیث کے سند کے متعلق ضرور پوچھتے، اگر راوی اہلِ سنت میں سے ہوتے تو روایت قبول کی جاتی اور اگر اہل بدعت میں سے ہوتے تو حدیث قبول نہ کرتے۔''

محدث قرطبی لکھتے ہیں: هذه الفتنة یعنی بها فتنة قتل عثمان رضی اللہ عنہ. [المفهم ۱: ۱۲۳]

''اس فتنہ سے مراد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا فتنہ ہے۔''

ڈاکٹر اکرم صاحب عمری لکھتے ہیں: لم یقع الوضع في حیاة النبي ﷺ إذ لم یصح في ذلك شيء، وقد غلب علی ظن أحمد أمین أن حدیث: مَن کذب عليَّ متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار إنما قیل......

......في حادثةٍ زُوِّرَ فیها علی الرسول ﷺ ولکن ما ذهب إلیه لا سند له في روایات التاریخ، ولا في سیاق الحدیث. [بحوثٌ فی تاریخ السنة المشرفة: ۲۱، مکتبة العلوم والحکم، مدینہ منورہ، طبع چہارم ۱۴۰۵ھ = ۱۹۸۴ء]

''رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں اُن پر جھوٹ بولنے کی کوئی صحیح روایت موجود نہیں، البتہ استاذ احمد امین کے خیال میں حدیث: مَن کذب عليَّ متعمداً کے پیش نظر یہ بات آ گئی ہے کہ اس روایت کا سببِ ورود شاید یہ ہے کہ آپ ﷺ پر جھوٹ بولا گیا ہے جس کے تدارک کے طور آپ ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہو، لیکن اُن کے اِس موقف کی کوئی تاریخ ثبوت موجود نہیں اور نہ اس روایت کے سیاق میں اس باب میں کوئی شے موجود ہے۔''

ڈاکٹر صاحب موصوف آگے لکھتے ہیں: وکذلك لا توجد أدلةٌ علی وقوع الوضع في خلافة أبي بکر وعمر رضي الله عنهما، ولا شك أن کثرة الصحابة الکبار ووحدة الأمة في هذه الفترة المبکرة منعت ظهور الوضع في الحدیث.

[بحوثٌ فی تاریخ السنة المشرفة: ۲۲، مکتبة العلوم والحکم، مدینہ منورہ، طبع چہارم ۱۴۰۵ھ = ۱۹۸۴ء]

''اس طرح اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں کہ سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کسی نے کوئی حدیث وضع کی ہو اور یہ بات بھی شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بکثرت موجود ہونے اور اُن کے باہم متحد ہونے کے باعث وضع حدیث کا فتنہ پیدا نہیں ہوا تھا۔''

ابن عدی نے کامل میں سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ (۱) سے روایت کی ہے کہ قبیلہ بنولیث جو مدینہ منورہ سے دو میل کی دوری پر رہائش پذیر تھا اُن میں سے ایک شخص نے زمانہ جاہلیت میں ایک لڑکی کو نکاح کا پیغام دیا تھا لیکن لڑکی والوں نے اس سے نکاح نہ کیا وہ اُن کے پاس ایک حلہ پہن کر آیا اور کہنے لگا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ حلہ پہنایا ہے اور تمہارے خون اور تمہارے مالوں کا مجھے فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے پھر وہ اس عورت کے پاس گیا جسے اس نے پیغام دیا تھا۔ لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قاصد بھیجا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا پھر آپ نے ایک شخص کو روانہ کیا اور اسے فرمایا اگر اسے زندہ پاؤ تو قتل کر دو اور اگر مردہ پاؤ تو آگ میں جلا دو۔ وہ شخص جب اس کے پاس پہنچا تو اسے سانپ نے ڈس لیا تھا اور وہ اس کے زہر سے مر چکا تھا۔ اس شخص نے اسے آگ میں جلا دیا۔ یہ تفسیر ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی کہ:

۲۸- مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۲).

”جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔“

---

(۱) بُرَيْدَة بن الحُصَيْب بن عبداللہ بن الحارث الاسلمی رضی اللہ عنہ اکابر صحابہ میں سے ہیں۔ غزوۂ بدر سے قبل اسلام قبول کیا تھا مگر اس غزوہ میں شرکت نہیں کی تھی۔ غزوۂ خیبر اور فتح مکہ میں شریک رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی قوم کے صدقات کا عامل مقرر کیا تھا۔ مدینہ طیبہ میں سکونت تھی۔ بعد میں بصرہ اور وہاں سے مرو منتقل ہوئے اور وہاں ۶۳ھ=۶۸۳ء کو وفات پائی۔ [تہذیب الکمال ۴:۵۳، الاعلام ۲:۵۰]

(۲) الکامل فی ضعفاء الرجال ۵:۸۱-۸۲، بذیل ترجمہ: صالح بن حیان قُرشی: ۹۰۹۔

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ صالح بن حیان قرشی کوفی اس کو نقل کرنے میں متفرد ہے، جس کے مجروح ہونے پر سب ائمہ فن کا اتفاق ہے، چنانچہ امام بخاری فرماتے ہیں: فيه نظرٌ. [التاریخ الکبیر ۴:۲۷۵]

امام نَسائی فرماتے ہیں: ثقہ نہیں ہے۔ [الضعفاء والمتروکین، ترجمہ: ۲۹۵]

امام ابن حِبان لکھتے ہیں: ثقہ راویوں کے نام سے ایسی روایات نقل کرتا ہے جو اُن کی روایات کے مشابہ نہیں ہوتیں، جب دوسرے ثقہ راوی اُس کی تائید میں نہ ہوں تو اُس کی روایت سے استدلال و استناد کرنے سے مجھے کوئی خوشی محسوس نہیں ہوتی۔ [المجروحین ۱:۳۶۹، ترجمہ: ۴۸۶]

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: اس کی اکثر و بیشتر روایات غیر محفوظ ہوتی ہیں۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۵:۸۳]

جرح و تعدیل کے علماء متفقہ طور پر اس راوی کو ضعیف کہتے ہیں، بلکہ امام بخاری تو اسے مُتَّهَم بتاتے ہیں، اور......

طبرانی نے عبداللہ بن محمد بن حنفیہ (۱) سے روایت کیا ہے کہ میں اپنے والد کے ساتھ بنو اسلم کی جانب گیا جو ہمارے داماد اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ہوتے تھے۔ میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَرِحْنَا بِهَا يَا بِلَالُ!

"بلال (۲)! ہمیں نماز کے ذریعہ آرام پہنچاؤ۔"

میں نے عرض کیا: کیا آپ نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ اس پر وہ غضب ناک ہو گئے اور یہ حدیث بیان فرمائی کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو عرب کے ایک قبیلہ کی جانب بھیجا' جب وہ ان کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں تمہاری عورتوں کے بارے میں

......اصول حدیث کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ ایسی روایت کے شواہد بھی اگر موجود ہوں' تب بھی قوی اور قابل استدلال نہیں ہوتی چہ جائے کہ اس کا مُتَّهَم راوی اس کو بیان کرنے میں منفرد ہو۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اسے الصَّارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ [۱۶۹-۱۷۰] کے مصنف نے نقل کر کے اس کی تصحیح کی ہے' لیکن یہ تصحیح کسی بھی حال میں صحیح نہیں ہے۔ [میزان الاعتدال ۲:۲۹۳' ترجمہ: ۳۷۸۳]

تنبیہ: اس روایت کو بنیاد بنا کر استاذ "محمد محمد ابوزہو" لکھتے ہیں: فقد وُجِدَ الكذب على رسول الله ﷺ قبل ذلك حتى في زمنه ﷺ ومن أجل ذلك يقول ﷺ: مَن كذب عليَّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار' فما قال النبي ﷺ ذلك إلّا لحادثة وقعت في عصره كذب عليه فيها' ويُستأنس لذلك بما أخرجه ابن عدي في كامله عن بريدة رضی اللہ عنہ قال...... [الحديث والمحدثون: ۴۸۰-۴۸۱]

"وضعِ احادیث کی ابتداء رسول اکرم ﷺ کی زندگی ہی میں ہوئی تھی' اس لیے کہ حدیث مَن كذب عَلَيَّ مُتَعَمِّداً کا شانِ ورود ہی یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اسے کسی ایسے حادثہ کی رونمائی کے بعد ارشاد فرمایا ہوگا جس کی دلیل وہ روایت ہے جسے حافظ ابن عدی نے الکامل میں سیدنا بریدۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔"

(۱) عبداللہ بن محمد بن الحنفیہ بن علی بن ابی طالب' ابوہاشم۔ عہد مروانی میں علویوں کے زعماء میں سے تھے۔ یہ بات مشہور تھی کہ خفیہ طور پر بنوامیہ کی حکومت کو کمزور کرنے کے لیے داعی مقرر کر کے اُنہیں مہم پر بھیجتے جو لوگوں کو بنوہاشم کی طرف مائل کرنے کا کام کرتے۔ ۹۹ھ = ۷۱۷ء کو وفات پائی۔

[تہذیب الکمال ۱۶:۸۵' الاعلام ۴:۱۱۶]

(۲) بلال بن رباح حبشی' ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ' رسول اللہ ﷺ کے مؤذن اور بیت المال کے خازن تھے۔ نحیف اور طویل القامت تھے۔ سارے غزوات میں شریک رہے ہیں۔ ۲۰ھ = ۶۴۱ء کو دمشق میں وفات پائی۔

[اسد الغابۃ: ۱۲۹' ترجمہ: ۴۹۳' الاعلام ۲:۴۷]

جو چاہوں فیصلہ کرسکتا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا ہم نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کو سنا اور اطاعت کی اور ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا اس نے آ کر عرض کی کہ فلاں شخص ہمارے پاس آیا اور اس نے یہ کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے تمہاری عورتوں کے درمیان فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے۔ اگر یہ آپ کا حکم ہے تو ہم سے سنتے ہیں اور اطاعت کرتے ہیں اور اس کے علاوہ اگر کچھ اور ہے تو ہم آپ سے معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ یہ سن کر سخت برہم ہوئے اور ایک انصاری کو حکم دیا کہ جاؤ! اسے جا کر قتل کر دو اور آگ میں جلا دو۔ جب وہ اَنصاری اس کے پاس پہنچا تو وہ مر چکا تھا اور دفنایا جا چکا تھا۔ آپ نے اس کی قبر اکھاڑنے اور آگ میں جلانے کا حکم دیا۔ صحابی کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اس بعد ارشاد فرمایا:

۲۹۔ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۱).

”جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔“

تو کیا اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ نے پر جھوٹ بول سکتا ہوں؟

طبرانی نے اوسط میں سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اور سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ (۲) سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

۳۰۔ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۳).

---

(۱) المعجم الکبیر ۶: ۲۷۷، حدیث: ۶۲۱۵۔
تنبیہ: اس کی سند میں ابوحمزہ ثمالی [ثابت بن ابی صفیہ] ہے جو ضعیف اور رافضی ہے۔
[تقریب التہذیب: ۱۷۱، ترجمہ: ۸۱۸]

(۲) براء بن عازِب بن حارث خزرجی ابوعمارہ رضی اللہ عنہ، جلیل القدر فاتح صحابی ہیں۔ بچپن میں اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں پندرہ غزوات میں شرکت کی۔ سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے انہیں ”رے“ کا امیر بنا کر فارِس بھیجا تھا۔ ابہر، قزوین اور زنجان آپ نے فتح کیے ہیں۔ ۷۱ھ=۶۹۰ء کو فوت ہوئے۔
[الاستیعاب: ۱۰۸، ترجمہ: ۱۷۰، الاعلام ۲: ۴۶]

(۳) المعجم الأوسط ۶: ۱۱۱، حدیث: ۸۱۸۳
تنبیہ: اس کا راوی موسیٰ بن عمران حضرمی متروک اور شیعہ ہے۔ [مجمع الزوائد ۱: ۱۴۶]

''جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔''

نیز طبرانی نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (۱) سے مرفوعاً روایت ہے کہ:

– ۳۱: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۲).

''جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔''

اور طبرانی نے اوسط میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (۳) سے مرفوعاً روایت ہے کہ:

– ۳۲: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۴).

''جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔''

– ۳۳: طبرانی نے سیدنا عمرو بن مرۃ جہنی رضی اللہ عنہ (۵) سے انہی الفاظ سے روایت کیا ہے (۶)۔

---

(۱) عبداللہ بن قیس بن سُلَیم بن حضّار، قحطان قبیلہ کی شاخ بنو اَشعر سے تعلق رکھتے تھے۔ ۲۰، ۲۱ قبل ہجری کو زبید [یمن] میں پیدا ہوئے۔ ظہور اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا۔ حبشہ ہجرت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں زبید، عدن اور ساحل یمن کا عامل مقرر کیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُنہیں ۱۷ ہجری کو کوفہ و بصرہ کا والی مقرر کیا۔ اصبہان اور اہواز آپ نے فتح کیے ہیں۔ ۴۴ھ = ۶۶۵ء کو مکہ میں وفات پائی۔ آپ سے ۳۵۵، احادیث روایت کی گئی ہیں۔ [الاصابۃ ۲: ۳۵۹، الاعلام ۴: ۱۱۴]

(۲) المعجم الأوسط ۴: ۲۱۵، حدیث: ۵۷۵۹۔ تنبیہ: اس کا راوی خالد بن نافع اشعری ہے جو حافظ ابوزرعۃ کی تصریح کے مطابق ضعیف تھا۔ [مجمع الزوائد ۱: ۱۴۶]

(۳) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بن عمرو بن اوس، انصاری، خزرجی ابوعبدالرحمٰن، ۲۰ ق ھ = ۶۰۳ء کو پیدا ہوئے۔ حلال و حرام کے بہت بڑے عالم اور عہد نبوی ﷺ کے چھ حفاظ کرام میں سے تھے۔ غزوہ تبوک کے بعد رسول اللہ ﷺ نے انہیں معلم کی حیثیت سے یمن بھیجا تھا۔ مرویات کی تعداد ۱۵۷ ہے۔ ۱۸ھ = ۶۷۹ء کو وفات پائی۔

[صفۃ الصفوۃ ۱-۲: ۴۸۹، ترجمہ: ۵۱، الاعلام ۷: ۲۵۸]

(۴) المعجم الأوسط ۱: ۳۳۲، حدیث: ۱۲۰۲؛ تنبیہ: اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں البتہ امام طبرانی اسے احمد از والد اُنقل کرتا ہے جن کو میں نہیں جانتا۔ [مجمع الزوائد ۱: ۱۴۶]

(۵) عمرو بن مُرۃ بن عبس بن مالک جہنی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے عہد میں بڑھاپے کو پہنچے ہوئے تھے۔ سارے غزوات میں شرکت کی۔ ابوطلحہ اور ابومریم کنیت تھی۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔

[الاصابۃ ۳: ۱۵]

(۶) المعجم الأوسط ۲: ۴۱۳، حدیث: ۳۶۸۶

تنبیہ: امام بخاری کی تصریح کے مطابق اس کا راوی ہیثم بن عدی کذاب ہے۔ [مجمع الزوائد ۱: ۱۴۶]

-۳۴: طبرانی نے اس کو صغیر میں سیدنا نبیط بن شریط رضی اللہ عنہ (۱) سے روایت کیا ہے (۲)۔

-۳۵: اسی طرح طبرانی نے اس کو سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ (۳) سے روایت کیا ہے (۴)۔

-۳۶: اسی طرح طبرانی نے اس کو سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ (۵) سے روایت کیا ہے (۶)۔

-۳۷: اسی طرح طبرانی نے اس کو سیدنا عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ (۷) سے روایت کیا ہے (۸)۔

---

(۱) نُبیط بن شُرَیط بن انس بن مالک بن ہلال اشجعی رضی اللہ عنہ، نزیل کوفہ۔ صحابی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کافی عرصہ تک زندہ رہے۔ [الجرح والتعدیل ۸: ۵۰۵، الاصابۃ ۳: ۵۵۱]

(۲) المعجم الصَّغیر ۱: ۶۷، حدیث: ۶۷؛ تنبیہ: اس روایت میں امام طبرانی کے استاذ احمد بن اسحاق بن ابراہیم بن نبیط کو حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال [۱: ۸۲-۸۳] میں کذاب کہا ہے اسی طرح سند میں صحابی کے علاوہ مذکور سارے راوی غیر معلوم ہیں۔ [مجمع الزوائد ۱: ۱۴۶]

(۳) عمار بن یاسر بن عامر الکنانی المذحجی العنسی القحطانی، ابوالیقظان رضی اللہ عنہ، جلیل القدر صحابی ہیں۔ سابقون اولون میں سے ہیں۔ ۵۷ قبل ہجری = ۵۶۷ء کو پیدا ہوئے۔ بدر و اُحد اور سارے غزوات میں شریک رہے ہیں۔ سب سے پہلے اپنے اسلام کا اِظہار کیا۔ ہجرت کے بعد اسلام کی پہلی مسجد ''قباء'' آپ نے بنائی۔ جمل اور صفین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شرکت کی۔ ۳۷ھ = ۶۵۷ء کو ۹۳ سال کی عمر میں جنگ صفین میں شہادت پائی۔ آپ سے ۶۲ اَحادیث مروی ہیں۔ [الاستیعاب: ۵۴۷، ترجمہ: ۱۸۸۰، الاعلام ۵: ۳۶]

(۴) امام ہیثمی لکھتے ہیں: اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں نقل کیا ہے۔ اس کے راوی علی بن خرور کو امام بخاری وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس راوی کو علی بن ابی فاطمہ بھی کہا جاتا ہے۔ [مجمع الزوائد ۱: ۱۴۶]

تنبیہ: المعجم الکبیر کے مطبوعہ نسخہ میں یہ روایت نہ مل سکی البتہ اسے خطیب بغدادی کی موضح أوھام الجمع والتفریق ۲: ۲۷۴ میں موجود ہے۔

(۵) عمرو بن عبسہ بن خالد بن عامر سُلَّمی ابونجیح یا ابوشعیب رضی اللہ عنہ، قدیم الاسلام ہیں۔ مکہ معظّمہ میں اسلام قبول کیا جس کے بعد اپنے وطن جا کر وہاں ٹھہرے رہے۔ فتح خیبر اور فتح مکہ کے درمیانی زمانے میں ہجرت کی اور فتح مکہ میں شرکت کی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ [الاصابۃ ۳: ۵-۶]

(۶) حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: طبرانی نے المعجم الکبیر میں حسن سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ [مجمع الزوائد ۱: ۱۴۶]

تنبیہ: المعجم الکبیر کے مطبوع نسخہ میں یہ روایت نہیں ملتی۔

(۷) عمرو بن حریث بن عمرو بن عثمان مخزومی قرشی ابوسعید رضی اللہ عنہ کوفہ میں زیاد اور اُن کے بعد اُن کے فرزند کے امیر رہے ہیں۔ ۸۵ھ = ۷۰۴ء میں کوفہ میں وفات پائی۔ [الاصابۃ ۲: ۵۳۱، الاعلام ۵: ۷۶]

(۸) حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں نقل کیا ہے اور اس کی سند میں ابوالمخارِق ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد ۱: ۱۴۶]

۳۸:اسی طرح طبرانی اور دارمی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے (۱)۔

۳۹:اسی طرح طبرانی نے اس کو سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ (۲) سے روایت کیا ہے (۳)۔

۴۰:اسی طرح طبرانی اور ابن عدی نے اس کو سیدنا عرس بن عمیرۃ رضی اللہ عنہ (۴) سے روایت کیا ہے (۵)۔

۴۱:اسی طرح طبرانی اور دارمی نے اسے سیدنا یعلیٰ بن مرۃ رضی اللہ عنہ (۶) سے روایت کیا ہے (۷)۔

---

(۱) المعجم الکبیر ۱۲:۲۸' حدیث:۱۲۳۹۳-۱۲۳۹۴' سنن دارمی ۱:۸۸' حدیث:۲۳۲

تنبیہ: حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اسے طبرانی نے روایت کی ہے اور اس کی سند میں عبدالاعلیٰ بن عام ہے جن کے بارے میں اکثر ائمہ کا قول ہے کہ ضعیف ہے۔[مجمع الزوائدا:۱۴۷]

تنبیہ: اسے امام ابن ابی شیبہ نے مصنف ۱۳:۳۸۹' حدیث:۲۶۷۷۷ میں درج کیا ہے جس کی سند صحیح ہے۔

(۲) عتبہ بن غزوان بن جابر بن وہب حارثی مازنی ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ ذوالہجرتین ہیں۔ غزوۂ بدر میں شرکت کی۔ بصرہ کے بانی آپ ہیں۔ طویل القامت اور حسین وجمیل تھے۔ ۱۷ھ = ۶۳۸ء کو وفات پائی۔[الاصابۃ۲:۴۵۵' الاعلام۴:۲۰۱]

(۳) المعجم الکبیر ۱۷:۱۱۷' حدیث:۲۸۸۔ تنبیہ: حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اس میں محمد بن زکریا غلابی ہے جسے ابن حبان نے ثقہ کہا ہے اور دارقطنی نے [الضعفاء والمتروکین' ترجمہ:۴۸۴ میں] اُن کے بارے میں لکھا ہے کہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔[مجمع الزوائدا:۱۴۷]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس کا راوی عبدالرحمٰن بن عمرو بن نضلہ متروک الحدیث ہے۔[الاصابۃ۲:۴۵۵]

(۴) عُرس بن عَمیرۃ الکندی، عدی بن عَمیرۃ کے بھائی۔ دونوں بھائی صحابی ہیں۔

[التاریخ الکبیر۷:۸۷' الجرح والتعدیل ۷:۳۹]

(۵) المعجم الکبیر ۱۷:۱۳۹' حدیث:۳۴۶' الکامل فی ضعفاء الرجال ۹:۱۰۱

تنبیہ: حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: اس کی سند میں احمد بن علی الافطح ہے جو یحییٰ بن زہدم بن حارث سے روایت کرتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کس نے یہ آفت ڈھادی ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۹:۱۰۱]

(۳) یعلیٰ بن مرۃ بن وہب ثقفی ابوالمرازم رضی اللہ عنہ' یعلیٰ بن سیابہ سے بھی مشہور ہیں۔ سیابہ اُن کی والدہ ہے۔ غزوۂ خیبر' بیعت رضوان' فتح مکہ اور غزوۂ ہوازن میں شرکت کی۔ افاضل صحابہ میں سے تھے۔[الاصابۃ۳:۶۶۹]

(۴) المعجم الکبیر ۲۲:۲۶۲-۲۶۳' حدیث:۶۷۵' سنن دارمی ۱:۸۸' حدیث:۲۳۴

تنبیہ: اس کی سند شدید ضعیف ہے اس لیے کہ:

۱:اس کے راوی محمد بن حمید بن حیان رازی کے بارے میں محدث یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں: کثیر المناکیر......

۴۲: اسی طرح طبرانی اور بزار نے ابو مالک الاشجعی کے واسطے سے ان کے والد سے روایت کی ہے (۱)۔ اُن کے والد کا نام سیدنا طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ (۲) ہے۔

اسی طرح طبرانی، ابونعیم اور اسماعیلی (۳) نے اپنی معجم میں سیدنا سلمان بن خالد الخزاعی رضی اللہ عنہ (۴) سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

۴۳: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ بَيْتاً فِي النَّارِ (۵).

''جو شخص مجھ پر جان کر جھوٹ بولے اسے چاہیے کہ اپنا مکان دوزخ میں بنائے۔''

طبرانی نے عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے کہ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ (۶) کی اولاد نے اُن سے عرض

...... ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں: اس کی حدیث محل نظر ہوتی ہے جب کہ حافظ ابوزرعۃ اسے جھوٹا کہتے ہیں۔ [میزان الاعتدال ۳:۵۳۰]

۲: اس کا راوی عمر بن عبداللہ بن یعلیٰ متروک الحدیث ہے۔ [مجمع الزوائد ۱:۱۴۷]

۳: اس کا راوی عبداللہ بن یعلیٰ بن مرۃ بھی ضعیف ہے اور اس کی حدیث محل نظر ہوتی ہے۔ [میزان الاعتدال ۲:۵۲۸]

(۱) المعجم الکبیر ۸:۳۱۶، حدیث: ۸۱۸۱، مسند بزار ۷:۲۰۲، حدیث: ۲۷۷۴؛ تنبیہ: حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اس کا ایک راوی خلف بن خلیفہ ہے جنہیں امام ابن معین نے ثقہ کہا ہے جب کہ دوسرے محدثین نے اُنہیں ضعیف کہا ہے۔ [مجمع الزوائد ۱:۱۴۷]

(۲) طارق بن اشیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ عنہ۔ کوفہ میں سکونت تھی۔ اُن کے بیٹے اُن سے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔ [الاصابۃ ۲:۲۱۹]

(۳) احمد بن ابراہیم بن اسماعیل ابوبکر اسماعیلی۔ حافظ حدیث تھے۔ جرجان سے تعلق تھا۔ مروت اور سخاوت سے شہرت پائی۔ فقیہ اور محدث تھے۔ ۳۷۱ھ = ۹۸۲ء کو وفات پائی۔ [تاریخ بغداد ۴:۱۸، الاعلام ۱:۸۶]

(۴) امام طبرانی نے اُن کا تذکرہ صحابہ میں کیا ہے مگر اُن کا مفصل تذکرہ نہ مل سکا۔ [الاصابۃ ۲:۶۱]

(۵) المعجم فی أسامی شیوخ ابی بکر الاسماعیلی ۱:۵۸۴، حدیث: ۲۱۵، المعجم الکبیر ۶:۲۶۲، حدیث: ۶۱۶۳

تنبیہ: حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: ہلال بن ہوازن سے آگے کے رواۃ کا تذکرہ مجھے نہ مل سکا۔ [مجمع الزوائد ۱:۱۴۷]

(۶) صہیب بن سنان بن مالک رضی اللہ عنہ، بنو نمر بن قاسط سے تعلق تھا۔ تیرانداز اور جنگجو تھے۔ سابقون اولون میں سے ہیں۔ اُن کا خاندان موصل — ساحل فرات — میں قیام پذیر تھا جہاں سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ ۳۲ ق ھ = ۵۹۲ء کو پیدا ہوئے۔ سارے غزوات میں شرکت کی۔ ۳۸ھ = ۶۵۹ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ [تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۶:۴۴۶، الاعلام ۳:۲۱۰]

کیا کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ اپنے آباء سے اَحادیث رسول بیان کرتے ہیں [آپ بھی بیان کیا کریں] تو انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

۴۴- مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۱).

''جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔''

۴۵- ان ہی الفاظ میں طبرانی نے سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ (۲) سے روایت کیا ہے (۳)۔

نیز طبرانی نے سیدنا ابوامامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ (۴) سے یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے کہ:

۴۶- مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ بَيْنَ عَيْنَيْ جَهَنَّمَ (۵).

''جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ کے سامنے بنانا چاہیے۔''

طبرانی نے سیدنا ابوقر صافۃ رضی اللہ عنہ (۶) سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

---

(۱) المعجم الکبیر ۸: ۳۵، حدیث: ۷۳۰۲؛ تنبیہ: حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اس کا راوی عمرو بن دینار قہرمان آل الزبیر متروک الحدیث ہے۔ [مجمع الزوائد ۱: ۱۴۷]

(۲) سائب بن یزید بن سعید الکندی رضی اللہ عنہ۔ لگ بھگ ہجرت کے پہلے سال پیدا ہوئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُنہیں مدینہ منورہ کے بازار کی نگرانی پر مقرر کیا تھا۔ مدینہ منورہ میں سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی ہیں۔ ۹۱ھ = ۷۱۰ء کو وفات پائی۔ [تہذیب الکمال ۱۰: ۱۹۳، الاعلام ۳: ۶۸]

(۳) المعجم الکبیر ۷: ۱۵۶، حدیث: ۶۶۷۹

(۴) صُدَیُ بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ۔ صحابی ہیں۔ جنگ صفین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں تھے۔ شام میں رہائش پذیر تھے۔ شام کے حمص میں ۸۱ھ = ۷۰۰ء کو وفات ہوئے۔ [سیر اعلام النبلاء ۳: ۳۵۹، الاعلام ۳: ۲۰۳]

(۵) المعجم الکبیر ۸: ۱۳۱، حدیث: ۷۵۹۹، مسند الشامیین، ح: ۳۴۳۷

تنبیہ: حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اس کے راوی احوص بن حکیم کو امام نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ امام عجلی اور امام یحییٰ بن سعید القطان نے اس کی توثیق کی ہے۔ احوص سے اس کو روایت کرنے والا محمد بن الفضل بن عطیہ ہے جو ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد ۱: ۱۴۸]

- خیال رہے کہ اس کا ایک راوی اُسَید بن زید ہے جسے امام ابن معین نے کذاب کہا ہے اور دوسرے محدثین اسے متروک کہتے ہیں۔ [میزان الاعتدال ۱: ۲۵۷]

(۶) جَندرۃ بن خَیشنۃ ابوقِر صافہ رضی اللہ عنہ شامی ہیں۔ امام بخاری نے الادب المفرد میں ان سے روایت کی ہے۔

۴۷- حَدِّثُوا عَنِّي بِمَا تَسْمَعُونَ، وَلَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَّكْذِبَ عَلَيَّ، فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ أَوْ قَالَ عَلَيَّ غَيْرَ مَا قُلْتُ بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي جَهَنَّمَ يَرْتَعُ فِيهِ (۱).

''مجھ سے جو تم سنتے ہو وہ بیان کیا کرو لیکن کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مجھ پر جھوٹ بولے جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے گا یا میری طرف نسبت کر کے وہ بات کہے گا جو میں نے نہیں کہی اس کے لیے جہنم میں گھر بنایا جائے گا جس میں وہ چرے گا۔''

طبرانی ہی نے سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ (۲) سے مرفوعاً روایت کی ہے:

۴۸- لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ لَيْسَ كَذِبٌ عَلَيَّ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ (۳).

''مجھ پر جھوٹ نہ بولو کیوں کہ مجھ پر جھوٹ بولنا دوسرے لوگوں پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں۔''

طبرانی نے سیدنا اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ (۴) سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

۴۹- مَنْ كَذَبَ عَلَى نَبِيِّهِ أَوْ عَلَى عَيْنَيْهِ أَوْ عَلَى وَالِدَيْهِ لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ (۵).

''جو شخص اپنے نبی پر جھوٹ بولے یا جھوٹا خواب بیان کرے یا اپنے والدین پر جھوٹ بولے وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔''

نیز طبرانی نے اوسط میں سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ (۶) سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

---

(۱) المعجم الکبیر ۳:۱۸، حدیث: ۲۵۱۶

تنبیہ: حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اس کے کئی رُواۃ کا ترجمہ میری نظر سے نہیں گزرا۔ [مجمع الزوائد ۱:۱۴۸]

(۲) رافع بن خدیج بن رافع انصاری اوسی حارثی رضی اللہ عنہ، مدینہ منورہ میں اپنی قوم کے عریف تھے۔ غزوۂ اُحد اور خندق میں شرکت کی۔ ۷۴ھ=۶۹۳ء کو وفات پائی۔ [تہذیب الکمال ۹:۲۲، الاعلام ۳:۱۲]

(۳) المعجم الکبیر ۴:۳۶۸، حدیث: ۴۳۷۷؛ اس کا راوی رفاعہ بن ہریر ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد ۱:۱۴۸]

(۴) اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ، اصحاب سنن نے شامی رُواۃ کی سند سے ان کی کئی روایتیں نقل کی ہیں۔

[الاصابہ ۱:۷۹]

(۵) المعجم الکبیر ۱:۲۱۷، حدیث: ۵۹۱؛ اس کی سند حسن ہے۔ [مجمع الزوائد ۱:۱۴۸]

(۶) حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما بن جابر، عبسی، ابو عبداللہ، یمان کا اصلی نام حِسل یا حُسیل تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دان تھے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں مدائن [فارس] کا عامل مقرر کیا تھا۔ آپ سے ۲۲۵ روایتیں مروی ہیں۔ کوفہ میں ۳۶ھ=۶۵۶ء کو وفات پائی۔ [الاصابہ ۱:۲۱۷، الاعلام ۲:۱۷۹]

۵۰-:لَاتَکْذِبُوْاعَلَيَّ، إِنَّ الَّذِي يَكْذِبُ عَلَيَّ لَجَرِيْءٌ (۱).

''مجھ پر جھوٹ نہ بولو، جو مجھ پر جھوٹ بولتا ہے وہ بہت جری ہے۔''

نیز طبرانی نے اوسط میں ابوخلدہ سے روایت کیا ہے کہ میمون الکردی مالک بن دینار (۲) کے پاس بیٹھے تھے۔ مالک نے کہا شیخ کو کیا ہوا کہ وہ اپنے والد سے احادیث روایت نہیں کرتے حالانکہ آپ کے والد نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ بھی پایا اور آپ سے احادیث بھی سنیں۔ میمون نے کہا: میرے والد رسول اللہ ﷺ سے حدیث اس خوف کے باعث بیان نہیں کیا کرتے تھے کہ کہیں کلام میں کمی یا زیادتی نہ ہو جائے اور وہ فرماتے: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ:

۵۱-: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۳).

''جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالینا چاہیے۔''

طبرانی نے سیدنا سعد بن مدحاش رضی اللہ عنہ (۴) سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۵۲-:مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلَا يَكْتُمُهُ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ بَيْتًا فِي جَهَنَّمَ (۵).

''جو شخص کسی بات کو جانتا ہو اُسے نہ چھپائے اور جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے اسے اپنا مکان جہنم میں بنالینا چاہیے۔''

---

(۱) المعجم الأوسط ۴:۱۷۱، حدیث: ۵۶۰۷

تنبیہ: اس کا راوی ابو بلال اشعری ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد ا:۱۴۸]

(۲) مالک بن دینار بصری ابو یحیٰی۔ حدیث کے راوی ہیں۔ عابد و زاہد تھے۔ اپنے ہاتھوں کی کمائی سے کھاتے تھے۔ اجرت سے مصاحف لکھ کر اُن پر گزر اوقات کرتے تھے۔ ۱۳۱ھ = ۷۴۸ء کو بصرہ میں وفات پائی۔

[وفیات الاعیان ۴:۱۳۹، ترجمہ: ۵۵۱، الاعلام ۵:۲۶۰]

(۳) المعجم الأوسط ۴:۳۵۱، حدیث: ۶۲۱۳

(۴) سعد بن مدحاس یا مذحاس الکندی رضی اللہ عنہ، اہل شام میں سے تھے۔[الثقات ۳:۱۵۴]

(۵) المعجم الکبیر ۶:۵۶-۵۷، حدیث: ۵۵۰۲

تنبیہ: حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اس میں سلیمان بن عبد الحمید ہے جس کو امام نسائی نے کذاب، امام ابو حاتم نے صدوق اور امام ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔[مجمع الزوائد ۳:۱۶۳]

ابومحمد رامہرمزی (١) کتاب المحدث الفاضل میں سیدنا مالک بن عتاہیہ رضی اللہ عنہ (٢) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے حجۃ الوداع میں یہ عہد لیا تھا کہ:

۵۳- عَلَيْكُمْ بِالْقُرْآنِ، وَسَتَرْجِعُونَ إِلَى أَقْوَامٍ يُحَدِّثُونَ عَنِّي، فَمَنْ عَقَلَ شَيْئًا فَلْيُحَدِّثْ بِهِ، وَمَنْ قَالَ عَلَيَّ مَالَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ بَيْتًا فِي جَهَنَّمَ (٣).

''تم قرآن کو لازم پکڑلو اور عن قریب تم ایسی قسم کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو مجھ سے احادیث روایت کرے گی، جو کسی بات کو یاد رکھے اسے چاہیے کہ وہ اسے بیان کردے اور جو مجھ پر ایسی بات کہے گا جو میں نے نہیں کہی تو اسے اپنا گھر جہنم میں بنالینا چاہیے۔''

طبرانی اور رامہرمزی نے سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ہمارے پاس سے گزرے اور ہم باہم گفتگو کر رہے تھے آپ نے دریافت فرمایا: کیا باتیں کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! جو ہم نے آپ سے سنی ہیں۔ آپ نے فرمایا:

۵۴- تَحَدَّثُوا، وَلْيَتَبَوَّأْ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً مَقْعَدَهُ مِنْ جَهَنَّمَ (٤).

''احادیث بیان کیا کرو اور جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اسے ٹھکانا دوزخ میں بنالینا چاہیے۔''

ابن سعد اور طبرانی نے سیدنا مقنع تمیمی رضی اللہ عنہ (٥) سے روایت کیا ہے کہ میں اپنے اونٹوں کا صدقہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے انہیں قبول کرنے کا حکم دیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس میں دو اونٹنیاں آپ کے لیے ہدیہ ہیں۔ آپ نے ہدیہ کو صدقہ سے الگ کرنے کا حکم دیا۔ میں چند روز مدینہ منورہ میں ٹھہرا۔ لوگوں نے یہ باتیں شروع کیں کہ رسول اللہ

---

(١) حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد رامہرمزی، فارسی ابومحمد، اپنے دور میں عجم کے محدث وادیب تھے۔ ٣٦٠ھ = ٩٧٠ء کو وفات پائی۔ [معجم الادباء ٩:٥، سیر اعلام النبلاء ١٦:٧٣، الاعلام ٢:١٩٤]

(٢) مالک بن عتاہیہ بن حرب الکندی رضی اللہ عنہ، مصر میں سکونت تھی۔ [الاصابۃ ٣:٣٤٨]

(٣) المحدث الفاصل: ٦٧١، التاریخ الکبیر ٧:٣٠٢، الکامل فی ضعفاء الرجال ١:٢٦

(٤) المعجم الکبیر ٤:٢٧٦، حدیث: ٤٤١٠، مسند الشامیین ١:١٤٢، حدیث: ٢٢٧، المحدث الفاصل: ٣٦٩

(٥) مقنع بن حصین بن یزید تمیمی سعدی رضی اللہ عنہ نزیل بصرہ۔ [الطبقات الکبریٰ ٧:٦٣، الاصابۃ ٣:٤٦٤]

ﷺ نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو قبیلہ مضر کی جانب صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ میں نے لوگوں سے کہا: اللہ کی قسم! ہم لوگوں کے پاس کوئی مال نہیں ۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے بات بیان کی۔ آپ نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے حتی کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی اور فرمایا:

—۵۵: اَللّٰھُمَّ لَا أُحِلُّ لَھُمْ أَنْ یَّکْذِبُوا عَلَيَّ (۱).

''اے اللہ! میں ان لوگوں کے لیے اپنے اوپر جھوٹ بولنا حلال نہیں کرتا۔''

سیدنا مقنع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے پھر رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث بیان نہیں کی سوائے دو قسم کی احادیث کے یا تو وہ حدیث جس کی مطابقت میں کتاب اللہ ہو یا وہ سنت جاریہ ہو کیوں کہ جب اس معاملہ میں آپ کی حیات میں جھوٹ نہیں بولا جا سکتا تو آپ کی موت کے بعد کیسے جھوٹ بولا جا سکتا ہے؟

امام دارقطنی نے سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس موجود تھے۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! لوگ آپ سے فلاں فلاں بات روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

—۵۶: مَاقُلْتُہٗ، مَاأَقُوْلُ إِلَّا مَایَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ، وَیُحْکُمُ لَاتَکْذِبُوا عَلَيَّ، فَإِنَّہٗ لَیْسَ کَذِبٌ عَلَيَّ کَکَذِبٍ عَلٰی غَیْرِيْ (۲).

''میں اس کے علاوہ کچھ نہیں کہتا جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمایا اور جس کا وہ حکم دیتا ہے۔ مجھ پر جھوٹ نہ بولو کیوں کہ مجھ پر جھوٹ بولنا عام لوگوں پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے۔''

بزار نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

—۵۷: مِنْ أَفْرَی الْفِرَی مَنْ أَرَی عَیْنَیْہِ مَالَمْ تَرَ، وَمِنْ أَفْرَی الْفِرَی مَنْ قَالَ عَلَيَّ مَا لَمْ

---

(۱) المعجم الکبیر ۲۰: ۳۰۰، حدیث: ۷۱۲، التاریخ الکبیر ۸: ۵۳، الطبقات الکبریٰ ۷: ۶۳
تنبیہ: حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اس کا راوی سیف بن ہارون برجمی متروک ہے۔ [مجمع الزوائد ۱: ۱۴۱]
(۲) تحذیر الخواص من اکاذیب القصاص: ۱۸

أَقُلْ (۱).

”وہ شخص تہمت لگانے میں کتنا قوی ہے جو جھوٹا خواب بیان کرے اور جو مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی۔“

امام عقیلی نے کتاب الضعفاء میں سیدنا ابو کبشۃ انماری رضی اللہ عنہ (۲) سے ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے:

۵۸- مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۳).

”جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اسے اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالینا چاہیے۔“

۵۹- عقیلی نے ان ہی الفاظ کے ساتھ اسے غزوان بن عتبہ بن غزوان (۴) سے بھی روایت کیا ہے (۵)۔

عقیلی اور طبرانی نے افراد میں سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

۶۰- مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنْ جَهَنَّمَ (۶).

”جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالینا چاہیے۔“

---

(۱) مسند بزار ۱۲: ۲۹۵، حدیث: ۶۱۲۸

تنبیہ: سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ: إِنَّ مِن أعظم الفِرَى أن يدَّعي الرجلُ إلى غير أبيه، أو يُرِيَ عَيْنَه مالم تَرَ، أو يقولَ على رسولِ اللّهِ ﷺ مالم يَقُل.

[صحیح بخاری، کتاب المناقب [۶۱] بابٌ [۵] حدیث: ۳۵۰۹]

(۲) ابو کبشۃ انماری مذحجی رضی اللہ عنہ کے نام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں: ان کا نام سعید بن عمرو ہے۔ بعض ان کا نام عمرو بن سعید بتاتے ہیں اور بعض عمر بن سعید یا عامر بن سعید۔ شام میں سکونت تھی۔

[تہذیب التہذیب ۱۲: ۱۸۸]

(۳) الضعفاء الکبیر ۲: ۳۲۹

(۴) غزوان بن عتبہ بن غزوان کی یہی ایک روایت ہے۔ [الضعفاء الکبیر ۳: ۴۳۸]

امام بخاری اور امام ابو حاتم نے ان کا نام لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔ [التاریخ الکبیر ۷: ۱۰۸، الجرح والتعدیل ۷: ۵۵]

(۵) الضعفاء الکبیر ۳: ۴۳۸

(۶) الضعفاء الکبیر ۴: ۶۲

امام ابن عساکر (۱) نے اپنی تاریخ میں سیدنا واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ (۲) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

–۶۱: إِنَّ مِنَ الْكَبَائِرِ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ (۳).

''کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی۔''

ابن عدی اور حاکم نے مدخل میں سیدنا واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اس روایت کو دوسرے طریقہ سے روایت کیا ہے:

–۶۲: إِنَّ مِنْ أَفْرَى الْفِرَى مَنْ قَوَّلَنِي مَالَمْ أَقُلْهُ، أَوْمَنْ أَرَى عَيْنَيْهِ فِي الْمَنَامِ مَالَمْ تَرَ (۴).

''سب سے بڑی تہمت یہ ہے کہ انسان میرے بارے میں وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی۔ یا یہ کہے کہ اس نے خواب میں دیکھا ہے حالانکہ اس نے دیکھا نہ ہو۔''

خطیب نے اپنی تاریخ میں سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ (۵) سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

–۶۳: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۶).

---

(۱) علی بن حسن بن ہبۃ اللہ ابوالقاسم ثقۃ الدین ابن عساکر الدمشقی، ۴۹۹ھ = ۱۱۰۵ء کو دمشق میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانہ میں دیار مصریہ کے محدث تھے۔ مؤرخ اور حافظ حدیث تھے۔ حصول علم کے لیے لمبے لمبے سفر کیے۔ ۵۷۱ھ = ۱۱۷۶ء کو دمشق ہی میں وفات پائی۔ تاریخ دمشق الکبیر کے مصنف اور امام سمعانی صاحب الانساب کے رفیق رہے ہیں۔ [وفیات الاعیان ۳: ۳۰۹، الاعلام ۴: ۲۷۳]

(۲) واثلہ بن اسقع بن عبدالعزیٰ بن عبد یالیل اللیثی الکنانی رضی اللہ عنہ، اصحاب صفہ میں سے تھے۔ ۱۰۵ سال تک زندہ رہے۔ آخری عمر میں بصارت سے محروم ہوئے۔ ۸۳ھ = ۷۰۲ء کو دمشق میں سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی ہیں۔ [الاصابۃ ۳: ۶۲۶، الاعلام ۸: ۱۰۷]

(۳) تاریخ مدینۃ دمشق ۶۹: ۱۱۳، المعجم الکبیر ۲۲: ۷۰-۷۲

(۴) الکامل فی ضعفاء الرجال ۱: ۸۷، المدخل إلی معرفة الصحیح من السّقیم ۱: ۱۰۲

(۵) نعمان بن بشیر بن سعد بن ثعلبۃ الخزرجی الانصاری، ابوعبداللہ، جلیل القدر صحابہ کرام میں سے تھے۔ امیر، خطیب اور شاعر تھے۔ اہلِ مدینہ میں سے تھے۔ ۲ھ = ۶۲۳ء کو پیدا ہوئے۔ ہجرت کے بعد انصار میں پہلے پیدا ہونے والے بچے ہیں۔ دمشق کے قاضی رہے ہیں۔ آپ سے ۱۲۴ احادیث مروی ہیں۔ ۶۵ھ = ۶۸۴ء کو وفات پائی۔ [اسد الغابۃ: ۱۱۹۳، ترجمہ: ۵۲۳۹، الاعلام ۸: ۳۶]

(۳) سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت تاریخ بغداد میں نہ مل سکی، البتہ تحذیر الخواص: ۱۰۵ میں یہ اُن ہی کے حوالے سے درج ہے۔

''جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے اسے ٹھکانا دوزخ میں بنا لینا چاہیے۔''

طبرانی نے سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ (۱) سے اِن الفاظ کے ساتھ اسے روایت کیا ہے:

۶۴۔ مَنْ قَالَ عَلَيَّ مَالَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۲).

''جو شخص مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا چاہیے۔''

حاکم نے مدخل میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

۶۵۔ إشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلَى مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً (۳).

''اللہ کا سخت عذاب ہو اس شخص پر جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے۔''

حاکم نے مدخل میں بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

۶۶۔ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ' لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ (۴).

''جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اس پر اللہ' فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اُس سے توبہ اور فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔''

حاکم نے مدخل میں سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

۶۷۔ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۵).

''جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لینا چاہیے۔''

---

(۱) اُسامہ بن زید بن حارثہ' ابو محمد' جلیل القدر صحابی ہیں۔ ۷ قبل ھ = ۶۱۵ء کو مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے۔ مسلمانی میں پلے بڑھے۔ مدینہ منورہ کو ہجرت کی' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات پا جانے کے بعد مکہ منتقل ہوئے' وہاں سے دمشق اور پھر مدینہ منورہ واپس لوٹے۔ جرف میں ۵۴ھ = ۶۷۴ء کو وفات پائی۔

[تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۲:۳۹۱' الاعلام ۱:۲۹۱]

(۲) المعجم الکبیر ۱:۱۷۱' حدیث: ۴۲۶

(۳) المَدخل إلى معرفة الصحيح من السقيم ۱:۱۰۱

(۴) المَدخل إلى معرفة الصحيح من السقيم ۱:۱۰۲

(۵) المَدخل إلى معرفة الصحيح من السقيم ۱:۱۰۶

حاکم نے مدخل میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ:

۶۸- مَنْ حَدَّثَ عَنِّي كَذِباً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ[(۱)].

''جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے اُسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا چاہیے۔''

بزار اور ابن عدی نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

۶۹- ثَلَاثَةٌ لَا يَرِيحُونَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ: رَجُلٌ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ، وَرَجُلٌ كَذَبَ عَلَى نَبِيِّهِ، وَرَجُلٌ كَذَبَ عَلَى عَيْنَيْهِ[(۲)].

''تین آدمی جنت کی خوشبو نہ پائیں گے: ایک وہ شخص جو اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ دوسروں کی طرف منسوب کرے۔ دوسرا وہ شخص جو اپنے نبی پر جھوٹ بولے۔ تیسرا وہ شخص جو جھوٹا خواب بیان کرے۔''

امام احمد، ہناد اور حاکم نے اپنی مستدرک میں سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۷۰- مَنْ تَقَوَّلَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ[(۳)].

''جو مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لینا چاہیے۔''

ابن صاعد[(۴)] نے اس حدیث کے سارے طرق ایک جزء میں جمع کیے ہیں جس میں اس روایت کو سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ[(۵)] سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے:

---

(۱) المدخل إلى معرفة الصحيح من السقيم ۱:۱۱۲

تنبیہ: حافظ ابن الجوزی لکھتے ہیں: اس کا راوی وازع ثقہ نہیں ہے۔ [الموضوعات ۱:۸۳-۸۴]

(۲) مسند البزار ۱۴/۱: ۲۲۸، حدیث: ۷۹۲، الکامل فی ضعفاء الرجال ۵:۱۱۷

(۳) مسند احمد ۲:۳۲، المستدرک ۱:۱۰۳

(۴) یحییٰ بن محمد بن صاعد ابو محمد ہاشمی بالولاء، بغدادی، حفاظ حدیث میں سے تھے۔ بغداد سے تعلق تھا۔ حصولِ علم کے لیے شام، مصر اور حجاز مقدس کا سفر کیا۔ سنن پر مشتمل کئی کتابیں لکھیں۔ ۳۱۸ھ=۹۳۰ء کو وفات پائی۔

[تاریخ بغداد ۱۴: ۲۳۹، الاعلام ۸: ۱۶۴]

(۵) سعد بن ابی وقاص مالک بن اُہیب بن عبد مناف، قرشی، زہری، ابو اسحاق رضی اللہ عنہ، فاتح عراق و مدائن ......

۷۱-: مَنْ قَالَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۱).

''جو مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی' اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لینا چاہیے۔''

خطیب نے اپنی تاریخ میں سیدنا ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ (۲) سے ان الفاظ کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔

۷۲-: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۳).

''جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔''

ابن عدی نے سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ:

۷۳-: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ يَّعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ (۴).

''جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے گا قیامت کے روز جو کے درمیان گرہ لگانے کا عذاب دیا جائے گا۔''

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ مجھے حدیث بیان کرنے سے روکتی ہے۔

۷۴-: دارقطنی نے افراد میں اور خطیب نے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (۵) سے بھی ایسی ہی

...... کسریٰ تھے۔ ۲۳ قبل ہجری = ۶۰۰ء کو پیدا ہوئے۔ سب سے پہلے اسلام کی راہ میں تیر چلایا۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ فارس الاسلام سے مشہور ہیں۔ ۵۵ھ = ۶۷۵ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

[تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۶: ۹۳' الاعلام ۳: ۸۷]

(۱) تاریخ بغداد ۵: ۳۱۹' الموضوعات ۱: ۶۳

(۲) عامر بن عبداللہ بن الجراح بن بلال' فہری' قرشی' رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ دربارِ رسالت سے اُنہیں اَمِینُ الْاُمَّۃ کا لقب ملا تھا۔ ۴۰ ۔ قبل ہجری = ۵۸۴ء کو مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے۔ سابقون اولون میں سے ہیں۔ سب غزوات میں شریک رہے' اور اس سلسلے میں فرات اور ایشیائے کوچک تک پہنچے' اُن سے دس احادیث مروی ہیں۔ طاعونِ عمواس میں ۱۸ھ = ۶۳۹ء کو وفات پائی' اور موضع غور بیسان میں دفن کیے گئے۔ [الاصابۃ ۲: ۲۵۲' الاعلام ۳: ۲۵۲]

(۳) تاریخ بغداد ۱۰: ۲۸۲

(۴) الکامل فی ضعفاء الرجال ۱: ۸۱

(۵) سلمان فارسی رضی اللہ عنہ' قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ خود کو سلمان الإسلام کہا کرتے تھے۔ اصبہان کے ایک مجوسی خاندان میں سے تھے۔ جیان نامی گاؤں میں پلے بڑھے۔ شام' موصل' نصیبین اور عموریہ سے ہوتے ہوئے بلادِ عرب پہنچے۔ بنو کلب کے کچھ اَفراد کی معیت اختیار کی' جنھوں نے انہیں بزور غلام بنا کر فروخت کیا۔ بنو ......

روایت کی ہے[۱]۔

۷۵- اسی طرح حافظ ابن الجوزی اور حافظ یوسف بن خلیل دمشقی نے اس حدیث کے سارے طرق ایک جگہ جمع کر کے اس میں مختلف طریقوں سے اسے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ[۲] سے روایت کیا ہے[۳]۔

۷۶- اسی طرح ابن صاعد وغیرہ نے سیدنا حذیفہ بن اَسید رضی اللہ عنہ[۴] سے روایت کیا ہے[۵]۔

ابن عدی نے سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

۷۷- مَنْ أَحْدَثَ حَدَثاً أَوْ آوٰی مُحْدِثاً فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِیْنَ وَعَلٰی مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً[۶].

''جو شخص دین میں کوئی بدعت ایجاد کرے یا کسی بدعتی کو ٹھکانا دے تو اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اسی طرح اس شخص پر بھی جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولے۔''

ابن قانع[۷] نے اپنی معجم میں سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

......قریظہ کے ایک شخص نے انہیں خریدا اور اس طرح آپ مدینہ منورہ پہنچے۔ فارسیوں، یہود اور نصاریٰ کی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔ اسلام قبول کیا۔ غزوۂ احزاب میں خندق کھودنے کا مشورہ انہوں نے دیا تھا۔ ۳۶ھ = ۶۵۶ء کو وفات پائی۔ [تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۶:۸۸، الاعلام ۳:۱۱۱]

(۱) تاریخ بغداد ۸:۳۳۹

(۲) جندب بن جنادۃ بن سفیان بن عبید ابوذر رضی اللہ عنہ، بنوغفار [کنانہ بن خزیمہ] سے تعلق تھا۔ قدیم الاسلام اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ چوتھے یا پانچویں نمبر پر اسلام قبول کیا۔ صدق وسچائی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اسلام میں سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں السلام علیکم کہنے والے آپ ہیں۔ ۳۲ھ = ۶۵۲ء کو وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۲:۶۷، الاعلام ۲:۱۴۰]

(۳) الموضوعات ۱:۷۰

(۴) حذیفہ بن اَسید رضی اللہ عنہ۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا نام امیہ بن اَسید بن خالد بن اَعور ابوسریحہ ہے۔ اپنی کنیت سے مشہور ہیں۔ اصحاب شجرہ میں سے ہیں۔ کوفہ میں رہائش تھی۔ [الاصابۃ ۱:۳۱۷]

(۵) تحذیر الخواص: ۱۰۶-۱۰۷

(۶) الکامل فی ضعفاء الرجال ۱:۸۸

(۷) عبدالباقی بن قانع بن مرزوق بن واثق اُموی بالولاء، بغدادی، ابوالحسین۔ قاضی اور حافظ حدیث تھے۔ =

۷۸-: مَنْ يَّقُولُ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (۱).

''جو مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ بنالے۔''

اور اس کی تفسیر اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو کسی کام کے لیے بھیجا اس نے آپ پر جھوٹ بولا۔ آپ نے اس کے لیے بددعاء فرمائی تو وہ مردہ پایا گیا اور اس کا پیٹ پھٹا ہوا تھا اور اسے زمین قبول نہ کرتی تھی (۲)۔

دار قطنی اور ابن الجوزی نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

۷۹-: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (۳).

''جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔''

نیز ابن الجوزی نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے راویت کیا ہے انہوں نے ایک روز اپنے ساتھیوں سے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اس حدیث کا کہ:

۸۰-: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (۴).

''جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔''

کیا مطلب ہے۔ ایک شخص کو ایک عورت سے عشق ہو گیا' وہ ایک شام کے وقت اس عورت کے گھر والوں کے پاس گیا اور کہنے لگا میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں آپ نے مجھے تمہارے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ میں تمہارے گھروں میں جہاں چاہوں قیام کروں۔ وہ شام کا انتظار کرتا رہا' ان میں سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا فلاں شخص ہمارے پاس آیا اور یہ کہتا ہے کہ آپ نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ ہمارے گھروں میں سے جس میں چاہے رات گزارے آپ نے فرمایا: كَذَبَ ، يَافُلَانُ اِنْطَلِقْ مَعَهٗ فَإِنْ أَمْكَنَكَ اللّٰهُ مِنْهُ فَاضْرِبْ عُنُقَهٗ' وَاحْرِقْهُ بِالنَّارِ' وَلَا أَرَاكَ إِلَّا قَدْ كُفِيتَهٗ.

...... ۲۶۵ھ کو پیدا ہوئے۔ کثیر الحدیث اور واسع الرحلۃ تھے۔ امام دار قطنی اور امام عبداللہ حاکم کے استاذ رہے ہیں۔ ۳۵۱ھ=۹۶۲ء کو وفات پائی۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۵:۵۲۶' الاعلام ۳:۲۷۲]

(۱) الموضوعات ۱:۸۳-۸۴ (۲) الموضوعات ۱:۸۵' تحذیر الخواص:۱۱۳

(۳) الموضوعات ۱:۸۵ (۴) الموضوعات ۱:۵۶

''اس نے جھوٹ بولا۔ اے فلاں! اس شخص کے ساتھ جاؤ۔ اگر اللہ تعالیٰ اس پر قدرت دے تو اسے قتل کر دینا اور آگ میں جلا دینا مگر میرا خیال ہے کہ اسے موت نے کفایت کی ہو گی۔''

آسمان سے بارش شروع ہوئی وہ شخص وضوء کرنے کے لیے باہر نکلا تو اسے سانپ نے ڈس لیا۔ جب نبی کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا وہ دوزخ میں ہے۔

ابن قانع نے معجم الصحابہ میں اور ابن جوزی نے سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ (۱) سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۸۱۔ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۲).

''جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔''

۸۲۔ اسی طرح ان دونوں نے سیدنا یزید بن اسد رضی اللہ عنہ (۳) سے روایت کیا ہے (۴)۔

۸۳۔ حاکم نے سیدنا عفان بن حبیب رضی اللہ عنہ (۵) سے اسے روایت کیا ہے (۶)۔

---

(۱) عبداللہ بن علقمہ [ابواوفیٰ] بن خالد خزاعی اسلمی رضی اللہ عنہ، ابن ابی اوفیٰ سے شہرت پائی۔ بیعت رضوان اور خیبر میں شریک رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے وفات پا جانے کے بعد مدینہ منورہ سے بصرہ منتقل ہوئے۔ بصرہ میں ۸۷ھ = ۷۰۶ء کو وفات پائی۔ آخری عمر میں بصارت سے محروم ہوئے تھے۔ آپ بصرہ میں وفات پانے والے آخری صحابی ہیں۔ [نکت الھمیان: ۱۸۲، الاعلام ۴: ۱۰۴]

(۲) الموضوعات ۱: ۸۵؛ ابن قانع کے معجم الصحابۃ کے مطبوعہ نسخہ میں سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت موجود نہیں۔

(۳) یزید بن اسد بن کُرز رضی اللہ عنہ۔ بنوا کاہن سے تھے۔ شجاع اور صاحب رائے وبصیرت تھے۔ ۵۵ھ = ۶۷۵ء کو وفات پائی۔ بعض مؤرخین انہیں صحابی تسلیم نہیں کرتے۔ [اسد الغابۃ: ۱۲۵۴، ترجمہ: ۵۵۲۵، الاعلام ۸: ۱۷۹]

(۴) الموضوعات ۱: ۸۶

(۵) عفان بن حبیب رضی اللہ عنہ کا شمار اُن صحابہ میں ہوتا ہے جنہوں نے نیشاپور میں سکونت اختیار کی تھی۔ [الاصابۃ ۲: ۴۸۶]

(۶) الموضوعات ۱: ۹۱؛ تنبیہ: حافظ ابن حجر نے اسے حافظ ابن الجوزی کے حوالے سے درج کر کے لکھا ہے: اس کا راوی محمد بن اسحاق اَہوازی احادیث وضع کرنے سے بدنام ہے اور اس کے سارے راوی مجہول ہیں۔ [الاصابۃ ۲: ۴۸۶]

جورقانی اور ابن الجوزی نے رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی سے روایت کیا ہے کہ:

۸۴- مَنْ تَقَوَّلَ عَلَيَّ مَالَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ بَيْنَ عَيْنَيْ جَهَنَّمَ مَقْعَداً (۱).

''جو مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی اسے اپنا ٹھکانا دوزخ کے سامنے بنانا چاہیے۔''

ابن صاعد وغیرہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (۲) سے روایت کیا ہے کہ:

۸۵- مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۳).

''جو مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا چاہیے۔''

دارقطنی اور ابن الجوزی نے سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا (۴) سے روایت کیا ہے کہ:

۸۶- مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۵).

''جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اسے اپنا ٹھکانا آگ میں بنانا چاہیے۔''

ابن الجوزی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کی ہے کہ:

۸۷- مَنْ كَذَبَ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَإِنَّمَا يُدَمِّثُ مَجْلِسَهُ مِنَ النَّارِ (۶).

''جو شخص رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولے وہ بڑی آسانی سے اپنے بیٹھنے کی جگہ آگ سے بناتا ہے۔''

---

(۱) الاباطیل والمناکیر ۱: ۹۵، الموضوعات ۱: ۹۱

(۲) عائشہ رضی اللہ عنہا بنت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ام المؤمنین، ۹ قبل ہجری = ۶۱۳ء کو مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئیں۔ عالمہ اور فاضلہ تھیں۔ علم و ادب اور علوم دینیہ میں اپنی مثال آپ تھیں۔ دو ہجری کو رسول اللہ ﷺ سے ان کی شادی ہوگئی۔ اکابر صحابہ آپ سے فرائض [میراث] کے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ ۵۸ھ = ۶۷۸ء کو مدینہ منورہ میں وفات پا گئیں۔ آپ سے [۲۲۱۰] احادیث کی روایت کی گئی ہیں۔

[اسد الغابۃ: ۱۵۴۹، ترجمہ: ۷۰۹۶، الاعلام ۳: ۲۴۰]

(۳) الموضوعات ۱: ۹۲

(۴) برکۃ بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمۃ بن عمرو بن نعمان رضی اللہ عنہا۔ کنیت سے شہرت پائی۔ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں۔ حبشہ اور مدینہ منورہ ہجرت کی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وفات پا گئیں۔ [الاستیعاب: ۸۶۳، ترجمہ: ۴۱۹]

(۵) الموضوعات ۱: ۹۲

(۶) الموضوعات ۱: ۶۱

ابن الجوزی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ [۱] نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر ہم آپ کے لیے ایک چوبارہ بنا دیں جس پر بیٹھ کر آپ لوگوں سے کلام فرمائیں اور لوگ آپ کی بات سنیں؟ آپ نے فرمایا:

—۸۸: لَا أَزَالُ هٰكَذَا يُصِيبُنِي غُبَارُهُمْ، وَيَطَؤُونَ عَقِبِي حَتّٰى يُرِيحَنِي اللّٰهُ مِنْهُمْ، فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَمَوْعِدُهُ النَّارُ [۲].

''میں ہمیشہ ایسے ہی رہنا چاہتا ہوں کہ ان کا غبار مجھے پہنچتا رہے اور وہ میرے پیچھے چلتے رہیں [میری اِتباع کرتے رہیں] حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان سے آرام پہنچائے۔ جو مجھ پر جھوٹ بولے اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔''

ابن عدی نے سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ [۳] ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

—۸۹: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ [۴].

''جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لینا چاہیے۔''

—۹۰: اسی طرح ابن خلیل حافظ یوسف نے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ [۵] سے روایت کیا [۶]۔

---

(۱) عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف رضی اللہ عنہ، ابوالفضل، قرشی۔ جاہلیت اور اسلام دونوں میں قریش کے سردار سمجھے جاتے تھے۔ عباسی خلفاء کے جدامجد ہیں۔ ۵۱ قبل ہجری=۵۷۳ء کو پیدا ہوئے۔ ہجرت سے پہلے اسلام قبول کیا اور اسے چھپائے رکھا۔ مدینہ منورہ ہجرت کی۔ غزوۂ حنین میں شرکت کی۔ ۳۲ھ=۶۵۳ء کو مدینہ منورہ میں وفات پا گئے۔ [اسد الغابۃ: ۶۳۲، ترجمہ: ۲۸۰۰، الاعلام ۳: ۲۶۲]

(۲) الموضوعات ۱: ۸۱-۸۲

(۳) جلیل القدر صحابی ہیں۔ ان کے نام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ فارس سے تعلق تھا۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خرید کر اس شرط پر آزادی دی کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتے رہیں گے۔ [الاصابۃ ۲: ۵۸]

(۴) الکامل فی ضعفاء الرجال ۲: ۲۴۷

(۵) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بن ضحاک، انصاری، خزرجی، ابوخارجہ، اکابر صحابہ میں سے تھے۔ مدینہ منورہ میں گیارہ قبل ہجری=۶۱۱ کو پیدا ہوئے۔ چھ سال کے تھے کہ ان کے والد کو قتل کیا گیا۔ گیارہ سال کی عمر میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی۔ کاتبین وحی میں سے تھے۔ ان کی ''۹۲'' روایات ہیں۔ ۴۵ھ=۶۶۵ کو وفات پائی۔

[غایۃ النہایۃ ۱: ۲۹۶، الاعلام ۳: ۵۷]

(۶) تحذیر الخواص: ۱۱۸

-۹۱: اسی طرح ابن خلیل نے کعب بن قطبہ [۱] سے روایت کیا [۲]۔

-۹۲: اور اسی طرح ابوالعشراء کے والد [۳] سے بھی روایت کیا ہے [۴]۔

-۹۳: اور ابونعیم نے اسے عبداللہ بن زغب [۵] سے روایت کیا [۶]۔

اور ابونعیم نے جابر بن حابس [۷] سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

-۹۴: مَنْ قَالَ عَلَيَّ مَالَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ [۸].

''جو مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی اُسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا چاہیے۔''

تنبیہ

حافظ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں: رَوی هذاالحديث أكثرمن مائةمن الصحابة، وجَمَعَ طُرُقَهٗ إليهم جَمْعٌ من أهل النجابة. وقد نقل ابن الجوزي عن أبي بكرمحمد بن أحمد ابن عبد الوهاب الإسفراييني: أنه ليس في الدنيا حديث اجتمع عليه العشرة المشهود لهم با لجنةغير حديث : مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً...... [۹].

''اس حدیث کو سو سے زیادہ صحابہ نے روایت کیا ہے اور ان سے روایت کرنے والے سب کے

---

(۱) کعب بن قطبہ کی صحابیت مختلف فیہ ہے۔[الاصابۃ ۳:۳۰۱]

(۲) تحذیر الخواص: ۱۱۸

(۳) ابوالعشراء کے نام میں اختلاف ہے۔کہا جاتا ہے کہ اُن کا نام یسار بن بکر بن مسعود یا اسامہ بن مالک بن قِھْطَم ہے۔امام بخاری لکھتے ہیں: ان کی حدیث محلِ نظر ہوتی ہے۔[التاریخ الکبیر ۲:۲۱-۲۲]

(۴) تحذیر الخواص: ۱۱۸-۱۱۹

(۵) عبداللہ بن زغب اِیادی شامی۔ابن عبدالبر، ابن ماکولا اور ابوزرعۃ دمشقی اُنھیں صحابی کہتے ہیں جب کہ ابونعیم کہتے ہیں: تابعی ہیں اور ان کی صحابیت مختلف فیہ ہے۔[تہذیب التہذیب ۵:۱۹۴-۱۹۵]

(۶) تحذیر الخواص: ۱۱۹

(۷) جابر بن حابس یا عابس، اس کی اِسناد مجہول ہے۔[الاصابۃ ۱:۲۱۱]

(۸) تحذیر الخواص: ۱۱۹

(۹) الموضوعات ۱:۶۴-۶۵، تحذیر الخواص: ۱۱۹-۱۲۰

سب اہل نجابت ہیں۔ حافظ ابن الجوزی نے ابوبکر بن احمد بن عبدالوہاب اسفرائینی (۱) سے نقل کیا ہے کہ دنیا میں کوئی ایسی حدیث نہیں کہ جسے تمام عشرہ مبشرہ (۲) نے نقل کیا ہو سوائے حدیث مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً کے۔ حافظ ابن الجوزی کہتے ہیں میں آج تک سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ (۳) کی روایت سے واقف نہ ہو سکا۔''

اس حدیث میں ایک لطیف نکتہ (۴) ہے جو علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد بن فورانی صاحب التصانیف نے بیان کیا ہے کہ ہم سے ابوبکر احمد بن محمد بن علی بن المؤدب نے بیان کیا ہے اور انہوں نے ابوالمظفر محمد بن عبداللہ بن حسام سمرقندی سے سنا وہ فرماتے تھے: میں نے خضر اور الیاس علیہما السلام سے سنا ہے اور وہ فرماتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا تھا:

---

(۱) ابوبکر محمد بن احمد بن عبدالوہاب، حافظ و بارع تھے۔ ہزاروں احادیث زبانی یاد تھیں۔ ۴۰۶ھ کو وفات پائی۔
[سیر اعلام النبلاء ۱۷: ۲۴۵]

(۲) وہ دس خوش نصیب قریشی سابقون اولون صحابہ ہیں جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے بشارتِ جنت مروی ہے، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر بن خطّاب، سیدنا عثمان بن عفّان، سیدنا علی بن ابی طالب سیدنا طلحہ بن عبیداللہ، سیدنا زبیر بن عوام، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف، سیدنا سعد بن مالک ابی وقاص، سیدنا سعید بن زید اور سیدنا ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہم۔
[سنن ترمذی، کتاب المناقب [۵۰] باب مناقب عبدالرحمٰن بن عوف [۲۶] احادیث: ۳۷۴۷-۳۷۴۸، سنن ابی داود، کتاب السنۃ [۳۴]، باب فی الخلفاء [۹] حدیث: ۴۶۴۹]

حافظ سخاوی نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ:

لقد بشّر الهادي مِنَ الصَّحْبِ زُمرةً   بجنَّاتِ عَدْنٍ كلُّهُم فضلُه اشتَهَرُ
سعيدٌ زُبيرٌ سعدٌ طلحةٌ عامرٌ   أبوبكرٍ عثمانٌ ابن عوف عليٌّ عُمَر

[الجواہر والدرر فی ترجمۃ شیخ الاسلام ابن حجر ۲: ۸۵۰]

(۳) عبدالرحمٰن بن عوف بن عبدعوف بن عبدالحارث ابومحمد الزہری القرشی رضی اللہ عنہ، اکابر صحابہ اور عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ ۴۴ ق ھ = ۵۸۰ء کو پیدا ہوئے۔ سابقین الی الاسلام میں سے ہیں۔ شجاع و بہادر تھے۔ جنگ اُحُد میں ۲۱ جگہ زخمی ہوئے۔ مدینہ منورہ میں ۳۲ھ = ۶۵۲ء کو وفات پائی۔
[اسد الغابۃ: ۳۷۷، ترجمہ: ۳۳۷۱، الاعلام ۳: ۳۲۱]

(۴) میں نہیں سمجھتا کہ کسی جھوٹی روایت میں کون سا لطیف اور باریک نکتہ ہوتا ہے؟

۹۵-مَنْ قَالَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

''جو شخص مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی اسے اپنا ٹھکانا آگ میں بنانا چاہیے۔''

حافظ ذہبی کہتے ہیں: اس حدیث کو ابو عمرو بن صلاح نے بیان کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں: یہ ہمیں خضر اور الیاس علیہما السلام کے نسخہ سے ملا ہے۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں:

هذه نسخةٌ ماأدري مَن وضعها[(۱)].

''میں نہیں جانتا کہ اس نسخہ کا وضع کرنے والا کون ہے۔''

- فائدہ -

شیخ المشائخ حافظ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں: میں کسی ایسے کبیرہ گناہ سے واقف نہیں ہوں جس کے مرتکب کو اہل سنت میں سے کسی نے کافر قرار دیا ہو۔ سوائے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے کے۔ شیخ ابو محمد جوینی[(۲)]۔ جو امام الحرمین کے والد اور شوافع میں سے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

''جس شخص نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولا اسے کافر اور ملت سے خارج قرار دیا جائے گا۔''

اس فتویٰ میں ان کا ایک جماعت نے ساتھ دیا ہے جس میں مالکیہ میں سے امام ناصر الدین بن المنیر[(۳)] بھی ہیں۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: ان دونوں کی تائید نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے ہوتی ہے:

---

(۱) میزان الاعتدال ۳:۲۰۶، لسان المیزان ۵:۲۲۱

(۲) عبداللہ بن یوسف بن محمد بن حَیُّویہ جوینی ابو محمد، نیسابور کے نواحی قصبے جوین میں پیدا ہوئے۔ نیسابور میں سکونت تھی اور وہیں ۴۳۸ھ = ۱۰۴۷ء کو وفات پائی۔ تفسیر، لغت اور شافعی فقہ کے ماہر عالم تھے۔

[طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۵:۷۳، ترجمہ:۴۳۹، الاعلام ۴:۱۴۶]

(۳) ملاحظہ ہو حدیث:۵: إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ، مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

[صحیح بخاری، کتاب الجنائز [۲۳] باب ما یکرہ من النیاحۃ علی المیت [۳۳] حدیث:۱۲۹۱، صحیح مسلم، مقدمہ، حدیث ۴، سنن ترمذی، کتاب العلم [۴۲] باب ماجاء فی تعظیم الکذب علی رسول اللہ ﷺ [۷] حدیث:۲۶۶۲]

''مجھ پر جھوٹ بولنا عام لوگوں پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے۔ جو مجھ پر جھوٹ بولے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں تلاش کرنا چاہیے۔''

لَيسَ كَذِبٌ عَلَيَّ كَكَذِبٍ عَلَى غَيرِيْ (۱).

''مجھ پر جھوٹ بولنا اوروں پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے۔''

اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات پر جھوٹ بولنے والے کو قتل کرنے اور آگ میں جلانے کا حکم دیا نیز اس لیے بھی کہ آپ ﷺ پر افتراء کرنا اصل میں اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ [سورۃ النجم ۵۳: ۳-۴]

''وہ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتا وہ تو صرف وحی ہے جو اُتاری جاتی ہے۔''

اس کی تائید میں وہ قول بھی ہے جو اوپر گزرا ہے کہ میں تو وہی کہتا ہوں جو آسمان سے نازل کیا جاتا ہے اور جب بات یہی ہے: فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا. [سورۃ الانعام ۶: ۱۴۴]

''تو اُس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر بلا دلیل تہمت لگائے گا۔''

اور: اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ. [سورۃ النحل ۱۶: ۱۰۵]

''جھوٹ وافتراء تو وہی باندھتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان نہیں ہوتا۔''

یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر جھوٹ بولنا کیوں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کے علاوہ اوروں پر جھوٹ بولنا اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ کے نزدیک کسی کو ایمان سے خارج نہیں کرتا۔

(۱) احمد بن محمد بن منصور ابن المنیّر 'السکندری' ۶۲۰ھ=۱۲۲۳ء کو پیدا ہوئے۔ اسکندریہ کے علماء اور ادباء میں سے تھے۔ دوبار یہاں کے قاضی اور خطیب رہے ہیں۔ کئی کتابیں تصنیف کیں' جن میں سے ایک تفسیر بھی ہے۔ ۶۸۳ھ=۱۲۸۴ء کو وفات پائی۔ [فوات الوفیات ۱: ۱۸۵' ترجمہ: ۵۵' الاعلام ۱: ۲۲۰]

فصل

[جھوٹی روایت بیان کرنا حرام ہے (۱)]

امام مسلم، ترمذی ور ابن ماجۃ نے سیدنا مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ:

۹۶- مَنْ حَدَّثَ عَنِّي حَدِيْثاً وَ هُوَ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ (۲).

"جو شخص مجھ سے منسوب کر کے حدیث بیان کرے اور اس کا یہ خیال ہو کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔"

اسے جمع اور تثنیہ دونوں کے صیغہ سے روایت کیا گیا ہے (۳)۔

۹۷- اسی طرح امام مسلم اور ابن ماجۃ نے سیدنا سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ (۴) سے روایت کیا (۵)۔

ابن ماجۃ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

۹۸- مَنْ رَوَى عَنِّي حَدِيْثاً وَهُوَ يَرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَذَّابِيْنَ (۶).

---

(۱) یہ پوری کی پوری فصل حافظ ابن الجوزی کی تحذیر الخواص: ۱۲۷ سے ماخوذ ہے۔

(۲) صحیح مسلم ۱: ۹، مقدمہ، باب وجوب الروایۃ عن الثقات وترک الکذابین [۱]، مسند احمد ۱: ۱۱۳، سنن ترمذی، کتاب العلم [۴۲] باب ماجاء فیمن روی حدیثا وھو یریٰ انہ کذبٌ [۹] حدیث: ۲۶۶۲، سنن ابن ماجۃ، مقدمہ، باب من حدث عن رسول اللہ ﷺ حدیثاً وھو یریٰ انہ کذبٌ [۵] حدیث: ۳۸، ۴۱

(۳) قاضی عیاض لکھتے ہیں: والرواية فيه عندنا: الْكَاذِبِيْنَ، على الجمع. [اِکمال المعلم ۱: ۱۱۵]
"ہمارے ہاں اس کی روایت جمع یعنی اَلْكَاذِبِيْنَ ہے۔"

امام نووی نے حافظ ابو نعیم اصفہانی کی المستخرج على صحيح مسلم کے حوالے سے لکھا ہے کہ اُنہوں نے سیدنا سمرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اَلْكَاذِبَيْنِ تثنیہ سے پڑھا ہے۔ [شرح صحیح مسلم ۱: ۶۴-۶۵]

(۴) سمرۃ بن جندب بن ہلال فزاری رضی اللہ عنہ، شجاع اور نڈر صحابی ہیں۔ مدینہ منورہ میں پلے بڑھے۔ بصرہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ حروریہ کے شدید مخالف تھے۔ ۶۰ ھ = ۶۷۹ء کو کوفہ یا بصرہ میں وفات پائی۔
[اسد الغابۃ: ۵۱۸، ترجمہ: ۲۲۴۳، الاعلام ۳: ۱۳۹]

(۵) صحیح مسلم ۱: ۹، مقدمہ، باب وجوب الروایۃ عن الثقات وترک الکذابین [۱] سنن ابن ماجۃ، مقدمہ، باب من حدث عن رسول اللہ ﷺ حدیثاً وھو یریٰ انہ کذبٌ [۵] حدیث: ۳۸، ۴۱

(۶) سنن ابن ماجۃ، مقدمہ، باب من حدث عن رسول اللہ ﷺ حدیثاً وھو یریٰ انہ کذبٌ [۵] حدیث: ۳۸

’’جو شخص مجھ سے جھوٹی حدیث روایت کرے اور اس کا خیال یہ ہو کہ وہ جھوٹی ہے تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔‘‘

بزار اور ابن عدی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

۹۹-: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فِي رِوَايَةِ حَدِيثٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۱).

’’جو حدیث کو روایت میں مجھ پر جھوٹ بولے اسے اپنا ٹھکانا آگ میں بنانا چاہیے۔‘‘

ابن شاہین (۲) نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

۱۰۰-: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فِي حَدِيثٍ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الْخَاسِرِينَ (۳).

’’جو مجھ پر حدیث میں جھوٹ بولے گا وہ قیامت کے روز خاسرین کے ساتھ آئے گا۔‘‘

دار قطنی نے افراد میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

۱۰۱-: وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهِ لَا يَرْوِي عَنِّي أَحَدٌ مَا لَمْ أَقُلْهُ إِلَّا تَبَوَّأَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۴).

’’قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں ابو القاسم ﷺ کی جان ہے جو شخص مجھ سے وہ بات روایت کرتا ہے جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بناتا ہے۔‘‘

امام احمد اور ابن عدی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

۱۰۲-: إِتَّقُوا الْحَدِيثَ عَنِّي إِلَّا مَا عَلِمْتُمْ، فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ

---

(۱) مسند بزار ۱۴/ ۲:۷، حدیث: ۷۵۳۱۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت: روایة حدیث کے بغیر حافظ ابن عدی کی الکامل ۱: ۳۰۲ میں ہے۔

امام بزار لکھتے ہیں: ولا نعلم أحدٌ قال في: روایة حدیث إلا عائذ بن شریح.

’’روایة حدیث کے الفاظ صرف عائذ بن شریح کی روایت میں ہے۔‘‘

(۲) عمر بن احمد بن عثمان ابن شاہین، ابو حفص، واعظ اور بہت بڑے عالم تھے۔ اہل بغداد میں سے تھے۔ حافظِ حدیث تھے، اور لگ بھگ تین سو کتابوں کے مصنف ہیں۔ ۲۹۷ھ = ۹۰۹ء کو پیدا ہوئے اور ۳۸۵ھ = ۹۹۵ء کو وفات پائی۔ [تاریخ بغداد ۱۱: ۲۶۵، الاعلام ۵: ۴۰]

(۳-۴) تحذیر الخواص: ۱۲۸

النَّارِ(۱).

''مجھ سے حدیث بیان کرنے سے پرہیز کرو سوائے اُس کے جسے تم جانتے ہو کیوں کہ جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے گا اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنالے۔''

طبرانی نے سیدنا ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

۱۰۳- مَنْ حَدَّثَ عَنِّي حَدِيْثاً كَذِباً مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ(۲).

''جو مجھ سے جان بوجھ کر ایک حدیث بھی جھوٹی بیان کرے اسے اپنا ٹھکانا آگ میں بنالینا چاہیے۔''

امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں: يُحرَم رواية الحديث الموضوع على مَن عرف كونه موضوعاً أوغلب على ظنه وضعه، فمن رَوَى حديثاًعَلِمَ أوظَنَّ وَضْعَهٗ ولم يُبَيِّنْ حالَ وضعِ روايتِه فهوداخلٌ في هذا الوعيد الشديد(۳).

''موضوع حدیث کا اس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ موضوع ہے یا اس کے موضوع ہونے کا گمان غالب ہو روایت کرنا حرام ہے تو جو شخص اس بات کو جانتا ہو کہ یہ حدیث من گھڑت ہے یا اس کے موضوع ہونے کا خیال ہو وہ اس شدید وعید میں داخل ہوگا۔''

آپ یہ بھی لکھتے ہیں: أنه لافرقَ في تحريم الكذب عليه ﷺ بين ما كان في الأحكام وما لاحكم فيه كالترغيب والترهيب والمواعظ وغيرذلك، فكله حرام من أكبرالكبائرو أقبح القبائح بإجماع المسلمين الذين يعتدبهم في الإجماع......وقدجمع أهل الحِلِّ والعقدِ على تحريم الكذب على آحادِ الناس فكيف بمن قَوْلُهٗ شرعٌ و كلامُه وحيٌ،

---

(۱) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت حافظ ابن عدی کی الکامل فی ضعفاء الرجال میں نہ مل سکی، البتہ ان کتابوں میں یہ روایت موجود ہے: سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن [۴۸] باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برأیہ [۱] حدیث: ۲۹۵۱، مسند احمد ۱: ۳۲۳، مسند ابی یعلیٰ ۵: ۱۱۰، حدیث: ۳۹۴-[۲۷۲۱]

(۲) المعجم الکبیر ۸: ۱۲۲، حدیث: ۷۵۵۷

تنبیہ: حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اس کا راوی شہر بن حوشب مختلف فیہ ہے۔ [مجمع الزوائد ۱: ۱۴۷]

(۳) شرح صحیح مسلم ۱: ۷۱

و الكذبُ عليه كذبٌ عليه تعالی، قال عَزَّ وعلا: وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ يُّوۡحٰی (۱).

''اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا چاہے وہ احکام میں ہو یا ترغیب و ترہیب میں یا دیگر اور قسم کے کلام میں سب حرام ہیں اور باجماع مسلمین سب سے بڑا گناہ اور سب سے بڑی برائی ہے اس لیے کہ اہل حل وعقد اس امر پر متفق ہیں کہ عام لوگوں پر بھی جھوٹ بولنا حرام ہے تو اس ذاتِ اقدس پر جھوٹ بولنا جن کا قول شرع اور کلام وحی ہو کیوں کر جائز ہو سکتا ہے اور آپ پر جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کے مترادف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ يُّوۡحٰی. [سورۃ النجم۵۳:۳-۴]

''وہ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتا وہ تو صرف وحی ہے جو اُتاری جاتی ہے۔''

جلال الدین سیوطی کہتے ہیں: وقد أطبق علماء الحديث فجزموا بأنه لاتَحِلُّ رواية الموضوع في أيِّ معنى كان إلَّا مقرونا ببيان وضعه، بخالف الضعيف فإنه تجوز روايته في غير الأحكام و العقائد، وممن جزم بذلك النووي وابن جماعة والطيبي و البُلقيني والعراقي (۲).

''علماء حدیث اس امر پر متفق ہیں کہ موضوع حدیث کو روایت کرنا حلال نہیں ہے، چاہے وہ کسی معنی کی ہو، ہاں اگر اس کا موضوع ہونا بیان کرنا مقصود ہو لیکن ضعیف حدیث کی روایت احکام اور عقائد کے علاوہ جائز ہے (۳)......اس کا جزم امام نووی، ابن جماعہ، طیبی، بلقینی اور عراقی نے کیا ہے۔''

---

(۱) شرح صحیح مسلم ۱:۱۷

(۲) تحذیر الخواص من اکاذیب القصاص: ۱۳۲

(۳) ضعیف حدیث کے بارے میں حافظ سخاوی، قاضی ابن العربی مالکی سے نقل کرتے ہیں:

لا يعمل به مطلقا. [القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع ﷺ: ۴۹۶]

''ضعیف حدیث پر ہرگز عمل نہیں کیا جائے گا۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: و لافرق في العمل بالحديث في الأحكام أو الفضائل إذِ الكل شرعٌ. [تبیین العجب بما ورد فی فضل رجب: ۷] ......

...... ''احکام اور فضائل اعمال کے حدیث میں کوئی فرق نہیں کیونکہ دونوں شریعت ہی ہیں۔''

علامۃ الشام محمد جمال الدین قاسمی فرماتے ہیں: اس سلسلے میں تین مسلک ہیں' ان میں سے پہلا مسلک یہ ہے کہ: لا یعمل به مطلقاً' لا في الأحكام و لا في الفضائل' حكاه ابن سيدالناس في عيون الأثر عن يحيى بن مَعِين ' ونسبه في فتح المغيث لأبي بكر بن العربي و الظاهر أن مذهب البخاري و مسلم و ذلك أيضاً ' يدل عليه شرط البخاري في صحيحه و تشنيع الإمام مسلم على رواة الضعيف كما أسلفناه و عدم إخراجهما في صحيحيهما شيئاً منه. [قواعد التحدیث:۱۱۳]

''ابن سید الناس نے عیون الاثر میں یحییٰ بن مَعین کی نسبت اور سخاوی نے فتح المغیث میں ابو بکر ابن العربی کی بابت بیان کیا ہے کہ یہ دونوں ضعیف حدیث پر عمل کو مطلقاً جائز نہیں سمجھتے تھے اور بظاہر امام بخاری اور امام مسلم کا مذہب بھی یہی ہے۔ الجامع الصحیح میں امام بخاری کی شرط اور امام مسلم کا ضعیف راویوں پر تنقید کرنا نیز صحیحین میں ان سے کسی روایت کی تخریج نہ کرنا اس کا واضح ثبوت ہے۔''

مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: أما العمل بالضعيف في فضائل الأعمال فدعوى الإتفاق فيه باطلةٌ' نعم هو مذهب الجمهور لكنه مشروط بأن لا يكون الحديث ضعيفاً شديد الضعف' فإن كان كذلك لم يقبل في فضائل الأعمال أيضاً.

[الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة' بتحقيقي: ۱۵۴]

''فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر بالاتفاق عمل کا دعوی باطل ہے' ہاں جمہور کا مذہب یہی ہے مگر اس میں شرط یہ ہے کہ حدیث شدید ضعیف نہ ہو' ورنہ فضائل اعمال میں بھی قابل قبول نہیں۔''

حافظ ابن حجر' حافظ سخاوی' حافظ سیوطی' علامہ حصکفی حنفی اور علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

إن شرائط العمل بالضعيف ثلاثة: **الأول**: متفق عليه' و هو أن يكون الضعف غير شديد' فيخرج مَن انفَرد من الكذابين و المتهمين بالكذب و مَنْ فَحُش غلطه. **الثاني**: أن يكون مندرجاً تحت أصلٍ عامٍ فيخرج ما يُختَرَعُ بحيث لا يكون له اصلٌ أصلاً. **الثالث**: أن لا يعتقد عند العمل به ثبوته لئلا ينسب إلى النبي ﷺ مالم يقله. [تبیین العجب: ۶-۷' القول البدیع: ۴۹۶ [واللفظ له]' تدریب الراوی ۱: ۲۹۸-۲۹۹ ' رد المحتار ۱: ۹۵ ' ظفر الامانی: ۲۲۵' ۲۳۰' ۲۳۱' ۲۳۲' ۲۳۴' ۲۳۷' ۲۳۸' الاجوبۃ الفاضلۃ: ۴۱-۱۴۴' الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث: ۷۶]

''ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی تین شرطیں ہیں: اول: جو تمام محدثین کے مابین متفق علیہ ہے وہ یہ کہ حدیث زیادہ ضعیف نہ ہو لہذا جس حدیث میں کوئی کذاب یا مُتَّهَم بالكذب [جھوٹ بولنے سے بدنام] یا ایسا راوی منفرد ہو جو کثرت سے غلطی کا شکار ہوتا ہو تو اس کی ضعیف حدیث قابلِ عمل نہ ہوگی۔ دوم: یہ کہ وہ عام قاعدے کے تحت درج ہو اس سے وہ روایت خارج ہوگئی جس کی کوئی اصل واَساس نہ ہو اور وہ محض ......

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح نخبہ میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔
امام دارقطنی فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ اُن لوگوں کو آگ سے ڈراتے ہیں جو آپ پر جھوٹ بولتے ہیں اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے اپنی احادیث کا جو دوسروں تک پہنچانے کا حکم دیا ہے وہ صحیح اور درست روایات کے پہنچانے کا حکم دیا ہے نہ کہ ضعیف اور باطل کا۔ یہ حکم نہیں دیا کہ آپ سے ہر قسم کی روایت پہنچا دی جائیں کیوں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

۱۰۴- كَفٰى بِالْمَرْءِ إِثْماً أَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (۱).

''آدمی کے گناہ کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کر دے۔''

اسے امام مسلم نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے روایت کیا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ سے اگر کوئی حدیث روایت کرے اور اس کے صحیح یا غیر صحیح ہونے میں اسے شک ہو تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

مَنْ رَّوٰى عَنِّي حَدِيْثاً وَهُوَ يَرٰى أَنَّهٗ كَذِبٌ (۲).

''جو مجھ سے کوئی حدیث بیان کرے اور وہ خیال کرتا ہو کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے......۔''

آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اسے جھوٹ کا یقین ہو اور اسی باعث خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ سے حدیث روایت کرنے میں پرہیز کرتے تھے اور سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے جب کوئی حدیث بیان کی جاتی تو جب تک اس کے لیے کوئی گواہ نہ ہوتا اس حدیث کو نہ سنتے اور اس معاملہ میں ڈانٹ ڈپٹ کرتے تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ حدیث کی روایت پر قسم لیتے۔ محتاط صحابہ اور تابعین بھی اس قسم یا اس کے قریب کی رائے رکھتے تھے اس خوف کے باعث کہ کہیں

......اختراع کی گئی ہو۔ سوم: عمل کرتے وقت یہ اعتقاد نہ کر لیا جائے کہ یہ عمل رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے تاکہ آپ ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جو آپ نے نہیں فرمائی۔''

(۱) صحیح مسلم، مقدمہ، باب النھی عن الحدیث بکل ما سمع [۳] حدیث: ۵

(۲) صحیح مسلم ۱: ۹، مقدمہ، باب وجوب الروایۃ عن الثقات وترک الکذابین [۱]، مسند احمد ۱: ۱۱۳، سنن ترمذی، کتاب العلم [۴۲] باب ماجاء فیمن روی حدیثا وھو یری انہ کذبٌ [۹] حدیث: ۲۶۶۲، سنن ابن ماجۃ، مقدمۃ، باب من حدث عن رسول اللہ ﷺ حدیثاً وھو یری انہ کذبٌ [۵] حدیث: ۳۸، ۴۱

حدیث میں کمی یا زیادتی اور بھول نہ ہو جائے۔ روایت حدیث کے معاملہ میں محتاط لوگوں میں سے ابو حنیفہ نعمان بھی ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ:

۱۰۵- سَيَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ أُنَاسٌ مِّنْ أُمَّتِي يُحَدِّثُونَكُم بِمَالَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاءُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ (۱).

''آخر زمانہ میں میری امت میں کچھ سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو تم سے ایسی حدیثیں بیان کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے آباء واَجداد نے۔ تم ان سے احتراز کرو۔''

یہ روایت صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس لیے کہا گیا ہے کہ: الإسناد من الدين (۲). ''اِسناد دین داخل ہے۔'' کیوں کہ اِسناد پر دین کا دارو مدار ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم، مقدمہ، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء والاحتياط في تحملها [۴] حدیث: ۶

(۲) عبداللہ بن مبارک کا قول ہے: الإسناد من الدين، ولولا الإسناد لقال من شاء ماشاء.
[صحیح مسلم، مقدمہ ۱: ۱۵، باب: الاسناد من الدين [۵]]
''اِسنادِ حدیث ہی دین ہے، اگر اِسناد نہ ہوتی تو پھر ہر کوئی جو چاہتا، وہی کہہ دیتا۔''

امام شاطبی فرماتے ہیں: جعلوا الإسناد من الدين، ولا يعنون: حدثني فلانٌ عن فلانٍ مجرداً، بل يريدون ذلك لما تضمنه من معرفة الرجال الذين يحدث عنهم، حتى لا يسند عن مجهول ولا مجروح، ولا متهم، إلا عمن تحصل الثقة بروايته، لأن روح المسئلة أن يغلب على الظن من غير ريبة أن ذلك الحديث قد قاله النبي ﷺ لنعتمد عليه في الشريعة، ونسند إليه الأحكام.
[الاعتصام ۱: ۲۲۵، باب [۴] فصل اول]

''اِسناد دین میں سے ہے'' اس جملے کا یہ مطلب نہیں کہ حَدَّثَنِي فُلانٌ عَن فُلانٍ پر اکتفاء کی جائے، بلکہ اس سے محدثین کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی مجہول، مجروح، متہم اور غیر ثقہ راوی سے روایت نہ لی جائے، کیونکہ اس مسئلے کی جان یہی ہے کہ ایسی با اعتماد سند ذکر کی جائے جس سے یہ غالب گمان ہو کہ واقعی یہ بات رسول اللہ ﷺ ہی نے فرمائی ہے تاکہ ہم شرعی احکام کے سلسلے میں اس پر اعتماد کر سکیں۔''

امام شافعی: محمد بن ادریس فرماتے ہیں: الذي يطلب العلم بلا سندٍ كحاطب ليلٍ يحملُ حزمة حطبٍ فيه أَفعَى وهو لا يدري. [فیض القدیر ۱: ۴۳۳]

''جو بغیر سند کے حدیث طلب کرتا ہے اس کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جو رات کی تاریکی میں لکڑیاں......

...... چلتا ہے' یہ عین ممکن ہے کہ وہ کسی چیز کو لکڑی سمجھے حالانکہ وہ سانپ ہو۔''

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: والإسناد من خصائص هذه الأمة' وهو من خصائص الإسلام' ثم هو في الإسلام من خصائص أهل السنة' والرافضة من أقل الناس عناية إذا كانوا لا يُصدقون إلّا بما يُوافق أهواء هم. [منہاج السنۃ النبویۃ ۴:۱۱]

''اِسناد اسی امت اور دین اسلام کی خصوصیات میں سے ہے' پھر اہل اسلام میں یہ اہل سنت و جماعت کی خصوصیت ہے۔ روافض کا اِسناد سے نہایت کم تعلق رہا ہے' وہ صرف ان اشیاء کی تصدیق وتصویب کرتے ہیں جو اُن کی آراء کے موافق ہوں۔''

سفیان ثوری فرماتے ہیں: الإسناد سلاح المؤمن' فإذا لم يكن معه سلاحٌ فبأيِّ شَيءٍ يقاتل؟
[فتح المغیث ۳:۵]

''سند مؤمن کا ہتھیار ہے' جب کسی کے پاس اسلحہ نہ ہو' بھلا وہ کیسے جنگ لڑسکتا ہے؟''

شعبہ فرماتے تھے: كل حديث ليس فيه حدثنا وأخبرنا فهو خَلٌّ وبَقْلٌ.
[الکفایۃ فی علم الروایۃ ۲:۴۲' برقم: ۹۰۶-۹۰۷' الکامل فی ضعفاء الرجال ۱:۱۶۰' ادب الاملاء والاستملاء: ۷]

''جس روایت کی سند نہ ہو وہ بالکل بے کار ہوتی ہے۔''

فصل (۱)

حافظ زین الدین عراقی (۲) اپنی کتاب البَاعِثُ علَی الخَلَاصِ مِن حَوادِثِ القُصَّاصِ میں فرماتے ہیں: ثـم إنهم-يعني القصاص-ينقلون حديثَه على التسليم من غير معرفةٍ بالصحيح والسقيم (۳).

''پھر یہ لوگ یعنی قصہ گو رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو نقل کرتے ہیں حالاں کہ انھیں صحیح اور سقیم کی پہچان بھی نہیں ہوتی۔''

آگے فرماتے ہیں: وإنِ اتَّفَقَ أنه نقل حديثاً صحيحاً كان آثماً في ذلك لأنه ينقلُ ما لا علم له به، وإن صادَفَ الواقع كان آثماً بإقدامه على ما لا يعلم (۴).

''اگر وہ کسی صحیح حدیث کو اتفاقاً نقل بھی کریں تب بھی وہ اس میں گناہ گار ہوں گے کیوں کہ وہ تو وہ چیز نقل کرتے جس کا انھیں علم نہیں ہوتا اور اگر وہ واقعہ کے مطابق ہو تب بھی وہ گناہ گار ہوں گے کیوں کہ وہ تو ایک ایسے فعل کا اِقدام کر رہے ہیں جسے وہ جانتے ہی نہیں۔''

آگے چل کر فرماتے ہیں: فلا يَحِلُّ لأحدٍ ممن هو بهذا الوصف أن ينقل حديثاً من الكتب بل ولو كان من الصحيحين ما لم يعتمد على مَن يَعلمُ ذلك من أهل الحديث (۵).

---

(۱) یہ پوری کی پوری فصل تحذیر الخواص: ۱۶۳، فصل چہارم سے مأخوذ ہے۔

(۲) عبدالرحیم بن حسین بن عبدالرحمٰن بن ابراہیم بن ابی بکر بن ابراہیم ابوالفضل زین الدین، حافظ عراقی، بحاثۂ بہت بڑے حافظ حدیث تھے۔ کرد سے بنیادی تعلق تھا۔ علاقہ اِربل کے رازنان میں ۷۲۵ھ= ۱۳۲۵ء کو پیدا ہوئے۔ بچپن میں مصر منتقل ہوئے جہاں تعلیم حاصل کی اور شہرت پائی۔ حجاز مقدس، شام اور فلسطین کے سفر کیے۔ ۸۰۶ھ=۱۴۰۴ء کو مصر میں وفات پائی۔ [الضوء اللامع ۴: ۱۵۲، ترجمہ: ۳۹۳، الاعلام ۳: ۳۴۴]

(۳) حافظ عراقی کی اپنی عبارت کچھ اس طرح ہے: إنهم يحسنون ظنهم بمن يحدثهم، ولا يُمَيِّزُونَ بينَ الصحيح والضعيف. [الباعث علی الخلاص: ۸۸]

(۴) الباعث علی الخلاص: ۹۳

(۵) الباعث علی الخلاص: ۹۷

”جولوگ اس وصف کے ساتھ موصوف ہوں ان کے لیے یہ بھی حلال نہیں کہ وہ کتابوں میں سے بھی کسی حدیث کو نقل کریں چاہے وہ صحیحین (۱) کی حدیث کیوں نہ ہو جب تک کسی محدث سے اس کی تعلیم حاصل نہ کریں۔“

حافظ ابوبکر بن خیر (۲) فرماتے ہیں: إتَّفَقَ العلماءُ على أنه لايصحُّ لمسلمٍ أن يقول: قال رسول اللّٰه ﷺ كذا، حتى يكون عند ذلك القول مروياً و لو على أقل وجوه الروايات لقوله ﷺ: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ، و في بعض الروايات: مَن كَذَبَ عَلَيَّ، مطلقاً من غير تقييد (۳).

”علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کسی مسلمان کے لیے قال رسول اللّٰه ﷺ کہنا جائز نہیں جب تک وہ قول اس تک مروی نہ ہو۔ چاہے اِسناد کے لحاظ سے وہ کم درجہ کی روایت ہی کیوں نہ ہو کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے جب کہ بعض روایات میں مُتَعَمِّداً کا لفظ نہیں یعنی اس میں یہ شرط نہیں کہ جان بوجھ کر جھوٹی روایت پیش کی ہو یا بغیر جانے کے بیان کی ہو۔ دونوں صورتوں میں عام ہے۔“

(۱) صحیح کا تثنیہ ہے۔ وہ دو کتابیں مراد ہیں جن کے مصنفین نے اُن میں خود کو صحیح احادیث درج کرنے کا پابند کیا ہے، یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔

(۲) محمد بن خیر بن عمر بن خلیفہ متونی اموی اشبیلی ابوبکر۔ قاری، حافظ حدیث، لغوی اور ادیب تھے۔ ۵۰۲ھ = ۱۱۰۹ء کو پیدا ہوئے۔ اُن کی نسبت أمۃ کی طرف ہے جو مغرب میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔ حفظ و اِتقان میں اپنی مثال آپ تھے۔ ۵۷۵ھ = ۱۱۷۹ء کو وفات پائی۔ [شذرات الذہب ۴: ۲۵۲، الاعلام ۶: ۱۱۹]

(۳) تحذیر الخواص: ۱۶۴

فصل (۱)

جوزقانی نے ابولعباس سراج سے سنداً روایت کیا ہے کہ میں امام محمد بن اسماعیل بخاری کی خدمت میں حاضر تھا ان کے سامنے ابن کرام (۲) کا خط پیش کیا گیا جس میں انہوں نے چند احادیث کے بارے میں سوال کیا تھا ان احادیث میں سے ایک حدیث زہری کی تھی جو عَنْ سِالِمٍ عَن أبیه کے واسطے سے مرفوعاً روایت کی گئی تھی کہ:

۱۰۶: الإيمانُ لا يزيدُ ولا ينقصُ.

''ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم۔''

امام بخاری نے اس خط کی پشت پر یہ جواب لکھا:

مَنْ حَدَّثَ بِهٰذَا اِسْتَوْجَبَ الضَّرْبَ الشَّدِيْدَ وَالْحَبْسَ الطَّوِيْلَ.

''جس نے یہ حدیث بیان کی ہے وہ شخص سزا اور لمبی قید کا مستحق ہے۔''

اس واقعہ کو امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں نقل کیا ہے (۳)۔

نیز حافظ ذہبی میزان میں امام ابوداود کا قول نقل فرماتے ہیں کہ:

سَمِعتُ يحيَى بن مَعين يقول في سويد الأنباري: هو حلال الدم (۴).

''میں نے یحییٰ بن معین سے سوید الانباری کے بارے میں سنا کہ اس کا خون حلال ہے۔''

---

(۱) یہ پوری کی پوری فصل تحذیر الخواص: ۱۶۷، فصل پنجم سے ماخوذ ہے۔

(۲) محمد بن کرام بن عراق بن حزابہ ابوعبداللہ السجستانی، امام الکرامیۃ، سجستان میں پیدا ہوا۔ پانچ سال تک مکہ مکرمہ میں رہا۔ زاہد و عابد ربانی اور خاموش طبیعت والا تھا مگر بکثرت واہیات نقل کیا کرتا تھا۔ اس نے جویباری کے ساتھ بیٹھ کر لگ بھگ ایک لاکھ احادیث وضع کیں۔ ۲۵۵ھ = ۸۶۹ء کو وفات پائی۔

[سیر اعلام النبلاء ۱۱: ۵۲۳، الاعلام ۷: ۱۴]

(۳) الموضوعات ۱: ۱۳۲، میزان الاعتدال ۴: ۲۱، اللآلی المشورۃ فی الاحادیث المشہورۃ، زرکشی: ۱۴

(۴) میزان الاعتدال ۲: ۲۴۹

حاکم کہتے ہیں کہ محدثین نے سوید کی اس روایت کی بنا پر انکار فرمایا:

۱۰۷۔ مَنْ عَشِقَ فَعَفَّ وَكَتَمَ وَمَاتَ فَهُوَ شَهِيدٌ.(۱)

''جس نے عشق کیا پاک دامن رہا' اس کو چھپایا اور مر گیا تو وہ شہید ہے۔''

---

(۱) تاریخ بغداد ۵:۱۵۶ و ۶:۲۶۲؛ ۵۰:۶ و ۱۸۴:۱۳؛ ۵۱

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: وهذا حديثٌ باطلٌ على رسول الله ﷺ قطعاً لا يُشبهُ كلامه ' وقد صَحَّ عنه عَدَّ الشُّهداءَ سِتًّا 'فلم يذكر فيهم قتيل العشق شهيداً' ولا يُمكن أن يكون كلُّ قتيلٍ بالعشق شهيداً ' فإنه قد يعشق عشقاً يستحقُّ عليه العقوبة وقد أنكر حُفَّاظُ الإسلام هذا الحديث على سُوَيد وقد تكلم الناسُ فيه' فقال ابن المديني: ليس بشيءٍ' والضرير إذا كان عنده كتابٌ فهو عيبٌ شديدٌ.

[روضة المحبين و نزهة المشتاقين: ۱۶۶-۱۶۷]

''یہ حدیث قطعی طور پر باطل ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولا گیا ہے اور قطعاً اُن کے کلام کے مشابہ نہیں۔ صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ چھ قسم کے لوگ شہید ہیں۔ آپ ﷺ نے قتیل عشق کو ان شہیدوں میں شمار نہیں کیا ہے۔ یہ بھی ناممکن ہے کہ ہر قتیل عشق شہادت کا درجہ پالے اس لیے کہ بسا اوقات لوگ ایسی عشق میں مبتلا ہوتے ہیں جو مستحق عقوبت ہو۔ حُفَّاظِ اسلام نے سوید پر اس لیے شدید نکیر کی ہے کہ اُنہوں نے یہ روایت نقل کی ہے اور اس لیے اُنہوں نے سوید پر تنقید کی ہے۔ امام ابن المدینی کہتے ہیں: یہ روایت کچھ بھی نہیں اور جب کسی نابینا کے ساتھ [حدیث کی لکھی ہوئی] کتاب ہو تو یہ شدید عیب اور سخت نقصان کا باعث ہوتا ہے۔''

حافظ صاحب موصوف یہ بھی لکھتے ہیں: ولا يغترَّ بالحديث الموضوع على رسول الله ﷺ مَنْ عَشِقَ...... فإن هذا الحديث لا يصحُّ عن رسول الله ﷺ ولا يجوز أن يكون من كلامه فإنَّ الشهادة درجةٌ عاليةٌ مقرونةٌ بدرجة الصديقية ولها أعمالٌ وأحوالٌ هي شرط في حصولها. [زاد المعاد ۴: ۲۷۵]

''مَنْ عَشِقَ والی روایت سے دھوکہ میں نہیں پڑنا چاہیے جو رسول اللہ ﷺ پر وضع کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف اسے منسوب کرنا ہی صحیح نہیں اور یہ آپ کا کلام ہو ہی نہیں سکتا اس لیے کہ شہادت ایک بہت بڑا درجہ ہے جو صدیقیت کے قریب ہے جس کا حصول کچھ اعمال اور احوال کے بعد ہی ممکن ہے۔''

آگے لکھتے ہیں: ثم إنَّ العشقَ منه حلالٌ ومنه حرامٌ' فكيف يُظَنُّ بالنبي ﷺ أنه يحكم على كل عاشق يكتُمُ و يَعِفُّ بأنه شهيدٌ ' فترى من يعشق امرأة غيره أو يعشق المُردان و البغايا ' ينالُ بعشقه درجة الشهداء' وهل هذا إلَّا خلافُ المعلوم من دينه ﷺ بالضرورة ؟ كيف والعشقُ مرضٌ من الأمراض التي جعل الله سبحانه لها الأدوية شرعاً وقدراً' والتداوي منه إما واجبٌ إن كان عشقاً حراماً' وإما مستحبٌ. [زاد المعاد ۴: ۲۷۶] ......

امام یحییٰ بن معین کے سامنے جب اس حدیث کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

لَوْ كَانَ لِي فَرَسٌ و رِمُحٌ غَزَوتُ سُوَيْداً (۱).

''کاش میرے پاس گھوڑا اور نیزہ ہوتا تو میں سوید سے جہاد کرتا۔''

نیز میزان الاعتدال میں ہے کہ ابن عیینہ (۲) سے کہا گیا کہ معلیٰ بن ہلال نے أبو نجیح عن مجاھد کے واسطے سے عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ:

اَلتَّقَنُّعُ مِنْ أخلاقِ الأنبياءِ

''[دھوپ کی تکلیف سے بچنے کے لیے] سر اور منہ پر کپڑا ڈالنا انبیاء کے اَخلاق میں سے ہے۔''

سفیان ابن عیینہ نے کہا: إنْ كان المُعَلَّى يُحَدثُ بهذاالحديث عن إبن أبي نجيح ما أحوجه أن تضرب عنقه (۳).

''اگر معلیٰ اسے أبو نجیح سے روایت کرتا ہے تو اس کی گردن اتار دینی چاہیے۔''

امام عقیلی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

۱۰۸: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إذَا اطَّلَعَ عَلَى أحَدٍ مِّنْ أهْلِ بَيْتِهِ كَذَبَ كَذِبَةً لَمْ يَزَلْ مُعْرِضاً

......پھر یہ بھی معلوم ہے کہ بعض عشق جائز اور بعض ناجائز ہوتے ہیں اور یہ نبی اکرم ﷺ کی شان سے بعید ہے کہ ہر قسم کے عشق میں عفت و پاک دامنی اور کتمان کو شہادت قرار دیں۔ بعض عاشق وہ بھی ہیں جو کسی غیر کی منکوحہ سے عشق کرتے ہیں جب کہ بعض پیشہ والی عورتوں اور خوب رو لڑکوں سے عشق لڑاتے ہیں۔ کیا یہ بھی شہداء کا درجہ حاصل کریں گے؟ یہ تو نبی اکرم ﷺ کے دین کے سراسر خلاف ہے۔ عشق ایک ایسی بیماری ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے علاج و دواء مقرر کیا ہے اور اگر حرام عشق ہے تو اس سے علاج کرنا واجب ہے ورنہ مستحب۔''

(۱) المَدخَل إلى معرفة الصحيح من السَّقيم ۲: ۲۱۷-۲۲۷

(۲) سفیان بن عیینہ بن میمون ہلالی' کوفی' ابو محمد' محدث حرم مکی' کوفہ میں ۱۰۷ھ = ۷۲۵ء کو پیدا ہوئے۔ مکۃ المکرّمۃ میں رہائش اختیار کی تھی۔ ثقہ حافظ حدیث اور واسع العلم تھے۔ ۱۹۸ھ = ۸۱۴ء کو مکۃ المکرّمۃ میں وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۲: ۳۹۱' الاعلام ۳: ۱۰۵]

(۳) میزان الاعتدال ۴: ۱۵۲

عَنهُ حَتَّى يُحَدِّثَ لِلّٰهِ تَوبَةً(۱).

”نبی کریم ﷺ جب اپنے گھر والوں میں سے کسی کے جھوٹ پر مطلع ہوتے تو اُس سے اِعراض فرماتے حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کر دیتا۔“

نیز عقیلی نے روایت کیا ہے کہ:

۱۰۹- أنه ﷺ أبطَلَ شَهَادَةَ رَجُلٍ فِي كَذِبَةٍ(۲).

”نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کی شہادت کو جھوٹ کے باعث باطل قرار دیا۔“

معمر کہتے ہیں: لَا أدرِي مَاتِلْكَ الْكَذِبَةَ ؟ أَكَذِبٌ عَلَى اللّٰهِ؟ أَم كَذِبٌ عَلَى رسولِ اللّٰه ﷺ.

”میں نہیں جانتا کہ یہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ تھا یا رسول اللہ ﷺ پر۔“

---

(۱) الضعفاء الکبیر ۱: ۹؛ ۴: ۴۳۰

تنبیہ: حافظ عقیلی لکھتے ہیں: اس کا راوی یحییٰ بن سلمہ قعنبی ہے جس کی حدیث کا کوئی تابع اور شاہد نہیں ہوتا اور اس کی کئی منکر روایتیں ہیں۔ [الضعفاء الکبیر ۴: ۴۳۰]

حافظ ذہبی نے حافظ عقیلی کے حوالے سے لکھا ہے: اس نے کئی منکر روایتیں نقل کی ہیں اور پھر زیر بحث روایت نمونے کے طور پر پیش کی ہے۔ [میزان الاعتدال ۴: ۴۱۰، ترجمہ: ۹۶۳۳]

(۲) مصنف عبدالرزاق ۱۱: ۱۵۹، حدیث: ۲۰۱۹۷

تنبیہ: یہ روایت مرسل ہے اس لیے کہ موسیٰ بن ابی شیبہ صحابی نہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ معمر نے موسیٰ بن ابی شیبہ سے منکر روایتیں نقل کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔ [الضعفاء الکبیر ۴: ۱۶۳]

امام احمد کہتے ہیں: اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں۔ امام ابو حاتم کہتے ہیں: صالح الحدیث ہیں۔

[میزان الاعتدال ۴: ۲۰۷، ترجمہ: ۸۸۷۸]

فصل (۱)

امام دار قطنی کہتے ہیں (۲) کہ اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ جس راوی نے کوئی مردود روایت نقل کی ہے ہم اُس کے بارے میں کچھ کلام کریں یہ تو غیبت ہوگی (۳)؟ تو اسے جواب دیا جائے گا کہ تمہارا خیال درست نہیں بلکہ اہل علم کا اس امر پر اجماع ہے کہ دین میں دیانت اور مسلمانوں کی خیر خواہی واجب ہے۔

---

(۱) یہ پوری کی پوری فصل تحذیر الخواص ' فصل پنجم :۱۷۳ وما بعد سے مأخوذ ہے۔

(۲) حافظ سیوطی نے اسے امام دار قطنی کی کتاب الضعفاء والمتروکین کے مقدمہ کے حوالے سے درج کیا ہے۔

[تحذیر الخواص:۱۷۳]

لیکن الضعفاء والمتروکین کے مطبوعہ نسخہ میں یہ عبارت نہیں ملتی۔

(۳) بعض نادان جرح کو غیبت تصور کرتے ہیں اور قرآن وحدیث میں غیبت کی جو برائیاں بیان کی گئی ہیں اُنہیں اس پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں' ایسے لوگوں سے خطیب بغدادی کا بھی واسطہ پڑا تھا' چنانچہ لکھتے ہیں: وقد أنكر قومٌ لم يتبحَّروا في العلم قول الحفاظ من أئمتنا' وأولي المعرفة من أسلافنا: أن فلاناً الراوي ضعيفٌ ' وفلانٌ غير ثقةٍ ' وما أشبَهَ هذا من الكلام و رأوا ذلك غيبة لمن قيل فيه.

[الكفاية في علم الرواية ۱:۱۴۸]

''حدیث اور رجال کے فن میں مہارت نہ رکھنے والے لوگوں کو ہمارے اسلاف کے اس فعل پر اعتراض ہے کہ وہ بعض راویوں کو ضعیف اور غیر ثقہ کہتے ہیں' اُن کا خیال ہے کہ اسلاف کا یہ عمل غیبت کے زمرہ میں داخل ہے۔''

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں: ''جاننا چاہیے کہ جاہلوں اور کم فہموں نے قدماء علمائے حدیث کو عموماً اور امام یحییٰ بن معین کو خصوصاً مطعون کیا ہے کہ انہوں نے نامور اشخاص کے بارے میں زبان درازیاں کی ہیں' ان میں سے کسی کو دروغ گو' کسی کو تلبیس کرنے والا' کسی کو جعل ساز اور کسی کو افترا پرداز اور بہتان طراز کہتے ہیں۔ یہ لوگ غیبت محرمہ کو علم کا تقاضا اور عبادت خیال کرتے ہیں' چنانچہ اسی معاملہ میں بکر بن حماد شاعر مغربی نے امام یحییٰ ابن معین کی ہجو کی بلکہ علم حدیث پر طعن کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

أرَى الخيرَ في الدنيا يَقِلُّ كَثِيرُهُ و ينقُصُ نَقصاً و الحديثُ يَزِيدُ
فلو كانَ خيراً كان كالخيرِ كُلِّهِ و لكنَّ شيطانَ الحديثِ مَرِيدُ ......

ولإبن مَعين في الرجال مقالَةٌ سيُسئَلُ عنها و المليكُ شهيدٌ
فإن يكُ حقًّا فهي في الحكم غيبَةٌ و إن يَّكُ زُوراً فالقصاصُ شديدٌ

[الکفایۃ:۱۴۹۔۱۵۰‘شرف اصحاب الحدیث:۱۲۴‘جامع بیان العلم وفضلہ۲:۱۹۰‘پیرا:۱۹۳۹]

’’میں دیکھتا ہوں کہ دنیا میں خیر کا بڑا حصہ گھٹتا اور کم ہوتا جا رہا ہے‘ حالانکہ حدیث روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ اگر علمِ حدیث اچھا ہوتا تو سب کا سب اچھا ہوتا مگر حدیث کا شیطان تو بڑا سرکش ہے۔ ابن معین نے اشخاص کے بارے میں کلام اور گفتگو کی ہے‘ اُس کی اس گفتگو پر ضرور اُس سے باز پُرس ہوگی اور اللہ گواہ ہے کہ اگر وہ اپنے اس جرح میں صحیح ہیں تو غیبت کے حکم میں ہے اور اگر اُس کی بات جھوٹی ہے تو اُسے اِس کا سخت بدلہ ملے گا۔‘‘

شاہ صاحب آگے لکھتے ہیں: ’’لیکن ایں جاہل وأمثالِ اُونفہمیدہ اند کہ این طعن وجرح ایشاں رجال رامحض برائے صیانتِ شریعت ودین است۔‘‘ [بستان المحدثین:۱۷۴]

’’لیکن ان نادانوں اور ان جیسے نافہموں نے یہ نہ سمجھا کہ ان [امام یحییٰ بن معین] کا رجال پر طعن وجرح کرنا محض شریعت اور دین کی حفاظت کی غرض سے تھا۔‘‘

اور پھر لکھا ہے: ان ناپسندیدہ اشعار کا جواب امام ابو عبداللہ محمد بن فتوح حُمیدی صاحب الجمع بين الصحيحين نے ایک طویل نظم میں دیا ہے‘ جس کے چند اشعار یہ ہیں:

و إنّي إلى إبطالِ قولكَ قاصِدٌ ولِي من شهاداتِ النُّصوصِ جنودٌ
إذا لم يكنْ خيراً كلامُ نبينا لديكَ فإنَّ الخيرَ منك بعيدٌ
و أقبحُ شيئٍ إن جعلتَ لما أتى عن اللّٰهِ شيطاناً و ذاك شديدٌ
و ما هو إلَّا واحدٌ من جماعةٍ و كلُّهم فيما حكاهُ شُهُودٌ
فإن صَدَّ عن حكم الشهادة حاملٌ فإن كتابَ اللّٰهِ فيهِ عتِيدٌ
ولو لا رُواةُ الدينِ ضاعت و أصبحت مُعامَلَةً في الآخرين تبيدٌ

[بستان المحدثین:۱۷۵]

’’میں نے تمہاری بات کا جواب دینے کا ارادہ کیا ہے اور میرے پاس نصوص کے لشکر گواہی کے لیے موجود ہیں۔ جب نبی اکرم ﷺ کی احادیث تیرے نزدیک خیر نہیں ہیں تو سب خیر تجھ سے دور ہے‘ جو بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے اُس کو شیطان کہنا بہت بُرا اور سخت [گناہ] ہے اور امام ابن معین تو ایک بڑی جماعت کا ایک فرد ہیں اور جو کچھ اُنہوں نے بیان کیا ہے اُس میں ساری جماعت اُن کی گواہ ہے۔ اگر کوئی حاملِ شہادت گواہی سے باز رہے تو اللہ تعالیٰ کی کتاب اس گواہی کے لیے تیار ہے۔ اگر دین کے راوی نہ ہوتے تو اس [دین] کا معاملہ آنے والی نسلوں کے لیے ضائع اور برباد ہو جاتا۔‘‘

اور ہم سے قاضی احمد بن کامل (۱) نے ابوسعید ہروی (۲) کے واسطے سے یہ روایت بیان کی ہے۔ کہ ابوبکر بن خلّاد (۳) کے واسطے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے یحییٰ بن سعید القطان سے دریافت کیا کہ: أما تخشَى أن يكون هؤلاء الذين تركتَ حديثهم خُصماءُ كَ عند اللّٰهِ عز وجلَّ ؟ قال : لأن يكون هؤلاء خصمائيُ أَحَبُّ إِلَيَّ من أن يكون النبي ﷺ خصمي يقولُ لي: لِمَ لَمْ تَذُبَّ الكَذِبَ عَنْ حَدِيْثِيْ (۴)؟

''آپ کو یہ خوف نہیں معلوم ہوتا کہ جن لوگوں کی روایات کو آپ نے ترک کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہارے دشمن ہوں؟ یحییٰ نے فرمایا یہ دشمن مجھے زیادہ محبوب ہیں بہ نسبت اس بات کے کہ نبی کریم ﷺ میرے دشمن ہوں اور آپ یہ فرمائیں تو نے کیوں میری حدیث سے جھوٹ کو دور نہیں کیا؟''

آگے کہتے ہیں: وإذا كان الشاهدُ بالزُّورِ في حَقٍّ يسيرٍ تافِهٍ يجبُ كشفُ حالِهِ فالكاذبُ على رسول اللّٰه ﷺ أحقُّ و أولَى لأنَّ الشاهدَ إذا كذب في شهادته لم يَعُدُ كذبُه المشهودَ عليه ، و الكاذِبُ على رسول اللّٰه ﷺ يُحِلُّ الحرامَ و يُحَرِّمُ الحلالَ و يتبوَّأُ مقعده من النار، فكيف لاتجوزُ الوقيعةُ فيمن قد تَبَوَّأَ مقعدهٗ من النار بكذبه على رسول اللّٰه ﷺ ؟ (۵)

---

(۱) احمد بن کامل بن خلف ابوبکر بغدادی، قاضی۔ محمد بن جریر کے شاگرد رہے ہیں۔ کوفہ کے قاضی تھے۔ حدیث کے باب میں ضعیف تھے۔ ۳۵۰ھ کو وفات پائی۔ [تاریخ بغداد ۴: ۳۵۷، میزان الاعتدال ۱: ۲۹]

(۲) یحییٰ بن ابی نصر منصور بن حسن بن منصور ابوسعید ہروی۔ ۲۸۷ھ کو ہرات میں وفات پائی۔ [تاریخ بغداد ۱۴: ۲۲۵]

(۳) محمد بن خلّاد بن کثیر باہلی، ابوبکر بصری۔ امام مسلم، ابوداود اور ابن ماجۃ نے اُن کی روایتیں لی ہیں۔ ابن حبان نے الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ۲۴۰ھ کو وفات پائی۔

(۴) المدخل إلى معرفة الصحيح من السقيم ۱: ۱۱۳، الکفایۃ فی علم الروایۃ ۱: ۱۶۴، برقم: ۸۷، باب وجوب تعریف المزکی ما عندہ من حال المسؤل عنہ، شرح علل الترمذی، ابن رجب ۱: ۱۹۴-۱۹۵

(۵) تحذیر الخواص: ۱۷۵-۱۷۶

''جب جھوٹی گواہی دینے والے کا حال ظاہر کرنا واجب ہے چاہے وہ معمولی سا جھوٹ کیوں نہ ہوتو نبی کریم ﷺ پر جھوٹ بولنے والے کا حال ظاہر کرنا زیادہ اہم اور زیادہ ضروری ہے کیوں کہ جب کوئی گواہ شہادت میں جھوٹ بولتا ہے تو اس کا کذب مشہود علیہ [جس پر گواہی دے رہا ہے] تک محدود رہتا ہے اور نبی کریم ﷺ پر جھوٹ بولنے والا حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا کر اپنا ٹھکانا جہنم میں بناتا ہے تو جو شخص رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بول کر اپنا ٹھکانا آگ میں تیار کر رہا ہو،اس کے جھوٹ کو ظاہر کرنا کیوں کر جائز نہ ہوگا۔''

پھر انھوں نے سفیان ثوری (۱) سے نقل کیا ہے کہ:أنه كان يقول:فلانٌ ضعيفٌ،وفلانٌ قويٌّ، و فلانٌ خذُوا عنه،وفلانٌ لاتأخذوا عنه،وكان لايرى ذلك غيبةً (۲).

''آپ کہا کرتے تھے کہ فلاں راوی ضعیف اور فلاں قوی ہے۔فلاں سے روایات نقل کرلیا کرو اور فلاں کی روایات ترک کردو اور وہ اسے غیبت نہیں سمجھتے تھے۔''

امام مالک (۳) شعبہ (۴) اور سفیان بن عیینہ سے دریافت کیا گیا کہ:

---

(۱) سفیان بن سعید بن مسروق ثوری،ابوعبداللہ،کوفہ میں ۹۷ھ=۷۱۶ء کو پیدا ہوئے،وہیں پلے بڑھے۔ بصرہ میں ۱۶۱ھ=۷۷۸ء کو وفات پائی۔مضر کے مشہور قبیلہ عبدمناۃ کی شاخ بنی ثور سے تعلق تھا۔امیر المؤمنین فی الحدیث تھے۔علوم دینیہ اور تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔منصور نے انہیں قضاء کا عہدہ پیش کیا تھا مگر انھوں نے قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔[وفیات الاعیان ۲:۳۸۶،تاریخ بغداد ۹:۱۵۱،تذکرۃ الحفاظ ۱:۲۰۳،الاعلام ۳:۱۰۴]

(۲) تحذیر الخواص:۱۷۶

(۳) امام مالک بن اَنس بن مالک،اَصبحی،حمیری ابوعبداللہ،امام دار الہجرۃ،ائمہ اربعہ میں سے ہیں۔۹۳ھ=۷۱۲ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں ۱۷۹ھ=۷۹۵ء کو وفات پائی۔دینی امور میں متصلب اور امراء،وزراء اور سلاطین سے کوسوں دور رہتے تھے۔[وفیات الاعیان ۴:۱۳۵،الاعلام ۵:۲۵۷]

(۴) شعبہ بن حجاج بن ورد عتکی ازدی واسطی بصری ابوبسطام۔رجالِ حدیث کے امام تھے۔حفظ و درایت کے بلند درجے پر فائز تھے۔۸۲ھ=۷۰۱ء کو واسط میں پیدا ہوئے۔وہاں پلے بڑھے۔بصرہ میں رہائش تھی اور وہیں ۱۶۰ھ=۷۷۶ء کو فوت ہوئے۔عراق میں آپ پہلے وہ شخص ہیں کہ محدثین کی چھان بین کی اور ضعفاء ومتروکین سے اجتناب کیا۔[حلیۃ الاولیاء ۷:۱۴۴،الاعلام ۳:۱۶۴]

الرَّجُلُ لَایَکُوْنُ بِذلك في الحديثِ؟فقالوا جميعاً:بَيِّنْ أمره (۱).

''اگر کوئی راوی حدیث کے باب میں ضعیف ہو [اور اس کے بارے میں کوئی پوچھے تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟] تو ان سب نے فرمایا اس کا حال لوگوں سے بیان کردو۔''

نیز دار قطنی فرماتے ہیں: محمد بن بندار سبّاک جرجانی (۲) نے احمد بن حنبل سے دریافت کیا کہ:

إِنَّهُ يَشْتَدُّ عَلَيَّ أن أقولَ:فلانٌ ضعيفٌ وفلانٌ كذَّابٌ. فقال أحمد:إذا سَكَتَّ أنتَ وأنا فمتى يعرِفُ الجاهلُ الصَّحِيحَ من السَّقِيم (۳)؟

''مجھے یہ بہت سخت معلوم ہوتا ہے کہ میں یہ کہوں کہ فلاں ضعیف اور فلاں کذاب ہے۔ امام احمد نے فرمایا: اگر تو خاموش ہو جائے گا اور خاموش ہو جاؤں گا تو ایک بے خبر اور ناواقف شخص صحیح اور سقیم وضعیف حدیث کو کیسے پہچانے گا؟''

سفیان ثوری کے بارے میں روایت کیا گیا ہے کہ:

مرَّ برجلٍ فقال: كذَّابٌ، واللّٰهِ لو لا أَنَّهُ لا يَحِلُّ لِي أن أسكُتَ لَسَكَتُّ (۴).

---

(۱) صحیح مسلم میں اس روایت کے الفاظ یہ ہیں: سألتُ سفيانَ الثوري وشعبة ومالكاً وابنَ عيينة عن الرجل لايكون ثَبْتاً في الحديث فيأتيني الرجل فيسألني عنه؟قالوا:أخبِرْ عنه أنه ليس بثبتٍ. [مقدمہ صحیح مسلم ۱:۱۷]

''میں نے سفیان ثوری، شعبہ، مالک اور ابن عیینہ سے اُس شخص کے بارے میں پوچھا جو حدیث کے باب میں ثبت اور قوی نہ ہو اور اُس کے بارے میں کوئی مجھ سے پوچھے تو ان سب نے کہا: اسے بتادو کہ یہ شخص ثبت اور ثقہ نہیں ہے۔''

جب کہ خطیب بغدادی کی روایت میں ہے:...... سألت عن رجل لايحفظُ أو يُتَّهَمُ في الحديث، فقالوا جميعاً: بَيِّنْ أمرَهُ. [شرف اصحاب الحدیث:۱۲۴]

(۲) محمد بن بندار السباک الجرجانی جنھوں نے امام احمد سے علم حاصل کیا۔
[طبقات الحنابلة ۱:۲۸۷، المنهج الأحمد ۲:۱۴-۱۵]

(۳) طبقات الحنابلة ۱:۲۸۷، ترجمہ:۳۹۳، المنهج الأحمد ۲:۱۴-۱۵، ترجمہ:۱۹۹

(۴) المجروحین ۱:۲۶، الاباطیل والمناکیر ۱:۹۔ حافظ سیوطی نے اسے امام جوزقانی کی کتاب الموضوعات کے مقدمہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ [تحذیر الخواص:۱۸۳]

’’وہ ایک شخص کے پاس سے گزرے اور فرمایا یہ جھوٹا ہے اور فرمایا میرے لیے خاموش رہنا حلال ہوتا تو میں خاموش ہوجاتا۔‘‘

امام شافعی سے مروی ہے: إذا عَلِمَ الرجُلُ من محدثٍ الكذبَ لم يَسعُهُ السكوتُ عليه ولايكون ذلك غيبةً‘فإنَّ مَثَلَ العلماءِ كالنُّقَّادِ‘فلايَسَعُ النَّاقِدُفي دينه أن لايُبيِّنَ الزُّيُوفَ من غيرها(۱).

’’جب آدمی کسی محدث کے بارے میں جان لے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے تو اس کے لیے خاموشی جائز نہیں اور یہ غیبت شمار نہ ہوگی کیوں کہ علماء نقاد کی طرح ہوتے ہیں اور ناقد کے لیے دین میں یہ جائز نہیں کہ وہ کھرے کو کھوٹے سے علیحدہ بیان نہ کردے۔‘‘

شعبہ بن حجاج فرمایا کرتے تھے: تَعَالَوْا نَغْتَابُ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ(۲).

’’آؤ! ہم اللہ تعالیٰ کے دین میں غیبت کریں۔‘‘

ابن عیینہ سے بھی اسی طرح مروی ہے(۳)۔

حافظ ذہبی نے میزان(۴) میں حافظ ابن حبان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ’’میں نے مکہ میں جعفر بن ابان المصری کو یہ حدیث بیان کرتے سنا کہ ہم سے محمد بن رمح نے لیث عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے یہ روایت مرفوعاً بیان کی ہے:

---

(۱) تحذیر الخواص: ۱۸۴

(۲) الضعفاء الکبیر ۱:۱۱‘۱۵‘ تحذیر الخواص: ۱۸۴-۱۸۵

(۳) ابن عیینہ کا یہ ارشاد مجھے نہ مل سکا البتہ عفان کہتے ہیں: كنتُ عند ابن عُلَيَّةِ فحدَّثَ رجلٌ بحديثٍ عن رجلٍ‘ فقلتُ: لاتُحدِّثُ عن هذا‘ فإنه ليس بثبتٍ‘ فقال الرجل: اِغْتَبْتَهُ‘فقال إسماعيل: مااغتابه ولكن حَكَمَ أنه ليس بثَبْتٍ. [مقدمہ صحیح مسلم ۱:۲۶]

’’میں اسماعیل بن علیّۃ کے پاس تھا۔ اتنے میں ایک شخص نے کسی راوی کی کوئی حدیث سنادی۔ میں نے اُس سے کہا: یہ قوی راوی نہیں اس پر وہ بولنے لگا: تم نے اس کی غیبت کی۔ اسماعیل بن علیّہ کہنے لگے: اس نے کسی کی غیبت نہیں کی بلکہ یہ حکم لگایا ہے کہ اس کا راوی ثقہ نہیں۔‘‘

(۴) میزان الاعتدال ۱:۴۰۰‘ لسان المیزان ۲:۱۰۶‘ ترجمہ: جعفر بن ابان مصری

۱۱۰-مَنْ سَرَّالْمُؤْمِنَ فَقَدْ سَرَّنِي وَمَنْ سَرَّنِيْ فَقَدْ سَرَّاللّٰهَ......يُنَادِيْ مُنَادٍ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ بُغَضَاءُ اللّٰهِ فَيَقُوْمُ سُؤَّالُ الْمَسَاجِدِ(۱).

''جس نے مؤمن کو خوش کیا اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا۔......اور قیامت کے روز ایک منادی اعلان کرے گا: اللہ تعالیٰ کے دشمن کہاں ہیں؟ تو مساجد میں سوال کرنے والے کھڑے ہوں گے۔''

میں نے کہا اے شیخ! اللہ سے ڈر اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ نہ بولو' اس نے جواب دیا تم مجھ سے اچھا سلوک نہیں کر رہے ہو اور تم میری سند کی وجہ سے مجھ سے حسد کرتے ہو۔ میں اس کی بات کا جواب دیتا رہا حتی کہ اس نے قسم کھائی کہ وہ مکہ میں حدیث بیان نہ کرے گا' جب میں نے بادشاہ اور اس کی جماعت کا خوف دلایا۔''

(۱) المجروحین ۱:۲۵۵' ترجمہ: جعفر بن ابان مصری: ۱۸۹

فصل (۱)

امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے مسجد رصافہ میں نماز پڑھی۔ ایک قصہ گو اِن کے سانے کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ہم سے احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے عبدالرزاق عن معمر عن قتادہ کے واسطے سے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا یہ حدیث بیان کی ہے:

۱۱۱۔ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالَى مِنْ كُلِّ كَلِمَةٍ مِّنْهَا طَيْرًا، مِنْقَارُهُ مِنْ ذَهَبٍ، وَرِيْشُهُ مِّنْ مَّرْجَانٍ.......... (۲)

"جو شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہر کلمہ سے ایک پرندہ پیدا فرماتا ہے جس کی چونچ سونے کی اور پر مرجان کے ہوتے ہیں۔"

پھر اس نے بیس ورق کے قریب ایک لمبا قصہ بیان کیا۔ احمد بن حنبل یحییٰ بن معین کی طرف دیکھنے لگے اور احمد یحییٰ کی جانب۔ یحییٰ بن معین نے امام احمد سے دریافت کیا: کیا تم یہ حدیث بیان کی ہے؟ امام احمد نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میں نے تو یہ حدیث اسی وقت سنی ہے۔ جب وہ قصہ سنا کر فارغ ہو گیا اور اپنے انعامات لے چکا پھر باقی کا انتظار کرنے کے لیے بیٹھ گیا۔ یحییٰ بن معین نے اسے ہاتھ سے اشارہ کیا: ادھر آؤ' وہ انعام کی لالچ میں ان کے پاس آیا۔ اس سے یحییٰ نے دریافت کیا: یہ حدیث تم سے کس نے بیان کی؟ اس نے جواب دیا احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے۔ یحییٰ نے فرمایا: میں یہ یحییٰ بن معین ہوں اور یہ احمد بن حنبل ہیں۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں کہیں یہ حدیث نہیں سنی۔ اگر تو نے جھوٹ بولنا تھا تو ہمارے علاوہ کسی اور پر جھوٹ بول لیا ہوتا۔ اس نے کہا: کیا تم یحییٰ بن معین ہو؟ یحییٰ نے جواب دیا ہاں! وہ بولا کہ میں سنتا آیا تھا

---

(۱) یہ فصل تحذیر الخواص، فصل ہفتم: ۱۹۵ و مابعد سے ماخوذ ہے۔

(۲) المجروحین ۱: ۸۰، ۸۱، المدخل الی معرفۃ کتاب الاکلیل: ۱۴۲-۱۴۳، الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع: ۳۹۳ برقم: ۱۴۹۹، تفسیر قرطبی ۱: ۱۱۵، الموضوعات ۱: ۴۶، تہذیب الکمال ۳۱: ۵۵۸، لسان المیزان ۱: ۷۹۔

کہ یحییٰ بن معین احمق ہے اور اس وقت اس کی مجھے تصدیق ہوگئی۔ یحییٰ نے فرمایا: تو نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں احمق ہوں؟ اس نے جواب دیا: گویا کہ دنیا میں تمہارے علاوہ کوئی اور یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل ہی نہیں۔ میں نے تو سترہ احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین سے روایت لکھی ہے۔ امام احمد نے [حیا اور ہنسی کے مارے] اپنی آستین اپنے منہ پر رکھ لی اور امام یحییٰ بن معین سے فرمایا: اسے چھوڑو! وہ کھڑا ہو کر ان دونوں کا مذاق اڑانے لگا (۱)۔

طرطوشی (۲) نے روایت کیا ہے کہ جب سلیمان بن مہران الاعمش (۳) بصرہ تشریف لے گئے تو مسجد میں ایک قصہ گو قصہ بیان کرتے دیکھا وہ کہہ رہا تھا: ہم سے اعمش نے حدیث بیان کی۔

---

(۱) حافظ ذہبی لکھتے ہیں: هذه حكايةٌ عجيبةٌ، وراويها البكري، لاأعرفه، فأخافُ أن يكون وضعها.

[سیر اعلام النبلاء ۱۱:۸۶]

''یہ عجیب حکایت ہے، جس کا راوی بکری ہے، جسے میں نہیں جانتا، مجھے ڈر ہے کہ کہیں اسے اُس نے وضع نہ کیا ہو۔''

یہ بھی لکھتے ہیں: هذه الحكايةُ اشتهرت على ألسنةِ الجماعة، وهي باطلةٌ. أظُنُّ البلدي وضعها، ويُعرَفُ بالمعصوب. [سیر اعلام النبلاء ۱۱:۳۰۱]

''یہ حکایت [محدثین کی] جماعت کی زبانی مشہور ہوئی ہے، حالانکہ یہ باطل روایت ہے اور میرا [غالب] گمان یہ ہے کہ اسے ابراہیم بن عبدالواحد البلدی المعصوب نے وضع کیا ہے۔''

یہ بھی لکھتے ہیں: إبراهيم بن عبدالواحد البكري. لاأدري مَن هو ذا؟ أتى بحكايةٍ منكرةٍ، أخافُ ألّا تكون من وَضْعه. [میزان الاعتدال ۱:۴۷]

''میں نہیں جانتا کہ ابراہیم بن عبدالواحد البکری کون ہے، اس نے ایک منکر روایت بیان کی ہے، مجھے ڈر ہے کہیں اس نے اسے وضع نہ کیا ہو۔''

(۲) محمد بن ولید بن محمد بن خلف قرشی فہری اندلسی ابوبکر طرطوشی۔ ۴۵۱ھ = ۱۰۵۹ء کو پیدا ہوئے۔ ادیب، مالکی فقیہ اور حافظ حدیث تھے۔ ۵۲۰ھ = ۱۱۲۶ء کو وفات پائی۔ [نفح الطیب ۱:۳۶۸، الاعلام ۷:۱۳۳]

(۳) سلیمان بن مہران، اسدی، ابو محمد، اعمش، تابعی ہیں۔ ۶۱ھ = ۶۸۱ء کو پیدا ہوئے۔ کوفہ میں سکونت تھی اور وہیں ۱۴۸ھ = ۷۶۵ء کو وفات پائی۔ قرآن وحدیث اور علم فرائض [میراث] کے بہت بڑے عالم تھے۔ صدق و سچائی کی وجہ سے ''مصحف'' کے نام سے مشہور تھے۔ ۱۳۰۰ احادیث کے راوی ہیں۔

[تذکرہ الحفاظ ۱:۵۴، الاعلام ۳:۱۳۵]

اعمش نے ابواسحاق سے اور ابواسحاق نے ابووائل سے روایت کی ہے۔اعمش حلقہ کے درمیان بیٹھ گئے اور: رفع يديه و جعل ينتف شَعرإبطه فقال له القاص: ياشيخ !ألاتستحيي؟نحن في علمٍ و أنت تفعل مثل هذا ؟ فقال له الأعمش: الذي أنافيه خيرٌمن الذي أنت فيه، قال: كيف ذلك؟قال: لأني في سنة وأنت في كذبٍ (۱).

''اپنی بغلوں کے بال اکھاڑنے لگے اس قصہ گو نے کہا کہ اے شیخ! تجھے شرم نہیں آتی کہ علمی باتیں کررہے ہیں اور تو اس قسم کی حرکت کررہا ہے۔اعمش نے جواب دیا: میں تجھ سے بہتر مقام میں ہوں۔اس نے پوچھا: کیسے؟ اعمش نے جواب دیا: میں سنت ادا کررہا ہوں اور تو جھوٹ بول رہا ہے۔میں اعمش ہوں اور جو تو بیان کررہا ہے وہ حدیث میں نے بیان نہیں کی ہے۔''

حافظ ذہبی میزان میں کہتے ہیں کہ جعفر بن الحجاج الموصلی فرمایا کرتے تھے: ہمارے پاس موصل میں محمد بن عبد سمرقندی آیا اور اور بہت سی منکر حدیثیں بیان کیں تو شیوخ کی ایک جماعت جمع ہو کر اس کے پاس گئی تاکہ اس کی ان روایات منکرہ کا انکار کیا جائے۔وہ بہت سے عام لوگوں میں گھرا ہوا تھا جب اس نے دور سے ہمیں آتے دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ ہم اس پر اعتراض کرنے کے لیے آئے ہیں تو فوراً بولا: ہم سے قتیبۃ نے ابن لہیعہ سے اس نے ابوالزبیر اور جابر کے واسطے سے سے مرفوعاً روایت کی ہے:

۱۱۲۔ القُرآنُ كَلامُ اللّٰهِ غيرمخلوق (۲).

''قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔مخلوق نہیں۔''

ہم عوام کے خوف کی بنا پر اس کے پاس نہ جاسکے اور واپس لوٹ آئے۔

---

(۱) کتاب الحوادث والبدع: ۲۱۱-۲۳۲، روایت: ۱۹۶

(۲) میزان الاعتدال ۳: ۶۳۳-۶۳۴

تنبیہ: اس کا راوی محمد بن عبد بن عامر سمرقندی جھوٹا تھا اور احادیث وضع کرتا تھا۔وضع احادیث سے معروف تھا۔[میزان الاعتدال ۳: ۶۳۳]

امام شعبی (۱) فرماتے ہیں: میں مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے داخل ہوا میری ایک طرف ایک طرف لمبی داڑھی والا ایک شیخ بیٹھا ہوا تھا۔لوگوں نے اسے گھیر رکھا تھا اس نے لوگوں سے حدیث بیان کی اور کہنے لگا مجھ سے فلاں نے فلاں کے واسطے سے یہ روایت بیان کی ہے حتی کہ اسے نبی کریم ﷺ تک پہنچایا:

–۱۱۳:إِنَّ اللّٰه خَلَقَ صُورَيْنِ،لَهُ فِي كُلِّ صُورٍ نَفْخَتَان:نَفْخَةُ الصَّعْقِ،وَ نَفْخَةُ الْقِيَامَةِ (۲).

''اللہ تعالیٰ نے دو صور پیدا فرمائے ہیں اور ہر صور کو دو دفعہ پھونکا جائے گا ایک صور تو کڑک [موت] کا ہوگا اور دوسرا قیامت کا ہوگا۔''

شعبی کہتے ہیں: مجھ سے برداشت نہ ہوسکا۔میں نے نماز ہلکی کی اور سلام پھیرنے کے بعد اس سے کہا: اے شیخ! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور غلط حدیث بیان نہ کرو۔اللہ تعالیٰ نے ایک ہی صور پیدا فرمایا ہے اور اسے دو دفعہ پھونکا جائے گا: ایک دفعہ تو چیخ [موت] کی پھونک ہوگی اور دوبارہ قیامت کی۔اس نے مجھ سے کہا: اے فاجر! مجھ سے فلاں نے حدیث بیان کی ہے اور تو مجھ پر اعتراض کرتا ہے پھر اس نے اپنا جوتا نکال میرے سر پر مارا اور لوگ بھی مجھے مارنے لگے۔اللہ کی قسم! انہوں نے مجھے اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک میں نے قسم کھا کر یہ نہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیس صور پیدا کیے ہیں اور ہر صور میں ایک نفخہ ہوگا تب کہیں جا کر انہوں نے مجھے چھوڑا۔

خطیب بغدادی نے باسند محمد بن یونس کدیمی سے روایت کیا ہے کہ میں اَہواز میں مقیم تھا میں نے ایک شیخ کو قصہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ:

–۱۱۴:لَمَّا زَوَّجَ النبيُّ ﷺ عَلِيًّا فَاطِمَةَ أَمَرَ اللّٰهُ شَجَرَةَ طُوبَى أَنْ تُنْثِرَ اللُّؤْلُؤَ الرَّطَبَ يَتَهَادَّاهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ بَيْنَهُمْ فِي الْأَطْبَاقِ (۳).

---

(۱) عامر بن شَراحیل بن عبد ذی کبار،شعبی،حمیری،ہمدان کے قبیلہ شعب سے نسبت سے شعبی کہلائے۔کوفہ میں ۱۹ھ=۶۴۰ء کو پیدا ہوئے۔وہیں پرورش پائی اور وہیں ۱۰۳ھ=۷۲۱ء کو وفات ہوئے۔فقید المثال حافظہ کے مالک تھے۔عبدالملک بن مروان کے مشیر و ندیم اور شاہ روم کے لیے اُن کے سفیر اور قاصد تھے،ثقہ رجال حدیث میں سے تھے۔فقیہ اور شاعر تھے۔[وفیات الاعیان ۳:۱۲،الاعلام ۳:۲۵۱]

(۲) کتاب القصاص والمذکرین:۳۰۲-۳۰۳،تحذیر الخواص:۲۰۳-۲۰۴

(۳) الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع:۳۹۲،برقم:۱۴۹۷،کتاب القصاص والمذکرین:۳۰۵-۳۰۶......

’’جب نبی اکرم ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا تو اللہ تعالیٰ نے طوبیٰ درخت کو حکم دیا کہ وہ تازہ موتی نچھاور کرے تاکہ اہل جنت طباقوں میں بھر بھر کر ایک دوسرے کو ہدیہ میں دیں۔ میں نے اس سے کہا کہ اے شیخ! یہ تو رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ ہے۔ اس نے کہا: تجھ پر افسوس ہے تو خاموش کیوں نہیں رہتا۔ لوگوں نے مجھے یہ روایت سنائی ہے۔ میں نے کہا: تجھے کس نے یہ روایت سنائی ہے؟ اُس نے کہا: یمان بجیری نے حفص تستری سے‘ اس نے وکیع بن جراح (۱) سے‘ اس نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے‘ اس نے اعمش سے‘ اس نے عطاء سے اور اُس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔

حافظ ابن الجوزی کہتے ہیں ہمارے دور کے بعض قصہ گو لوگوں نے ایک کتاب لکھی ہے اور اس میں یہ ذکر ہے کہ سیدنا حسن (۲) اور سیدنا حسین (۳) رضی اللہ عنہما سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور وہ مشغول تھے جب وہ دونوں کی جانب متوجہ ہوئے تو اٹھ کر دونوں کو پیار کیا اور ہر ایک کو ایک ایک

......تنبیہ: اس کا راوی محمد بن یونس کُدیمی کذاب ہے جس نے ایک ہزار سے زیادہ روایتیں وضع کی ہیں۔ متروک ہے۔ [میزان الاعتدال ۴: ۷۴]

(۱) وکیع بن الجراح بن ملیح الرؤاسی‘ ابوسفیان‘ ثقہ حافظ حدیث تھے۔ اپنے زمانے میں محدثِ عراق تھے۔ ۱۲۹ھ = ۷۴۶ء کو کوفہ میں پیدا ہوئے جہاں اُن کے والد بیت المال کے ناظر تھے۔ فقہ اور حدیث کے علوم حاصل کیے خوب شہرت کمائی۔ ہارون الرشید نے انہیں کوفہ کے قضاء کا عہدہ پیش کیا مگر اُنہوں نے ازراہِ تقویٰ قبول کرنے سے انکار کیا صائم الدہر تھے۔ ۱۹۷ھ = ۸۱۲ء کو حج سے واپس جاتے ہوئے فید میں وفات پائی۔

[سیر اعلام النبلاء ۹: ۱۴۰‘ الاعلام ۸: ۱۱۷]

(۲) حسن بن علی رضی اللہ عنہما‘ ہاشمی قرشی ابو محمد‘ پانچویں خلیفہ راشد ہیں۔ ۳ھ = ۶۲۴م کو مدینہ منورہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ عاقل‘ حلیم‘ فصیح و بلیغ اور بہت حسین وجمیل تھے۔ مکہ معظّمہ کو پیدل جا کر ۲۲ حج ادا کیے۔ ۵۰ھ = ۶۷۰ء کو وفات پائی۔

[الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۱: ۳۲۸‘ الاعلام ۲: ۱۹۹]

(۳) حسین بن علی رضی اللہ عنہما‘ ہاشمی قرشی ابو محمد‘ ۴ھ = ۶۲۵م کو مدینہ منورہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ۶۱ھ = ۶۸۰ء کو ظلماً شہید کیے گئے۔

[الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۱: ۳۳۲‘ الاعلام ۲: ۲۴۳]

ہزار درہم دیے تو انہوں نے لوٹ کر اپنے والد کو بتایا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ:

۱۱۵- عُمَرُ نُوْرُ الإِسْلَامِ فِي الدُّنْيَا، وَسِرَاجُ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِي الْعُقْبَى (۱).

"عمر [رضی اللہ عنہ] دنیا میں اسلام کا نور ہیں اور عقبیٰ [آخرت] میں اہل جنت کے چراغ ہوں گے۔"

وہ دونوں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹ کر آئے اور اُن سے یہ حدیث بیان کی۔ اُنہوں نے دوات اور کاغذ منگا کر یہ حدیث لکھی کہ مجھ سے جنتی جوانوں کے سرداروں نے اپنے والد کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے ایسا ایسا فرمایا تھا پھر وصیت کی کہ اسے میرے کفن میں رکھا جائے۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ جب دفن ہونے کے بعد صبح آئی تو قبر پر ایک کاغذ رکھا ہوا تھا جس میں تحریر تھا کہ سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما نے بھی سچ کہا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سچ فرمایا۔

حافظ ابن الجوزی فرماتے ہیں: تعجب تو اس شخص پر ہے جو اتنی بے حیائی کے درجہ کو پہنچ چکا ہو کہ اس قسم کی کتاب لکھے اور اس سے زیادہ بے حیائی کیا ہوگی کہ جب اسے بڑے کے فقہاء کے سامنے اس نے پیش کیا تو انہوں نے اسے صحیح قرار دیا۔

ابن عقیل (۲) کہتے ہیں: بعض واعظوں نے کہا ہے: يَقُوْلُ اللّٰهُ: يٰمُوْسٰى! مَنْ تُرِيْدُ؟ قَالَ: أَخِيْ هَارُوْنَ، يَامُحَمَّدُ! مَنْ تُرِيْدُ؟ قَالَ: عَمِّيْ وَأُمِّيْ، يَانُوْحُ! مَنْ تُرِيْدُ؟ قَالَ: إِبْنِيْ، يَايَعْقُوْبُ! مَنْ تُرِيْدُ؟ قَالَ: يُوْسُفُ، قَالَ: كُلُّكُمْ يُرِيْدُ مِنِّيْ، أَيْنَ مَنْ يُّرِيْدُنِيْ (۳)؟

"اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اے موسیٰ تو کس کا طالب ہے؟ وہ جواب دیں گے اپنے بھائی ہارون کا

---

(۱) الموضوعات ۱:۴۴، کتاب القصاص والمذکرین: ۳۱۷-۳۱۸، تحذیر الخواص: ۲۰۷

(۲) علی بن عقیل بن محمد بن عقیل بغدادی ابوالوفاء، شیخ الحنابلہ اور صاحب التصانیف تھے۔ ابتدا میں سلف کے خلاف عقیدہ رکھتے تھے اور معتزلی تھے اور کئی بدعات میں معتزلہ کے ہم مشرب تھے۔ پھر توبہ کی اور معتزلہ کے رد میں کئی کتابیں لکھیں۔ ۵۱۳ھ کو ۸۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ [المنتظم ۹:۲۱۲، المنهج الأحمد ۲:۲۱۵]

(۳) کتاب القصاص والمذکرین: ۳۲۹

اے محمد! تم کس کے طالب ہو؟ جواب دیں گے: اپنے چچا اور اپنی ماں کا۔ اے نوح! تو کس کا طالب ہے؟ جواب دیں گے: اپنے بیٹے کا۔ اے یعقوب! تو کس کا طالب ہے؟ جواب دیں گے یوسف کا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تم میں سے ہر ایک مجھ سے کسی نہ کسی شے کا طالب ہے تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو میرا طالب ہو۔''

پھر وہ واعظ غضب ناک ہوا اور اس کی کرسی ہلنے لگی اور قاری سے کہا: کھڑے ہو کر قرآن مجید کی آیت ''يُرِيدُونَ وَجْهَهُ''(۱) پڑھو۔ قاری نے قرآن مجید پڑھا۔ مجلس گھبرا گئی۔ لوگ چیخیں مارنے لگے اور اس کے شعبدہ کی بنا پر لوگوں نے کپڑے پھاڑ لیے اور لوگوں کو یہ یقین ہو گیا کہ جو کچھ اس نے ذکر کیا ہے وہ حق اور عین علم ہے۔

بعض مجموعات میں ہے کہ ایک قصہ گو نے بغداد میں قرآن مجید کی آیت کریمہ:

عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۔ [سورۃ بنی اسرائیل ۱۷:۷۹]

''عن قریب تمہارا رب تم کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔''

کی یہ تفسیر بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔ یہ تفسیر امام محمد بن جریر طبری کو معلوم ہوئی۔ انہیں سخت ناگوار گزری اور انہوں نے سخت انکار کیا اور اپنے دروازے پر لکھ کر لگا دیا: سُبْحَانَ مَنْ لَّيْسَ لَهُ أَنِيسٌ وَلَا لَهُ فِي عَرْشِهِ جَلِيسٌ (۲).

---

(۱) سورۃ الانعام ۶:۵۲، سورۃ الکہف ۱۸:۲۸۔ ''خاص اس کی رضا مندی کا ارادہ رکھتے ہیں۔''

(۲) حافظ ابن کثیر اور دیگر مفسرین نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ مقام شفاعتِ کبریٰ کا ہے، لیکن مجاہد کہتے ہیں: يُجلسه على العرش. ''آپ ﷺ کو اپنے [پاس اپنے] عرش پر بٹھائیں گے۔''
[تاریخ بغداد ۳:۲۲، الکشف والبیان عن تفسیر القرآن ۶:۱۲۶، تفسیر السمعانی ۳:۲۶۹، طبقات الحنابلہ ۱:۱۰]
ابن جریر طبری لکھتے ہیں: وأولى القولين في ذلك بالصواب ماصحّ به الخبرعن رسول الله ﷺ.
[تفسیر ابن جریر ۸:۱۳۳]
''ان دونوں اقوال میں زیادہ صحیح وہ ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے صحیح روایت موجود ہے۔''
اور آگے اُنہوں نے تین سندوں کے ساتھ ایک روایت نقل کی ہے، جس میں اس آیت کی تفسیر شفاعتِ کبریٰ سے کی گئی ہے۔ دیکھئے نص: ۲۲۶۳۴-۲۲۶۳۶۔ ......

''وہ ذات پاک ہے جس کا نہ کوئی ساتھی ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی عرش پر بیٹھنے والا ہے۔''
بغداد کے عوام ان پر چڑھ دوڑے۔ ان کے گھر پر پتھر برسانے شروع کیے۔ حتی کہ دروازہ پتھروں سے بند ہو گیا اور آپ زخمی ہو گئے۔

...... حافظ ذہبی لکھتے ہیں: مِن أنكرِ ما جاء عن مجاهد في التفسير في قوله: عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا قال: يُجلسه معه على العرش. [میزان الاعتدال ۳:۴۳۹، ترجمہ: ۷۰۷۲]
''مجاہد سے جو تفسیر پہنچی ہے اس میں سب سے منکر تفسیر عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا کی ہے کہ: اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو اپنے پاس عرش پر بٹھائیں گے۔''
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: مجاہد کا یہ قول نقل و عقل دونوں جہات سے ثابت نہیں۔ [فتح الباری ۱۱:۴۲۶]

فصل (۱)

زنادقہ کی وضع کردہ روایات اور قصہ گو واعظین کی مذمت

عقیلی نے باسند حماد بن زید سے روایت کیا ہے وہ فرماتے تھے کہ:

وَضَعَتِ الزَّنَادِقَةُ علی رسول اللّٰہ ﷺ اثنَي عَشَرَ ألفَ حديثٍ (۲).

''زنادِقہ نے رسول اللہ ﷺ پر بارہ ہزار حدیثیں وضع کیں۔''

ابن عدی نے جعفر بن سلیمان سے روایت کیا ہے کہ مہدی نے کہا کہ: أقَرَّ عِندِي رَجُلٌ مِنَ الزَّنَادِقَةِ أنَّهٗ وَضَعَ أرْبَعَ مِائَةَ حَدِيثٍ فَهِيَ تَجُولُ فِي أَيْدِي النَّاسِ (۳).

''میرے سامنے ایک زندیق نے اقرار کیا کہ اس نے چار سو حدیثیں وضع کی ہیں جو لوگوں شہرت پا گئی ہیں۔

ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ ہارون الرشید کے سامنے ایک زندیق لایا گیا۔ اس نے اس کے قتل کا حکم دیا اس نے کہا اے امیر المومنین!

فأين أنتَ مِن ألفِ حديثٍ وضعتُها على رسول اللّٰہ ﷺ ' كلها ما فيها حرفٌ نطق به رسول اللّٰہ ﷺ. قال: فأين أنت ياعدو اللّٰہ من أبي إسحاق الفَزَارِي و عبد اللّٰہ بن

---

(۱) یہ فصل تحذیر الخواص، فصل ہشتم: ۲۱۳ و مابعد سے مأخوذ ہے۔

(۲) الضعفاء الکبیر ۱:۱۴ (۳) الکامل فی ضعفاء الرجال ۱: ۲۵۸، الکفایۃ فی علم الروایۃ ۱: ۱۴۶، برقم ۶۴؛ ۲: ۲۵۶، برقم: ۱۳۱۲، تحذیر الخواص: ۲۱۴

المبارك ؟ يُنَخِّلاَنِهَا فيُخرِجانها حرفاً حرفاً [۱].

"آپ ان چار ہزار حدیث کا کیا کریں گے جو میں نے وضع کی ہیں اور جس میں حرام کو حلال اور حلال کو حرام کیا ہے حالانکہ اس میں سے رسول اللہ ﷺ کا ایک حرف بھی نہیں۔ رشید نے جواب دیا: اے زندیق کیا تو عبداللہ بن مبارک اور ابو اسحاق فزاری کو بھول گیا وہ اس کا ایک ایک حرف نکال کر باہر پھینکیں گے۔"

کتاب العقیلی میں یعلیٰ بن عبدالرحمٰن واسطی سے مروی ہے کہ اس نے اپنی موت کے وقت اس بات کا اقرار کیا کہ اس نے ستر حدیثیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وضع کی ہیں [۲]۔

خطیب نے ربیع بن خَیثُم [۳] سے روایت کیا کہ: إنَّ مِنَ الحديثِ حَدِيْثاً له ضَوءٌ كضوءِ النَّهارِ تَعرِفُهُ، وإنَّ مِنَ الْحَدِيْثِ حَدِيْثاً لَهُ ظُلْمَةٌ كَظُلْمَةِ اللَّيْلِ تُنْكِرُهُ [۴].

"بعض احادیث روز روشن ہوتی ہیں کہ تو خود انہیں پہچان لے گا اور بعض احادیث رات کی طرح اندھیری ہوتی ہیں جن کو تم خود مُنکَر [ان جانی] کہو گے۔"

---

(۱) تاریخ مدینۃ دمشق ۷: ۱۲۷، ترجمہ: ۴۹۱، تہذیب تاریخ دمشق ۲: ۲۵۷، تذکرۃ الحفاظ ۱: ۲۷۳، ترجمہ: ۲۵۹، تہذیب التہذیب ۱: ۱۳۷، ترجمہ: ۲۴۳

(۲) الضعفاء الکبیر ۴: ۲۱۵، ترجمہ: معلیٰ بن عبدالرحمٰن واسطی: ۱۸۰۲

(۳) ابو یزید ربیع بن خَیثُم، جلیل القدر تابعی ہیں۔ سیدنا ابن مسعود اور سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہما سے روایتیں لی ہیں۔ شعبی اور ابراہیم نخعی اُن کے شاگرد رہے ہیں۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب ان سے ملتے تو وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ کہتے اور فرماتے: أَمَا إِنَّ محمَّداً ﷺ لو رَآكَ لأَحبَّكَ. [حلیۃ الاولیاء ۲: ۱۰۷]

"اگر رسول اللہ ﷺ سے تیری ملاقات ہو جاتی تو وہ ضرور تم سے پیار کرتے۔"

(۴) الکفایۃ فی علم الروایۃ ۲: ۲۵۶، برقم: ۱۳۱۲

فصل (۱)

چونکہ عمومی طور پر وعظ و نصیحت کرنے والے لوگ تفسیر اور اس کی روایت سے ناواقف اور ایسے ہی حدیث اور اس کے مراتب سے ناآشنا ہوتے ہیں اسی واسطے حدیث میں وارد ہے کہ:

۱۱۶۔ لَا یَقُصُّ عَلَی النَّاسِ إِلَّا أَمِیْرٌ أَوْ مَأْمُوْرٌ أَوْ مُرَاءٍ (۲).

''لوگوں کو وعظ امیر کرتا ہے یا جسے حکم دیا گیا ہو [اور اس منصب پر مقرر کیا گیا ہو] اور یا ریا کار۔''

ابن ماجۃ نے صحیح سند کے ساتھ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے واسطے سے اسے روایت کیا ہے۔

اور ابوداود نے جید سند کے ساتھ سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ (۳) سے روایت کیا ہے جس میں مُرَاءٍ [ریا کار] کے بجائے مُخْتَالٌ [بڑائی اور شیخی کا اِظہار کرنے والا] کا ذکر ہے (۴)۔''

طبرانی کی روایت میں سیدنا عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ (۵) کی روایت میں مُتَکَلِّفٌ [یعنی تکلف کرنے والے] کا ذکر ہے (۶)۔

---

(۱) یہ فصل تحذیر الخواص، فصل نہم: ۲۲۱ وما بعد سے مأخوذ ہے۔

(۲) سنن ابن ماجۃ، ابواب الادب [۳۳] باب القصص [۴۰] حدیث: ۳۷۵۳

(۳) عوف بن مالک اَشجَعِی غطفانی رضی اللہ عنہ، جلیل القدر صحابی ہیں۔ شجاع اور دلیر تھے۔ غزوۂ خیبر میں شرکت کی فتح مکہ کے روز بنو اشجع کے علم بردار تھے۔ دمشق میں رہائش اختیار کی۔ ۷۳ھ=۶۹۲ء کو وفات پائی۔
[اسد الغابۃ: ۲:۹۷۲، ترجمہ: ۴۱۳۲، الاعلام ۵:۹۶]

(۴) سنن ابی داود، کتاب العلم [۲۴] بابٌ فی القصص [۱۳] حدیث: ۳۶۶۵

(۵) عبادۃ بن الصامت بن قیس انصاری خزرجی ابوالولید رضی اللہ عنہ، صحابی ہیں۔ ۳۸ قبل ہجری = ۵۸۶ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ بیعت عقبہ، غزوۂ بدر اور سارے مشاہد میں حاضر تھے۔ فلسطین کے اولین قاضی رہے ہیں۔ آپ سے ۱۸۱ اَحادیث مروی ہیں۔ ۳۴ھ=۶۵۴ء کو رملۃ یا بیت المقدس میں وفات پائی۔ سادات صحابہ میں سے تھے۔ [اسد الغابۃ: ۶۳۰، ترجمہ: ۲۷۹۲، الاعلام ۳:۲۵۸]

(۶) المعجم الکبیر ۱۸:۶۷، حدیث: ۱۴۰، المعجم الأوسط ۳:۱۲۳، حدیث: ۴۰۶۲

طبرانی نے سیدنا خباب بن الارت رضی اللہ عنہ [1] سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

۱۱۷- إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَمَّا هَلَكُوا قَصُّوا [2].

''بنی اسرائیل قصہ گوئی کے بعد ہلاک ہوئے۔''

حافظ زین الدین عراقی فرماتے ہیں: ومن آفاتهم[أي: آفات القصاص]أن يُّحَدِّثُوا كثيراً من العوام بما لاتَبْلُغُهُ عقولهم والأفهام فيقعوا في شيئٍ من الإعتقادات السيئة [3].

''اوران[قصہ گولوگوں] کی آفتوں میں سے ایک آفت یہ بھی ہے کہ عوام سے اکثر ایسی احادیث بیان کرتے ہیں جہاں تک نہ تو اُن کی عقل پہنچ سکتی ہے اور نہ فہم اس کا ادراک کرسکتا ہے تو عوام برے عقائد میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔''

یہ روایات اگر صحیح ہوں اور لوگ اپنی بے علمی کے باعث ان کی وجہ سے باطل اعتقادات میں مبتلا ہوجاتے ہوں تو باطل اور موضوع روایات کے بارے میں کیا خیال ہے؟

---

(۱) خباب بن اَرَتّ بن جندلۃ بن سعد تمیمی ابویحییٰ رضی اللہ عنہ، جلیل القدر صحابی ہیں۔ سابقون اولون میں سے ہیں۔ چھٹے نمبر پر اسلام قبول کرنے والے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں آپ نے سب سے پہلے اپنا اسلام ظاہر کیا۔ جاہلیت میں تلواریں بنایا کرتے تھے۔ اسلام کی راہ میں بڑی مشقتیں اُٹھائیں۔ سارے غزوات میں شرکت کی۔ کوفہ میں رہائش اختیار کی تھی جہاں ۳۷ھ = ۶۵۷ء کو ۷۳ برس کی عمر میں وفات پائی۔

[اسد الغابۃ: ۳۳۵، ترجمہ: ۱۴۰۷، الاعلام ۲: ۳۰۱]

(۲) المعجم الکبیر ۴: ۸۰، حدیث: ۳۷۰۵

علامہ ابن الاثیر جزری لکھتے ہیں: إِنَّ بني إسرائيل لماقصوا اهلكوا، وفي رواية: لَمَّاهَلَكُوا قَصُّوا، أي: اتكلوا على القول وتركوا العمل، فكان ذلك سبب هلاكهم، أو بالعكس: لماهلكوا بترك العمل أخلدوا إلى القصص. [النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر: ۹۹۵]

''یہ روایت دو طریق سے مروی ہے: ''بنی اسرائیل نے جب قصہ گوئی شروع کی تو ہلاک ہوئے۔'' جب کہ دوسری روایت میں ہے: ''جب ہلاک ہوئے تو قصہ گوئی شروع کی۔'' مطلب یہ ہے کہ صرف گفتار کرتے رہے اور عمل سے کوسوں دور اور یہی اُن کی ہلاکت کا سبب ہوا یا بالعکس یعنی جب ترک عمل کی وجہ سے ہلاک ہوئے تو قصہ گوئی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔''

(۳) الباعث علی الخلاص: ۹۸

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

-۱۱۸: مَا أَنْتَ بِمُحَدِّثٍ قَوْماً حَدِيثاً لَا تَبْلُغُهُ عُقُولُهُمْ إِلَّا كَانَ لِبَعْضِهِمْ فِتْنَةً (۱).

''اگر تو لوگوں سے ایسی حدیثیں بیان کرے جن تک عقلیں نہیں پہنچتیں تو وہ بعض کے لیے فتنہ ثابت ہوں گی۔''

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنے صحیح کے مقدمہ میں روایت کیا ہے۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: ان لوگوں کی آفتوں میں سے ایک آفت یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں میں ہر کام میں بڑائی اور غرور وتکبر پیدا کر دیتے ہیں۔ امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ حارث بن معاویہ (۲) سے روایت کیا ہے کہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے قصوں کے بارے میں دریافت کیا' انہوں نے فرمایا تو کیا چاہتا ہے؟ حارث نے جواب دیا: میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کا قول اختیار کروں' انہوں نے فرمایا مجھے یہ خطرہ ہے کہ جب تو قصہ بیان کرے گا تو تیرے دل میں اپنی برتری کا خیال پیدا ہوگا پھر جب تو دوبارہ قصہ بیان کرے گا تو تیرے دل میں اور برتری پیدا ہوگی حتیٰ کہ تو یہ خیال کرے گا کہ تو لوگوں سے ثریا کے برابر بلند ہے اور اس غرور کے باعث قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تجھے اُن کے قدموں میں ڈالے گا (۳)۔

طبرانی نے عمدہ سند کے ساتھ عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے کہ:

-۱۱۹: أَنَّ تَمِيماً الدَّارِيَّ اسْتَأْذَنَ عُمَرَ فِي الْقَصَصِ فَأَبَى أَنْ يَّأْذَنَ لَهُ ثُمَّ اسْتَأْذَنَهُ فَقَالَ:

---

(۱) مقدمہ صحیح مسلم ۱:۱۱' باب النہی عن الحدیث بکل ما سمع [۳]

(۲) حارث بن معاویہ بن زمعہ کندی۔ ان کا صحابی ہونا مختلف فیہ ہے۔ حافظ ابن مندۃ اور اُن کی اتّباع میں حافظ ابونعیم نے اُنہیں صحابی کہا ہے۔ امام ابن سعد اور حافظ ابوزرعۃ دمشقی نے اُن کا ذکر شامی تابعین کے طبقہ اولیٰ میں کیا ہے۔ علامہ ابومسہر نے انہیں سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے بڑے ساتھیوں میں کیا ہے۔ امام عجلی کہتے ہیں: کبار تابعین میں سے ہیں۔ امام بخاری' امام مسلم' امام ابوحاتم' علامہ ابن سمیع اور حافظ ابن حبان نے انہیں تابعین میں شمار کیا ہے۔ غالب گمان یہ ہے کہ مخضرمین سے ہیں۔ [الاصابۃ ۱:۲۹۱' ترجمہ: ۱۴۸۸]

(۳) مسند امام احمد ۱:۱۸

تنبیہ: علامہ احمد شاکر لکھتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔ [مسند احمد بتحقیق احمد شاکر ۱:۲۱۳' بذیل حدیث: ۱۱۱]

شِئْتَ،وَأَشَارَ بِيَدِهِ يَعْنِي:اَلذَّبحَ (۱).

''سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ (۲) نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے قصہ گوئی کی اجازت طلب کی۔انہوں نے اس سے انکار فرمایا انہوں نے دوبارہ اجازت طلب کی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا! اگر تم خود کو ذبح کرنا چاہو۔''

حافظ عراقی فرماتے ہیں: فانظر رضي الله عنك تَوَقُّفَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ في إذنه في حقّ رجُلٍ من الصحابة رضی اللہ عنہم الذين كل واحد منهم عدلٌ مُؤْتَمَنٌ، و أين مِثْلُ تميمٍ في التَّابعين و مَن بعدهم (۳)؟

''غور کریں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی کو وعظ کہنے کی اجازت دینے میں تامل فرمایا حالاں کہ ہر صحابی عادل اور امین ہوتا ہے اور سیدنا تمیم رضی اللہ عنہ جیسا تابعین اور ان کے بعد کے دَور میں کون ہو سکتا ہے؟''

ابن عساکر نے بکیر سے روایت کیا ہے کہ: أنَّ تَمِيماً الدَّارِيَّ اسْتَأْذَنَ عُمَرَفِي الْقَصَصِ، فقال له عمر: أتَدْرِي أنَّكَ تُرِيدُ الذَّبحَ؟ مَا يُؤْمِنُكَ أنْ تَرْتَفِعَ نَفْسَكَ حَتّٰى تَبْلُغَ السَّمَاءَ ثُمَّ يَضَعَكَ الله (۴)؟

''سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ نے وعظ کہنے کے معاملہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی انہوں نے فرمایا کیا تو اپنے آپ کو ذبح کرنا چاہتے ہو یہاں تک کہ تیرا نفس بلند ہو کر آسمان تک پہنچ جائے پھر اللہ تعالیٰ تجھے گرا دے۔''

---

(۱) المعجم الکبیر ۲:۴۹

تنبیہ: حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں مگر عمرو بن دینار نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نہیں سنی۔[مجمع الزوائد ۱:۱۹۰]

(۲) تمیم بن اوس بن خارجۃ داری ابو رقیہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔بنو لخم کی ایک شاخ دار بن ہانئ کی وجہ سے داری کہلائے۔۹ھ کو اسلام قبول کیا۔مدینہ منورہ میں رہائش تھی۔سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد شام چلے گئے۔۴۰ھ=۶۶۰ء کو فلسطین میں وفات پائی۔[اسد الغابۃ: ۱۳۵، ترجمہ: ۵۱۵، الاعلام ۲:۸۷]

(۳) الباعث علی الخلاص: ۷۰
(۴) تاریخ مدینۃ دمشق ۱۱:۸۱

نیز ابن عساکر نے حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے کہ:

أنَّ تميماً الداري اسْتَأْذَنَ عمرفي القصص سنين،فأبَى أن يأذَنَ له، فاسْتَأْذَنَه في يوم واحد فلمَّا أكثَرَعليه قال له:ماتقول؟قال:أقرأعليهم القرآن ، وآمُرُهُم بالخَير ، وأنهاهم عن الشَّرِ.قال عمر : ذلك الذَّبحُ . ثم قال : عِظ قبل أن أخرج في الجمعة ، فكان يفعل ذلك يوماً واحداً في الجمعة(۱).

''سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے قصہ گوئی کے بارے میں کئی سال تک اجازت طلب کرتے رہے۔ وہ اجازت دینے سے انکار کرتے رہے مجبور ہو کر ایک روز انہیں اجازت دے دی جب ان کی قصہ گوئی میں لوگوں کی کثرت ہونے لگی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم ان سے کیا بیان کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ان کے سامنے قرآن پڑھتا ہوں' بھلائی کا حکم دیتا ہوں اور برائی سے روکتا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بھی ذبح ہے' پھر فرمایا: اچھا جمعہ کے روز میرے آنے سے قبل وعظ کر لیا کرو۔ وہ پورے ہفتے میں ایک روز یعنی جمعہ کے روز وعظ کرتے۔''

ابن عساکر نے ابوسہل بن مالک عن ابیہ کے واسطے سے سیدنا تمیم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ:

أن تميم الداري اسْتَأْذَنَ عمرفي ا لقصص فأذن له ثم مَرَّعليه بعد فضَرَبَه بالدُّرَّة،ثم قال له:بكرة وعشيةً(۲).

''انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے وعظ کہنے کی اجازت طلب کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دے دی' پھر ایک روز ان کے پاس سے گزرے تو انہیں کوڑے سے مارا اور فرمایا: صبح و شام!''

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں کہ انہیں ہفتہ میں ایک دفعہ وعظ کہنے کی اجازت دی گئی تھی اور انہوں نے اس پر زیادتی شروع کر دی تھی اس لیے اُنہیں کوڑے سے مارا۔

امام ابن ماجۃ نے حسن سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ:

۱۲۰- لَمْ يَكُنِ الْقَصَصُ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَا زَمَنِ أَبِيْ بَكْرٍ،وَلَا زَمَنِ عُمَرَ(۳).

---

(۱) تاریخ مدینۃ دمشق ۱۱:۸۱-۸۱ (۲) تاریخ مدینۃ دمشق ۱۱:۸۱

(۳) سنن ابن ماجۃ' ابواب الادب [۳۳] باب القصص [۴۰] حدیث: ۳۷۵۴

’’نبی اکرم ﷺ‘ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں قصہ گوئی نہ تھی۔‘‘

ایسے ہی امام احمد اور طبرانی نے سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت بیان کی ہے۔

طبرانی نے مجاہد (۱) کے واسطے عبادلہ یعنی سیدنا عبداللہ بن عمر‘ سیدنا عبداللہ بن عباس‘ سیدنا عبداللہ ابن الزبیر اور سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

-۱۲۱: اَلْقَاصُّ یَنْتَظِرُ الْمَقْتَ (۲).

’’قصہ گو بغض اور غضب کا انتظار کرتا ہے۔‘‘

قصہ گو لوگوں کے بارے میں یہ غیب کی خبر ہے جس کا شمار رسول اللہ ﷺ کے معجزات اور خرق عادت میں ہوتا ہے۔

---

(۱) مجاہد بن جبر ابو الحجاج المکی‘ مولیٰ بنی مخزوم۔ ۲۱ھ=۶۴۲ء کو پیدا ہوئے۔ تابعی اور مفسر ہیں۔ شیخ القراء و المفسرین کے لقب سے نوازے گئے۔ اہل کتاب سے بعض مسائل میں رجوع کرتے تھے اس لیے سلف اُن کی تفسیر کی کتاب سے خود کو بچاتے تھے۔ ۱۰۴ھ=۷۲۲ء کو وفات پائی۔

[سیر أعلام النبلاء ۴:۴۴۹‘ الاعلام ۵:۲۷۸]

(۲) پوری حدیث اس طرح ہے: اَلْقَاصُّ یَنْتَظِرُ الْمَقْتَ وَالْمُسْتَمِعُ یَنْتَظِرُ الرَّحْمَةَ وَالتَّاجِرُ یَنْتَظِرُ الرِّزْقَ وَ الْمُحْتَكِرُ یَنْتَظِرُ اللَّعْنَةَ‘ وَالنَّائِحَةُ وَمَنْ حَوْلَهَا مِنْ امْرَأَةٍ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ.

[المعجم الکبیر ۱۲:۳۲۶‘ حدیث: ۱۳۵۶۷]

’’قصہ گو غضب کا‘ وعظ سننے والا رحمت کا‘ تاجر رزق کا اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا لعنت کا انتظار کرتا ہے۔ بَین کرنے والی اور اُس کے گرد جمع ہونے والی عورتوں پر اللہ تعالیٰ‘ ملائکہ اور سارے لوگوں کی لعنت ہے۔‘‘

تنبیہ: یہ روایت صحیح نہیں بلکہ موضوع ہے اس لیے کہ:

-۱: امام طبرانی کے استاذ عبداللہ بن ایوب متروک الحدیث ہیں۔ [میزان الاعتدال ۲:۳۹۴‘ ترجمہ: ۴۲۱۸]

-۲: عبدالوہاب بن مجاہد اسے اپنے والد کی سند سے نقل کرتا ہے حالانکہ اس کی اپنے والد سے سماع ثابت نہیں۔

[میزان الاعتدال ۲:۶۸۲‘ ترجمہ: ۵۳۲۴]

حافظ عراقی لکھتے ہیں: وهذا الحديث لا يصحُّ وإنما ذكرتُهُ لِتَرهِيبٍ. [الباعث علی الخلاص: ۸۳]

’’یہ حدیث درست نہیں میں نے اسے ترہیباً ذکر کیا ہے۔‘‘

امام احمد بن حنبل نے زہد[۱] میں أبو الملیح سے روایت کیا ہے کہ میمون[۲] کے سامنے قصہ گو لوگوں کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: لا یُخطئ القَاصُّ ثلاثاً: إمَّا أن یُّسَمِّنَ قوله بما یُهَزِّلَ دینه، و إمَّا أن یُّعجب بنفسه و إمَّا أن یَّأمُرَ بما لا یفعل[۳].

''قصہ گو تین باتوں سے خالی نہیں ہوگا: یا تو اپنی باتوں سے دین کا مذاق اڑا اڑا کر موٹا ہو جائے گا یا اس کا نفس غرور میں مبتلا ہوگا یا ان باتوں کا حکم دے گا جو خود نہ کرے گا۔''

اسی واسطے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اَلْقَاصُّ یَنْتَظِرُ الْمَقْتَ.

''قصہ گو غضب کا انتظار کرتا ہے۔''

سب سے بڑی آفت قصہ گو کی مجلس میں یہ ہے جو مروزی[۴] نے کتاب العلم میں اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ابو قلابہ سے روایت کی ہے کہ: ما أماتَ العلمَ إلَّا القُصَّاصُ، یُجالِسُ الرَّجُلُ القَاصَّ سَنَةً فَلَا یَتَعَلَّقُ مِنْهُ بِشَيْءٍ[۵].

''قصہ گو علم کو فنا کر دیتا ہے اگر کوئی شخص کسی قصہ گو کے ساتھ ایک سال تک بیٹھ جائے تو پھر وہ کسی کام کا نہیں رہتا۔''

ابو نعیم نے سعید بن عاصم سے روایت کیا ہے کہ: کان قاصٌّ یَجلسُ قریباً من مسجد محمد ابن واسع، فقال یوماً و هو یُوَبِّخُ جُلَسَائَهُ: مالي أری القلوب لا تخشع؟ و مالي أری العیون

---

(۱) مصنف کے علاوہ حافظ سیوطی نے بھی اسے امام احمد کی ''الزہد'' کے حوالے سے لکھا ہے۔
[تحذیر الخواص: ۲۵۱-۲۵۲]
لیکن تلاش کے باوجود یہ روایت کہیں اور جگہ نہ مل سکی۔

(۲) میمون بن مہران الجزری، ابو ایوب الرقی۔ ۱۱۷ھ کو وفات پائی۔ [تاریخ الثقات، عجلی: ۴۴۵، ترجمہ: ۱۶۶۹]

(۳) کتاب القصاص والمذکرین: ۲۰۳

(۴) احمد بن علی بن سعید مروزی، ابو بکر، حافظ اور حجت تھے۔ بہت بڑے عالم اور ثقہ محدث تھے۔ حمص کے قاضی رہے ہیں۔ کئی تصانیف اور کتابیں لکھیں۔ ۲۹۲ھ = ۹۰۵ء کو دمشق میں وفات پائی۔
[تذکرۃ الحفاظ ۲: ۶۶۳، ترجمہ: ۶۸۳، الاعلام ۱: ۱۷۱]

(۵) حلیۃ الاولیاء ۲: ۲۸۷

لاتدمع؟ومالي أرى الجُلود لا تَقْشَعِرُّ ؟ فقال محمد بن واسع:ياعبد الله! ما أرى القوم أُتُوا إلّامِن قِبَلِكَ، إنَّ الذِّكرَ إذا خرَجَ مِن القَلب وقَعَ على القَلْبِ(۱).

''ایک قصہ گو محمد بن الواسع کی مسجد کے قریب بیٹھا کرتا تھا۔ایک روز وہ اپنے ساتھیوں کو تنبیہ کر رہا تھا: مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں دلوں کو اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ ان پر خشوع طاری نہیں ہوتا؟ مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں آنکھوں سے کوئی آنسو بہتے نہیں دیکھتا اور کھالوں پر لرزہ طاری نہیں ہوتا؟ محمد بن واسع نے کہا: یہ چیزیں تو قوم کو تیری طرف سے ملتی ہیں۔ ذکر جب دل سے نکلتا ہے تو دل پر اثر بھی کرتا ہے۔''

مروزی نے کتاب العلم میں اور ابو نعیم نے اعمش سے روایت نقل کی ہے: میں نے ابراہیم نخعی (۲) سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ما أحَدٌ يبتغي بقصصه وجهَ اللّهِ غيرَ إبراهيم التيمي، و لَوَدِدْتُّ أنه انفلت منه كفافاً، لا له، ولا عليه(۳).

''کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اپنے قصوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا متلاشی ہو، سوائے ابراہیم تیمی کے اور میں تو یہ چاہتا ہوں کہ وہ اسے پاک صاف نکل جائے، اسے نہ کچھ فائدہ ہو، نہ نقصان [تو یہ بھی غنیمت ہوگی]۔''

ابونعیم نے ابراہیم نخعی سے روایت کی ہے کہ: مَنْ جَلَسَ لِيُجْلَسَ إليه فلا تَجْلِسُوا إليه(۴).

''جو اس غرض سے کہ لوگ اس کے پاس آ کر بیٹھے تو اس کے پاس بیٹھا نہ کرو۔''

ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں زہری سے روایت کی ہے کہ:

إذا طَالَ المَجلِسُ كان للشّيطان فيه نصيبٌ(۵).

---

(۱) حلیۃ الاولیاء ۲:۳۵۱

(۲) ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود، ابوعمران، نخعی، بنو مذحج سے تعلق رکھتے تھے۔ ۴۶ھ = ۶۶۶ء کو پیدا ہوئے۔ کوفہ میں رہائش تھی۔ صلاح وصدق، روایت اور حفظ حدیث کے سلسلے میں کبار تابعین میں سے تھے۔ ۹۶ھ = ۷۱۵ء کو وفات پائی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اُن کی ملاقات ثابت ہے مگر اُن سے روایت ثابت نہیں۔

[وفیات الاعیان ۱:۲۵، تہذیب التہذیب ۱:۱۶۰-۱۶۱، الاعلام ۱:۸۰]

(۳) حلیۃ الاولیاء ۴:۲۱۳ (۴) حلیۃ الاولیاء ۲:۲۲۶ (۵) حلیۃ الاولیاء ۳:۳۶۶

''جب مجلس طویل ہوتی ہے تو اس میں شیطان کا حصہ بھی داخل ہو جاتا ہے۔''

ابن مبارک نے عقبہ بن مسلم کا قول نقل کیا ہے کہ: اَلْحَدِيثُ مَعَ الرَّجُلِ وَالرَّجُلَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ وَالأَرْبَعَةِ، وَإِذَا عَظُمَتِ الْحَلْقَةُ فَانْصِتْ أَوِ انْشُرْ(۱).

''باہمی گفتگو ایک آدمی یا دو' تین یا چار کے ساتھ ہوتی ہے اور جب حلقہ وسیع ہو جائے تو خاموش رہو یا اٹھ جاؤ۔''

نیز مروزی نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ: أَنَّ ابنَ عُمَرَ كان يُلْفَى خَارِجاً من المسجدِ فيقول: ما أخرجني إلّا صوت قَاصِّكم هذا(۲).

''سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جب مسجد سے باہر کوئی شور سنتے تو فرماتے مجھے تمہارے اس قصہ گو کی آواز نے باہر نکالا ہے۔''

نیز مروزی نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ: جَاءَ رَجُلٌ قَاصٌّ فَجَلَسَ قَرِيباً مِّنْ ابنِ عُمَرَ فقال له: قُمْ، فَأَبَى أَن يَّقُومَ، فَأَرسَلَ إِلَى صاحبِ الشُّرَطِ وأرسَلَ إليه شُرطِيًّا فَأَقَامَه(۳).

''ایک قصہ گو آکر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قریب بیٹھ گیا' انہوں نے فرمایا: یہاں سے اٹھو' اس نے انکار کیا تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے پولیس آفیسر کے پاس آدمی بھیجا اُس نے ایک سپاہی بھیجا جس نے اسے اٹھوا دیا۔''

حسن بصری سے روایت ہے کہ: أَنَّ القَصَصَ بِدْعَةٌ، وأَنَّ رفعَ الصَّوْتِ بِالدُّعَاءِ لَبِدْعَةٌ، وإِنَّ مَدَّ الأَيْدِي بِالدُّعَاءِ لَبِدْعَةٌ، وَإِنَّ اجْتِمَاعَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ لبِدعَةٌ(۴).

''قصہ گوئی بدعت ہے' بلند آواز سے دعا مانگنا بدعت ہے' دعاء میں [حد سے زیادہ] ہاتھ پھیلانا بدعت ہے اور عورتوں اور مردوں کا ایک جگہ اکٹھا ہونا بھی بدعت ہے۔''

اوران لوگوں کے لطائف میں سے ایک لطیفہ یہ بھی ہے کہ:

---

(۱) الزہد: ۶۲' حدیث: ۵۵ (۲) تحذیر الخواص: ۲۴۵

(۳) مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۳: ۳۶۱-۳۶۲' حدیث: ۲۶۷۱۹' ۲۶۷۲۲' تحذیر الخواص: ۲۴۵

(۴) کتاب القصاص والمذکرین: ۳۰۱' برقم: ۱۶۲' تحذیر الخواص: ۲۷۵

أنه كان في مسجد الكوفة قاص يقال له زرعة ، فأرادت أم أبي حنيفة أن تستفتي في شيء فأفتاها أبو حنيفة رحمه الله،فلم تقبل ،و قالت: ما أقبل إلّا ما يقول زرعة القاص فجاء بها أبو حنيفة إلى زرعة،فقال:هذه أمي تستفيتك في كذا و كذا،فقال :أنت أعلم مني وأفقه فأفتها أنت، فقال أبو حنيفة ، قد أفتيتها بكذا ، فقال زرعة :القول كما قال أبو حنيفة ،فرضيت وانصرفت(۱).

''کوفہ کی مسجد میں ایک قصہ گوواعظ تھا جس کا نام زرعہ تھا۔امام ابوحنیفہ کی والدہ نے اس سے کوئی مسئلہ معلوم کرنا چاہا۔امام صاحب نے خود فتویٰ دیا لیکن ان کی والدہ نے اسے قبول نہ کیا اور کہنے لگی: میں سوائے زرعہ کے کسی کا فتویٰ قبول نہ کروں گی۔امام ابوحنیفہ اپنی والدہ کو لے کر زرعہ کے پاس گئے اور زرعہ سے کہا یہ میری والدہ ہیں جو تجھ سے فلاں فلاں مسئلہ میں فتویٰ لینے آئی ہیں اس نے کہا: آپ مجھ سے زیادہ عالم اور زیادہ فقیہ ہیں۔آپ انہیں خود فتویٰ دیجئے۔امام صاحب نے فرمایا: میں نے انہیں فتویٰ دیا ہے مگر یہ تسلیم نہیں کرتی۔زرعہ بولا: فتویٰ ویسے ہی ہے جیسا کہ ابو حنیفہ نے کہا ہے۔امام صاحب کی والدہ اس پر راضی ہوکر واپس لوٹ آئیں۔''

ابن عدی نے حسین الکرابسی سے روایت کیا ہے کہ: كان ببغداد قاصٌّ يقال له:أبو مرحوم يجتمع الناس إليه، فقال يوماً: سلونِيُ عن التفسير و تفسيرالتفسير ، فقام رجل من وراء الدرابزين فقال :يا أبامرحوم !أصلحك الله فقال:طَعُنَةً يابن الفاعلة!فقال له رجلٌ دعا لك ثم تقول له مثل هذه المقالة؟فقال: نعم ! ألم تسمع قول اللهتعالى : اِنَّ الَّذِيۡنَ يُنَادُوۡنَكَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرَاتِ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ(۲)؟ فقال: ماذا تقول في المُزابَنة و المحاقَلة؟قال:المُحاقَلة خلق الثياب عند السمسار،والمزابنة أن تسمي أخاك المسلم زبونٌ(۳).

(۱) تاریخ بغداد ۱۳:۳۶۶، کتاب القصاص والمذکرین: ۳۱۹، برقم: ۱۷۱، تحذیر الخواص: ۲۷۸

(۲) سورۃ الحجرات ۴۹:۴

(۳) الکامل فی ضعفاء الرجال ۳:۲۴۱، بذیل ترجمہ حسین بن علی ابوعلی الکرابیسی ۱۲۶/ ۴۹۵

’’بغداد میں ایک قصہ گو تھا۔ جس کا نام ابو مرحوم [حجام] تھا۔ لوگ اس کے پاس آ کر جمع ہوتے۔ ایک روز کہنے لگا: تم مجھ سے قرآن مجید کی تفسیر بھی پوچھ سکتے ہو اور تفسیر کی تفسیر بھی۔ کواڑ کے پیچھے سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: ابو مرحوم! اللہ تیری اصلاح کرے۔ اس نے [اس کو] معترض جان کر تہمت لگائی اور کہنے لگا: اے زانیہ کے بیٹے! ایک شخص نے اس سے کہا وہ تو تجھے دعا دے رہا ہے اور تو اسے اس قسم کی باتیں کہہ رہا ہے۔ اس نے جواب دیا ہاں! لیکن کیا تم نے اللہ کا قول نہیں سنا کہ ’’جو لوگ تم کو پردوں کے پیچھے سے آواز دیتے ہیں وہ اکثر بے عقل ہیں۔‘‘ اس شخص نے دریافت کیا مُزَابَنَه اور مُحَاقَلَه کا کیا مطلب ہے؟ تو اس نے جواب دیا: مُحَاقَلَه [1] یہ ہے کہ خرید وفروخت کے وقت کپڑے پھاڑ دیے جائیں جب کہ مُزَابَنَه [2] اپنے مسلمان بھائی کا برا نام رکھنا ہے۔

(۱) مُحَاقَلَه: یہ ہے کہ خوشے میں گندم کی بیع صاف گندم کے عوض کی جائے۔

(۲) مُزَابَنَه: یہ ہے کہ خشک کھجور کو تازہ کھجور اور انگور کو کشمش کے بدلے میں بھرتی کر کے فروخت کیا جائے۔

فصل

جب میں نے حفاظ حدیث کی جماعت کو دیکھا کہ انہوں نے ان احادیث کو جو لوگوں میں مشہور ہیں جمع کیے اور ان میں سے صحیح (۱) حسن (۲) اور ضعیف (۳) کو الگ الگ بیان کیا اور اعلیٰ مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے موقوف (۴) مرفوع (۵) اور موضوع (۶) کو جدا جدا بیان کر دیا تو دل میں خیال پیدا ہوا کہ ان دفاتر کو مختصر طور پر بیان کر دیا جائے اور ان روایات کو جمع کر دیا جائے جن کی کوئی اصل نہ ہو یا موضوع ہو تا کہ یہ عمدہ طریقہ پر ان احادیث کو ضبط کرنے کا ذریعہ بن سکے کیوں کہ احادیث صحیحہ کی نہ تو کوئی حد ہے' نہ ان کا شمار کیا جا سکتا ہے اور سب کا استقصاء ممکن نہیں۔ جن روایات کے موضوع ہونے میں اختلاف ہے ان کو اس خطرہ کی بنا پر چھوڑ دیا ہے کہ ممکن ہے کہ کسی ایک سند کے ساتھ موضوع ہوں اور دوسری سند کے ساتھ موضوع نہ ہوں' یہ تمام امور محدثین کے سامنے سندوں پر غور کرنے سے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ ورنہ مقام اسناد میں باعتبار عقل یہ خیال باقی رہتا ہے کہ جو روایت صحیح ہے وہ حقیقت میں ضعیف ہو یا موضوع ہو اور ایسے ہی موضوع روایت صحیح اور مرفوع ہو' سوائے حدیث متواتر کے کیوں کہ اس سے تو علم قطعی اور یقینی حاصل ہوتا ہے۔

---

(۱) وہ مسند حدیث ہے جس کو ایک عادل اور ضابط راوی دوسرے عادل اور ضابط راوی سے روایت کرے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ یا صحابی و تابعی تک پہنچ جائے اور وہ معلل اور شاذ بھی نہ ہو۔ [مقدمۃ ابن الصلاح: ۲۰]

(۲) وہ حدیث ہے جس کا کوئی راوی خفیف الضبط ہو یعنی اس کی یادداشت ناقص ہو مگر اس کی سند متصل ہو۔ راوی عادل ہوں اور روایت شذوذ و علت سے پاک ہو۔ [قواعد التحدیث: ۱۰۲]

(۳) وہ حدیث ہے جس میں صحیح اور حسن کی شرائط نہ پائی جائیں۔

(۴) وہ حدیث ہے جس کی سند جا کر صحابی پر رُک جاتی ہے۔

(۵) وہ حدیث ہے جس کی سند رسول اللہ ﷺ تک جا پہنچتی ہے۔

(۶) من گھڑت اور بے اصل و اَساس روایت۔

امام زرکشی کہتے ہیں کہ: بين قولنا: لم يصح، وقولنا: موضوعٌ بَوْنٌ كبيرٌ، فإن الوضع: إثبات الكذب والإختلاق، و قلنا: لايصحُّ: لايلزن منه إثبات العدم، وإنما هو إخبارٌ عن عدم الثبوت (۱).

''ہمارے اس قول کہ ''یہ روایت صحیح نہیں'' اور اس قول کہ ''یہ روایت موضوع ہے'' کے مابین بہت زبردست فرق ہے کیوں کہ وضع کذب کے اثبات سے ہوتا ہے اور ہمارا کہنا کہ یہ صحیح نہیں یہ عدم ثبوت کو ظاہر کرتا ہے اس سے کسی چیز کا عدم وجود لازم نہیں آتا (۲)۔''

یہ بھی جان لینا چاہئے کہ حدیث موضوع کا اطلاق مبنیٰ [جس مقصد کے لیے وضع کی گئی ہے] کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ چاہے وہ باعتبار معنیٰ قرآن وسنت کے مطابق کیوں نہ ہو۔ میں اللہ تعالیٰ سے اس تحقیق میں توفیق کا خواست گار ہوں کیوں کہ وہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔ میں ان احادیث کا ذکر حروف تہجی کے لحاظ سے کروں گا۔ چاہے وہ افعال ہوں یا اسماء یا حروف۔

---

(۱) النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح: ۲۳۷، زرکشی، اللآلی المصنوعۃ ۱: ۱۸، المصنوع: ۴۴

(۲) موضوع روایت پر حکم لگانے کے وقت محدثین کرام درج ذیل الفاظ استعمال کرتے ہیں، جن سے شناسائی اور واقفیت نہایت ضروری ہے۔

[۱] موضوع: یہ بہت عام لفظ ہے، جس کا استعمال اتنا زیادہ ہے کہ اس کی مثال پیش کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔

[۲] لايصح بمعنى موضوع: علامہ کوثری لکھتے ہیں: إن قول النقاد في الحديث: أنه لايصح، بمعنى: أنه بـاطلٌ، في كتب الضعفاء و المتروكين لا بمعنى: أنه حسنٌ، و إن لم يكن صحيحًا، كمانصَّ على ذلك أهل الشان بخلاف كتب الأحكام... ثم إن تعددالطرق إنمايرفع الحديث إلى مرتبةالحسن لغيره إذاكان الضعف في الرُّواة من جهة الحفظ والضبط فقط، لامِن ناحيةتهمة الكذب، فإن كثرة الطرق لاتُفيد شيئاإذ ذاك. [مقالات الکوثری: ۳۹]

''ناقدین حدیث کا ضعفاء اور متروکین کی کتابوں میں کسی روایت کے بارے میں لا یصحُّ کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ روایت باطل ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ یہ حسن کے درجہ میں ہے جو صحیح کی ایک قسم ہے، البتہ فقہی کتب میں لا یصحُّ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ روایت صحت کے اعلی درجہ میں نہیں ہے، ہاں حسن کے درجہ میں ہے پھر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اگر کسی راوی کا صرف حافظہ خراب یا اُس کا ضبط کمزور ہے تو یہی روایت کثرت......

......طرق کی بناء پر حسن لغیرہ کے درجہ پر فائز ہو جاتی ہے لیکن اگر راوی پر تہمتِ کذب [جھوٹ بولنے کا الزام] ہو تو اُس وقت کثرتِ طرق کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔''

مثلاً:

۱- حافظ سخاوی اور امام شوکانی اذان سن کر انگوٹھے چومنے کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

لا یصحُّ. [المقاصد الحسنۃ: ۶۰۵' حدیث: ۱۰۲۱' الفوائد المجموعۃ: ۲۰]

۲- ایک روایت میں ہے: لكل أمةٍ فرعون' وفرعون هذه الأمة: معاوية بن أبي سفيان.

''ہر امت کا ایک فرعون ہوتا ہے' اور اِس امت کا فرعون [خاکم بدہن] معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہے۔''

امام محمد طاہر بن علی ہندی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: ليس بصحيح. [تذکرۃ الموضوعات: ۱۰۰]

صاف ظاہر ہے کہ یہاں صحیح نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

۳- ایک رویت میں ہے: وردٌ خُلِق من عرق النبي ﷺ أو من عرق البراق.

''گلاب کا پودا رسول اللہ ﷺ یا براق کے پسینہ سے پیدا ہوا ہے''۔

امام محمد طاہر بن علی ہندی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: قال النووي: لا يصح' وكذا قال شيخنا أنه موضوعٌ' سبقه لذلك ابن عساكر. [تذکرۃ الموضوعات: ۱۶۱]

''امام نووی فرماتے ہیں: صحیح نہیں' اسی طرح ہمارے شیخ نے بھی فرمایا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے' اور ان سے پہلے حافظ ابن عساکر نے بھی اسے موضوع کہا ہے۔''

[۳] لا يثبت' یا: ليس بثابت' بمعنی: موضوع:

۱- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے: عليٌّ خير البشر' فمن امترى فقد كفر.

[تاریخ بغداد ۷: ۴۲۱' میزان الاعتدال ۱: ۵۲۱]

''[سیدنا] علی [رضی اللہ عنہ] خیر البشر ہیں اور جو اس میں شک کرے وہ کافر ہے۔''

خطیب بغدادی لکھتے ہیں: هذا حديث منكرٌ...... وليس بثابت. [تاریخ بغداد ۷: ۴۲۱]

اس کا یہ مطلب نہیں لیا جائے گا کہ یہ روایت منکر اصطلاحی ہے' یا اسی سند سے ثابت نہیں اور دوسری اسناد سے ثابت ہے' بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ روایت موضوع ہے' اس لیے کہ سید البشر تو رسول اللہ ﷺ ہیں۔

حافظ ذہبی اس روایت کے ساتھ ایک اور روایت نقل کر کے لکھتے ہیں کہ:

فهذان دالّان على كذبه وعلى رِفضه. [میزان الاعتدال ۱: ۵۲۱' ترجمہ: ۱۹۴۳]

''یہ دونوں روایتیں اس راوی کے جھوٹا اور رافضی ہونے پر واضح دلیل ہیں۔''

۲- یا یہ حدیث: من عرف نفسه فقد عرف ربه.

''جس نے خود کو پہچانا تو اُس نے اپنے رب کو پہچانا۔'' ......

...... امام نووی فرماتے ہیں: ليس هو بثابت. [فتاوى الامام النووى: ۱۴۷' سوال: ۳۲۳]

امام زرکشی اور امام ابو المظفر بن السمعانی لکھتے ہیں:

هذا لا يثبت عن النبي ﷺ وإنما هو لفظٌ محكيٌّ عن يحيى بن معاذ الرازي.

[قواطع الادلة ۲: ۵۵' التَّذكِرة فِي الأحاديث المشتهرة: ۸٦' حديث: ۱۰۳]

''یہ الفاظ نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں ہیں' بلکہ یہ یحییٰ بن معاذ رازی کا قول ہے۔''

۳- یا یہ حدیث: مُوتُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا.

''مرنے سے پہلے خود کو مرا ہوا تصور کرو۔''

ملا علی قاری لکھتے ہیں: إنه غير ثابت. [المصنوع: ۱۹۸' حدیث: ۳۷۳] ''یہ ثابت نہیں ہے۔''

۴- ملا علی قاری لکھتے ہیں: وأمَّا ماروي في التختم بالعقيق من أنه يُنفي الفقر' وأنه مباركٌ' وأن من تختَّم به لم يزل في خير' فكلها غير ثابتة على ماذكره الحفاظ.

[مرقاة المفاتیح ۸: ۱۸۵' بذیل حدیث: ۴۳۸۸]

''عقیق کی انگوٹھی پہننے' اس سے فقر و حاجت کے دور ہو جانے اور اس سے خیر و برکت کے حصول کی سب روایتیں پایہ ثبوت تک نہیں پہنچتیں۔''

[۴] مُنکَر/ اَن جانی حدیث: بمعنى موضوع

''منکر'' [کاف کے زَبَر کے ساتھ] ''انکار'' سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جو ''اقرار'' کا ضد ہے۔اَن جانی روایت کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں وہ حدیث ہے:

۱- جس کی سند میں ایسا راوی ہو جو فسق یا فُحشِ غلط یا کثرتِ غفلت کا شکار ہو:

وهو ماانفرد الراوي الضعيف به' وقد يُعَدُّ مفرد الصَّدوق مُنكراً. [الموقظة: ۴۲]

فمن فحش غلطه أو كثرت غفلته أو ظهر فسقه فحديثه منكرٌ. [شرح نخبة الفكر: ۸۲]

۲- کسی ضعیف راوی کی روایت جو ثقہ راوی کی حدیث کے خلاف ہو' ضعیف کی روایت کو منکر اور ثقہ کی روایت کو معروف کہتے ہیں: وإن وقعت المخالفة له مع الضعف فالراجح يُقال له: المعروف' و مقابله يُقال له: المنكر. [شرح نخبۃ الفکر: ۵۲]

''منکر'' روایت نا قابلِ استدلال ہوتی ہے: المنكر لا يُحتجُّ به. [شرح نخبۃ الفکر: ۵۲]

مگر ناقدین حدیث ''منکر'' کا اِطلاق کبھی کبھار ''موضوع و باطل'' روایت پر کرتے ہیں' مثلاً:

۱- حدیث: إنَّ من تمام إيمان العبد أن يستثني في كل حديثه کے بارے میں ملا علی قاری لکھتے ہیں: یہ منکر ہے۔ [المصنوع: ٦٨' حديث: ٦٦]

اس رویت کے بارے میں حافظ ذہبی اپنی رائے کا اِظہار اِن الفاظ میں کرتے ہیں: ......

...... هذا الحديث الباطل قد يحتج به المَرَقَةُ ' الذين لو قيل لأحدهم : أنت المُسيلمة الكذاب؟ فقال:إن شاء الله. [میزان الاعتدال۴:۱۳۴'ترجمہ مُعارِک بن عباد:۸۶۱۷]
''یہ روایت باطل ہے'اس سے وہ بے دین لوگ استدلال کرتے ہیں جنہیں اگر کہا جائے: کیا تو مسیلمہ کذاب ہے؟اور وہ جواب میں کہے:ان شاءاللہ۔''

۲-: حدیث:لا دين لمن لا عقل له کے بارے میں ملا علی قاری نے امام نَسائی کا قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے:باطلٌ منكر.[المصنوع:۲۰۷'حدیث:۳۹۸]

۳-:محمد بن ابراہیم بن کثیر الصوری کے ترجمہ میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں: رَوَى عن رَوَّاد بن الجراح خبراً باطلاً منكراً في ذِكر المهدي'قال الجلاب:هذا باطلٌ.[میزان الاعتدال۳:۴۴۹'ترجمہ:۷۱۱۴]

[۵]لاأصل له'ليس له أصلٌ بمعنى:موضوعٌ:

حافظ سیوطی لکھتے ہیں:قولهم:هذاالحديث ليس له أصلٌ'أو لاأصل له'قال ابن تيميه:ليس له إسنادٌ.
[تدریب الراوی۱:۲۵۲'نوع:۲۲'فائدہ:۳]

''محدثین کے قول لاأصل له اور ليس له أصلٌ کی توضیح حافظ ابن تیمیہ نے یوں کی ہے کہ اس کی کوئی سند موجود نہیں ہے۔''

اور یہ ظاہر ہے کہ دین کا سارا دارومدار اِسناد پر ہے'جب کسی چیز کی اِسنادی حیثیت مجروح ہو جاتی ہے تو وہ دین نہیں رہتا۔

۱-:اتخذوا عندالفقراء أيادي'فإن لهم دولةً يوم القيامة.

''فقراء[ملنگوں]کے ساتھ اچھا تعلق رکھو اس لیے کہ قیامت کے روز ان کی بادشاہت ہوگی۔''

حافظ سخاوی اور ملا علی قاری حافظ ابن حجر کے حوالے سے لکھتے ہیں:لاأصلَ له.

[المقاصد الحسنۃ:۵۴'حدیث:۱۷'الاسرار المرفوعۃ:۱۰۳'حدیث:۷]

''اس کی کوئی اصل واَساس نہیں ہے۔''

حافظ سخاوی اس جیسی مزید روایات نقل کر کے لکھتے ہیں:

وكل هذا باطلٌ. [المقاصد الحسنۃ:۵۴'حدیث:۱۷] ''یہ سب کے سب باطل ہیں۔''

۲-: سلیمان بن احمد از محمد بن جعفر بن اعین وعبداللہ بن محمد بن جعفر از عبدالرحمٰن بن حسن از علی بن حرب از ابو ایوب یَعلی بن عمران بَجلی از مخزوم بن ہانی مخزومی از ہانی -جس کی ڈیڑھ سو برس عمر تھی- سے روایت ہے کہ جس رات رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے'اُس رات کسریٰ کے محل میں زلزلہ پڑ گیا اور اُس کے چودہ کنگرے گر گئے' فارِس کا آتش کدہ جو ہزار برس سے روشن تھا' بجھ گیا اور موبذان نے خواب میں دیکھا کہ ایک سخت اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچے لے جا رہے ہیں اور دریائے دجلہ سے پار ہو کر تمام ممالک میں پھیل گئے۔ ......

......[دلائل النبوۃ، ابو نُعیم:۱۳۸-۱۳۹، حدیث:۸۲، دلائل النبوۃ، بیہقی۱:۱۲۶-۱۲۷]

بظاہر اس روایت کی سند موجود ہے، لیکن بایں ہمہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: أما هذاالحديث فلا أصل له في شيئ من كتب الإسلام المعهودة، ولم أره بإسناد أصلاً. [البدایۃ والنہایۃ۲:۲۸۳]

''دین اسلام کی متداول کتابوں میں اس روایت کا نام ونشان تک نہیں، اور میں نے اسے کہیں بھی باسند نہیں دیکھا ہے۔''

یہ اس لیے موضوع اور بے اصل ہے کہ:

–ہانئ کے نام کا کوئی صحابی جو مخزومی، قریشی ہو اور جو ڈیڑھ سو برس کی عمر رکھتا ہو معلوم نہیں۔

امام ابن اثیر اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: وليس في الحديث مايدلُّ على صحته.

[اسد الغابۃ:۱۲۱۵، ترجمہ:۵۳۴۰، الاصابۃ۳:۵۹۷]

''کوئی حدیث ان کی صحابیت کا ثبوت فراہم نہیں کرتی۔''

– مخزوم بن ہانئ سے محدثین میں کوئی شناسا نہیں۔

[٦] باطل بمعنی: موضوع:

–۱: حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: أحاديث الذكر على أعضاء الوضوء كلهاباطلٌ، ليس فيهاشيء يصح.

[المنار المنیف:۱۲۰، حدیث:۲۷۰]

''وضوء کرتے وقت ہر ہر عضو پر الگ الگ ذکر کی تمام روایتیں باطل ہیں، ان میں سے کوئی ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے۔''

جو روایت اس سلسلے میں پیش کی جاتی ہے، وہ امام ابن حبان کی ہے جو قطعاً ناقابل عمل ہے کیونکہ اس کا مرکزی راوی عباد بن صہیب ہے، جو مشاہیر سے مناکیر روایت کرتا تھا، احادیث کا کوئی تجربہ کار مبتدی طالب علم اگر اس کی روایات سنے گا تو بلا توقف انہیں موضوع کہے گا۔[المجروحین۲:۱۶۴، ترجمہ:۷۸۵]

امام بخاری فرماتے ہیں: محدثین نے اس سے روایت لینی ترک کی ہے۔[تاریخ کبیر۲:۴۳]

امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔[الضعفاء والمتروکین، ترجمہ:۴۱۱]

اس لیے حافظ ابن قیم مسنون اذکار کے علاوہ دوسرے اذکار کے بارے میں فرماتے ہیں سب جھوٹے اور جعلی ہیں۔[زاد المعاد۱:۱۹۵]

حافظ مغلطائی فرماتے ہیں: وأما الدعاء عندغسل كل عضو فمرويٌ عن علي رضي الله عنه عن النبي ﷺ من طرق وفي كلها ضعفاء ومجاهيل، وفي بعضها مع ذلك انقطاع. [شرح سنن ابن ماجۃ۱:۳۸۹]

''یہ دعا اگرچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے مگر اس کے سب طُرُق میں کمزور اور مجہول راوی ہیں اور بعض کی سند میں انقطاع بھی ہے۔''

......

......امام نووی لکھتے ہیں: وأما الدعاء المذکور فلاأصل له. [المجموع شرح المہذب ۲:۵۰۴]
''مذکورہ دعاء بالکل بے اصل ہے۔''

حافظ ابن حجر ایک طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں: فالحاصل أن طرقه کلها لاتخلو من متهم بوضع الحدیث. [نتائج الافکار ۱:۲۶۱]
''الحاصل اس روایت کے سب طرق وضع حدیث سے بدنام شخص سے خالی نہیں۔''

[۷] کذبٌ بمعنی: موضوع:

جن احادیث میں سیدنا خضر علیہ السلام کا ذکر ہے اُن کے بارے میں حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

الأحادیث التي یُذکرُ فیها الخضرو حیاتُهُ کلها کذبٌ، ولا یصح في حیاته حدیثٌ واحدٌ.
[المنار المنیف: ٦٧، حدیث: ٦٧]

''جن روایات میں سیدنا خضر علیہ السلام اور اُن کے زندہ رہنے کا تذکرہ ہے، وہ سب جھوٹی ہیں اور اُن میں سے ایک بھی روایت صحیح نہیں ہے۔''

﴿حرف الهمزة﴾

۔۱۲۲: آخِرُ الطِّبِّ: اَلْكَيُ.

''طب میں آخری علاج داغ لگوانا ہے۔''

کسی کا کلام ہے۔ حدیث نہیں ہے جیسا کہ حافظ سخاوی کے شاگرد ابن الدیبع الیمانی (۱) نے اپنی مختصر المقاصد میں بیان کیا ہے (۲)۔

عسقلانی نے کہا ہے کہ عربوں کے ضرب الامثال میں مشہور الفاظ یہ ہیں:

آخِرُ الدَّوَاءِ: اَلْكَيُ (۳). ''آخری دواء داغ لگانا ہے۔''

۔۱۲۳: آيَةٌ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ.

''اللہ تعالیٰ کی کتاب [قرآن مجید] کی کوئی سی آیت محمد [ﷺ] اور اُن کی اولاد سے بہتر ہے۔''

عسقلانی کہتے ہیں کہ میں اس حدیث سے واقف نہیں (۴)۔

---

(۱) عبدالرحمٰن بن علی بن محمد شیبانی زبیدی شافعی، وجیہ الدین المعروف بابن الدیبع۔ یمن میں ۸۶۶ھ=۱۴۶۱ء کو پیدا ہوئے۔ مؤرخ و محدث تھے۔ زبید [یمن] سے تعلق تھا۔ اُن کے والد ہند میں فوت ہو چکے تھے۔ باپ بیٹے نے ایک دوسرے کو نہیں دیکھا۔ سوڈانی زبان میں الدیبع کے معنی سفید کے ہیں یہ اُن کے جد اعلیٰ کا لقب تھا یمن میں ۹۴۴ھ=۱۵۳۷ء کو فوت ہوئے۔ [البدر الطالع ۱: ۳۳۵، الاعلام ۳: ۳۱۸]

(۲) تمییز الطیب من الخبیث: ۱۱، حدیث: ۱

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: وأمّا الكي فإنما يستعملُ في الخلط الباغي الذي لاتنحسم مادته إلا به، ولهذا وصفه النبي ﷺ ثم نَهَى عنه، وإنما كرهه لما فيه من الألم الشديد والخطر العظيم، ولهذا كانت العربُ تقول في أمثالها: آخر الدواء: الكي. [فتح الباری ۱۰: ۱۳۸، بذیل حدیث: ۵۶۸۰]

(۴) حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ یہ بات صدفی صد درست ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا کلام ہے اور مخلوق نہیں ہے، اس لیے کسی مخلوق کے مشابہ بھی نہیں ہے اور کوئی مخلوق اس کی ہم سَری اور برابری بھی نہیں کر سکتی لیکن زیرِ بحث روایت رسول اکرم ﷺ سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔ [مجموع الفتاوی ۱۸: ۱۷۴]

حافظ ابن حجر اور حافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت معلوم نہیں ہے۔

[المقاصد الحسنۃ: ۴۱، حدیث: ۵، مختصر المقاصد الحسنۃ: ۴۹، حدیث: ۵، الاسرار المرفوعۃ: ۱۰۰، حدیث: ۲]

- ۱۲۴: الأنبياءُ قادَةٌ، و الفُقَهاء سَادَةٌ، و مُجالَسَتُهم زيادة(۱).

''انبیاء قائد اور فقہا سردار ہیں اور ان کی مجلسوں میں بیٹھنے سے [علم میں] اضافہ ہوتا ہے۔''

یہ حدیث موضوع ہے، جیسا کہ خلاصہ میں ہے(۲)۔

- ۱۲۵: أَبُو حَنِيفَةَ سِرَاجُ أُمَّتِي(۳).

''ابوحنیفہ میری امت کے چراغ ہیں۔''

یہ روایت محدثین کے نزدیک بالاتفاق من گھڑت ہے۔

---

(۱) سنن الدارقطنی: ۲۶۲، کتاب البیوع، ح: ۲۹۵، مسند الشہاب القضاعی ۱: ۲۰۴، ح: ۳۰۷

تنبیہ: ان کی روایت میں مُجَالَسَتُهُم کے بجائے مَجَالِسُهُم ہے۔

تحقیق: اس کے راوی: حارث بن عبداللہ ہمدانی اعور کو جمہور علماء نے ضعیف کہا ہے جب کہ امام شعبہ نے اسے کذاب کہا ہے۔ [میزان الاعتدال ۱: ۴۳۵، ترجمہ: ۱۶۲۷]

(۲) الخلاصۃ فی اصول الحدیث، طیبی: ۸۷، تحقیق: صبحی السامرائی

(۳) مناقب الامام الاعظم، الکردری ۱: ۲۱

تنبیہ: اس قسم کی ایک روایت یہ بھی بنائی گئی ہے: يكون في أمتي رجلٌ، إسمه النعمان و كنيته أبو حنيفة، هو سراج أمتي. [جامع المسانید ۱: ۱۴، تاریخ بغداد ۱۳: ۳۳۵، مناقب موفق ۱: ۱۰، ۱۱، تانیب الخطیب: ۳۰]

''میری امت میں نعمان نامی ایک شخص ہوگا اور اس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی، وہ میری امت کا چراغ ہوگا۔''

خطیب بغدادی فرماتے ہیں: یہ حدیث موضوع ہے اور محمد بن سعید بورقی اس کو نقل کرنے میں منفرد ہے۔

[تاریخ بغداد ۱۳: ۳۳۵]

بورقی کے بارے میں امام سلیمان بن جابر فرماتے ہیں: ۳۰۰ ہجری کے بعد احادیث وضع کرنے والوں میں سے ہے۔ حافظ حمزہ سہمی فرماتے ہیں: کذاب تھا۔ حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے اس کی مکذوبہ روایات میں یہ روایت بطور مثال پیش کی ہے۔ [میزان الاعتدال ۳: ۵۶۲، لسان المیزان ۵: ۱۷۸، ۱۷۹]

اس کی ایک اور سند میں مأمون بن احمد السلمی ہے، جس کے بارے میں امام ابن حبان لکھتے ہیں: دجالوں میں سے ایک دجال تھا۔ ظاہر میں کرامیہ کے مذہب پر تھا اور باطن کی حالت اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، اور پھر اس کی یہ مکذوب روایت بطور مثال پیش کی ہے۔ [المجروحین ۲: ۳۸۳-۳۸۴، ترجمہ: ۱۰۹۴]

امام حاکم فرماتے ہیں: ہرات کا باشندہ تھا۔ بڑا کذاب وخبیث تھا۔ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع روایات نقل کرتا تھا۔ [المدخل إلى الصحيح ۱: ۲۲۶، ترجمہ: ۲۰۶]

......

-۱۲۶:أَبَى اللّٰهُ إِلَّا أَنْ يَّصِحَّ كِتَابُهٗ.

''اللہ نے انکار کیا ہے سوائے اس کے کہ اپنی کتاب صحیح کرے۔''

حافظ سخاوی فرماتے ہیں: میں اس روایت کو پہچانتا (۱)۔

-۱۲۷:الأَبْدَالُ مِنَ الأَوْلِيَآءِ. ''ابدال، اولیاء سے ہیں۔''

یہ مختلف سندات اور مختلف الفاظ کے ساتھ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور سب ضعیف ہیں جیسا کہ ابن الدیبع نے ذکر کیا ہے (۲)۔

......علامہ محمد طاہر بن علی ہندی لکھتے ہیں: دجال اور وضاع تھا۔ مشہور کذابین اور وضاعین میں سے تھا۔ [قانون الموضوعات: ۲۸۷]

اس کی ایک اور سند میں احمد بن عبداللہ جویباری ہے، جس کے بارے میں امام حاکم فرماتے ہیں: کذاب تھا۔ [المدخل إلى الصحيح ۱:۲۲۶، بذیل ترجمہ: ۲۰۶]

مزید فرماتے ہیں: خبیث و کذاب تھا۔ فضائل اعمال میں اس نے کئی ایسی روایات وضع کی ہیں جن کا لکھنا اور بیان کرنا ہرگز جائز نہیں۔ [المدخل إلى الصحيح ۱:۲۲۶، ترجمہ: ۲۰۶]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: دجالوں میں سے ایک دجال اور کذاب تھا۔ [المجروحین ۱:۱۵۴، ترجمہ: ۶۹]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: جھوٹ بولنے میں ضرب المثل تھا۔ [میزان الاعتدال ۱:۲۸۳]

امام جورقانی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع اور باطل ہے۔ [الاباطیل ۱:۲۸۳]

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۵۳، ح: ۱۵

(۲) تمییز الطیب من الخبیث: ۱۱، ح: ۸

تنبیہ: ابدال کے بارے میں کئی روایات وارِد ہیں جن میں سے کچھ کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

-۱: ابراہیم بن الولید بن ایوب حدثنی ابو عمر الغُدانی حدثنا ابو سلمۃ الخراسانی عن عطاء عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ مرفوعاً
الأبدالُ أربعونَ رجلاً، وأربعون امرأةً، كُلَّما ماتَ رجلٌ أبدلَ اللّٰه رجلاً مكانه، وإذا ماتت امرأةٌ أبدل اللّٰه مكانها امرأةً. [کرامات الاولیاء، خلال: ۲۱، حدیث: ۱]

''اَبدال چالیس مرد اور چالیس عورتیں ہیں۔ ان میں سے کوئی مرد یا عورت مر جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے مرد یا عورت کو مقرر کر دیتا ہے۔''

اس سند میں عطاء اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ سارے راوی مجہول ہیں اس لیے حافظ ابن الجوزی لکھتے ہیں: اس کے راوی مجہول ہیں۔ [الموضوعات ۳:۱۵۲] ......

۲:......محمد بن زهیر بن الفضل الابلی، ثنا عمر بن یحییٰ الابلی، قال: ثنا العلاء بن زیدل، عن انس بن مالک مرفوعاً:

البُدَلاءُ أربعون، اثنان وعشرون بالشام، وثمانية عشر بالعراق، كلما مات منهم واحدٌ بَدَّلَ اللّٰه مكانه آخر، فإذا جاء الأمر قُبِضُوا كُلُّهم، فعند ذلك تقوم الساعة.

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۶:۳۷۸، بذیل ترجمہ العلاء بن زید: ۱۳۷۵/۴۰۷]

''اَبدال چالیس ہوتے ہیں، جن میں سے بائیس شام میں اور اٹھارہ عراق میں ہوتے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک مر جائے تو اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ دوسرے کو مقرر کر دیتے ہیں۔ پس جب امرِ الٰہی آ جائے تو ان سب کو موت دی جائے گی جس کے بعد قیامت قائم ہو جائے گی۔''

اس کا راوی علاء بن زیدل منکر الحدیث ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۶:۳۷۹]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: امام ابن المدینی کہتے ہیں: احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ امام ابو حاتم اور امام دارقطنی کہتے ہیں: متروک الحدیث ہے جب کہ امام بخاری کہتے ہیں: منکر الحدیث ہے۔ [میزان الاعتدال ۳:۹۹، ترجمہ: ۵۷۳۰]

اور زیرِ بحث روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: یہ باطل ہے۔ [میزان الاعتدال ۳:۱۰۰]

۳:ـ ابن فضیل عن ابیہ عن الرَّحّال بن مسلم عن عطاء قال قال رسول اللہ ﷺ:

الأبدال من الموالي، ولا يبغض الموالي إلّا منافق.

[سؤالات أبي عبيد الآجري ۱:۲۰۴، بذیل ترجمہ: ۱۷۸]

''اَبدال موالی میں سے ہیں اور منافق ہی موالی سے بغض رکھتے ہیں۔''

دو وجہوں سے یہ روایت ضعیف ہے:

۞ عطاء اسے مرسلاً روایت کرتے ہیں اس لیے کہ وہ تابعی ہیں اور اپنے سے اوپر کسی راوی کا نام نہیں لیتے۔

۞ حافظ ذہبی اسے الرِّحال بن سالم کے ترجمہ میں نقل کر کے لکھتے ہیں: معلوم نہیں کہ یہ راوی کون ہے اور اس کی یہ روایت منکر ہے۔ [میزان الاعتدال ۲:۴۷، ترجمہ: ۲۷۶۶]

۴:ـ محمد بن عمران بن ابی لیلیٰ انا سلمة بن رجاء کوفی عن صالح المری عن الحسن عن ابی سعید الخدری اَو غیرہ مرفوعاً:

إنَّ أبدال أمتي لم يدخلوا الجنة بالأعمال، إنما دخلوها برحمة اللّٰه وسخاوةِ النفس وسلامة الصدور ورحمةٍ لجميع المسلمين. [شعب الایمان ۷:۴۳۹، حدیث: ۱۰۸۹۲]

''بے شک میری امت کے اَبدال اعمال [صالحہ] کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت، سخاوتِ نفس، سلامتیِ صدر اور جمیع مسلمانوں کے لیے رحمت کے جذبات کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے۔''

صالح مری کی سند سے یہ روایت حسن بصری سے مرسلاً بھی ان الفاظ میں منقول ہے: إنَّ بدلاء أمتي لم يدخلوا الجنة بكثرة صوم ولا صلاةٍ ولكن دخلوها برحمة اللّٰه وسلامة الصُّدور وسخاوة ......

...... الأنفس والرحمة لجميع المسلمين. [نوادر الاصول ۲: ۱۰۹، ۱: ۳۰۲]
''میری امت کے اَبدال جنت میں صوم وصلاۃ کی کثرت کی وجہ سے داخل نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت، سلامتِ صدور، سخاوتِ نفس اور جمیع مسلمانوں کے لیے رحمت کی جذبات کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے۔''
یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ:

۞ اس کا راوی صالح بن بشیر بن وادع المری جو قاص اور زاہد تھے۔ صاحب حدیث بھی تھے لیکن حدیث کی معرفت نہیں رکھتے۔ منکر الحدیث تھے اور حدیث میں قوی نہیں تھے۔ [الجرح والتعدیل ۴: ۳۹۶، ترجمہ: ۱۷۳۰]

۞ اس کا ایک راوی حسن بصری ثقہ ہونے کے باوجود مدلس تھے۔ [التبیین لاسماء المدلسین: ۲۰، ترجمہ: ۱۲]
اُن کی یہ روایت معنعن ہے اور قاعدہ ہے کہ صحیحین کے باہر مدلس کی معنعن روایت مردود ہوتی ہے۔

۵- عبدالرحیم بن یحییٰ الارمنی، حدثنا عثمان المُعافی بن عمران عن سفیان الثوری عن منصور عن ابراہیم عن الاسود عن عبداللہ مرفوعاً: إنَّ لِلّٰهِ عزَّوجَلَّ في الخلق ثلاثمائةً قلوبهم على قلب آدم عليه السلام ولِلّٰهِ تعالى في الخلق أربعون قلوبهم على قلب موسى عليه السلام ولِلّٰهِ تعالى في الخلق سبعةٌ قلوبهم على قلب إبراهيم عليه السلام، ولِلّٰهِ تعالى في الخلق خمسةٌ قلوبهم على قلب جبرئيل عليه السلام، ولِلّٰهِ تعالى في الخلق ثلاثةٌ قلوبهم على قلب ميكائيل عليه السلام، ولِلّٰهِ تعالى في الخلق واحدٌ قلبُه على قلب إسرافيل عليه السلام، فإذا مات الواحدُ أبدل اللّٰه مكانه من الثلاثة، و إذا مات من الثلاثة أبدل اللّٰه مكانَه من الخمسة، و إذا مات من الخمسةِ أبدل اللّٰه تعالى مكانه من السبعةِ، وإذا مات من السبعة أبدل اللّٰه مكانه من الأربعين، و إذا مات من الأربعين أبدل اللّٰه مكانه من الثلاثمائة، وإذا مات من الثلاثمائة أبدل اللّٰه مكانه من العامة، فَبِهِمْ يحيي ويميت ويمطر وينبتُ ويدفعُ البلاء. [حلیۃ الاولیاء ۱: ۸-۹]

''اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے تین سو ایسے ہیں جن کے دل سیدنا آدم علیہ السلام کے دل کی طرح ہیں اور اس کی مخلوق میں چالیس ایسے ہیں جن کے دل سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے دل کی طرح ہیں اور اس کی مخلوق میں سات ایسے ہیں جن کے دل سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دل کی طرح ہیں اور اس کی مخلوق میں پانچ ایسے ہیں جن کے دل سیدنا جبرئیل علیہ السلام کے دل کی طرح ہیں اور اس کی مخلوق میں تین ایسے ہیں جن کے دل سیدنا میکائیل علیہ السلام کے دل کی طرح ہیں اور اس کی مخلوق میں ایک ایسا ہے جس کا دل سیدنا اسرافیل علیہ السلام کے دل کی طرح ہے، تو جب ایک مر جائے تو اللہ تعالیٰ تین میں سے اُس کا قائم مقام بنا دیتا ہے اور جب تین میں سے کوئی مر جائے تو پانچ میں سے ایک کو اس کا قائم مقام بنا دیا ہے، اور جب پانچ میں سے کوئی مر جائے تو سات میں سے کسی ایک کو اُس کا قائم مقام بنا دیتا ہے اور جب سات میں سے کوئی مر جاتا ہے تو اُس کی جگہ چالیس میں سے کسی ایک کو اُس کا قائم مقام بنا دیتا ہے اور جب چالیس میں سے کوئی مر جائے تو تین سو میں سے کسی ایک کو اُس کا قائم مقام بنا دیتا ہے اور جب تین سو میں سے کوئی ایک مر جائے تو عام لوگوں میں سے کسی ایک کو اُس کا قائم مقام بنا دیتا ہے تو ان کی دعاء......

......سے وہ جلاتا ہے، مارتا ہے، بارش برساتا ہے اور بلائیں دور کرتا ہے۔''

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر اس کو نقل کر کے لکھتے ہیں: فَقَاتَلَ اللّٰه مَنْ وَضَعَ هذَا الإفك .

[میزان الاعتدال ۳: ۵۰، ترجمہ: ۵۵۴۹، لسان المیزان ۴: ۱۵۰، ترجمہ: ۳۴۹]

''اِس جھوٹ گھڑنے والے کو اللہ تعالیٰ ہلاک کرے۔''

۶- الحسن بن حبیب، نا زکریا بن یحییٰ، نا الحسن بن عرفۃ، نا اسماعیل بن عیاش عن صفوان بن عمرو السکسکی عن شریح بن عبید الحضرمی عن علی مرفوعاً: إنَّ الأبدالَ بالشام يكونون، وهُم أربعون رجلاً، بِهِم تُسقَونَ الغوثَ، وبِهِم تُنصَرُون على أعدائِكم، ويُصرَفُ عن أهل الأرضِ البلاءُ والغَرَقُ .

[تاریخ مدینۃ دمشق ۱: ۲۸۹، نوادر الاصول ۲: ۱۰۹، حدیث: ۳۰۲، ۵: ۱۳۳، حدیث: ۱۱۳۸]

یہ روایت منقطع ہے اس لیے کہ شریح بن عبید حضرمی کی ملاقات سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔

۷- ابو عبد الرحمٰن سلمی، ثنا احمد بن علی بن الحسن، ثنا جعفر بن عبد الوہاب السرخسی ثنا عبید بن آدم عن ابیہ عن ابی حمزۃ عن میسرۃ بن عبد ربہ عن المغیرۃ بن قیس عن شہر بن حوشب عن عبد الرحمٰن بن غنم عن معاذ بن جبل مرفوعاً:

ثلاثٌ مَنْ كُنَّ فِيه فهو من الأبدال الذين هم قِوامُ الدُّنيا وأهلها: الرضا بالقضاء، والصبر عن محارم الله والغضب في ذات الله. [الحاوی للفتاوی ۲: ۲۴۸ بحوالہ مسند الفردوس]

''تین خصلتیں ایسی ہیں کہ وہ جس میں موجود ہوں تو وہ اَبدال میں سے ہوگا جن [اَبدال] سے دنیا اور اس کے اہل کی بقا ہے: اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی ہونا، محرمات الٰہیہ سے اجتناب اور اللہ تعالیٰ کے لیے غصہ۔''

یہ روایت موضوع ہے اور اس کی سند میں کئی علتیں ہیں:

۞ میسرۃ بن عبد ربہ کذاب ہے۔ احادیث گھڑتا ہے۔ متروک الحدیث ہے۔

[میزان الاعتدال ۴: ۲۳۰-۲۳۱، ترجمہ: ۸۹۵۸]

۞ شہر بن حوشب صدوق اور کثیر الارسال والاوہام ہیں۔ [تقریب التہذیب: ۳۰۳، ترجمہ: ۲۸۳۰]

۞ ابو عبد الرحمٰن السلمی جن کا نام محمد بن حسین بن محمد ہے، متکلم فیہ ہیں۔ محدث محمد بن یوسف القطان کہتے ہیں: صوفیاء کے لیے احادیث وضع کیا کرتے تھے۔ [تاریخ بغداد ۲: ۲۴۸، ترجمہ: ۷۱۷]

۸- سعید بن ابی زید، حدثنا عبد اللہ بن ہارون الصوری، حدثنا الاوزاعی عن الزہری عن نافع عن ابن عمر مرفوعاً:

خيارُ أمتي في كل قرن خمسمائة، والأبدال أربعون، فلا الخمسة يَنقُصُونَ، ولا الأربعون، كلما مات رجلٌ أبدل الله عزوجل من الخمسمائة مكانه، وأدخل من الأربعين مكانه، قالوا: يارسول الله! دُلَّنَا من أعمالهم، قال: يعفون عمن ظلمهم، و يحسنون إلى مَن أساء إليهم، ويتواسَون فيما آتاهم الله عزوجل. [حلیۃ الاولیاء ۱: ۸]

''میری امت کے بہتر لوگ ہر صدی میں پانچ سو لوگ ہوتے ہیں۔ اَبدال چالیس ہیں۔ نہ تو پانچ سو میں......

حافظ ابن الصلاح کہتے ہیں: ابدال کے بارے میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اس میں سب سے قوی روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ شام میں ابدال ہوں گے لیکن ادباء، نجباء اور نقباء کے متعلق بعض اہل طریقت نے اسے ذکر کیا ہے، مگر یہ ثابت نہیں (۱)۔

......کوئی کمی آتی ہے اور نہ چالیس میں، ان میں سے کوئی ایک مرجائے تو اللہ تعالیٰ پانچ سو میں سے کسی ایک کو اس کا قائم مقام بنانے کے لیے منتخب کر لیتا ہے۔ چالیس میں سے کوئی ایک ان میں داخل کر لیتا ہے۔ انہوں نے کہا: اللہ کے رسول! ان کے اخلاق واعمال کے بارے میں ہمیں بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو معاف ہی نہیں کرتے بلکہ اُن کے ساتھ احسان کا سلوک کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اُنہیں جو کچھ دیا ہے اس میں اوروں کو شریک کر لیتے ہیں۔''

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ:

۞ اس کے دو راوی سعید بن ابی زید کا کتب اسماء رجال میں کوئی اتا پتا نہیں کہ ثقہ تھے یا غیر ثقہ۔

۞ حافظ ذہبی نے عبداللہ بن ہارون الصوری کے بارے میں لکھا ہے: عن الأوزاعي، لا یُعرف، والخبر کذبٌ في أخلاق الأبدال. [میزان الاعتدال ۲:۵۱۶، ترجمہ: ۴۶۶۱]

''اوزاعی سے روایت لیتا ہے۔ غیر معروف راوی ہے۔ ابدال کے اَخلاق کے بارے میں اُس کی بیان کردہ روایت باطل ہے۔''

۹- عبدالرحمٰن بن محمد المحاربی عن بکر بن خنیس مرفوعاً: علامةُ أبدال أمتي أنهم لایلعنون شیئاً أبداً.

[الاولیاء، مندرج موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا ۲:۴۰۴، حدیث: ۵۹]

''میری امت کے اَبدال کی نشانی یہ ہے کہ وہ کبھی کسی چیز پر لعنت نہیں کریں گے۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ:

۞ بکر بن خنیس کوفی زاہد کے بارے میں امام دارقطنی کہتے ہیں: متروک ہے۔ امام ابن معین کہتے ہیں: ضعفاء سے روایتیں لیتا ہے۔ [المغنی فی الضعفاء ۱:۱۱۳، ترجمہ: ۹۷۳]

ان کی یہ روایت معضل ہے اس لیے کہ وہ تابعین سے روایتیں لیتے ہیں۔

۞ عبدالرحمٰن بن محمد المحاربی کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ثقہ اور مشہور ہیں۔ امام ابن معین کہتے ہیں: مجہول راویوں سے منکر روایتیں نقل کرتے ہیں۔ امام ابوحاتم کہتے ہیں: صدوق ہیں۔ مجہول راویوں سے منکر احادیث نقل کرتے ہیں اس لیے اُن کی روایات میں فساد داخل ہو جاتی ہے۔

[المغنی فی الضعفاء ۲:۳۸۵، ترجمہ: ۳۶۲۲]

(۱) حافظ ابن الصّلاح کی یہ عبارت مصنف کے علاوہ اور کہیں نہیں ملی۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: یہ زرکشی (۱) کا قول ہے کہ مسند احمد میں یہ حدیث سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اس طرح مروی ہے:

-۱۲۸: الأبدالُ فِي هٰذِهِ الأُمَّةِ ثَلَاثُونَ مِثْلُ إبْرَاهِيمَ خَلِيلُ الرَّحْمٰنِ، كُلَّما مَاتَ رَجُلٌ أبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهُ رَجُلاً (۲).

''اس امت مین تیس ابدال ہوں گے جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام جیسے ہوں گے، جب ان میں سے ایک مر جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا کھڑا کر دے گا۔''

یہ روایت حسن ہے (۳) اور حلیۃ میں بھی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث بطور شاہد موجود ہے (۴)۔

---

(۱) محمد بن بہادر بن عبداللہ، زرکشی، ابوعبداللہ، بدرالدین، ۷۴۵ھ=۱۳۴۴ء کو مصر میں پیدا ہوئے۔ ترکی الاصل ہیں۔ شافعی فقیہ تھے۔ اصولی عالم تھے۔ کئی فنون میں مفید کتابیں تصنیف کیں۔ مصر ہی میں ۷۹۴ھ=۱۳۹۲ء کو فوت ہوئے۔ [الدرر الکامنۃ ۳: ۳۹۷، الاعلام ۶: ۶۰]

(۲) مسند احمد ۵: ۳۲۲، کرامات الاولیاء، خلال: ۲۳، حدیث ۳، تفسیر ابن کثیر ۲: ۴۲۷، تفسیر سورۃ البقرۃ ۲: ۲۵۲

(۳) اس میں حسن کہاں سے آیا جب کہ اس کی سند یہ ہے: الحسن بن ذکوان عن عبدالواحد بن قیس عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ اس میں دو علتیں ہیں:

-۱: مسند احمد کے اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ الحسن بن ذکوان کی حدیث منکر ہوتی ہے۔ [مسند احمد ۵: ۳۲۲]
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: صدوق ہیں۔ خطأ [غلطی] کرتے ہیں۔ تدلیس بھی کیا کرتے ہیں۔
[تقریب التہذیب: ۱۹۸، ترجمہ: ۱۲۴۰]

-۲: عبدالواحد بن قیس مختلف فیہ راوی ہیں۔ امام عجلی انہیں ثقہ کہتے ہیں۔ امام یحییٰ بن معین کہتے ہیں: کچھ بھی نہیں۔ امام ابوحاتم کہتے ہیں: قوی نہیں۔ امام برقانی انہیں متروک اور امام حاکم انہیں منکر الحدیث کہتے ہیں۔
[میزان الاعتدال ۲: ۶۷۶، ترجمہ: ۵۲۲۹]

پھر یہ بھی ہے کہ اُن کی ملاقات سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔ اُن سے ان کی روایت مرسل کے قبیل سے ہے۔ البتہ عروۃ اور نافع سے ان کی ملاقات ثابت ہے۔ [میزان الاعتدال ۲: ۶۷۵]
اس سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ سیدنا عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی ان کی ملاقات ثابت نہیں۔

(۴) حلیۃ الاولیاء ۱: ۸ والی روایت کو حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر اس کو نقل کر کے لکھتے ہیں: فَقَاتَلَ اللّٰهُ مَنْ وَضَعَ هذَا الإفك. [میزان الاعتدال ۳: ۵۰، ترجمہ: ۵۵۴۹، لسان المیزان ۴: ۱۵۰، ترجمہ: ۳۴۹]
''اِس جھوٹ گھڑنے والے کو اللہ تعالیٰ ہلاک کرے۔''

سیوطی کہتے ہیں: اس کے بہت سے شاہد ہیں جو میں نے التَّعقُّبات عَلَى الْمَوْضُوعَات میں بیان کیے ہیں پھر میں نے اس پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے (۱)۔

-۱۲۹: اِتَّخِذُوا عِنْدَ الْفُقَرَاءِ أيَادِيَ فَإِنَّ لَهُمْ دَوْلَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادَى مُنَادٍ: سِيْرُوا إِلَى الْفُقَرَاءِ فَيُعْتَذَرُ إِلَيْهِمْ كَمَا يَعْتَذِرُ أَحَدُكُمْ إِلَى أَخِيهِ فِي الدُّنْيَا.

''فقراء [ملنگوں] کے پاس نعمتیں حاصل کیا کرو اس لیے کہ قیامت کے دن ان کے پاس دولت ہوگی۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ فقراء کے پاس جاؤ اور ان سے معذرت کرو جیسے تم دنیا میں اپنے بھائی سے معذرت کیا کرتے تھے۔''

عسقلانی کہتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں۔

سخاوی اس معنی کی حدیثیں بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: و كل هذا باطلٌ كما بَيَّنتُهُ في بعض الأجوبة، وسبق الذهبي وابن تيميه وغيرهما للحكم بذلك (۲).

''یہ سب باطل ہیں۔ ذہبی (۳) اور ابن تیمیہ (۴) بھی اسی قسم کا حکم لگا چکے ہیں۔''

جیسا کہ ابن الدیبع نے ذکر کیا ہے۔

ہمارے شیخ المشائخ حافظ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں: ابونعیم نے حلیہ میں سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا ابتدائی حصہ روایت کیا ہے جو یہ ہے:

اِتَّخِذُوا عِنْدَ الْفُقَرَاءِ أيَادِيَ فَإِنَّ لَهُمْ دَوْلَةٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ (۵).

---

(۱) اس رسالے کا نام الخبرُ الدَّالُّ على وجود القطب والأوتاد والنُّجباء والأبدال ہے جو الحاوی للفتاوی جلد دوم میں صفحات ۲۴۱-۲۵۵ میں شامل اشاعت ہے۔

(۲) المقاصد الحسنۃ: ۵۵، بذیل حدیث: ۱۷

(۳) میزان الاعتدال ۴: ۲۱۹، بذیل ترجمہ: ۸۹۱۵، بلفظ: إنَّ للمساكين دولة.

(۴) حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: كذبٌ، لايُعرفُ في شيءٍ من كتب المسلمين المعروفة.

[مجموع الفتاویٰ ۱۸: ۶۲]

''جھوٹ ہے۔ مسلمانوں کی معروف کتابوں میں اس کا کوئی وجود نہیں۔''

(۵) حافظ ابونعیم کے الفاظ یہ ہیں: إتَّخِذُوا الْيَدَ عِنْدَ الْمَسَاكِيْنِ، فَإِنَّ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ دَوْلَةٌ.

[حلیۃ الاولیاء ۷: ۱۷] ......

''فقراء سے نعمت حاصل کیا کرو کیونکہ قیامت کے دن ان کے پاس دولت ہوگی۔''

۱۳۰۔ اِتَّقُوا الْبَرْدَ فَإِنَّهٗ قَتَلَ أَخَاكُمْ أَبَاالدَّرْدَاءِ (۱).

''سردی سے بچو کیوں کہ اس نے تمہارے بھائی ابوالدرداء [رضی اللہ عنہ (۲)] کو قتل کیا ہے۔''

حافظ سخاوی فرماتے ہیں: لا أعرفه، فإن کان وارداً فیحتاج إلی تأویلٍ فإنَّ أباالدرداء عاش بعد النبي ﷺ دهراً (۳).

''میں اس روایت کو نہیں جانتا اور اگر یہ وارِد بھی ہو تب بھی تاویل کی محتاج ہوتی کیوں کہ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کافی عرصہ تک زندہ رہے۔''

منوفی (۴) کہتے ہیں اس کی تاویل ممکن ہے۔ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے واقعہ کی صداقت اور تحقیق کو ملحوظ رکھتے ہوئے ماضی کو مضارع میں تعبیر کیا ہو (۵)۔

...... یہ روایت وہب بن منبہ پر موقوف ہے اور اس کا راوی اصرم بن حوشب ہے جو کذاب اور متروک الحدیث ہے۔ احادیث وضع کرتا ہے۔ [میزان الاعتدال ۱:۲۷۲، ترجمہ: ۱۰۱۷]

(۱) عویمر بن مالک بن قیس بن امیہ انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ، صحابی ہیں۔ ہوشیار، شہ سوار اور قاضی تھے۔ بعثت نبوی سے قبل مدینہ منورہ میں تجارت کرتے تھے۔ پھر عبادت کے لیے خود کو وقف کیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد عبادت اور شجاعت سے شہرت پائی۔ رسول اکرم ﷺ کے عہد میں قرآن مجید کو حفظ کیا۔ ۳۲ھ=۶۵۲ء کو شام میں وفات پائی۔ اُن سے ۱۷۹ اَحادیث مروی ہیں۔ [الاستیعاب: ۹۲۷-۹۳، ترجمہ: ۱۱۳، الاعلام ۵: ۹۸]

(۲) عویمر بن مالک بن قیس بن امیہ انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ، صحابی ہیں۔ ہوشیار، شہ سوار اور قاضی تھے۔ بعثت نبوی سے قبل مدینہ منورہ میں تجارت کرتے تھے۔ پھر عبادت کے لیے خود کو وقف کیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد عبادت اور شجاعت سے شہرت پائی۔ رسول اکرم ﷺ کے عہد میں قرآن مجید کو حفظ کیا۔ ۳۲ھ=۶۵۲ء کو شام میں وفات پائی۔ اُن سے ۱۷۹ اَحادیث مروی ہیں۔ [الاستیعاب: ۹۲۷-۹۳، ترجمہ: ۱۱۳، الاعلام ۵: ۹۸]

(۳) المقاصد الحسنۃ: ۵۶، بذیل حدیث: ۱۹

(۴) احمد بن محمد بن عبدالسلام بن موسیٰ ابوالخیر المنوفی القاہری الشافعی۔ ابن عبدالسلام سے بھی معروف ہیں۔ ۸۴۷ھ=۱۴۴۳ء کو پیدا ہوئے۔ حدیث میں حافظ سخاوی کے شاگرد رہے ہیں۔ منوف میں علم حاصل کیا وہاں کے قاضی بھی رہے ہیں اور وہیں ۹۲۷ھ=۱۵۲۱ء کو وفات پائی۔

[الضوء اللامع ۲: ۱۶۰، ترجمہ: ۱۳۸۷، الاعلام ۱: ۲۳۲]

(۵) لیکن یہ تاویل نادرست ہے اس لیے کہ ایسا کوئی واقعہ پیش ہی نہیں آیا۔ علامۃ الشام محمد جمال الدین ......

-۱۳۱:اِتَّقُوا ذَوِي الْعَاهَاتِ .

''مصیبت زدوں سے بچو۔''

حافظ سخاوی فرماتے ہیں ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث سے واقف نہیں ہوں (۱)۔

-۱۳۲: اِتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّهَمِ (۲) . ''تہمتوں کے مقامات سے بچو۔''

اس معنیٰ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ:مَنْ سَلَكَ مَسَالِكَ التُّهَمِ اُتُّهِمَ.

''جو تہمتوں کی راہ پر چلا اسے تہمت لگائی گئی۔''

الخرائطی (۳) نے مکارم الاخلاق اسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

مَنْ أَقَامَ نَفْسَهُ مَقَامَ التُّهَمِ فَلَاتَلُومَنَّ مَنْ أَسَاءَ الظَّنَّ بِهِ (۴).

''جس نے اپنے آپ کو تہمتوں کے مقام پر کھڑا کیا تو اگر کوئی اس کے بارے میں برا خیال رکھے تو اسے ملامت نہ کرے۔''

-۱۳۳:اِتَّقِ شَرَّ مَنْ أَحْسَنْتَ إِلَيْهِ.

''اس شخص کی شرارت سے بچو جس پر تو نے احسان کیا ہے۔''

حافظ سخاوی کہتے ہیں: میں اس حدیث کو نہیں جانتا۔ ہوسکتا ہے یہ بعض سلف کا کلام ہو (۵)۔

......القاسمی لکھتے ہیں: لایتصدّی للجواب عن الحديث المشكل إلّا إذا كان صحيحاً، وأما إذا كان ضعيفاً فلا......قال القابسي: لَايُتَكَلَّفُ الْجَوَابُ عن الحديث حتى يكون صحيحاً، والباطلُ يكفي في رده كونه باطلاً. [قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث:۱۲۱-۱۲۲]

''کسی مشکل حدیث کا جواب اُس وقت تک نہ دیا جائے جب تک وہ صحیح نہ ہو اور اگر ضعیف ہو تو اس کا جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ امام قابسی کہتے ہیں: کسی حدیث کا جواب دینے کا تکلف تب تک نہ کیا جائے جب اُس کا صحیح ہونا ثابت نہ ہو جائے۔ کسی باطل روایت کی تردید کے لیے یہ کافی ہے کہ اُسے باطل کہا جائے۔''

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۵۷، بذیل حدیث:۲۱ (۲) اِحیاء علوم الدین ۳:۳۶

(۳) محمد بن جعفر بن محمد بن سہل ابوبکر الخرائطی السامری۔ فلسطین کے سامرہ سے تعلق تھا۔ ۲۴۰ھ=۸۵۴ء کو پیدا ہوئے۔ فاضل اور حافظ حدیث تھے۔ ۳۲۷ھ=۹۳۹ء کو ''یافا'' وفات پائی۔

[شذرات الذہب ۴:۱۴۱، الاعلام ۶:۷۰]

(۴) مکارم الاخلاق:۱۰۰۵ (۵) المقاصد الحسنۃ:۶۰، بذیل حدیث:۲۵

دینوری (۱) کی المُجَالَسَة میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے موقوفا مروی ہے:

اَلْكَرِيْمُ يَلِيْنُ إِذَا اسْتُعْطِفَ وَاللَّئِيْمُ يَقْسُو إِذَا أُلْطِفَ (۲).

''شریف کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کیا جائے تو وہ نرم پڑ جاتا ہے اور رذیل کے ساتھ جب مہربانی کی جائے تو سنگ دل ہو جاتا ہے۔''

-۱۳۴: اِحْذَرُوْا صُفْرَ الْوُجُوْهِ فَإِنَّهٗ إِنْ لَّمْ يَكُنْ مِّنْ عِلَّةٍ أَوْ سَهَرٍ فَإِنَّهٗ مِنْ غِلٍّ فِيْ قُلُوْبِهِمْ لِلْمُسْلِمِيْنَ (۳).

''زرد چہرے والوں سے بچو کیوں کہ وہ کسی بیماری یا بدخوابی کی بنا پر نہ ہو تو ایسا شخص اپنے دل میں مسلمانوں کے خلاف کینہ رکھتا ہے۔''

دیلمی نے اسے اپنی مسند میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ عسقلانی کہتے ہیں: مجھے اس کی کوئی اصل معلوم نہیں (۴)۔

---

(۱) احمد بن مروان بن محمد الدینوری القاضی المالکی ابوبکر، قاضی اور رِجال حدیث میں سے تھے۔ مصر کے قلزم اور اَسوان میں کئی سال تک قاضی رہے ہیں۔ ۳۳۳ھ = ۹۱۵ء کو قاہرہ میں وفات پائی۔ بعض علماء انہیں احادیث وضع کرنے سے بدنام کرتے ہیں۔ [سیر اَعلام النبلاء ۱۵: ۴۲۷، ترجمہ: ۲۳۹، الاعلام ۱: ۲۵۶]

(۲) المجالَسة و جواهر العلم ۴: ۲۵۱، حدیث: ۱۶۵۸، تاریخ ابن عساکر ۴۲: ۵۱۶

(۳) اس کی سند یہ ہے: ابوسعید احمد بن محمد بن مهدی عن احمد بن محمد بن الحسن البلخي عن رجاء بن نوح البلخي عن زید بن الخفاف عن عمران بن حُدیر عن عکرمة عن ابن عباس مرفوعاً۔ [المقاصد الحسنة: ۶۶]

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ:

-اس کا ایک راوی احمد بن محمد بن الحسن البلخي ہے جس کے بارے میں خطیب بغدادی نے لکھا ہے:

كان يُظهر النُّسُكَ والصَّلاح، ولم يكن في الحديث ثقةً. [تاریخ بغداد ۴: ۴۲۹، ترجمہ: ۲۳۲۸]

''عبادت اور خیر وصلاح کا اِظہار کرتا تھا مگر حدیث کے باب میں ثقہ نہیں تھا۔''

امام دارقطنی کہتے ہیں: مشائخ ان کے بارے میں باتیں کرتے تھے۔ حافظ ابونعیم کہتے ہیں: لین الحدیث ہے۔ ابوالقاسم ازہری کہتے ہیں: ثقہ نہیں تھا۔ کذاب تھا۔ [تاریخ بغداد ۴: ۴۲۹، ترجمہ: ۲۳۲۸]

(۴) المقاصد الحسنة: ۶۶، بذیل حدیث: ۳۴

حافظ ابن قیم نے اسے طب نبوی میں بغیر سند کے ذکر کیا ہے (۱)۔

-۱۳۵: اِجْتِمَاعُ الْخَضِرِ وَإِلْيَاسَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فِي الْمَوْسِمِ كُلَّ عَامٍ.

''خضر اور الیاس علیہما السلام ہر سال حج کے موسم میں اکٹھے ہوتے ہیں۔''

عسقلانی فرماتے ہیں: اس بارے میں کوئی چیز ثابت نہیں (۲)۔

---

(۱) یہ بھی حافظ ابن حجر ہی کا کلام ہے جیسا کہ المقاصد الحسنۃ: ۲۶ میں مذکور ہے مگر حافظ ابن قیم کی کسی کتاب میں مجھے یہ روایت نہ مل سکی البتہ حافظ ابو نعیم کی کتاب الطب میں موجود ہے:

حماد بن المبارک ' ثنا السندی بن شاہک [سری بن اسماعیل] عن الاوزاعی عن رجل عن انس بن مالک مرفوعاً: إذا رأيتم الرجل أصفر الوجه من غير مرضٍ ولا عبادةٍ فذاكَ مَن غَشُّ الإسلام في قلبه.

[کتاب الطب: ۸۶۵' حدیث: ۶۸]

''جب تم کسی زرد چہرے والے کو دیکھو کہ کسی مرض اور عبادت کے بغیر اُس کا چہرہ پیلا پڑ گیا ہے تو سمجھو کہ اس کے دل میں اسلام سے دشمنی ہے۔''

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ:

–اس کا راوی سری بن اسماعیل کذاب اور بالاتفاق متروک ہے۔[المغنی فی الضعفاء ۱: ۲۵۳' ترجمہ: ۲۳۲۲]

–اس راوی حماد بن مبارک ابو جعفر الازدی السجستانی مجہول ہے۔[الجرح والتعدیل ۳: ۱۴۸' ترجمہ: ۶۴۷]

–اس میں ایک راوی کا نام نہیں لیا گیا بلکہ عن الاوزاعی عن رجل عن انس بن مالک مرفوعاً کہا گیا۔

(۲) حافظ ابن حجر نے محدث ابو الخطاب دحیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ: أنَّ الطرق التي أشار إليها لم يصح منها شيئ' ولا يثبت إجتماع الخضر مع أحد من الأنبياء إلَّا مع موسى عليه السلام كما قَصَّهُ اللّٰه من خبره قال: و جميع ما ورد في حياته لا يصحُّ منه شيئ بإتفاق أهل العلم' و إنما يذكر ذلك من يروي الخبر ولا يذكر علته إمَّا لكونه لا يعرفها وإما لِوُضُوحِهَا عند أهل الحديث.[الاصابۃ ۱: ۴۳۳-۴۳۴]

''حدیث کے جن طرق کی طرف اُس نے اشارہ کیا ہے اُن میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کسی دوسرے نبی سے سیدنا خضر علیہ السلام کی ملاقات ثابت نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی ملاقات کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن دحیہ کہتے ہیں: اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ سیدنا خضر علیہ السلام کی حیات کے بارے میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں۔ جو محدثین یہ روایتیں بیان کرتے ہیں تو وہ اس کے ضعف کی علت دو وجوہ سے بیان نہیں کرتے: یا تو اس لیے کہ وہ اس کا علم نہیں رکھتے یا یہ کہ حدیث کا علم رکھنے والے علماء کے نزدیک اُن کی علتیں بالکل واضح ہیں۔''

میرے نزدیک حافظ ابن حجر کی مراد یہ ہے کہ صحیح سند سے ثابت نہیں، ورنہ عقیلی، دارقطنی اور ابن عساکر نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

-۱۳۶: يَلْتَقِي الْخَضِرُ وَ الْيَاسُ كُلَّ عَامٍ فِي الْمَوْسِمِ ' فَيَحْلِقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا رَأْسَ صَاحِبِهِ' وَيَتفرَّقَانِ عَنْ هٰؤلَاءِ الْكَلِمَاتِ: بِسْمِ اللّٰهِ، مَاشَاءَ اللّٰهُ ' لَا يَسُوْقُ الْخَيْرُ إِلَّا اللّٰهُ ' بِسْمِ اللّٰهِ، مَاشَاءَ اللّٰهُ' لَا يَصْرِفُ السُّوْءَ إِلَّا اللّٰهُ ' بِسْمِ اللّٰهِ، مَاشَاءَ اللّٰهُ ' مَا كَانَ مِنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ، بِسْمِ اللّٰهِ، مَاشَاءَ اللّٰهُ' لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ.

''خضر اور الیاس علیہما السلام ہر سال حج کے موسم میں آتے ہیں اور ایک دوسرے کا سر مونڈتا ہے۔ اور پھر یہ کلمات پڑھ کر جدا ہو جاتے ہیں: بِسْمِ اللّٰهِ ' مَاشَاءَ اللّٰهُ ' لَا يَسُوْقُ الْخَيْرُ إِلَّا اللّٰهُ ' بِسْمِ اللّٰهِ، مَاشَاءَ اللّٰهُ' لَا يَصْرِفُ السُّوْءَ إِلَّا اللّٰهُ ' بِسْمِ اللّٰهِ، مَاشَاءَ اللّٰهُ ' مَا كَانَ مِنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ، بِسْمِ اللّٰهِ، مَاشَاءَ اللّٰهُ' لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ. اسے حافظ سیوطی نے ذکر کیا[1]۔

-۱۳۷: إِجْتَمِعُوا وَارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ' فَاجْتَمَعْنَا وَرَفَعْنَا أَيْدِيَنَا' ثُمَّ قَالَ: أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُعَلِّمِيْنَ ثَلَاثًا كَيْلَا يَذْهَبُ الْقُرْآنَ وَأَعِزَّ الْعُلَمَاءَ كَيْلَا يَذْهَبُ الدِّيْنَ.

''جمع ہو جاؤ اور اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھاؤ ہم جمع ہوئے اور اپنے ہاتھ اٹھائے پھر آپ نے فرمایا: یا اللہ! معلمین کی مغفرت فرما۔ یہ تین بار فرمایا۔ کہیں قرآن نہ جاتا رہے اور علماء کو عزت بخش کہیں

---

(۱) حافظ سیوطی نے اسے الزکی کے فوائد تخریج الدارقطنی کے حوالے سے نقل کر کے لکھا ہے: واهٍ ' تفرَّدَ به الحسن' وهو مجهولٌ' وحديثه غير محفوظٌ. قلتُ: أخرجه ابن عدي وقال: هذا الحديث بهذا الإسناد منكرٌ' لا أعلم من يرويه عن ابن جريج بهذا الإسناد غير الحسن بن رزين' وليس بالمعروف' وأخرجه العقيلي وقال: هذا غير محفوظ' والحسن مجهولٌ بالنقل. [اللآلی المصنوعة ۱:۱۵۳]

''کمزور ہے۔ حسن بن رزین اس کو نقل کرنے میں منفرد ہے اور اس کی حدیث محفوظ نہیں۔ میں [حافظ سیوطی] کہتا ہوں اسے ابن عدی نے [الکامل ۳:۱۷۵ میں] نقل کر کے لکھا ہے: یہ حدیث اس سند کے ساتھ منکر ہے۔ حسن ابن رزین کے علاوہ مجھے کوئی اور شخص معلوم نہیں جس نے اسے ابن جریج سے روایت کیا ہو حالانکہ حسن معروف راوی نہیں اور اسے عقیلی نے [الضعفاء الکبیر ۱:۲۲۵ میں] نقل کر کے لکھا ہے: یہ روایت محفوظ نہیں اور اس کا راوی حسن بن رزین مجہول بالنقل ہے۔''

دین نہ جاتا رہے۔"

-۱۳۸: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُعَلِّمِيْنَ وَأَطِلْ أَعْمَارَهُمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِيْ كَسْبِهِمْ.

"اے اللہ! اساتذہ کی مغفرت فرما' انہیں لمبی عمر دے اور ان کی کمائی میں برکت عطا فرما۔"

یہ حدیث بھی موضوع ہے جیسا کہ اللآلي المصنوعة میں ہے (۱)۔

-۱۳۹: إِحْيَاءُ أَبَوَيْهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.

"نبی اکرم ﷺ کے والدین کا زندہ ہونا [کہ وہ زندہ ہو کے آپ پر ایمان لائے]۔"

یہ حدیث بھی موضوع ہے جیسا کہ ابن دحیہ (۲) کا قول ہے اور میں نے اس مسئلے پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے (۳)۔

---

(۱) اللآلي المصنوعة ۱: ۱۸۰-۱۸۱۔

خطیب بغدادی نے اسے دو اسناد کے ساتھ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

-۱: محمد بن علی بن اسحاق البغدادی' حدثنا موسیٰ بن محمد القرشی' حدثنا الحسن بن شبل عن اصرم بن حوشب عن الضحاک ابن مزاحم عن ابن عباس مرفوعاً۔ [تاریخ بغداد ۳: ۶۳-۶۴' ترجمہ: ۱۰۱۷]

حافظ سیوطی لکھتے ہیں: یہ موضوع ہے۔ نہشل اور اصرم دونوں کذاب ہیں جب کہ محمد بن علی مجہول شیخ ہے اور اس کی حدیثیں منکر ہوتی ہیں۔ [اللآلی المصنوعۃ ۱: ۱۸۰]

-۲: ابو الطیب محمد بن فرخان' حدثنی ابو الفرخان بن روزبۃ' حدثنا الحسن بن عرفۃ ابو معاویۃ الضریر' حدثنا محمد بن خازم عن الاعمش عن ابی وائل عن ابن عباس مرفوعاً۔ [تاریخ بغداد ۱۳: ۳۹۹' ترجمہ: ۶۸۶۱]

حافظ سیوطی لکھتے ہیں: ابو الطیب احادیث وضع کرتا ہے۔ [اللآلی المصنوعۃ ۱: ۱۸۱]

نیز اس کا راوی اعمش: سلیمان بن مہران مدلس ہے۔ ضعیف راویوں سے تدلیس کرتے ہیں۔

[التبیین لاسماء المدلسین: ۳۱' ترجمہ: ۳۰]

اُن کی یہ روایت معنعن ہے لہٰذا مردود ہے۔

(۲) عمر بن حسن بن علی بن محمد ابو الخطاب ابن دِحیہ کلبی۔ ۵۴۴ھ = ۱۱۵۰ء کو پیدا ہوئے۔ ادیب' مؤرخ اور حافظ حدیث تھے۔ سبتہ سے تعلق تھا۔ مراکش' شام' عراق اور خراسان کے سفر کیے۔ مصر میں رہائش اختیار کی۔ علماء اور ائمہ کے حق میں بدزبانی کی وجہ سے علماء کی نظروں سے گر گئے۔ ۶۳۳ھ = ۱۲۳۶ء کو قاہرہ میں وفات پائی۔

[وفیات الاعیان ۳: ۴۴۸-۴۵۰' ترجمہ: ۴۹۷' الاعلام ۵: ۴۴]

(۳) اس رسالے کا نام أَدِلَّةُ مُعْتَقَدِ أَبِي حَنِيْفَةَ فِيْ أَبَوَيِ الرَّسُوْلِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ہے جو ۱۶۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۴۰- :اِخْتِلَافُ أُمَّتِي رَحْمَةٌ (۱). ''میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔''

(۱) اِحیاء علوم الدین ۱: ۲۷

علامہ مناوی نے علامہ سُبکی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ محدثین کے ہاں یہ روایت معروف نہیں ہے اور مجھے اس کی کوئی صحیح، ضعیف یا موضوع سند معلوم نہیں ہے۔ [فیض القدیر ۱: ۲۱۲]

یہ بات امام آلوسی حنفی نے ان الفاظ میں لکھی ہے: واعترض الإمام السبكي بأن اختلاف أمتي رحمةٌ ليس معروفاً عند المحدثين، و لم أقف له على سندٍ صحيح ولاضعيفٍ ولاموضوعٍ، ولاأظن له أصلاً إلّا أن يكون من كلام الناس، ومازِلتُ أعتقدأن هذاالحديث لاأصل له، واستدل على بطلانه بالآيات والأحاديث الصحيحة الناطقة بأن الرحمة تقضي عدم الإختلاف، و الآيات أكثرمن أن تُحصَى.

[روح المعانی ۴: ۳۷۵، بذیل تفسیر آیۃ: ولا تكونوا كالّذين تفرقوا، سورۃ آل عمران ۳: ۱۰۵]

''علامہ سبکی نے اس روایت کے بارے میں فرمایا ہے: یہ محدثین کے نزدیک معروف نہیں اور میں اس کی کسی صحیح، ضعیف اور موضوع سند سے واقف نہیں ہوں، میرے نزدیک یہ بالکل بے اصل ہے، پھر اُنہوں نے اس بات سے بھی استدلال فرمایا ہے کہ آیات اور صحیح احادیث اس بارے میں ناطق ہیں کہ رحمت کا تقاضا عدم اختلاف ہے۔''

مسلمانوں میں جمود اور گروہی تعصب اسی روایت کے بَل بوتے پروان چڑھی ہے۔ آیئے میں آپ کو اختلاف کی تباہ کاریوں سے آگاہ کردوں۔

۱- امام سمعانی لکھتے ہیں: وقد فشأ الخراب في هذاالوقت وقبله في نواحيها لكثرة الفتن و التعصب بين الشافعية والحنفية والحروب المتصلة بين الحِزبَين، فكلما ظهرت طائفةٌ نهبت محلة الأخرى و أحرَقَتهَا وخَرَّبَتهَا، لايأخذهم في ذلك إِلٌّ ولاذِمَّةٌ، ومع ذلك فَقَلَّ أن تدومَ بهادولة سلطان أويقيم بهافيصلح فاسدها. [معجم البلدان ۱: ۱۰۸، بذیل: اصبہان]

''اس زمانہ میں اور اس سے پہلے اصبہان اور اس کے گردونواح میں شوافع اور احناف کے مابین مذہبی تعصب اور مسلسل لڑائیوں کے نتیجہ میں تباہی پھیل گئی ہے، جب کوئی ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرلیتا ہے تو وہ اُن کے مکانات اکھاڑ کر اُنہیں جلاڈالتا ہے اور ایسا کرتے ہوئے اُنہیں کوئی شرم وعار تک محسوس نہیں ہوتی، اور اسی وجہ سے یہاں کسی حاکم کی سلطنت کے استحکام کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جو یہاں کے ان مفاسد کی اصلاح کرے۔''

۲- امام سمعانی ہی لکھتے ہیں: كان أهل المدينة ثلاث طوائف: شافعيةٌ، وهم الأقل، وحنفيةٌ وهم الأكثر، وشيعةٌ وهم السوادالأعظم، فوقعت العصبية بين أهل السنةوالشيعةفتظافرعليهم الحنفية و ......

...... الشافعية وتطاولت بينهم الحروب حتی لم يتركوا من الشيعة مَن يُعرف، فلما أفنوهم وقعت العصبية بين الحنفية و الشافعية و وقعت بينهم حروبٌ كان الظفر في جميعها للشافعية هذامع قلة عدد الشافعية إلّاأن الله نصرهم عليهم، وكان أهل الرستاق، وهم حنفيةٌ، يجيئون إلى البلد بالسلاح الشاك ويساعدون أهل نحلتهم، فلم يغنهم ذلك شيئاحتی أفنوهم، ولم يبقَ من الشيعة والحنفية إلّا مَن يخفي مذهبه. [معجم البلدان ۳:۱۱۷، بذیل: رے]

"رے" میں تین گروہ تھے: شافعی سب سے کم، ان سے زیادہ حنفی، جب کہ اکثریت شیعوں کی تھی بلکہ نصف آبادی اُن ہی کی تھی۔ وہاں پہلے شیعہ سُنی فسادات ہوئے، تو شوافع اور احناف نے مل کر اہلِ تشیع کو تہس نہس کر ڈالا یہاں تک کہ کوئی قابلِ ذکر شیعہ زندہ نہ رہا اس کے بعد احناف وشوافع کے مابین لڑائیاں ہوئیں، جن میں شوافع تعداد میں کم ہونے کے باوجود ہر بار غالب آتے تھے۔ الرُّستاق کے حنفی بھی اپنے ہم نواؤں کی امداد کے اسلحہ سے لیس ہو کر آتے تھے مگر کوئی پیش نہ جاتی یہاں تک کہ شوافع اور احناف میں صرف وہی بچ سکا جس نے اپنے مذہب کو چھپائے رکھا۔"

–۳: محمد بن موسیٰ بَلا ساغونی حنفی کہا کرتے تھے: اگر مجھے اختیار ہو تو میں شافعیوں سے جزیہ وصول کروں۔

[میزان الاعتدال ۴:۵۲، لسان المیزان ۵:۴۰۲، تاج التراجم: ۲۵۰، ترجمہ: ۲۱۸، الجواہر المضیۃ: ۹:۲۷، ترجمہ: ۱۴۹۵]

حالانکہ جزیہ غیر مسلموں سے لیا جاتا ہے۔

–۴: امام سفکردری کہا کرتے تھے کہ کسی حنفی کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح کسی شافعی مذہب والے مرد سے کرے، البتہ حنفی مرد شافعی عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔

[فتاوی بزازیہ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ ۴:۱۱۲]

–۵: حَنبلیوں نے بھی اپنے مَسلک کے بارے میں غلو سے کام لیا، اس سلسلے میں یہاں تک کہا گیا کہ:

فَكُلُّ مَنْ لَّمْ يَكُنْ حَنْبَلِيًّا فَلَيسَ بِمُسْلم. [سیر اعلام النبلاء ۱۸:۵۰۸، تذکرہ الحفاظ: ۱۱۸۷]

"غیر حنبلی سرے سے مسلمان نہیں ہیں۔"

–۶: ابوبکر بکری حنابلہ کو گالیاں دیتا اور ان کی تکفیر کرتا تھا۔ [العبر فی خبر من غبر ۲:۳۳۵]

یہ شخص کہا کرتا تھا کہ امام احمد نے کفر کا اِرتکاب نہیں کیا لیکن حنبلی کافر ہیں، ساتھ یہ آیت کریمہ بھی پڑھا کرتا تھا:

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا. [الکامل فی التاریخ ۱۰:۱۲۴، حوادث: ۴۷۵ھ]

–۷: نُعیم بن حماد صاحبِ مُسنَد محدث تھے۔ سنت کی تقویت اور امام ابو حنیفہ کی تضعیف اور عیوب و مَثالب میں احادیث اور حکایات وضع کیا کرتے تھے جو سب کی سب جھوٹی اور وضعی ہیں۔

[میزان الاعتدال ۴:۲۶۷-۲۶۹]

اسی نُعیم کے حوالے سے امام بخاری نے لکھا ہے کہ سفیان کی مجلس میں امام ابو حنیفہ کی موت کی خبر آئی تو انہوں......

اکثر ائمہ کا خیال ہے کہ یہ حدیث بالکل بے اصل ہے لیکن امام خطابی (۱) نے اسے غریب

......نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا اور فرمایا: ابوحنیفہ اسلام کو گھنڈی گھنڈی کر کے توڑتا تھا۔ اسلام میں اس سے بدبخت کوئی پیدا نہیں ہوا۔[التاریخ الصغیر ۲: ۹۳' التاریخ الاوسط ۲: ۷۷]

-۸: اَصبغ بن خلیل قرطبی مالکی مذہب کے فقیہ اور مفتی تھے۔ علمِ حدیث سے بالکل کورے اور حدیث اور اصحابِ حدیث کے سخت دشمن تھے اور مالکی مذہب کی تائید میں احادیث وضع کر لیا کرتے تھے' اس صاحب نے یہاں تک کہا ہے کہ اگر میری کتابوں میں خنزیر کا سر رکھا جائے تو وہ مجھے بنسبت اس کے پسند ہے کہ اس میں مصنَّف ابن ابی شیبہ ہو۔[میزان الاعتدال ۱: ۲۶۹' لسان المیزان ۱: ۴۵۷]

-۹: ۳۲۳ھ میں حنابلہ نے خلاف شرع باتوں پر احتساب شروع کیا جہاں نبیذ نظر آئی اسے بہا دیتے۔ گانے والی عورتوں کو جان سے مارتے۔ آلاتِ موسیقی کو توڑ ڈالتے اور مَردوں کو عورتوں کے ساتھ چلنے سے روکتے۔ حکومت کی طرف سے پابندی لگا دی گئی کہ شارعِ عام پر دو حنبلی جمع نہیں ہو سکتے اس سے حَنابلہ کا جوش بڑھ گیا اب انہیں جو شافعی المَسلک نظر آتا اُسے نابیناؤں کے ذریعے ہٹوا دیتے' اس سے بہت سے شوافع کی جانیں ضائع ہو گئیں۔[الکامل فی التاریخ ۸: ۳۰۷-۳۰۸' حوادث: ۳۲۳ھ]

-۱۰: امام طَبَری کو کون نہیں جانتا؟ آپ چند سال بغداد میں امام شافعی کے مذہب کے پیرو اور مبلغ رہے' اس کے بعد انہیں اجتہادِ مطلَق کا درجہ حاصل ہوا۔ معلوم نہیں کہ ان کی کون سی ادا حَنابِلہ کو ناپسند تھی۔ حَنابِلہ نے ان پر کئی مَظالم ڈھائے اور وہ عوام کو اُن کے پاس جانے سے روکتے تھے۔[تاریخ بغداد ۲: ۱۶۴' تذکرۃ الحُفاظ ۲: ۷۱۲]

-۱۱: عہدِ کہن کی باتیں چھوڑ کر عہدِ جدید کی طرف آیئے۔ بریلوی مسلک کے Organ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ ﷺ گوجرانوالہ کے پیشانی پر لکھا ہے کہ:

وہابی بے حیا جھوٹے ہیں یارو   تڑاتڑ جوتیاں تم ان کو مارو

اسی پر بس نہیں بلکہ اب ایسا بھی لکھا جاتا ہے کہ:

نَجدِ یا! سخت ہی گندی ہے طبیعت تیری   کفر کیا شرک کا فُضلہ ہے نَجاست تیری
تیرے اٹکے تو وکیلوں سے کرے استمداد   اور یا رسول اللہ سے بگڑتی ہے طبیعت تیری

[ماہنامہ دینی صحافت' اسلام آباد' جلد ۲' شمارہ ۷' صفحہ ۱۴]

یہ گروہی اور مذہبی اختلاف و تعصب کے شاخسانے ہیں جسے ہمارا پڑھا لکھا طبقہ رحمت کا پیارا نام دیتے ہیں۔

(۱) حَمد بن محمد بن ابراہیم بن خَطّاب' بُستی' ابوسفیان' کابل کے علاقہ بُست سے تعلق رکھتے تھے۔ ۳۱۹ھ = ۹۳۱ء کو پیدا ہوئے۔ زید بن خَطّاب برادرِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی نسل سے تھے۔ علم حدیث سے متعلق کئی مفید تصانیف لکھیں۔ بُست ہی میں ۳۸۸ھ = ۹۹۸ء کو وفات پائی۔[تذکرۃ الحفاظ ۳: ۱۰۱۹' الاعلام ۲: ۲۷۳]

الحدیث میں ذکر کیا ہے جس سے یہ خیال آجاتا ہے کہ ان کے نزدیک اس کی کچھ نہ کچھ اصل ہے۔
حافظ سیوطی کہتے ہیں: نصر مقدسی (۱) نے الحُجَّة میں اور بیہقی نے رسالہ اشعریہ (۲) میں بغیر سند کے اسے روایت کیا ہے نیز حلیمی (۳) قاضی حسین (۴) اور امام الحرمین (۵) وغیرہ نے بھی اسے روایت کیا ہے اور شاید یہ روایت بعض ان حفاظ کی کتابوں میں تھی جو ہم تک نہ پہنچ سکیں۔
علامہ زرکشی کہتے ہیں: اسے نصر المقدسی نے کتاب الحجۃ میں مرفوعاً اور بیہقی نے مدخل میں قاسم بن محمد بن ابی بکر کا قول کہہ کر نقل کیا ہے (۶)۔
عمر بن عبدالعزیز (۷) فرماتے تھے: ما سَرَّني لو أنَّ أصحاب محمد ﷺ لم يختلفوا،

---

(۱) نصر بن ابراہیم بن نصر بن ابراہیم بن داود نابلسی مقدسی ابوالفتح۔ شام میں اپنے دور کے شیخ الشافعیہ تھے۔ بنیادی طور پر نابلس سے تعلق تھا۔ ۳۷۷ھ = ۹۸۷ء کو پیدا ہوئے۔ ابن ابی حافظ کے نام سے مشہور تھے۔ بیس سال کی عمر میں علمی سفر شروع کیے۔ غزہ، دیارِ بکر، صیدا، دمشق، قدس، مکۃ المکرّمۃ اور بغداد کے سفر کیے۔ دمشق میں امام غزالی سے ملاقات کی۔ ۴۹۰ھ = ۱۰۹۶ء کو دمشق میں وفات پائی۔ [سیر اَعلام النبلاء ۱۹: ۱۳۶، الاعلام ۸: ۲۰]
(۲) اُن کا یہ رسالہ علامہ ابن عساکر کی تبیین کذب المفتری کے صفحات: ۱۰۰-۱۰۸ میں شامل اشاعت ہے۔
جب کہ یہ روایت ان الفاظ میں نقل کی گئی ہے: رُوِيَ عن المصطفى ﷺ: اختلاف أمتي رحمة.
[تبیین کذب المفتری: ۱۰۶]
(۳) حسین بن حسن بن محمد بن حلیم بخاری جرجانی ابوعبداللہ، شافعی فقیہ تھے۔ قاضی تھے۔ ۳۳۸ھ = ۹۵۰ء کو جرجان میں پیدا ہوئے۔ ماوراء النہر میں اہل حدیث کے رئیس تھے۔ ۴۰۳ھ = ۱۰۱۲ء کو بخارا میں وفات پائی۔
[الرسالۃ المستطرفۃ: ۵۲، الاعلام ۲: ۲۳۵]
(۴) قاضی حسین بن محمد بن احمد مروزی، شافعی قاضی تھے۔ مروالروذ میں ۴۶۲ھ = ۱۰۶۹ء کو وفات پائی۔
[طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۴: ۳۵۶، ترجمہ: ۳۹۳، الاعلام ۲: ۳۵۴]
(۵) عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف بن محمد الجوینی ابوالمعالی رکن الدین امام الحرمین۔ نیشاپور کے نواحی گاؤں جوین میں ۴۱۹ھ = ۱۰۲۸ء کو پیدا ہوئے۔ بغداد، مکۃ المکرّمۃ اور مدینہ منورہ کے سفر کیے۔ پھر نیشاپور واپس لوٹ آئے۔ امیر نے اُن کے لیے مدرسہ نظامیہ بنا کر اُس کا اہتمام اُن کے سپرد کیا۔ ۴۷۸ھ = ۱۰۸۵ء کو وفات پائی۔
[وفیات الاعیان ۳: ۱۶۷، ترجمہ: ۳۷۸، الاعلام ۴: ۱۶۰]
(۶) التَّذكِرة فِي الأحاديث المشتهرة: ۳۸، حدیث: ۲۳
(۷) عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن الحکم، اموی، قرشی، ابوحفص۔ ۶۱ھ = ۶۸۱ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے =

لأنهم لو لم يختلفوا لم تكن رخصة (۱).

''اگر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب آپس میں مسائل میں اختلاف نہ کرتے تو مجھے کوئی خوشی حاصل نہ ہوتی کیونکہ اگر وہ اختلاف نہ کرتے تو رخصت باقی نہ رہتی۔''

حافظ سیوطی کہتے ہیں اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ان کی مراد اختلاف فی الاحکام ہے اور ہو سکتا ہے کہ اختلاف سے مراد اختلاف فی الحروف اور اختلاف فی الصنائع ہو جیسا کہ ایک جماعت نے اس کا ذکر کیا ہے۔ پس وہ ذات پاک ہے جس نے بندوں کو اپنے ارادے کے مطابق قائم فرمایا۔

مسند فردوس میں جویبر بن الضحاک کی سند سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے کہ:

-۱۴۱: اِختلافُ أصحابي لَكُم رحمةٌ (۲).

......اور وہیں ۱۰۱ھ = ۷۲۰ کو وفات پائی۔ صالح خلیفہ اور عادل و نیک سیرت فرماں رواں تھے۔

[سیر اعلام النبلاء ۵: ۱۱۴، الاعلام ۵: ۵۰]

(۱) التَّذكِرة فِي الأحاديث المشتهرة: ۳۸، بذیل حدیث: ۲۳

(۲) اس کی سند اور پورا متن یہ ہے: سليمان بن أبي كريمة عن جويبر عن الضحاك عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ: مهما أوتيتم من كتاب الله فالعمل به لا عذر لأحدكم في تركه، فإن لم يكن في كتاب الله فسنةٌ مِنِّي ماضيةٌ، فإن لم يكن سنة مني ماضية فما قال أصحابي، إن أصحابي بمنزلة النجوم في السماء فأيها أخذتم به اهتديتم، واختلاف أصحابي لكم رحمةٌ.

[الکفایۃ فی علم الروایۃ ۱: ۷۲-۷۴، بر قمی: ۱۰۱-۱۰۲، المدخل الی السنن الکبریٰ: ۱۶۲-۱۶۳، حدیث: ۱۵۲]

''جو حکم تمہیں کتاب اللہ میں دیا گیا ہے، اُس پر عمل نہ کرنے میں تم میں سے کسی کے پاس کوئی عذر نہیں۔ اگر اللہ کی کتاب میں کوئی حکم نہ ہو تو میری سنت ماضیہ میں دیکھا وہاں بھی کوئی حکم نہ ملے تو میرے صحابہ نے جو کچھ کہا ہے وہ واجب العمل ہے۔ میرے صحابہ آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے کسی کی بات پر عمل کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ:

-۱: اس کا ایک راوی سلیمان بن ابی کریمہ ہے جس کی اکثر روایتیں منکر ہوتی ہیں۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۴: ۲۵۰]

-۲: اس کا راوی جویبر بن سعید متروک الحدیث ہے۔ [میزان الاعتدال ۱: ۴۲۷، ترجمہ: ۱۵۹۳]

-۳: ضحاک اسے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں حالانکہ ان کی آپس میں ملاقات ثابت نہیں۔

”میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔“

ابن سعد نے طبقات میں قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق سے روایت کیا ہے کہ:

كان اختلافُ أصحابِ رسول اللهﷺ رحمةً للنَّاسِ (۱).

”رسول اللہ کے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔“

میری [ملا علی قاری] رائے یہ ہے کہ اِس اُمت کے علاوہ دوسروں کا اختلاف زحمت اور مصیبت تھی اور اس کی تائید بلحاظِ معنیٰ وہ حدیث کرتی ہے جسے ابن ابی عاصم (۲) نے السنۃ میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

-۱۴۲: لَا تَجتمعُ أمتي على ضلالةٍ (۳).

”میری امت گمراہی پر کبھی جمع نہ ہوگی۔“

اور امام ترمذی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

-۱۴۳: لَا يَجْمَعُ اللهُ هٰذِهِ الأُمَّةُ عَلَى ضَلَالَةٍ أَبَداً (۴).

”اللہ تعالیٰ اِس امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔“

اور مستدرک حاکم میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

---

(۱) طبقات ابن سعد ۵:۱۸۹، حلیۃ الاولیاء ۷:۱۱۹

(۲) احمد بن عمرو بن ابی عاصم الضحاک بن مخلد شیبانی، ابوبکر بن ابی عاصم/ ابن النبیل، ۲۰۶ھ=۸۲۲ء کو پیدا ہوئے۔ بصرہ سے تعلق تھا۔ حدیث کے عالم اور بڑے زاہد و عابد تھے۔ ۲۶۹ھ-۲۸۲ھ کو اصبہان کے قاضی رہے ہیں۔ ۳۰۰ کے لگ بھگ کتابیں لکھیں۔ ۲۸۷ھ=۹۰۰ء کو وفات پائی۔

[سیر اعلام النبلاء ۱۳:۴۳۰، الاعلام ۱:۱۸۹]

(۳) حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ما كان الله ليجمع هذه الأمة على الضلالة أبداً، ويدالله على الجماعة، فعليكم بسوادالأعظم، فإنه من شَذَّ شُذَّ في النار. [کتاب السنۃ ۱:۳۹، حدیث:۸۰]

(۴) حدیث کے الفاظ یہ ہیں: إنَّ الله لايَجمعُ أمتي، أو قال: أمةُ محمد ﷺ على ضلالةٍ، ويَدُ اللهِ مع الجماعة، ومَن شَذَّ شَذَّ في النار.

[سنن ترمذی، کتاب الفتن [۳۴] باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ [۷] حدیث: ۲۱۶۷]

-۱۴۴: لَا يَجمَعُ اللّٰه هٰذِهِ الأُمَّةُ عَلَى الضَّلَالَةِ وَيَدُ اللّٰهِ مع الجماعةِ (۱).

''اللہ تعالیٰ اس امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت کے ساتھ ہے۔''

اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام طبرانی نے کبیر میں سیدنا ابو بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ (۲) سے مرفوعاً یہ روایت نقل کی ہے کہ:

-۱۴۵: سألتُ ربّي أن لَّاتَجتَمِعَ أُمَّتِي عَلَى ضَلالةٍ فأعطانيها (۳).

''میں نے اپنے رب سے استدعاء کی کہ میری امت کو گمرہی پر جمع نہ کرنا تو اُس نے مجھے یہ عطا کیا۔''

-۱۴۶: أخِّرُوهُنَّ مِن حَيثُ أَخَّرَهُنَّ اللّٰه.

''انہیں [عورتوں کو] مؤخر رکھو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مؤخر کیا ہے۔''

ہدایہ میں ہے کہ یہ مشہور حدیث ہے۔ ابن ہمام (۴) کہتے ہیں: اس کی شہرت تو درکنار اس کا

---

(۱) المستدرک ۴:۱۱۶

(۲) ابو بصرۃ غفاری رضی اللہ عنہ بن بصرۃ بن ابی بصرۃ بن وقاص بن حبیب بن غفار۔ حجاز مقدس میں رہائش۔ فتح مصر میں حاضر تھے۔ وہاں سکونت اختیار کی اور وہیں وفات پا کر دفن ہوئے۔ [الاصابۃ ۴:۲۱، ترجمہ: ۱۳۷]

(۳) مسند احمد ۶:۳۹۶، المعجم الکبیر ۲:۲۸۰، حدیث: ۲۱۷۱

اس کی سند ضعیف ہے اس لیے کہ سیدنا ابو بصرۃ غفاری رضی اللہ عنہ سے اسے روایت کرنے والے کا نام مذکور نہیں۔

(۴) محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید بن مسعود سیواسی اسکندری کمال الدین، حنفی فقیہ اور عالم تھے۔ اصول، تفسیر، فرائض، فقہ، حساب، لغت، موسیقی اور منطق کے ماہر عالم تھے۔ ۷۹۰ھ = ۱۳۸۸ء کو اسکندریہ میں پیدا ہوئے۔ قاہرہ میں پرورش ہوئی۔ حلب میں کافی عرصہ تک رہے ہیں۔ ۸۶۱ھ = ۱۴۵۷ء کو قاہرہ میں وفات پائی۔

[الضوء اللامع ۸:۱۰۸، ترجمہ: ۱۳۴۱، الاعلام ۶:۲۵۵]

(۵) امام زرکشی لکھتے ہیں: رأيتُ مَن عزاهُ إلى الصحيحين، وهو غلطٌ، وهو في مُصَنَّفِ عبدالرزاق من قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ. [اللآلی المنثورۃ فی الاحادیث المشہورۃ: ۳۷، حدیث: ۲۱]

''میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ اس روایت کو صحیحین کی طرف منسوب کرتے ہیں، جو [سراسر] غلط ہے۔ ہاں یہ مُصَنَّف عبدالرزاق [۳:۱۴۹، حدیث: ۵۱۱۵] میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کے طور پر موجود ہے۔''

حافظ سخاوی نے امام زرکشی کی تصویب کی ہے۔ [المقاصد الحسنۃ: ۷۱-۷۲، حدیث: ۴۱]

....

مرفوع ہونا ثابت نہیں (۱)۔ صحیح یہ ہے کہ یہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت ہے۔

۱۴۷۔ أَخْفُوا الخِتَانَ وَأَعْلِنُوا النِّكَاحَ.

”ختنوں کو پوشیدہ رکھو اور نکاح کا اعلان کیا کرو۔“

حافظ سخاوی لکھتے ہیں: اس کا پہلا جزو ثابت نہیں اور میں نے ختنوں سے متعلق اعلان کی احادیث ایک جگہ جمع کی ہیں (۲)۔

......حافظ زیلعی حنفی لکھتے ہیں: غریبٌ مرفوعاً، وهو في مصنف عبدالرزاق موقوفٌ على ابن مسعود.

[نصب الرایۃ ۲:۳۶، حدیث: ۲۰۲۴]

”یہ روایت مرفوعاً غریب یعنی ضعیف ہے۔ مصنّف عبدالرزاق میں یہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت کے طور پر موجود ہے۔“

حافظ صاحب یہ بھی لکھتے ہیں: وقد ذكر هذا الجاهل أنه في دلائل النبوة للبيهقي، وقد تتبعته فلم أجده فيه، لا مرفوعاً ولا موقوفاً. [نصب الرایۃ ۲:۳۶، حدیث: ۲۰۲۵]

”اس نادان نے کہا ہے کہ مذکورہ روایت امام بیہقی کی کتاب ”دلائل النبوۃ“ میں ہے۔ میں نے اس کا تتبع اور تلاش کی مگر مجھے یہ وہاں پر مرفوعاً یا موقوفاً نہیں ملی۔“

(۱) علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: لم يثبت رفعه فضلاً عن كونه من المشاهير، وإنما هو في مسند عبدالرزاق موقوف على ابن مسعود رضی اللہ عنہ. [فتح القدیر ۱:۳۶۰]

”اس روایت کا مشہور ہونا تو رہا ایک طرف، اس کا مرفوع ہونا ثابت ہی نہیں۔ مصنّف عبدالرزاق میں یہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت کے طور پر موجود ہے۔“

علامہ ابن نُجَیم لکھتے ہیں: والحنفية يذكرونه مرفوعاً، والمحقق ابن الهمام منع رفعه، بل هو موقوف على ابن مسعود. [البحر الرائق شرح کنز الدقائق ۱:۳۵۴]

”احناف اسے مرفوعاً ذکر کرتے ہیں اور محقق ابن ہمام نے اس کا مرفوع ہونا ممنوع قرار دیا ہے بلکہ یہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت ہے۔“

(۲) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: قال سالم: ختنني أبي يعني ابن عمر أنا ونعيماً فذبح علينا كبشاً فلقد رأيتنا وإنا لنجذلُ به على الصبيان أن ذبح لنا كبشاً. [المقاصد الحسنۃ: ۴۷، حدیث: ۴۳]

”سالم کہتے ہیں: میرے والد سیدنا ابن عمر نے میرا اور نعیم کا ختنہ کرایا جس میں ایک مینڈھا ذبح کیا پھر ہم دوسرے بچوں کو ازراہِ افتخار کہتے کہ ہمارے ختنہ میں مینڈھا ذبح کیا گیا۔“ ......

۔۱۴۸:قال اللّٰه :إِذَا أردتُّ أَنْ أُخَرِّبَ الدُّنيا بَدَأتُ بِبَيْتِي فَخَرَّبْتُهُ ثُمَّ أُخَرِّبَ الدُّنيا(۱).

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب میں دنیا کو تباہ کرنے کا ارادہ کروں تو اپنے گھر سے ابتدا کر کے اُس کے بعد دنیا کو تباہ کروں گا۔''

حافظ عراقی لکھتے ہیں: اس روایت کی کوئی اَصل واَساس نہیں(۲)۔

۔۱۴۹:إِذَا أرادَ اللّٰه أن ينزلَ إلى سماء الدنيا نزل عن عرشه بذاته(۳).

''جب اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نزول کا ارادہ کرتے ہیں تو عرش سے بذاتِ خود نزول فرماتے ہیں۔''

...... امام بخاری نے اپنی کتاب الادب المفرد ص:۴۵۸ پر اس سے متعلق الدعوةُ في الختان اور اللهو في الختان کے عنوان سے باب قائم کر کے وہ احادیث درج کی ہیں جو ختنہ کے اعلان کی اَحادیث پر مشتمل ہیں۔

(۱) اِحیاء علوم الدین ا:۲۴۲-۲۴۳

(۲) المغني عن حمل الأسفارفي الأسفارفي تخريج ما في الإحياء من الأسفار ا:۲۴۳؛ المصنوع في معرفة الحديث الموضوع:۵۱، حدیث:۱۵

(۳) اس کی سند یہ ہے: ابوبکر محمد بن عیسیٰ الطرسوسی، حدثنا نعیم بن حماد، حدثنا جریر عن لیث، عن بشر عن انس مرفوعاً۔ [اخبار اِصبہان ۲:۱۹۷، بذیل ترجمہ محمد بن عیسیٰ بن یزید السعدی ابوبکر الطرسوسی]

اس سند میں کئی خرابیاں ہیں اور اس کے کئی راوی کمزور ہیں:

۔۱: ابوبکر محمد بن عیسیٰ طرسوسی کے بارے میں حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: اس کا شمار سارقینِ حدیث میں ہوتا ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۵۴۰، ترجمہ:۱۴۸/۱۷۶۹]

۔۲: نعیم بن حماد مروزی پر وضع احادیث بے اصل روایات بیان کرنے اور موقوف روایات کو مرفوع بنا کر بیان کرنے کے الزامات ہیں۔ [جامع العلوم والحکم ۲:۳۹۴]

یہ راوی سنت کی تقویت کے لیے احادیث اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے مثالب میں جھوٹے قصے بنایا کرتا تھا۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۸:۲۵۱؛ میزان الاعتدال ۴:۲۶۹، ترجمہ:۹۱۰۲]

۔۳: اس کا راوی لیث بن ابی سلیم اگر چہ ثقہ تھا لیکن اخیر عمر میں شدید اِختلاط کا شکار ہوگیا اور اس کی قبل از اختلاط اور بعد از اختلاط کی روایتیں آپس میں اس طرح گڈمڈ ہو گئیں جن میں جدائی مشکل ہوگئی اس لیے اس کی روایات بالکلیہ متروک ہیں۔ [تقریب التہذیب:۴۹۵، ترجمہ:۵۶۸۵]

۔۴: بشر کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں: غیر معروف ہے۔ [میزان الاعتدال ا:۳۲۷، ترجمہ:۱۲۳۰]

اس کو بیان کرنے والا کوئی دجّال ہے[1]۔

-۱۵۰: إِذَا أَكَلْتُمْ فَأَفْضِلُوا.

”جب تم کھاؤ [پیو] تو کچھ چھوڑ دیا کرو۔“

حافظ سخاوی نے اس کی سرخی قائم کی ہے لیکن اس پر کوئی کلام نہیں کیا ہے[2]۔ صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کے پینے کے بارے میں ذکر ہے کہ بچا ہوا دودھ آپ نے پیا[3] اور ایسے ہی صحیح بخاری میں پیالہ کا صاف کرنا بھی مروی ہے[4]۔ اس کی تائید یہ احادیث بھی کرتی ہیں:

-۱۵۱: لا خَيْرَ في طعامٍ ولا شرابٍ ليسَ له سُؤْرٌ.

”جس کھانے یا پینے میں جھوٹا [بچا ہوا حصہ] شامل نہ ہو اُس میں کوئی بھلائی نہیں۔“

-۱۵۲: إِذَا شَرِبْتُمْ فَأَسْئِرُوا.

”جب تم پیا کرو تو جھوٹا [بچا ہوا حصہ] چھوڑ دیا کرو۔“

اِن دونوں کو [قاضی] عیاض نے اور دوسری روایت کو ابن اثیر[5] نے ذکر کیا ہے[6]۔

---

(۱) المصنوع في معرفة الحديث الموضوع: ۵۱، حديث: ۱۴

(۲) المقاصد الحسنة: ۸۱، حدیث: ۵۴

(۳) ایک طویل حدیث کے آخر میں ہے: فأعطيتُه القَدَحَ فحَمِدَ الله وسَمَّى وشَرِبَ الفَضْلَةَ.
[صحیح بخاری، کتاب الرقاق [۸۱] باب کیف کان عیش النبی ﷺ [۱۷] حدیث: ۶۴۵۲]

(۴) اس حدیث کی طرف اشارہ ہے: إذا سقطت لقمة أحدكم فَلْيُمِطْ عنه الأذى ولْيَأْكُلْهَا ولا يَدَعْهَا للشيطان، وأمرنا أن نَسْلُتَ القَصْعَةَ. قال: فإنكم لاتدرون في أيِّ طعامكم البركة.
[صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ [۳۶] باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ [۱۸] حدیث: ۱۳۶-[۲۰۳۴]]

(۵) ابوالسعادات مبارک بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد شیبانی، ۵۴۴ھ=۱۱۵۰ء کو جزیرہ ابن عمر رضی اللہ عنہ میں پیدا ہوئے۔ محدث تھے۔ لغت اور اصول کے عالم تھے۔ موصل میں نقرس کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے جس کے باعث ان کے ہاتھ پاؤں بے کار ہو گئے، مگر پھر بھی اپنی ساری کتابیں اسی مرض ہی کے زمانے میں املاء کروائیں۔ موصل ہی میں ۶۰۶ھ=۱۲۱۰ء کو وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۴: ۱۴۱، الاعلام ۵: ۲۷۲]

(۶) قاضی عیاض کی کسی کتاب میں ان میں سے کوئی ایک بھی روایت تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکی۔ البتہ دوسری روایت النہایۃ فی غریب الحدیث: ۴: ۵۵ پر بلا سند وحوالہ مذکور ہے۔

ان دونوں میں تطبیق اس صورت میں ممکن ہے کہ برتن صاف کرنا جائز ہے اور اس میں اتنی مقدار کا چھوڑ دینا افضل ہے جس سے کوئی دوسرا فائدہ حاصل کر سکے ورنہ صاف کرنا افضل ہے جیسا کہ بولا جاتا ہے: بَقُّوا أَوْ نَقُّوا. ''باقی چھوڑ دو یا صاف کرو۔''

-۱۵۳: إذَا جِئتَ يا معاذ ! أرضَ الحُصَيْبِ يعني من اليمن فَهَرْوِلْ فإنَّ فيها الحُورُ العِينُ.

''معاذ! جب تم ارض الحصیب یعنی یمن پہنچو تو تیز دوڑو کیوں کہ وہاں خوب صورت آنکھوں والی سفید عورتیں ہیں۔''

سخاوی کہتے ہیں: میں اسے نہیں جانتا (۱)۔ منوفی کہتے ہیں: اس کا موضوع ہونا ظاہر ہے۔

-۱۵۴: إذَا جَلَسَ الْمُتَعَلِّمُ بَيْنَ يَدَيِ الْعَالِمِ فتحَ اللهُ عَلَيْهِ سَبْعِيْنَ بَاباً مِّنَ الرَّحْمَةِ، وَلَا يَقُوْمُ مِنْ عَنْدِهِ إِلَّا كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ، وَأَعْطَاهُ اللهُ بِكُلِّ حَرْفٍ ثَوَابَ سِتِّيْنَ شَهِيْداً، وَكَتَبَ اللهُ له بِكُلِّ حَدِيْثٍ عِبَادَةَ سَنَةٍ.

''جب کوئی شاگرد اُستاذ کے سامنے بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس پر رحمت کے ستر دروازے کھول دیتا ہے اور جب وہ اُس کے پاس سے کھڑا ہوتا ہے تو وہ ایسا پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسا کہ اُس کی ماں نے اُسے آج ہی جنا ہو۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر حرف کے بدلے ساٹھ شہیدوں کا ثواب عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کے لیے ہر حدیث کے بدلے ایک سال کا ثواب لکھتا ہے (۲)۔''

یہ موضوع ہے جیسا کہ الذَّیل (۳) میں ہے۔

-۱۵۵: إذَا حَضَرَ الْعِشَآءُ وَالْعَشَآءُ فَابْدَؤُا بِالْعَشَآءِ (۴).

---

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۸۲، حدیث: ۵۷

(۲) اس کے بعد لکھا ہے: و كتب الله له بكل حديثٍ عبادة سَنَةٍ، وبَنَى له بكل ورَقَةٍ مدينةٌ، كُلُّ مدينةٍ مثلُ الدنيا عشر مراتٍ. [الزیادات علی الموضوعات ویسمیٰ ذیل اللآلی المصنوعۃ ۱: ۲۰۰، حدیث: ۲۳۴]

(۳) حافظ سیوطی لکھتے ہیں: بغیر کسی شک وشبہ کے یہ روایت موضوع ہے جس کی ساری ذمہ داری ابوبکر سلیمان باغندی پر ہے۔ [الزیادات علی الموضوعات ویسمیٰ ذیل اللآلی المصنوعۃ ۱: ۲۰۰، بذیل حدیث: ۲۳۴]

(۴) إحیاء علوم الدین ۲: ۴، کتاب آداب الاکل، الباب الاول فیما لابد للمنفرد منہ، القسم الاول

''جب رات کی نماز اور رات کا کھانا دونوں حاضر ہوں تو پہلے کھانا شروع کرو۔''

حافظ عراقی کہتے ہیں: کتب حدیث میں اِن الفاظ کے ساتھ اِس کی کوئی اصل نہیں (۱)۔

اور اصل حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اِن اَلفاظ کے ساتھ مروی ہے:

۱۵۶- إذا وُضِعَ العَشَآءُ وأُقِيمَتِ الصَّلاَةُ فَابْدَأُوا بِالعَشَآءِ (۲).

''جب رات کا کھانا چُن دیا جائے اور نماز کی تکبیر شروع ہو جائے تو کھانے سے ابتداء کیا کرو۔''

سیوطی کہتے ہیں: جنہوں نے اسے مصنف ابن ابی شیبہ کی طرف منسوب کیا ہے اُنہیں وہم ہوا ہے۔اُن سے پہلے عسقلانی نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ مصنف ابن ابی شیبۃ میں وَحَضَرَتِ الصَّلاَةُ کے الفاظ درج ہیں ' جیسا کہ امام احمد نے اپنی مسند میں اسے نقل کیا ہے اور مصنف میں بعض لوگوں کے گمان کے خلاف وَحَضَرَتِ الصَّلاَةُ کے الفاظ درج ہیں (۳)۔

---

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۸۵' بذیل حدیث: ۶۱' اَسنَی المطالب فی احادیث مختلفۃ المراتب: ۲۸

(۲) صحیح بخاری' کتاب الاذان [۱۰] باب اذا حضر الطعام و اقیمت الصلاۃ [۴۲] حدیث: ۶۷۱' صحیح مسلم' کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ [۵] باب کراہۃ الصلاۃ بحضرۃ الطعام الذی یرید اکلہ فی الحال [۱۶] حدیث: ۶۴-[۵۵۷]' ۶۶-[۵۵۹]

(۳) حافظ ابن حجر کی اپنی عبارت یہ ہے: ما يقع في بعض كتب الفقه: إذا حضر العِشاءُ و العَشاءُ فابدؤا بالعَشاءِ لا أصل له في كتب الحديث بهذا اللفظ' كذا في شرح الترمذي لشيخنا أبي الفضل' لكن رأيتُ بخط الحافظ قطب الدين أن ابن أبي شيبة أخرج عن اسماعيل بن عُلَيَّة عن ابن اسحاق' قال حدثني عبدالله بن رافع عن أم سلمة مرفوعاً: إذا حضر العَشاء و حضرت العِشاء فابدء وا بالعَشاءِ' فإن كان ضَبَطَه فذاك' و إلَّا فقد رواه أحمد في مسنده عن إسماعيل بلفظ: و حضرت الصلاة ثم راجعتُ مصَنَّف ابن أبي شيبة فرأيتُ الحديث فيه كما أخرجه أحمد. [فتح الباری ۲:۱۶۲]

''فقہ کی کچھ کتابوں میں إذا حضر العِشاءُ و العَشاءُ فابدؤا بالعَشاءِ کے جو اَلفاظ درج ہیں، حدیث کی کتابوں میں اس کی کوئی اَصل و اَساس نہیں جیسا کہ ہمارے استاذ ابوالفضل [عراقی] نے شرح الترمذی میں لکھا ہے۔ میں نے حافظ قطب الدین کے خط میں پڑھا ہے کہ امام ابن ابی شیبہ نے اسماعیل بن علیَّۃ از ابن اسحاق از عبداللہ بن رافع از سیدہ ام سلمۃ رضی اللہ عنہا مرفوعاً نقل کیا ہے: إذا حضر العَشاء و حضرت العِشاء فابدء وا بالعَشاءِ تو اگر یہ الفاظ اس طرح لکھے گئے ہیں تو کچھ نہیں کہا جا سکتا اس لیے کہ امام احمد نے [مسند ۶:۲۹۱ میں] ابن علیَّۃ سے وَحَضَرَتِ الصَّلاَةُ کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ جب میں نے مصنَّف [ابن ابی شیبۃ ۵:۲۹۶-۲۹۷ ......

۱۵۷- إذا ذُكِرَ الصَّالِحُوْنَ فَحَيَّهَلًا بِعُمَرَ (۱).

”جب صالحین کا ذکر کیا جائے تو عمر[رضی اللہ عنہ] سے ابتدا کرو۔“

قاضی عیاض نے اِکمال میں اسے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول کہہ کر نقل کیا ہے اسی طرح قرطبی اور ابن الاثیر نے بھی (۲)۔

عراقی کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ہے جیسا کہ انہوں نے کتاب الذخیرۃ، باب الاذان میں تحریر کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اُن کی مراد حدیث موقوف ہو (۳)۔

۱۵۸-إِذَا رَأَيْتَ القَارِيَ يَلُوْذُ بِالسَّلْطَانِ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لِصٌّ' وَإِذَا رَأَيْتَهُ يَلُوْذُ بِالأَغْنِيَاءِ فَاعْلَمْ أَنَّهُ مُرَاءٍ، وَإِيَّاكَ أَنْ تُخْدَعَ وَيُقَالُ: يَرُدُّ مَظْلَمَةً، وَيَدْفَعُ عَنْ مَظْلُوْمٍ، فَإِنَّ هٰذِهِ خَدْعَةُ إِبْلِيْسٍ، اتَّخَذَهَا القُرَّآءُ سُلَّماً.

”جب تم کسی قاری کو بادشاہ کی چاپلوسی کرتے دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ چور ہے اور جب تم کسی قاری کو اُمراء کی چاپلوسی کرتے دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ دغاباز ہے۔ تجھے دھوکہ سے بچنا چاہیے اگرچہ تمہارے بارے میں اس بات کی شہرت ہو کہ تو ظلم کو مٹاتا ہے یا مظلوم سے مصائب دور کرتا ہے۔ یہ شیطان کا ایک دھوکہ ہے جسے قاریوں نے اپنی حفاظت کے لیے اختیار کر لیا ہے۔“

یہ سفیان ثوری کا قول ہے (۴)۔ ایسے ہی یہ بھی سفیان ثوری کا قول ہے کہ:

......حدیث: ۷۹۹۷، ۷۹۹۹] کو مراجعت کی تو وہاں بھی مسند احمد ہی کی طرح لکھا تھا۔“

(۱) امام قرطبی محدث لکھتے ہیں: أي: فأقبلوا علی ذِکرعمر.

[المفھم لِمَاأشکل من تلخیص کتاب مسلم ۲: ۱۳، بذیل حدیث: ۳۰۱]

أي: إبدأ به واعجَل بذکرہ. [النھایۃ: ۳۵۱]

(۲) اِکمال المعلم ۶: ۵۱۳، المفھم لِمَاأشکل من تلخیص کتاب مسلم ۲: ۲۳، غریب الحدیث، ابوعبید قاسم ابن سلام ۲: ۲۱۰، الغریبین فی القرآن والحدیث، ابوعبید ہروی ۲: ۵۲۱، الفائق، زمخشری ۱: ۳۴۲، النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر: ۳۵۱، ۱۳۱۵

(۳) کتاب الذخیرۃ کے نام سے حافظ عراقی کی کوئی کتاب نہیں۔ کتاب الذخیرۃ جلد ۲: ۵۷ پر یہ عبارت موجود ہے لیکن یہ کتاب شہاب الدین احمد بن ادریس قرافی [وفات: ۶۸۴ھ = ۱۲۸۵ء] کی ہے نہ کہ عراقی کی۔

(۴) سیر اَعلام النبلاء ۱۳: ۵۸۶، المقاصد الحسنۃ: ۶۹۹، بذیل حدیث: ۱۲۵۴

– إِنِّي لَأَلْقِي الرَّجُلَ أُبْغِضُهُ فيقولُ لي: كيفَ أصبحتَ؟ فَيَلِينُ لَهُ قَلْبِي، فكيفَ بِمَنْ أكلَ ثَرِيدُهُم وَوَطِئَ بِسَاطُهُم (۱)؟ وَمِنْ ثَمَّ وَرَدَ:.

''جب میں کسی ناپسندیدہ شخص سے مل لیتا ہوں اور وہ مجھ سے میرے حال اَحوال پوچھ لے تو اُس کے لیے میرے دل میں نرم گوشہ پیدا ہو جاتا ہے۔[جب میرا یہ حال ہے کہ صرف حال احوال پوچھنے پر میرا دل نرم ہو جاتا ہے] تو جس نے اُن کا کھانا کھایا ہو یا اُن کے بستروں پر آرام کیا ہو تو [اُن کی دلی حالت] کیسی ہوگی اور اس لیے تو وارِد ہے کہ:

–۱۵۹: أَللّٰهُمَّ لَا تَجعَلْ لِفَاجِرٍ عِنْدِي نِعْمَةٌ يَرْعَاهُ قَلْبِي (۲).

''اے اللہ! مجھے کسی فاجر و گناہ کا زیر بار نہ بنا جس کی وجہ سے میرا دل اُس کی کوئی رعایت کرے۔''

---

(۱) حِلیۃ الاولیاء ۷:۱۷

(۲) امام غزالی نے اسے حدیث نبوی کہہ کر مختلف الفاظ سے متفرق مقامات پر نقل کیا ہے:

–۱:أللهم لا تجعل لفاجر عِندي يَداً فَيُحِبُّهُ قلبي. [اِحیاء علوم الدین ۲:۱۴۹]

اس پر حافظ عراقی نے لکھا کہ:أخرجه ابن مردويه في التفسيرمن رواية كثيربن عطية عن رجل لم يسم، ورواه أبومنصورالديلمي في مسندالفردوس من حديث معاذ وأبوموسى المديني في كتاب تضييع العمروالأيام مرسلاً. وأسانيده كلهاضعيفةٌ. [المغنی عن حمل الاسفار ۲:۱۴۹]

''اس کو مردویہ نے تفسیر میں کثیر بن عطیہ عن رجل کی سند سے نقل کیا ہے جس کا نام مذکور نہیں۔ ابو منصور دیلمی نے اسے مسند فردوس میں سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے اور ابو موسیٰ مدینی نے ''تَضييع العمرو الأيَّام'' میں مرسلاً نقل کیا ہے۔ ان ساری روایات کی سندیں ضعیف ہیں۔''

–۲:أللهم لا تجعل لفاجر عَلَيَّ مِنَّةً فترزقه مِنِّي مَحَبَّةً. [اِحیاء علوم الدین ۲:۱۵۹]

اس پر حافظ عراقی نے لکھا کہ:تَقَدَّمَ في الكتابِ الذِي قَبْلَهُ. [المغنی عن حمل الاسفار ۲:۱۵۹]

''سابقہ کتاب [باب] میں اس پر کلام کیا جا چکا ہے۔''

–۳:أللهم لا تجعل لفاجر عِندي يَداً فَيُحِبُّهُ قلبي. [اِحیاء علوم الدین ۴:۲۹۸]

اس پر حافظ عراقی نے لکھا کہ: رواه أبومنصورالديلمي في مسندالفردوس من حديث معاذ بن جبل بسندضعيفٍ منقطعٍ، وقد تَقَدَّمَ. [المغنی عن حمل الاسفار ۴:۲۹۸]

''اسے ابو منصور دیلمی نے مسند فردوس میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ضعیف اور منقطع سند کے ساتھ نقل کیا ہے یہ روایت پہلے بھی نقل کی گئی ہے۔''

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ:

-مَا أَقْبَحَ أَنْ يُّطْلَبَ العالِمُ فيُقالُ:هو بِبَابِ الأمير (۱) .

''نہایت بری بات ہے کہ جب [کوئی شخص مسئلہ پوچھنے] کسی عالم کی تلاش میں نکلے تو اُسے جواب دیا جائے کہ وہ تو امیر کے پاس چلے گئے ہیں۔''

-یہ بھی کہا جاتا ہے کہ:بِئْسَ الفَقِيهُ عَلَى بَابِ الأَمِيرِ وَنِعْمَ الأَمِيرُ عَلَى بابِ الفَقِيهِ.

''نہایت برا ہے وہ فقیہ جو امراء کا دروازہ کھٹکھٹائے اور بہت خوب ہے وہ امیر جو کسی فقیہ کے دروازے پر ہو۔''

-۱۶۰:إِذَا صَدَقَتِ [صَحَّتِ] الْمَحَبَّةُ سَقَطَتْ شُرُوطُ الأَدَبِ .

''جب محبت سچی ہو تو شرائطِ ادب ختم ہو جاتی ہیں۔''

ابن الدیبع کہتے ہیں: یہ حدیث نہیں ہے (۲) ۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں کہ یہ جنید (۳) کا قول ہے جیسا کہ رسالہ قشیریہ میں ہے (۴) ۔

-۱۶۱:إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَيَّ فَعَمِّمُوا.

''تم جب مجھ پر درود پڑھو تو اُسے عام کر دو۔''

یعنی میرے ساتھ انبیاء علیہم السلام، میرا آل اور میرے صحابہ کو بھی داخل کرو۔''

---

(۱) یہ بشر بن حارث حوفی مروزی [ولادت: ۱۵۰ھ=۷۶۷ء، وفات: ۲۲۷ھ=۸۴۱ء] کا قول ہے۔

[شعب الایمان ۲: ۳۰۰، حدیث: ۱۸۵۸]

(۲) اُن کی عبارت یہ ہے:ليس بحديثٍ، وهو من كلام المبرد بلفظ هذا معناه. [تمییز الطیب: ۲۱]

''حدیث نبوی نہیں ہے بلکہ یہ مبرد کے کلام کا چربہ ہے۔''

(۳) سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بن محمد، ان کا تعلق نہاوند سے تھا۔ عراق میں پیدا ہوئے، ان کے والد شیشہ فروش تھے، اس لیے قواریری سے مشہور ہوئے۔ امام ابوثور کے مذہب کے فقیہ تھے، اور اُن کی موجودگی میں اُن ہی کے حلقہ درس میں فتویٰ دیا کرتے تھے، اُس وقت اُن کی عمر بیس سال کی تھی۔ ۲۹۷ھ تاریخ وفات ہے۔

[رسالہ قشیریہ: ۵۰-۵۱]

(۴) الرسالةُ القُشَيرِيَّة: ۳۱۹، ۳۵۱

حافظ سخاوی لکھتے ہیں: ان الفاظ کے ساتھ میں اس حدیث سے واقف نہیں ہوں (۱)۔

- ۱۶۲: إِذَا كَانَ الْفَيْءُ ذِرَاعاً و نصفاً إلى ذِرَاعَينِ فَصَلُّوا الظهر (۲).

''جب سایہ ڈیڑھ ہاتھ سے لے کر دو ہاتھ تک ہو جائے تو ظہر کی نماز پڑھو۔''

یہ روایت باطل ہے۔

- ۱۶۳: إِذَا كَبِرَ وَلَدُكَ فَآخِيهِ.

''جب تیرا لڑکا بڑا ہو جائے تو اسے بھائی بنا لے۔''

یہ حدیث اِن الفاظ میں مروی نہیں البتہ اس معنیٰ میں مندرجہ ذیل حدیث ہے جسے طبرانی نے اوسط میں، ابونعیم اور دارقطنی نے مرفوعاً روایت کیا ہے:

- ۱۶۴: الولَدُ سَبْعَ سِنِيْنَ سيدٌ وأميرٌ، وسَبْعَ سِنِيْنَ عَبدٌ وأسِيرٌ، وسَبْعَ سِنِيْنَ أَخٌ و وزيرٌ، فإن رَضِيتَ مكانَتَه وإلَّا فَاضْرِبْ عَلَى جَنْبِهِ فقد أعذَرتَ فيما بينك وبينه (۳).

---

(۱) اُن کی پوری عبارت یہ ہے: لم أقف عليه بهذا اللفظ، ويمكن أن يكون بمعنى: صَلُّوا عَلَيَّ وعلى أنبياء الله، فإنَّ الله بعثهم كما بعثني، وقد بَيَّنْتُهُ في القول البديع. [المقاصد الحسنة: ۸۸، بذیل حدیث: ۶۷]

''ان الفاظ میں اس حدیث سے میں واقف نہیں ہوں اور ممکن ہے کہ یہ اس حدیث کی طرح ہو:

صَلُّوا عَلَيَّ وعلى أنبياء الله، فإنَّ الله بعثهم كما بعثني.

''مجھ پر اور سارے انبیاء پر درود پڑھو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اُن کو مبعوث کیا ہے مجھے بھی اُس طرح مبعوث کیا ہے۔''

اس کی تفصیل میں نے القول البديع في الصلاة على الحبيب الشفيع [۱۳۳، ۱۳۴، ۲۵۰] میں کی ہے۔

(۲) مسند ابی یعلیٰ موصلی ۹: ۴۷۸، حدیث: ۸۸۔ [۵۵۰۲]

اس کا راوی اصرم بن حوشب قاضئی ہمدان ہے جس کے بارے میں امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: کذاب اور خبیث ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۲: ۹۵، ترجمہ: ۲۱۹، المجروحین ۱: ۲۰۵، ترجمہ: ۱۲۳]

امام بخاری فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔ [التاریخ الکبیر ۲: ۵۶، ترجمہ: ۱۶۷۱]

حافظ ابن عدی، حافظ ابن حبان اور حافظ ذہبی نے یہ روایت اُن کی مکذوبات کے مثال کے طور پر پیش کی ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۲: ۹۷، المجروحین ۱: ۲۰۷، میزان الاعتدال ۱: ۲۷۲]

(۳) المعجم الأوسط ۴: ۳۱۷، حدیث: ۶۱۰۴، معرفۃ الصحابۃ ۴: ۴۴۸، حدیث: ۶۷۶۳، أطراف الغرائب و الافراد ۵: ۳۵، حدیث: ۹۵۹۴

''لڑکا سات سال تک سردار و امیر ہوتا ہے۔ سات سال تک غلام اور اسیر ہوتا ہے۔ سات سال تک بھائی اور وزیر ہوتا ہے۔ اگر تو اُس کے مقام [اور کام] سے راضی ہو تو ٹھیک ہے ورنہ اُس کے پہلو پر مار اس لیے کہ اب تو اُس کے معاملے میں معذور ہے۔''

اس کی سند ضعیف ہے (۱)۔

-۱۶۵: إِذَا كَتَبَ أحدُكُم فَلَا يَكْتُبُ عَلَيْهِ بَلَغ فَإِنَّهُ اسمُ شيطانٍ ولكن يَكْتُبُ عليهِ: اَللّٰهُ.

''جب تم میں سے کوئی کچھ لکھے تو اس پر بَلَغُ نہ لکھے کیوں کہ یہ شیطان کا نام ہے بلکہ اس پر ''اللہ'' لکھے۔''

یہ موضوع ہے جیسا کہ اللآلی المصنوعۃ میں ہے (۲)۔

-۱۶۶: إِذَا كُنتَ عَلَى الْمَاءِ فَلَاتَبْخَلُ بِالْمَاءِ. ''جب تو پانی پر بیٹھا ہو تو پانی میں بخل نہ کرو۔''

حافظ سخاوی لکھتے ہیں: میں اس حدیث سے واقف نہیں ہوں (۳)۔

---

(۱) ضعیف نہیں بلکہ شدید ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا ایک راوی زید بن جبیرۃ بن محمود بن ابی جبیرۃ متروک الحدیث ہے۔ [تقریب التہذیب: ۲۵۷، ترجمہ: ۲۱۱۹]

(۲) اللآلي المصنوعة ۱: ۱۹۷۔ حافظ ابن حبان لکھتے ہیں: اس کا راوی مسلم بن عبداللہ ابو عبداللہ شیخ ہے۔ ثقہ راویوں کے نام سے موضوعات نقل کرتا ہے۔ اُس کی برائی کیے بغیر کتابوں میں اس کا ذکر جائز نہیں اور پھر زیر بحث روایت مثال کے طور پر لکھی ہے۔ [المجروحین ۲: ۳۴۲، ترجمہ: ۱۰۳۴]

حافظ ابن الجوزی نے بھی حافظ ابن حبان کی رائے کو نقل کر کے اُس کی تصویب کی ہے۔

[کتاب الموضوعات من الاحادیث المرفوعات ۱: ۴۲۳، کتاب العلم [۵] باب النہی ان یکتب الناسخ عند الفراغ بلغ [۵۰] حدیث: ۵۰۲]

(۳) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: لم أقف عليه، ولكن في الأوسط للطبراني عن عائشة رضي الله عنها مرفوعاً من سَقَى مسلماً شربةً من ماءٍ حيث يوجد الماء فكأنما أعتق رقبةً.

[المقاصد الحسنۃ: ۹۴-۹۵، حدیث: ۷۷]

''میں اس حدیث سے واقف نہیں ہوں لیکن امام طبرانی کی المعجم الأوسط میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے موقوفاً......

-۱۶۷: إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِيُ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَامْقُلُوهُ (۱).

''جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو اسے ڈبو کر نکال دیا جائے۔''

...... مروی ہے کہ جس نے کسی ایسی مقام میں کسی مسلمان کو پانی پلایا جہاں پانی ملتا ہو تو اُسے ایک غلام کو آزاد کرنے کے برابر اجر ملے گا۔''

پیش کردہ روایت المعجم الأوسط ۵:۶۴' حدیث:۶۵۹۲ پر موجود ہے جس کی سند شدید ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا راوی زہیر بن مرزوق مجہول ہے۔

[میزان الاعتدال ۲:۸۵' ترجمہ:۲۹۲۰' تقریب التہذیب:۲۵۳' ترجمہ:۲۰۵۰]

حافظ ذہبی نے اُن کی زیر بحث روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ: امام بخاری کہتے ہیں: منکر الحدیث ہے۔

[میزان الاعتدال ۲:۸۶' ت:۲۹۲۰]

(۱) یہ مسند احمد ۳:۲۴ کی روایت ہے اور سنن نسائی کی روایت میں ہے: إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِيُ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَمْقُلْهُ. [سنن نسائی' کتاب الفرع والعتیرۃ [۴۱] باب الذباب یقع فی الاناء [۱۱] حدیث:۴۲۶۷]

رسول اللہ ﷺ صادق و مصدوق سے دیگر روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں: إذا وقع الذُّبابُ في شراب أحدكم فَلْيَغْمِسْهُ ثمَّ لِيَنْزِعْهُ فَإِنَّ فِي إِحْدَي جَنَاحَيْهِ دَاءً والأُخرى شِفَاءً. [صحیح بخاری' کتاب بدء الخلق [۵۹] باب إذا وقع الذُّبابُ في شراب أحدكم فَلْيَغْمِسْه [۱۷] حدیث:۳۳۲۰]

''جب تم میں سے کسی کے مشروب میں مکھی گر جائے تو اسے ڈبو کر نکال دیا جائے اس لیے کہ مکھی کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہے [اور مکھی کسی چیز میں گرتے وقت وہ پر پہلے لگاتی ہے جس میں بیماری ہے۔ لہٰذا تم دوسرا پر بھی ڈبو دو تا کہ بیماری کا علاج ساتھ ہی ہو جائے]۔''

تنبیہ: مستشرقین اور اُن کے پیروکار اسلام کے کچھ نادان دوست اس حدیث پر اعتراض کرتے ہیں کہ مکھی تو گندی چیزوں پر بیٹھتی ہے۔ پھر کھانے پینے کی چیزوں کو خراب کرتی ہے' لہٰذا مکھی کو ڈبونے سے تو مزید خرابی پیدا ہو گی۔ ان معترضین کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود مکھی سے نہیں بچ سکتے اور نہ اُس کی خرابی سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے کمالِ مہربانی فرماتے ہوئے اس کا علاج تجویز فرمایا ہے تو کچھ برا تو نہیں کیا۔ رہی یہ بات کہ اس کے ایک پر میں بیماری اور دوسری میں شفا ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ شہد کی مکھی میں شہد بھی ہے اور زہر بھی۔ جانوروں میں دودھ بھی ہے اور گوبر بھی' نیز یہ عملی تجربہ ہے کہ بھڑ وغیرہ کاٹ لے تو اسے وہیں جسم پر مسل دینے سے زہر ختم ہو جاتا ہے تو کیوں نہ ایک سچے نبی کی بات کو صدقِ دل سے مان لیا جائے؟

مشہور مصری عالم علامہ احمد محمد شاکر نے اس روایت کے ذیل میں اُن لوگوں کی خوب خبر لی ہے جو اس حدیث کا مذاق اُڑاتے ہیں اور لکھا ہے کہ اُن کے سرخیل جمال الدین افغانی اور محمد عبدہ ہیں اور: وَهُمَا لَا يَعْرِفَانِ فِي......

یہ روایت صحیح ہے۔ رہی فَامُقُلُوہُ ثُمَّ انُقُلُوہُ والی روایت سو یہ مصنوع [موضوع] ہے جیسا کہ المُغرِبُ میں ہے(۱)۔

۱۶۸- أربعٌ لَا یَشْبَعْنَ مِنْ أربعٍ: أرضٌ مِّنْ مَّطَرٍ، وأُنثی مِنْ ذَکَرٍ، وَعَیْنٌ مِّنْ نَّظَرٍ، وَعَالِمٌ مِّنْ عِلْمٍ(۲).

''چار چیزوں کا چار چیزوں سے پیٹ نہیں بھرتا: زمین کا بارش سے، عورت کا مرد سے، آنکھ کا دیکھنے سے اور عالم کا علم سے۔''

موضوع ہے جیسا کہ حافظ ابن الجوزی نے کہا ہے(۳)۔

......الْحَدِیْثِ شَیْئاً. [مسند احمد، تحقیق: احمد محمد شاکر ۶: ۵۵۵، بذیل حدیث: ۱۴۱۷]

''ان دونوں کو حدیث میں کوئی سمجھ بوجھ نہیں۔''

(۱) المُغرِبُ في ترتیب المعرِب ۲: ۲۷۱۔ علامہ مطرزی نے حدیث کے جن الفاظ کی تردید کی ہے اور اسے مصنوع قرار دیا ہے وہ علامہ ابن الانباری کی کتاب الزاهر في معاني کلمات الناس ۲: ۱۴۹ میں ہیں۔

(۲) تاریخ مدینۃ دمشق ۴۵: ۴۰۰، ترجمہ: ۵۳۰۷، تهذیب تاریخ دمشق ۳: ۳۶۱، المعجم الأوسط ۶: ۱۳۵، حدیث: ۸۲۶۶، حلیۃ الاولیاء ۲: ۲۸۱: مجمع الزوائد ۱: ۱۳۶

(۳) کتاب الموضوعات من الاحادیث المرفوعات ۱: ۳۸۵، کتاب العلم [۵] باب ان العلم لایشبع منہ [۲۷] بذیل حدیث: ۴۶۴، المصنوع فی الموضوع: ۵۴

حافظ ابن حبان فرماتے ہیں کہ اس کا راوی عبدالسلام بن عبدالقدوس کسی بھی طرح لائق احتجاج واستدلال نہیں کیونکہ موضوعات نقل کرتا ہے۔ [المجروحین ۲: ۱۳۵، ترجمہ: ۶۱۷]

حافظ ذہبی اور حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اسے طبرانی نے المعجم الأوسط میں عبدالسلام بن عبدالقدوس کلاعی کی سند سے نقل کیا ہے جو ضعیف اور ناقابل احتجاج ہے۔ [میزان الاعتدال ۲: ۶۱۷: مجمع الزوائد ۱: ۱۳۶]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر دونوں نے اس روایت کو حسین بن علوان کذاب کے ترجمہ میں نقل کیا ہے اور اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے دونوں نے لکھا ہے: وَکَذَّابٌ من کَذِبٍ.

[میزان الاعتدال ۱: ۵۴۲: لسان المیزان ۲: ۲۹۹]

''اور جھوٹا جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتا۔''

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی طرف اسے منسوب کرنا قطعی طور پر باطل ہے۔

[روضۃ المحبین ونزہۃ المشتاقین: ۸۹]

حافظ سخاوی کہتے ہیں: اس روایت کو امام حاکم نے تاریخ نیشاپور[1] میں اور حافظ ابونعیم نے حلیہ[2] میں محمد بن الفضل بن عطیہ سے روایت کیا ہے جو احادیث گھڑنے اور جھوٹ بولنے سے بدنام ہے[3]۔

حافظ ابن عدی نے اسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور اسے منکر کہا ہے[4]۔

منوفی کہتے ہیں: کہ مشہور یہ ہے کہ یہ کسی ہوشیار کا قول ہے اور یہی زیادہ مناسب ہے۔

-۱۶۹: حديثُ الأرُزِّ[5].

چاول والی حدیث ثابت نہیں۔ اسے ابن الدیبع نے ذکر کیا ہے[6]۔

---

(۱) تاریخ نیسابور تاحال مفقود ہے۔ اس کی ایک فارسی تلخیص دستیاب ہے جس میں روایت نہیں۔

(۲) حِلیۃ الاولیاء ۲:۲۸۱ (۳) المقاصد الحسنۃ: ۹۹، بذیل حدیث: ۸۶۔

(۴) حافظ ابن عدی نے اسے عبدالسلام بن عبدالقدوس عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ از سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مرفوعاً نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ عبدالسلام بن عبدالقدوس منکر الحدیث ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۲۳]

- حافظ عقیلی نے اسے عبداللہ بن محمد بن عجلان عن ابیہ عن جدہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً نقل کر کے لکھا ہے: اس کی کوئی اصل واساس نہیں اور عبداللہ بن محمد بن عجلان منکر الحدیث ہے۔ [الضعفاء الکبیر ۲:۲۹۶-۲۹۷]

(۵) چاولوں کے بارے میں کئی بے بنیاد ضعیف اور موضوع روایتیں ہیں:

- الأرُزُّ مِنِّي وَأنَا مِنَ الأرُزِّ.

''میں چاول سے ہوں اور چاول مجھ سے ہے۔''

حافظ سخاوی لکھتے ہیں: یہ روایت ثابت نہیں۔ [المقاصد الحسنۃ: ۱۰۲، حدیث: ۹۰]

- خلق الله الأرزّ من بقية نفسي.

''چاول کو اللہ تعالیٰ نے میرے باقی نفس سے پیدا کیا۔''

دواوین حدیث میں یہ روایت نہیں ملتی۔

- مَن أكل الأرز أربعين يوماً ظهرت ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه.

''جس نے چالیس روز تک چاول کھائے، اللہ تعالیٰ اس کے دل سے حکمت کے چشمے اُس کی زبان پر ظاہر کر دیں گے۔''

علامہ عجلونی نے علامہ صغانی کے حوالے سے اسے موضوع لکھا ہے۔ [کشف الخفاء ۲:۳۰۰، حدیث: ۲۳۸۸]

(۶) تمییز الطیب من الخبیث: ۲۵، ح: ۱۱۲؛ ۱۵۲، ح: ۱۱۱۹

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: اسے حافظ ابونعیم نے الطب النبوی میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے: سَيِّدُ طَعَامِ الدُّنيَا اللَّحْمُ ثُمَّ الأرُزُّ (۱).

''دنیا کے کھانوں کا سردار گوشت ہے' پھر چاول۔''

اسی طرح اسی دیلمی (۲) نے بھی نقل کیا ہے۔

-۱۷۰: الأرضُ في البحرِ كالإصطبلِ في البَرِّ (۳).

''سمندر میں زمین ایسی ہے جیسے کہ خشکی میں اصطبل۔''

اس کی کوئی اصل موجود نہیں (۴)۔

-۱۷۱: الأرضُونَ سبعٌ' في كُلِّ أرضٍ نَبِيٌّ كَنَبِيِّكُمْ (۵).

''زمینیں سات ہیں اور ہر زمین میں تمہارے نبی کی طرح نبی ہیں۔''

---

(۱) موسوعۃ الطب النبوی: ۳۵-۲۳۶-۲۳۷' ح: ۸۴۹' جس کی سند یہ ہے: عبد الله بن محمد بن عثمان' ثنا عبدالله بن محمد بن عامر الطائي' حدثني أبي' حدثني على بن موسى' عن أبيه موسى' عن جعفر بن محمد' عن أبيه محمد عن أبيه على عن أبيه الحسين عن أبيه على رضوان الله عليهم......

حافظ سخاوی نے لکھا ہے کہ: قال شيخنا: إنه لم يتبين لي الحكم بالوضع على هذا المتن.

[المقاصد الحسنۃ: ۳۹۴' بذیل حدیث: ۵۷۷]

''ہمارے شیخ [حافظ ابن حجر] نے فرمایا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ متن کیوں کر موضوع ہے؟''

(۲) شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو ابوشجاع دیلمی ہمدانی' مؤرخ اور علمائے حدیث سے تھے۔ ۵۶۹ھ =۱۰۵۳ء کو پیدا ہوئے۔ اَن گنت کتابیں لکھیں۔ ۵۰۹ھ = ۱۱۱۵ء کو وفات پائی۔

[سیر اعلام النبلاء ۲۰: ۳۷۵' ترجمہ: ۲۵۵' الاعلام ۳: ۱۸۳]

اُن کی تصانیف ضعیف اور موضوع احادیث سے بھری پڑی ہیں اس کی تفصیل شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی حجۃ اللہ البالغۃ ۱: ۱۳۵' اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی عجالہ نافعہ: ۵-۶ میں پڑھی جا سکتی ہے۔

(۳) اِحیاء علوم الدین ۴: ۳۱۸؛ ۴۴۲

(۴) حافظ عراقی لکھتے ہیں: لم أجد له أصلاً. [المغنی عن حمل الاسفار ۴: ۳۱۸؛ ۴۴۲]

(۵) تفسیر ابن ابی حاتم ۱۰: ۳۳۶۱' نص: ۱۸۹۱۸' تفسیر ابن جریر ۱۲: ۱۴۵' نص: ۳۴۳۷۱' بذیل تفسیر سورۃ الطلاق ۶۵: ۱۲' تفسیر القرطبی ۱: ۳۰۱' بذیل تفسیر سورۃ البقرۃ ۲: ۲۹' مستدرک حاکم ۲: ۴۹۳' الاسماء والصفات' بیہقی: ۳۸۹-۳۹۰۔

اسے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی زبانی نقل کیا جاتا ہے۔ابن کثیر نے اسے مفسر ابن جریر کی جانب منسوب کر کے لکھا ہے کہ اگر اس کی نقل صحیح ہو' تب بھی یہ چیز اُنہوں نے اسرائیلیات (۱)

---

(۱) اسرائیلیات، اسرائیلیۃ کی جمع ہے۔عمومی طور پر اسرائیلیات کو موضوعات ومکذوبات کا درجہ دیا جاتا ہے جب کہ اصل میں اسرائیلیات کی تین قسمیں ہیں:

۱- جو رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند سے ثابت ہوں' جیسے غار والوں کا قصہ' جس کا ذکر امام بخاری نے [صحیح بخاری' کتاب الاجارۃ [۳۷] باب من استأجر أجيراً فترك أجره [۱۲] حدیث:۲۲۷۲ میں] کیا ہے۔اس قسم کی روایتیں قابلِ قبول اور قابلِ استناد ہیں۔

۲- ایسی اسرائیلی روایات جو قرآن وحدیث کے صریح نصوص اور امت کے مسلمہ عقائد خلاف ہو۔جیسے امام ابن جریر نے وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا [سورۃ یوسف ۱۲:۲۴] کی ایک تفسیر یہ بھی نقل کی ہے کہ:

أمَّا هَمُّها به فاستلقت له' وأمَّا همه بهافإنه قعد بين رِجليها ونزع ثيابه.

[تفسیر ابن جریر ۷:۱۸۲' نص:۱۹۰۳۶]

''عورت نے یہ قوی عزم کیا کہ اُن کے سامنے لیٹ گئی اور اُنہوں نے قوی عزم یہ کیا کہ اُس کے پاؤں میں بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے اُتار دیے۔''

محقق مفسرین نے امام ابن جریر کی اس تفسیر کو قبول نہیں کیا چنانچہ امام قرطبی لکھتے ہیں: أمَّا يوسف علیہ السلام فهَمَّ بها لولا أن رای برهان ربه' ولكن لمَّا رأى البرهان ماهَمَّ. هذا لوجوب العصمة للأنبياء' قال أبو عبيدة : هذا على التقديم والتأخير' كأنه أراد: ولقد هَمَّتْ به' ولولا أن رای برهان ربه لَهَمَّ بها.

[تفسیر القرطبی ۹:۱۴۲]

''انبیاء کرام علیہم السلام چونکہ گناہ سے معصوم ہوتے ہیں' اس لیے اس عبارت میں تقدیم وتاخیر کر کے معنی کیا جائے گا' جو اس طرح کا ہو گا کہ: اُس عورت نے تو اُس کا قصد کر ہی لیا تھا اور وہ بھی اس کا قصد کر لیتے اگر اُنہوں نے اپنے رب کی واضح نشانی نہ دیکھ لی ہوتی اور چونکہ اُنہوں نے واضح نشانی دیکھ لی تھی اس لیے انہوں نے قصد ہی نہیں کیا۔''

۳- ایسی اسرائیلی روایات جن کا صدق وکذب ہمارے دین سے ثابت نہ ہو۔ایسی روایات کے بارے میں حدیث میں وارد ہے کہ: حَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ. [صحیح بخاری' کتاب احادیث الانبیاء [۶۰] باب ماذکر عن بنی اسرائیل [۵۰] حدیث:۳۴۶۱]

''بنی اسرائیل سے روایت نقل کیا کرو' اس میں کوئی حرج نہیں۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قال مالك: المراد جواز التحدث......

لی ہے۔اس کی اوراس جیسے امور کی نسبت معصوم[رسول اللہ ﷺ] کی طرف صحیح نہیں بلکہ انہیں اس کے کہنے والوں کے منہ پر ماردی جائے گی (۱)۔

......عنهم بما كان من أمرحسنٍ ' أمَّا ما علم كذبه فلا ' وقال الشافعي: من المعلوم أن النبي ﷺ لا يجيزالتحدث بالكذب' فالمعنى:حدثوا عن بني إسرائيل بمالاتعلمون كذبه'وأمَّا ماتجوزونه فلا حرج عليكم في التحدث به عنهم.[فتح الباری۶:۴۹۸-۴۹۹]

''امام مالک نے فرمایا: کوئی اچھی بات اُن سے نقل کرنا درست ہےاور جس بات کے بارے میں علم ہو کہ جھوٹی ہے'سو یہ حدیث اس کے بارے میں اجازت نہیں دیتی۔امام شافعی فرماتے ہیں: یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ جھوٹ بولنے کی اجازت قطعاً نہیں دے سکتے' پس اس کا مطلب یہ ہوا کہ بنی اسرائیل سے وہ چیزیں نقل کیا کرو جس کا جھوٹا ہونا تمہیں ثابت نہیں اور جس کا جھوٹ ہونا ثابت ہوٗا سے نقل نہ کرو۔''

(۱) البدایۃ والنہایۃ ۱:۳۵۔اس روایت کی سنداس طرح ہے: عطاء بن السائب' عن ابی الضحیٰ' عن ابن عباس۔
امام بیہقی اس روایت کونقل کر کے لکھتے ہیں:إسنادُ هذاعن ابن عباس رضي اللهعنهما صحيح'وهو شاذٌّ بمرةٍ'لا أعلمُ لأبي الضحى عليه متابعاً.[الاسماء والصفات:۳۹۰'تفسیر القرطبی ۱:۳۰۱]

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ تک اس کی سند درست ہے لیکن یہ کرات ومرات سے شاذ ہےاوراس کونقل کرنے میں ابوالضحیٰ کا کوئی متابع نہیں۔''

امام خلال کہتے ہیں:عطاء بن السائب اختَلَطَ'وأنكرأبو عبداللهالحديث.
[المنتخب من العلل:۱۲۵'حدیث:۵۸]

''عطاء بن السائب اختلاط کا شکار ہوئے تھے۔ابوعبداللہ[امام احمد] نے اس روایت کو منکر تسلیم کیا ہے۔''

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:وروي عن عطاء بن السائب مطوَّلاً غيرُأننا لانعتقد ذلك أصلاً......شريك و عطاء فيهمالينٌ'لايبلغ بهما ردُّ حديثهما'وهذه بَلِيَّةٌ تُحَيِّرُ السامع'كتبتها استطراداً للتعجب'وهو من قبيل إسمع واسكُت.[العلوللعلی الغفار:۵۷'بذیل حدیث:۱۶۱]

''عطاء بن السائب سے ایک طویل روایت میں اس کی روایت کی گئی ہے۔یہ الگ بات ہے کہ ہم اس پر بالکل اعتماد نہیں کرتے۔شریک اور عطاء دونوں حدیث کے باب میں کمزور ہیں لیکن یہ کمزوری اُن کی احادیث کورد کرنے کے لیے ناکافی ہے۔یہ ایک عجیب وغریب مصیبت ہے جو سننے والے کومتحیر کردیتی ہے۔ اسے میں نے تعجب کے طور پر درج کیا ہےاوراس کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ سنواور خاموش رہو۔''

محدث انورشاہ صاحب کشمیری لکھتے ہیں:وهذاالأثرشاذٌ بالمرة'والذي يجبُ عليناالإيمانُ به هوماثبتَ عندنا عن النبي ﷺ'فإن ثبت قطعاً أكفرنا مُنكِرَهُ وإلَّانَحكُمُ عليه بالإبتداع'وأمَّا غيرُ ذلك مما ......

-۱۷۲: الأرضُ المُقَدَّسَةُ لا تُقَدِّسُ أحداً، إنما يقَدِّسُ الإنسانُ عملُهُ[(۱)].

''پاک زمین کسی کو پاک نہیں کرتی۔ انسان کا عمل اُسے پاک کرتا ہے۔''

امام مالک نے موطأ[(۲)] میں یحییٰ بن سعید[(۳)] سے روایت کیا ہے کہ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ تم ارضِ مقدس میں آجاؤ تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں یہ بات لکھی۔ یہ روایت موقوف[(۴)] ہونے کے ساتھ منقطع[(۵)] بھی ہے۔

...... لم يَثبُتُ عنه ﷺ فلا يلزِمُنا تسليمُه و الإيمانُ به...... و الظاهرُ أنه ليس بمرفوع...... و الحاصل أنَّا إذا وجدنا الأثر المذكور شاذاً، لا يتعلق به أمرٌ من صلاتنا و صيامنا، و لا يُتَوَقَّفُ عليه شيئٌ من إيماننا، رأينا أن نترك شَرحَه. [فیض الباری ۳: ۶۰۹-۶۱۰، کتاب المظالم [۴۶] باب اثم من ظلم شیئاً من الارض [۱۳]

''یہ روایت بالکل شاذ ہے۔ اُس حدیث پر ایمان لانا ہم پر فرض ہے جو نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہو۔ اگر قطعی طور پر ثابت ہو تو ہم اُس کے منکر کو کافر کہیں گے اور اگر قطعی طور پر ثابت نہ ہو تو اس کے منکر کو بدعتی قرار دیں گے اور اگر اس طریق سے بھی ثابت نہ ہو تو ہمیں اس کے ماننے اور تسلیم کرنے کا پابند نہیں قرار دیا گیا ہے...... اور ظاہر ہے کہ یہ روایت مرفوع نہیں ہے...... حاصل یہ ہے کہ جب ہمیں معلوم ہوا کہ یہ روایت شاذ ہے اور اس کا ہمارے صوم وصلاۃ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ہمارے ایمانیات میں سے کوئی چیز اس پر موقوف ہے اس لیے ہم اس کی کوئی تشریح اور وضاحت ہی نہیں کرنا چاہتے۔''

(۱) المجالسۃ وجواہر العلم ۲: ۲۸، حدیث: ۱۲۳۸

(۲) موطأ امام مالک ۲: ۷۶۹، کتاب الوصیۃ [۳۷] باب جامع القضاء وکراہتہ [۸] حدیث: ۷

(۳) یحییٰ بن سعید بن قیس الانصاری النجاری ابوسعید، قاضی تھے۔ علمائے حدیث میں سے تھے۔ مدینہ منورہ سے تعلق تھا۔ یوسف بن محمد ثقفی نے اُنہیں مدینہ منورہ کا قاضی مقرر کیا تھا۔ عہد عباسی میں عراق منتقل ہوئے جہاں ''حیرۃ'' کے قاضی بنے۔ ۱۴۳ھ = ۷۶۰ء کو ''ہاشمیہ'' میں وفات پا گئے۔ [تاریخ بغداد ۱۴: ۱۰۱، الاعلام ۸: ۱۴۷]

(۴) وَقف سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، بمعنی: روکا ہوا اور اصطلاح میں وہ حدیث ہے جو کسی صحابی کی طرف منسوب ہو، خواہ قول ہو یا فعل، اور خواہ اُس کی سند متصل ہو یا منقطع: و هو مطلقاً ما رُوِيَ عن صحابي، من قول أو فعل، متصلاً كان أو منقطعاً. [الخلاصۃ فی علم اصول الحدیث: ۵۰]

(۵) اِنقطاع سے اسم فاعل ہے، جو اِتّصال [پیوستگی] کا ضد ہے۔ اصطلاح میں وہ حدیث ہے جس کی سند کی درمیان میں سے ایک یا چند راوی غیر مسلسل الگ الگ جگہوں سے حذف ہوئے ہوں:

فإن كان أسقط اثنين غير متوالِيَيْنِ في موضعين مثلاً فهو المنقطع. [شرح نخبۃ الفکر: ۶۹-۷۰]

ابن الملک[1] نے شرح خطبۃ المشارق میں لکھا ہے کہ میرے والد ماجد اپنے بعض مشائخ کے حوالے سے بیان کرتے تھے کہ جس شخص کو مکہ معظّمہ میں دفن کیا جائے اور وہ اس کے قابل اور اہل نہ ہو تو ملائکہ اُسے وہاں سے منتقل کر دیتے ہیں۔...... لیکن اس بارے میں مجھے کوئی روایت نہیں ملی[2]۔

-۱۷۳: اِستَفتِحُوا بِالصَّدَقاتِ أو بِقَضاءِ الدَّيْنِ[3].

''صدقات یا قرض کی ادائیگی کے ذریعے سے کامیابی حاصل کرو۔''

یہ زبان زد ہے۔ میں نے یہ الفاظ کہیں نہیں پائے۔ اسے ابن الدیبع نے ذکر کیا ہے[4]۔

-۱۷۴: أُسجُد لِلقِرَدِ في زمانه.

---

(۱) عبداللطیف بن عبدالعزیز بن امین الدین بن فرشتہ الکرمانی' المعروف بابن الملک۔ حنفی فقیہ تھے۔ کئی مفید کتابیں لکھیں۔ ۸۰۱ھ = ۱۳۹۸ء کو وفات پائی۔

[البدر الطالع ۱:۳۷۴' ترجمہ: ۲۵۰' الفوائد البہیۃ: ۱۸۱' ترجمہ: ۲۲۸' الاعلام ۴:۵۹]

(۲) مبارق الازہار فی شرح مشارق الانوار ۱:۲۵

(۳) حافظ سیوطی نے اس قسم کی ایک روایت اِن الفاظ میں نقل کی ہے:

اِستنزلوا الرزق بالصدقة. [الجامع الصغیر ۱:۵۰۱' حدیث: ۱۰۰۵]

علامہ مناوی نے اس کی توضیح اس طرح کی ہے کہ: أي: أطلبوا إدراره عليكم من خزائن الرزق بالتصدق على عياله المحتاجين فإنَّ الله يحبُّ مَن أحسن إليهم و إذا أحبَّ عبداً أجاب دعائه و أعطاه ما تمنَّاه. [فیض القدیر ۱:۵۰۱]

''یعنی رزق کے خزانوں میں سے رزق کا مطالبہ اپنے محتاج اہل وعیال پر خیرات کرنے کے ذریعے سے کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو اہل وعیال کے ساتھ احسان کرے اور جب وہ کسی بندے سے محبت کرے تو اُس کی دعاء پوری کرتا ہے اور وہ جس چیز کو طلب کرتا ہے وہ اُسے دے دیتا ہے۔''

آگے لکھتے ہیں: اسے ابوالشیخ نے کتاب الثواب میں سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے جس کی سند میں سلیمان بن عمرو ابوداود نخعی کوفی ہے۔ حافظ ذہبی نے الضعفاء، ص: ۱۷۴' ترجمہ: ۱۷۶۶ میں لکھا ہے کہ کذاب ہے۔ اور میزان الاعتدال ۲:۲۱۶' ترجمہ: ۳۴۹۵ میں امام یحییٰ کے حوالے سے لکھا ہے: لوگوں میں سب سے بڑا جھوٹا تھا۔ [فیض القدیر ۱:۵۰۱]

(۴) تمییز الطیب من الخبیث: ۲۷' حدیث: ۱۳۰

”اپنے زمانے کے سرداروں کے تابع رہو۔“

اسے حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء (۱) میں طاووس (۲) کی زبانی اس طرح نقل کیا ہے کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ...... اسے سیوطی نے نقل کیا ہے (۳)۔

۱۷۵- إسمَعِي يا جارة.

”لڑکی! میری بات سن۔“

یہ حجاج (۴) کا قول ہے جو اُس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے شکایت کے طور پر کیا تھا کہ میری اور تیری مثال اُس شخص کی طرح ہے جس نے کہا تھا:

إِيَّاكِ أَعْنِيْ وَاسْمَعِي يا جَارَة (۵)!

”تو ہی میری مراد ہو۔لڑکی! میری بات سن۔“

---

(۱) حلیۃ الاولیاء ۴:۱۱

(۲) طاووس بن کیسان، یمانی۔ ۳۳ھ = ۶۵۳ء کو پیدا ہوئے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مایہ ناز شاگرد ہیں۔ پانچ سو صحابہ کرام سے ملاقات کیے۔ ۱۰۶ھ = ۷۶۵ء کو دورانِ حج وفات پائی۔

[البدایۃ والنہایۃ ۹:۲۲۴، الاعلام ۳:۲۲۴]

(۳) الدرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة: ۸۸، حدیث: ۱۴۷

(۴) حجاج بن یوسف بن الحکم ثقفی ابومحمد، ۴۰ھ = ۶۶۰ء کو طائف میں پیدا ہوئے۔ شام کو نقل مکانی کی اور روح بن زنباع کے ہم نشین ہوئے جو عبدالملک بن مروان کا نائب تھا۔ پولیس میں رہے اور پھر فوج کے میجر جنرل بنے۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، طائف اور عراق کے والی تھے۔ اس عہدے پر بیس سال تک کام کیا۔ ۹۵ھ = ۷۱۴ء کو واسط میں وفات پائی جو اُنہوں نے کوفہ اور بصرہ کے مابین تعمیر کی تھی۔ [وفیات الاعیان ۲:۲۹، الاعلام ۲:۱۶۸]

(۵) علامہ ابوالفضل احمد بن محمد بن ابراہیم المیدانی النیشاپوری لکھتے ہیں کہ یہ کلام سب سے پہلے سہل بن مالک فزاری نے کیا تھا جو نعمان کی تلاش میں باہر نکلے۔ قبیلہ طی کے کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ اُن سے گاؤں کے سرادار کے بارے میں پوچھا۔ لوگوں نے حارثہ بن لأم کا نام لیا۔ یہ وہاں چل پڑے۔ گھر پہنچے مگر وہ گھر پر نہیں تھے۔ اُن کی حسین وجمیل بہن نے آؤ بھگت کی جس کی محبت میں دیوانہ ہو کر اُس کے بھائی کا انتظار کرنے لگے۔ اُن کے خیمے کے سائے میں بیٹھ کر یہ شعر کہے:

يَا أُخْتَ خَيْرِ الْبَدْوِ وَالْحَضَارَهْ ... كَيْفَ تَرَيْنَ فِيْ فَتَى فَزَارَهْ

أَصْبَحَ يَهْوَى حُرَّةً مِعْطَارَهْ ... إِيَّاكِ أَعْنِيْ وَاسْمَعِيْ يَا جَارَه

۱۷۶- أَشْهَدُ أَنِّي رسولُ اللّٰه .

''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔''

رافعی (۱) نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشہد میں أَشْهَدُ أَنِّي رسولُ اللّٰه پڑھا کرتے تھے۔ عسقلانی نے تلخیص میں فرماتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ تشہد کے الفاظ تو رسول اللہ ﷺ سے متواتر مروی ہیں جس میں آپ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ پڑھا کرتے تھے۔ تشہد کے علاوہ سیدنا سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک دفعہ لوگوں کا سامان خورونوش ختم ہو گیا (۲) ...... پھر انہوں نے حدیث نقل کی ہے جس کے آخر میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: أَشْهَدُ أَنْ لَّاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰه وَأَنِّي رسولُ اللّٰه.

......''سب سے بہتر بدوی مہذب سردار کی بہن! بنوفزارہ کے اُس نوجوان کے بارے میں تیری کیا رائے ہے جو ایک آزاد اور معطر و خوش بودار عورت کی محبت میں گرفتار ہو ہے۔ میری مراد تم ہو۔ لڑکی تم مجھے سنتی ہو؟''

[مجمع الامثال ۱: ۸۰-۸۱، مثال: ۱۸۷]

(۱) عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم ابوالقاسم رافعی قزوینی۔ شافعی فقیہ ہیں۔ ۵۵۷ھ=۱۱۶۲ء کو پیدا ہوئے۔ قزوین میں اُن کا حلقہ درس تھا۔ قزوین ہی میں ۶۲۳ھ=۱۲۲۶ء کو وفات پائی۔

[سیر اعلام النبلاء ۲۲: ۲۵۲، الاعلام ۴: ۵۵]

(۲) اس کے آگے حدیث کا مضمون یہ ہے: اور وہ محتاج ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اُنہیں اجازت مرحمت فرمائی۔ پھر ان لوگوں سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ملے تو انہوں نے اُن سے سارا ماجرا بیان کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اونٹوں کے بعد تمہاری زندگی کا انحصار کس پر ہوگا؟ اس کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اللہ کے رسول! اونٹ ذبح کرنے کے بعد ان کی زندگی کیسی گزرے گی؟ آپ نے فرمایا: لوگوں میں اعلان کرو کہ وہ اپنا اپنا کھانے پینے کا بقیہ سامان لے کر میرے پاس حاضر ہوں۔ پھر چمڑے کا ایک دسترخوان بچھا دیا گیا اور تمام سامان اُس پر ڈال دیا گیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور خیر و برکت کی دعاء فرمائی۔ پھر آپ نے تمام لوگوں کو برتنوں سمیت بلایا، چنانچہ لوگوں نے دونوں ہاتھوں سے خوب بھر بھر کر لینا شروع کیا۔ جب سب لوگ فارغ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: أَشْهَدُ أَنْ لَّاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰه وَأَنِّي رسولُ اللّٰه .

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔''

[صحیح بخاری، کتاب الشرکۃ [۴۷] باب الشرکۃ فی الطعام [۱] حدیث: ۲۴۸۴]

’’میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں (۱)۔‘‘

اسی طرح جب سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کا قرض ادا ہونے اور آپ کی دعاء کی برکت کا حال سنایا، تب بھی آپ نے فرمایا تھا کہ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه وَأَنِّي رسولُ اللّٰه.

’’میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں (۲)۔‘‘

۱۷۷- أَصْفِ النِّيَّةَ وَنَمْ فِي الْبَرِيَّةِ (۳).

’’نیت کو صاف رکھو اور جنگل [صحرا] میں سو جاؤ۔‘‘

یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ ابن الدیبع نے اس کا ذکر کیا ہے (۴)۔

۱۷۸- أَصْلُ كُلِّ دَآءٍ: الرِّضَى عن النفسِ. ’’ہر بیماری کی جڑ نفس سے راضی ہو جانا ہے۔‘‘

یہ حدیث نہیں ہے بلکہ سلف میں سے کسی کا قول ہے۔ ابن الدیبع نے اس کا ذکر کیا ہے (۵)۔

۱۷۹- الإعادَةُ سَعَادَةٌ.

’’[کسی بات کا] اعادہ کرنا سعادت ہے۔‘‘

ابن الدیبع کہتے ہیں: میں نے اِن الفاظ کے ساتھ یہ روایت کہیں نہیں دیکھی (۶)۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں کہ شمائل ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مزید استفادہ کے لیے کلام کو

---

(۱) تلخیص الحبیر ۱: ۵۲۳، کتاب الصلاۃ [۴] باب الاذان [۲] بذیل حدیث: ۳۱۴

(۲) صحیح بخاری، کتاب الاطعمۃ [۷۰] باب الرطب والتمر [۴۱] حدیث: ۵۴۴۳

(۳) المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع: ۵۶، حدیث: ۲۹

(۴) تمییز الطیب من الخبیث کے مطبوعہ نسخہ میں یہ روایت موجود نہیں۔ البتہ اس کے اصل ’’المقاصد الحسنۃ‘‘: ۱۱۹ حدیث: ۱۱۹ میں موجود ہے۔

(۵) تمییز الطیب من الخبیث: ۲۹، حدیث: ۱۴۶، المقاصد الحسنۃ: ۱۲۰، حدیث: ۱۲۱

(۶) تمییز الطیب من الخبیث: ۳۰، حدیث: ۱۵۵

تین بار دہراتے تھے[1]۔

۱۸۰- أعوذُ باللّٰہِ مِن عِمَامَۃٍ صَمَّآء.

''میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اُس عمامہ [پگڑی] سے پناہ مانگتا ہوں جس کا کوئی عَذْبَۃٌ [سرا] نہ ہو [جسے کاندھوں کے درمیان لٹکایا جاسکے]۔''

اس کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ حافظ سیوطی نے کہا ہے[2]۔

۱۸۱- أعِینُوا الشَّارِيَ.

''بیچنے والے کی مدد کرو۔''

ان الفاظ کے ساتھ اس کی کوئی اصل نہیں[3] اور اسی طرح حدیث: المُشْتَرِيُ مُعَانٌ. ''مشتری کی مدد کی جائے۔'' بھی بے اصل ہے' جیسا کہ ابن الدیبع نے ذکر کیا ہے[4]۔

۱۸۲- إفْتَضِحُوا فَاصْطَلِحُوا.

''ایک دوسرے کی برائی کرو' پھر صلح کرو۔''

یہ ضرب الامثال میں سے ہے۔ حدیث نہیں ہے جیسا کہ ابن الدیبع نے کہا ہے[5]۔

۱۸۳- أفْضَلُ العِبَادَاتِ أحْمَزُهَا.

''عبادات میں سے افضل وہ ہے جس میں مشقت زیادہ ہو۔''

زرکشی کہتے ہیں: یہ معروف نہیں[6]۔

---

(۱) کان إذا تَکَلَّمَ بکلمةٍ أعادَها ثَلاثاً حتّٰی تُفْهَمَ. [صحیح بخاری' کتاب العلم [۳] باب من اَعاد الحدیث ثلاثاً [۳۰] حدیث: ۹۵]

''نبی اکرم ﷺ جب کوئی اہم بات فرماتے تو اسے تین بار دُہراتے تا کہ اسے اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔''

(۲) الحاوی للفتاوی ۱:۳۰۳' الفتاوی القرآنیة' سورة آل عمران؛ المصنوع: ۵۶' حدیث: ۳۱

(۳) تمییز الطیب من الخبیث: ۳۲' حدیث: ۱۶۹' المصنوع: ۵۷' حدیث: ۳۲

(۴) المصنوع: ۵۷' حدیث: ۳۲۔ یہ روایت تمییز الطیب من الخبیث کے مطبوعہ نسخہ میں نہیں ہے۔

(۵) تمییز الطیب من الخبیث: ۳۲' حدیث: ۱۷۲' کشف الخفاء ۱:۱۶۸' حدیث: ۴۴۴

(۶) علامہ زرکشی نے حافظ مزی کے حوالے سے لکھا ہے: یہ اَحادیث غرائب میں سے ہے اور حدیث کی چھ مشہور کتابوں میں نہیں ہے۔ [اللآلي المنثورة في الأحادیث المشهورة: ۱۱۲' حدیث: ۱۴۹]

سیوطی نے اس پر خاموشی اختیار کی ہے (۱) اور ابن قیم نے شرح المنازل میں لکھا ہے کہ اس کی کوئی اَصل نہیں (۲)۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: اس کا معنیٰ صحیح ہے اس لیے کہ صحیحین میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث میں مروی ہے: الأجرُ علی قدرِ التَّعبِ (۳).

''اجر و ثواب تھکاوٹ و تکلیف کے اعتبار سے ہوتا ہے۔''

ابن الاثیر کی النہایۃ میں یہ روایت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی گئی ہے (۴)۔

اور یہ ''أَحمَزُھَا'' ''حاء بے نقط'' اور ''زاء'' کے ساتھ ہے۔

۱۸۴ - الأقربونَ أولَی بالمعروف.

''قریبی رشتہ دار بھلائی کے زیادہ حق دار ہیں۔''

حافظ سخاوی لکھتے ہیں: مجھے یہ روایت اِن اَلفاظ میں معلوم نہیں البتہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: أَرَی أن تجعلَهَا في الأقربین (۵).

---

(۱) حافظ سیوطی نے الدرر المنتثرۃ: ۵۱، حدیث: ۲۵ کے تحت اسے غیر معروف لکھا ہے۔

(۲) حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: قالوا: والأجرُ علی قدر المشقة، ورَوَوا حدیثًا لاأصلَ له: أفضل الأعمال أحمزھا، أي: أصعَبُھا و أشقُّھَا. [مدارج السالکین بین منازل ایاک نعبد وایاک نستعین ۱: ۸۵]

(۳) النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر: ۳۳۰، مادہ: ''حمز''

(۴) صحیحین میں ان الفاظ میں کوئی روایت نہیں ملتی۔ البتہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت موجود ہے کہ انہوں نے رسول اللہ سے پوچھا کہ: یارسول اللہ! یَصدُرُ الناسُ بِنُسُکَینِ و أَصدُرُ بِنُسُكٍ؟ فقیل لھا: إنتظري فإذا طَھُرتِ فاخرُجِي إلی التَّنعیمِ، فأَھِلِّي ثُمَّ ائتِیَا بِمَکَان کذا، ولٰکِنَّھَا علی قَدرِ نَفَقَتِكَ أو نَصَبِكَ.
[صحیح بخاری، ابواب العمرۃ [۲۶] باب اجر العمرۃ علی قدر النصب [۸] حدیث: ۱۷۸۷، صحیح مسلم، کتاب الحج [۱۵] باب بیان وجوہ الاحرام [۱۷] حدیث: ۱۲۶-[۱۲۱۱]
''لوگ دو عبادتوں [حج و عمرہ] کر کے واپس جائیں گے جب کہ میں صرف ایک عبادت [حج] کر کے واپس جاؤں گی تو اُن سے کہا گیا: آپ انتظار کریں۔ جب حیض سے پاک ہو جائیں تو تنعیم جا کر عمرے کا اِحرام باندھیں پھر فلاں جگہ ہمارے پاس آئیں لیکن عمرے کا ثواب تمہارے خرچ یا تمہاری مشقت کے مطابق دیا جائے گا۔''

(۵) صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ [۲۴] باب الزکاۃ علی الاقارب [۴۴] حدیث: ۱۴۶۱، صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ [۱۲] باب الابتداء فی النفقۃ بالنفس [۱۳] حدیث: ۴۱-[۹۹۷]

''میرا مشورہ ہے کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کرو۔''

جسے شیخین نے روایت کیا ہے (۱)۔

-۱۸۵: أَقْضَاكُمْ عَلِيٌّ.

''تم میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا علی [رضی اللہ عنہ] ہیں۔''

حافظ سخاوی لکھتے ہیں: اِن الفاظ کے ساتھ اسے مرفوعاً نہیں جانتا (۲) البتہ مستدرک حاکم میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّ أَقْضَى أَهلِ المدينةِ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ (۳).

''ہم [صحابہ] کہا کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں اچھا فیصلہ کرنے والے علی رضی اللہ عنہ ہیں۔''

حافظ سخاوی کہتے ہیں: اس قسم کے الفاظ میں جو روایت بیان کی جاتی ہے، صحیح قول کے مطابق وہ حکماً مرفوع (۴) ہوتی ہے (۵)۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: اس میں کھلا اعتراض موجود ہے (۶)۔

ابن فرشتہ (۷) کے شرح المشارق میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے کہ:

---

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۱۳۴، حدیث: ۱۴۱

(۲) اس روایت کے تحت اس قسم کے الفاظ المقاصد الحسنۃ میں موجود نہیں۔

(۳) المستدرک ۳: ۱۳۵

(۴) مرفوع حکمی: وہ حدیث ہے جو بظاہر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب نہ ہو لیکن جو مضمون اس میں بیان ہو رہا ہو اُس میں چونکہ اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی اس لیے وہ حکماً رسول اللہ ﷺ کی طرف ہی نسبت رکھتی ہے، جیسے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد: مَن أتى ساحراً أو كاهناً أو عَرَّافاً فَصَدَّقَهُ بما يقول فقد كفر بما أنزل على محمد ﷺ. [السنن الکبریٰ، بیہقی ۸: ۱۳۶]

''جو شخص کسی ساحر، کاہن اور نجومی کے پاس آ کر اُس کی بات کی تصدیق کرے تو بے شک وہ اُس کتاب کے انکار کا مرتکب ہوا جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔''

(۵) المقاصد الحسنۃ: ۱۳۶

(۶) اس لیے کہ اس رائے میں اجتہاد کی گنجائش موجود ہے۔

(۷) انہیں ''ابن الملک'' بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا مختصر ترجمہ اس کتاب کے ۲: ۲۳۳ پر ذکر کیا گیا ہے۔ ابن فرشتہ ابن الملک ہی کا ترجمہ ہے۔

أقرَؤُنا أُبَيٌّ وأقضَانَا عَلِيٌّ (۱).

ہم میں سب سے اچھا قاری سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (۲) اور سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

میں [ملاعلی قاری] کہتا ہوں: اس سے زیادہ صریح روایت امام ترمذی کی ہے جس میں مذکور ہے:

أرحَمُ أمّتي بأمَّتِي أبُوبكر، وأشدُّهُم في أمرالله عمر، وأصدقهم حياءً عثمان وَأُقضاهُمُ عَلِيٌّ (۳).

''میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل ابوبکر [رضی اللہ عنہ]، امرالٰہی [کے نفاذ] میں سب سے زیادہ سخت عمر [رضی اللہ عنہ] سب سے زیادہ باحیا عثمان [رضی اللہ عنہ] اور سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے علی [رضی اللہ عنہ] ہیں۔''

فائدہ: حافظ سخاوی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے: مجھ سے اُس مقام کے بارے میں استفسار کیا گیا جس میں ملائکہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے حیا کی۔ میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ میں اس بارے میں کسی بامعتمد حدیث سے واقف نہیں ہوں، البتہ ہمارے استاذ البدر النسابۃ نے اپنی جمع کی ہوئی ایک کتاب میں جمال الکازرونی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا انس بن مالک کی غیر موجودگی میں مہاجرین وانصار کے مابین مؤاخات کرائی اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اُن کی جگہ اس حالت میں آگے بڑھے کہ ان کا سینہ کھلا ہوا تھا تو فرشتے حیا سے پیچھے

---

(۱) اُبی بن کعب بن قیس بن عبید، نجاری، خزرجی، انصاری، ابوالمنذر رضی اللہ عنہ قبول اسلام سے قبل یہود کے احبار میں سے تھے۔ کتبِ سابقہ پر گہری نظر تھی۔ کاتبین وحی میں سے تھے۔ غزوہ بدر، احد، خندق اور دوسرے غزوات میں شریک رہے۔ جنگ جابیہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہم رکاب تھے۔ بیت المقدس والوں کے لیے صلح نامہ آپ ہی نے تحریر کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مرویات ۱۶۴ ہیں۔ مدینہ منورہ میں ۲۱ھ=۶۴۲ء کو وفات پائی۔

[الاصابۃ ۱:۱۹، الاعلام ۱:۸۲]

(۲) مسند احمد ۵:۱۱۳

(۳) سنن ترمذی، کتاب المناقب [۵۰] باب مناقب معاذ بن جبل وزید بن ثابت [۳۳] حدیث: ۳۷۹۰ میں أقضَاهُم عَلِيٌّ کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ وأعلمهم بالحلال والحرام معاذُ بن جبل، وأفرضهم زيدُ بن ثابت، وأقرؤهم أُبَيٌّ، ولكل أمةٍ أمينٌ وأمين هذه الأمة أبوعبيدة بن الجراح کے الفاظ ہیں۔

ہٹ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں سینہ ڈھانکنے کا حکم دیا تب کہیں ملائکہ اپنی جگہ پر لوٹ آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن سے پیچھے ہٹنے کا سبب پوچھا تو اُنہوں نے کہا: عثمان [رضی اللہ عنہ] کی حیا سے ہم پیچھے ہٹ گئے تھے (۱)۔

-۱۸۶: أكثرُ أهلِ الجَنَّةِ: البُلْهُ (۲).

''جنت میں اکثریت سیدھے سادے لوگوں کی ہے۔''

بزار نے ضعیف (۳) اور قرطبی نے التَّذْكِرَةْ میں صحیح قرار دیتے ہوئے اسے نقل کیا ہے (۴)۔

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ۱۰: ۴۳۱، بذیل حدیث: ۶۰۶۹

(۲) شرح مشکل الآثار ۷: ۴۳۱، حدیث: ۲۹۸۲، مسند بزار ۱۳: ۳۲، برقم: ۶۳۳۹، تاریخ مدینۃ دمشق ۴۱: ۵۲۷، ترجمہ علی بن شریح بن حمید [۴۹۳۰] برقم: ۸۳۴۷، تاریخ الاسلام ۱۳: ۲۰۲، ترجمہ: سلامۃ بن روح الایلی، سیر اَعلام النبلاء ۶: ۳۰۳، ترجمہ عقیل بن خالد ابو خالد الایلی

(۳) امام بزار لکھتے ہیں: وهذا الحديث قد رُوي بعض كلامه عن النبي ﷺ من وجوهٍ، وبعضه لا نعلمه يُروَى إلَّا من هذا الوجه. وسلامة كان ابن أخي عقيل بن خالد، ولم يتابع على حديث ''أكثر أهل الجنة البُله'' على أنه لو صَحَّ كان له معنى. [مسند البزار ۱۳: ۳۳]

''یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے کئی طرق سے منقول ہے جن میں سے کچھ کا ہمیں علم نہیں، بس یہی ایک طریق معلوم ہے۔ سلامۃ [بن روح]، عقیل بن خالد کا بھتیجا ہے جس کا اِس روایت میں کوئی متابع نہیں۔ یہ روایت اگر صحیح مان لی جائے تو اس کا ایک الگ معنیٰ ہوگا۔''

(۴) امام قرطبی لکھتے ہیں: وهو حديثٌ صحيحٌ، أي: البله عن معاصي الله. [التذكرة: ۴۰۶]

''یہ حدیث صحیح ہے، یعنی: ارتکابِ گناہ سے پاک دامن اور بھولے بھالے لوگ۔''

امام ابن ابی العز لکھتے ہیں: هذا لا يصحُّ عن رسول الله ﷺ ولا ينبغي نسبته إليه، فإنَّ الجنة إنما خُلِقت لأولي الألباب، الذين أرشدتهم عُقُولُهم وألبابهم إلى الإيمان بالله وملئكته وكتبه ورسله واليوم الآخر، وقد ذكر الله أهل الجنة بأوصافهم في كتابه، فلم يذكر في أوصافهم البلهَ، الذي هو ضَعفُ العقل، وإنما قال النبي ﷺ: اطَّلعتُ في الجنة فرأيتُ أكثر أهلها الفقراء، ولم يقل: البُلَهَ.

[شرح العقیدۃ الطحاویۃ ۲: ۷۷۰]

''رسول اللہ ﷺ سے اس کی نقل صحیح نہیں اور نہ ہی ان کی طرف اس کی نسبت مناسب ہے، اس لیے اُن صاحبِ عقل لوگوں کے لیے بنائی ہے جن کی عقلوں نے اُن کی رہنمائی کی کہ وہ اللہ تعالیٰ، اس کے ملائکہ، کتابوں، اس =

جیسا کہ المقاصد الحسنۃ میں لکھا ہے[1]۔

اس روایت میں یہ اضافہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ: وعِلِّيُّونَ لِذَوِي الألباب[2].

''اور علیین عقل والوں کے لیے۔''

یہ اضافہ بالکل بے اصل ہے جیسا کہ حافظ عراقی نے کہا ہے بلکہ یہ احمد بن الحواری[3] کا کلام ہے جس کو کسی نے اس روایت کے ساتھ ملایا ہے[4]۔

حافظ عراقی لکھتے ہیں: بزار نے اسے ضعیف اور قرطبی نے اسے صحیح قرار دیتے ہوئے نقل کیا ہے حالانکہ ابن عدی نے لکھا ہے کہ یہ روایت منکر ہے[5][6]۔

کہا جاتا ہے کہ ''ابلہ'' سے مراد وہ لوگ مراد ہیں جو دنیاوی معاملات میں سیدھے سادے ہوں مگر اپنے رب کے دین کے معاملے میں اہل دنیا کے بالکل برعکس اور سمجھ دار ہوں۔ دنیاداروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَعۡلَمُوۡنَ ظَاهِرًامِّنَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَهُمۡ عَنِ الۡاٰخِرَةِ هُمۡ الۡغٰفِلُوۡنَ.

[سورۃ الروم۳۰:۷]

''وہ اِس دنیا کی زندگی کے صرف ظاہر کو جانتے ہیں اور آخرت سے وہ بالکل ہی بے خبر ہیں۔''

...... کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان لائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اہل جنت کے اَوصاف ذکر کیے ہیں جن میں ابلہ پن — جو عقل کی کمی ہے — کا ذکر کہیں نہیں کیا' بلکہ نبی اکرم ﷺ نے تو فرمایا ہے کہ: میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اہل جنت کی اکثریت فقراء [ومساکین] پر مشتمل ہے۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے بے وقوفوں کا تذکرہ نہیں فرمایا۔''

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۱۳۷ میں اس روایت کے تحت اس قسم کا جملہ نظر نہیں آیا۔

(۲) احیاء علوم الدین ۳: ۱۸؛ ۳: ۲۳؛ ۴: ۱۷۵؛ ۴: ۳۳۵

(۳) ابوالحسین' دمشق سے تعلق تھا۔ ابوسلیمان دارانی وغیرہ کے رفیق رہے ہیں۔ ۲۳۰ھ کو وفات پائی۔
[رسالہ قشیریہ: ۴۴]

(۴) المغنی عن حمل الاسفار ۴: ۳۳۵

(۵) المغنی عن حمل الاسفار ۳: ۱۸

(۶) الکامل فی ضعفاء الرجال ۴: ۳۲۹' بذیل ترجمہ: سلامۃ بن روح: ۴۱/۳/۷۷

سہل تستری (۱) نے البُلہ کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت رچی بسی ہو اور وہ اللہ کے [ذکر کا] شغل کرتے ہوں۔

لیکن ظاہر ہے کہ ہر اَبلہ کے حق میں یہ تفسیر صادق نہیں آتی۔

ظاہر یہ ہے جو بعض لوگوں نے کہا ہے کہ البُلہ بوڑھی عورتوں اور دیہاتیوں وغیرہ کی طرح ہوتے ہیں جو اپنے دین میں متصلب [پکے] اور ثابت قدم ہوتے ہیں اور دین پر اُن کا یقین کبھی بھی نہیں ڈگمگاتا۔

بعض محققین صوفیاء کا خیال ہے کہ البُلہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو مقام مشاہدہ و حضور کے مقابلے میں جنت اور اس کے حور و قصور پر قانع ہوں۔

النہایۃ میں ہے اَلْبُلْهُ، اَلْأَبْلَهُ کی جمع ہے۔ اَبلَہ وہ ہے جو شر سے غافل اور خیر سے بھرپور ہو۔ اُن کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن پر سلامتی قلب اور لوگوں پر حسن ظن غالب آچکا ہو اس لیے کہ وہ دنیاوی امور سے غافل ہونے کی وجہ سے اس میں اچھی طرح تصرف کرنے سے لاعلم ہیں۔ انھوں نے اپنی پوری توجہ آخرت کی طرف مبذول کی ہے اس لیے اس کے مستحق ٹھہرے کہ اُن کی اکثریت جنت میں ہو۔ رہا وہ اَبلہ جو عقل نہیں رکھتا اس روایت سے وہ مراد نہیں (۲)۔

۔۱۸۷: أَكْرِمُوا طَهُورَكُم.

''اپنے پانی کا اِکرام [عزت اور حفاظت] کرو۔''

ابن تیمیہ کہتے ہیں: یہ موضوع ہے (۳)۔ الذیل میں بھی یہی لکھا ہے (۴)۔

---

(۱) ابو محمد سہل بن عبد اللہ تُستری، اہل تصوف کے ہاں امام مانے جاتے ہیں۔ معاملات اور ورع و تقوی میں اپنے زمانے میں بے نظیر تھے۔ ذوالنون مصری سے ملاقات رہی ہے۔ ۲۷۳ھ یا ۲۸۳ھ کو وفات پائی۔
[رسالہ قشیریہ: ۳۹]

(۲) النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر: ۱۵۱

(۳) المصنوع في معرفة الحديث الموضوع: ۵۸؛ حدیث: ۳۵

(۴) ذيل الزيادات على الموضوعات ۲: ۷۹۵؛ حدیث: ۱۰۲۵ میں طَهُورَكُم کے بجائے ظُهُورَكُم ہے۔

-۱۸۸: إكرامُ الميتِ دَفْنُهُ.

''مردے کی عزت اُس کا دفنانا ہے۔''

حافظ سخاوی کہتے ہیں: میں مرفوعاً اِس حدیث سے واقف نہیں۔ اسے ابن ابی الدنیا (۱) نے ایوب سختیانی (۲) کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ کہا جاتا تھا کہ مردے کی عزت گھر والوں پر یہ ہے کہ اُسے اُس کے قبر تک جلد پہنچا دیا جائے (۳)۔

اس قول کی شاہد یہ حدیث ہے: أسرِعُوا بِالجَنازة (۴). ''جنازے کو جلدی لے کر چلو۔''

امام بیہقی نے ایک باب اس طرح باندھا ہے: ''جب کسی کی موت ظاہر ہو چکی ہو تو جنازے کا جلد تیار کرنا مستحب ہے۔'' اور اس میں طبرانی کی یہ مرفوع روایت لکھی کہ:

لَا يَنْبَغِي لِجِيفَةِ مُسْلِمٍ أنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ أهْلِهِ (۱).

---

(۱) عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان، ابن ابی الدنیا، القرشی، الاموی، البغدادی، ابوبکر۔ ۲۰۸ھ = ۸۲۳ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ حافظ حدیث ہیں۔ بکثرت کتابیں لکھیں۔ خلیفہ معتضد باللہ عباسی اور اُن کے بعد اُن کے فرزند مکتفی باللہ کے اتالیق اور مؤدب رہے ہیں۔ ۲۸۱ھ = ۸۹۴ء کو بغداد میں وفات پائی۔

[تذکرۃ الحفاظ ۲: ۶۷۷، ترجمہ: ۶۹۹، الاعلام ۴: ۱۱۸]

(۲) ایوب بن ابی تمیمہ کیسان سختیانی بصری ابوبکر۔ اپنے زمانے میں فقہاء کے سردار تھے۔ حافظ حدیث اور عابد وزاہد تابعی ہیں۔ ۶۶ھ = ۶۸۵ کو پیدا ہوئے۔ ثقہ اور ثبت تھے۔ آپ سے تقریباً آٹھ سو احادیث روایت کی گئی ہیں۔ ۱۳۱ھ = ۷۴۸ء کو وفات پائی۔ [حلیۃ الاولیاء ۳: ۳، الاعلام ۱: ۳۸]

(۳) ذِکرالموت، مندرج موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا ۵: ۴۹۸، حدیث: ۳۱۳

(۴) پوری حدیث اس طرح ہے: أسرِعُوا بِالجَنازة فإن تَكُ صالحةً فَخَيرٌ تُقَدِّمُونَها إليهِ، وإنْ تَكُ سِوَى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُم.

[صحیح بخاری، کتاب الجنائز [۲۳] باب السرعۃ بالجنازۃ [۵۱] حدیث: ۱۳۱۵]

''جنازے کو جلدی لے کر چلو کیوں کہ اگر وہ نیک ہے تو تم اُسے خیر کی طرف لے جا رہے ہو اور اگر برا ہے تو بری چیز کو اپنی گردنوں سے اُتار کر سبک دوش ہو جاؤ گے۔''

(۵) سنن ابی داود، کتاب الجنائز [۲۰] باب تعجیل الجنازۃ [۳۳] حدیث: ۳۱۵۹، المعجم الکبیر ۴: ۲۸-۲۹،

......

’’کسی مسلمان کی لاش کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ لوگوں کے درمیان محبوس کر کے رکھی جائے۔‘‘

اور طبرانی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ مرفوع روایت نقل کی ہے کہ:

إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوهُ وَأَسْرِعُوا بِهِ إِلَى قَبْرِهِ (۱) .

’’جب تم میں سے کوئی مرجائے تو اُسے روکے نہ رکھو اور اسے اُس کی قبر تک جلدی لے جاؤ۔‘‘

......حدیث: ۳۵۵۴‘ السنن الکبریٰ‘ بیہقی ۳: ۳۸۶-۳۸۷۔ یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا ایک راوی سعید بن عثمان ہے جس کی توثیق امام ابن حبان کے سوا کسی اور نے نہیں کی جب کہ ابن حبان متساہل ہیں۔ نیز اس کے دو رُواۃ: عروۃ بن سعید انصاری اور سعید انصاری کی کسی نے توثیق نہیں کی مگر دوسری صحیح احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جنازے کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنی چاہیے۔

(۱) پوری حدیث اس طرح ہے: إذامات أحدكم فلاتحبسوه وأسرعوا به إلى قبره وليقرأ عند رأسه بفاتحةالكتاب وعند رجليه بخاتمة البقرة في قبره .

[المعجم الکبیر ۱۲: ۳۴۰‘ حدیث ۱۳۶۱۳‘ شعب الایمان ۷: ۱۶‘ حدیث: ۹۲۹۴‘ مجمع الزوائد ۳: ۴۴‘ مشکاۃ المصابیح ۱: ۵۳۸‘ حدیث: ۱۷۱۷‘ آثار السنن: ۳۳۸‘ ہامش]

’’جب تم میں سے کوئی فوت ہوجائے تو اسے روک کر نہ رکھو اور اسے اُس کی قبر کی طرف جلدی لے جاؤ‘ اُس کے سرہانے سورۃ الفاتحہ کی ابتدائی آیات اور پاؤں کی جانب سورۃ البقرۃ کا خاتمہ [آخری حصہ] پڑھو۔‘‘

-۱: اس کی سند میں یحییٰ بن عبداللہ بن ضحاک بابلتی ہے‘ جو حافظ ابوحاتم کی تصریح کے مطابق ضعیف تھا۔ [الجرح والتعدیل ۹: ۱۶۴]

-۲: اس کی سند میں ایوب بن نہیک بھی ہے جو منکر الحدیث تھا۔ [الجرح والتعدیل ۲: ۲۵۹]

جب کہ امام ازدی فرماتے ہیں: متروک تھا۔ [میزان الاعتدال ۱: ۲۹۴]

یہ روایت مرفوعًا اسی سند کے ساتھ مروی ہے جیسا کہ امام بیہقی فرماتے ہیں: لم يكتب إلَّا بهذاالإسنادفيماأعلم وقد روينا القراءة المذكورة فيه عن ابن عمر رضی اللہ عنہ موقوفاً عليه. [شعب الایمان: ۷: ۱۶]

’’جتنا ہمیں معلوم ہے‘ اس کی مرفوع سند یہی ہے‘ البتہ مذکورہ قراءت کے بارے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک موقوف روایت ہے۔‘‘

پس مرفوعًا یہ روایت ضعیف ہے اور جو روایتیں حافظ ہیثمی نے [مجمع الزوائد ۳: ۴۴ میں] مرفوعًا اور حافظ ابن قیم نے [الروح طبع قدیم: ۱۰‘ طبع جدید ۱: ۱۸۶‘ ۱۸۷ میں] موقوفًا نقل کی ہیں‘ وہ بھی ضعیف ہیں ان دونوں کی سند میں عبدالرحمٰن بن العلاء بن لجلاج ہے‘ جس کے شمار مجہولین میں ہوتا ہے جیسا کہ حافظ ذہبی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ: ما رَوَى عنه سِوَى مبشر بن اسماعيل الحلبي. [میزان الاعتدال ۲: ۵۷۹] ......

اور ایک روایت میں ہے کہ:

مَنْ مَّاتَ فِي بُكْرَةٍ فَلَا يَقِيْلَنَّ إِلَّا فِي قَبْرِهِ، وَمَنْ مَّاتَ عَشِيَّةً فَلَايَبِيْتَنَّ إِلَّا فِي قَبْرِهِ (۱).

''جو صبح کے وقت مرے اُس کا دوپہر قبر میں ہونا چاہیے اور جو شام کو مرے اُس کی رات قبر میں گزرنی چاہیے۔''

حافظ سخاوی لکھتے ہیں: اہل مکہ اس سے غفلت برتتے ہیں اس لیے کہ وہ اکثر مردے کو ظہر کے بعد یا صبح کو لے کر جاتے ہیں چاہے وہ دو وقت پہلے مر چکا ہو۔ وہ اسے کعبہ کے دروازے کے قریب لا کر رکھ دیتے ہیں اور جب صبح یا عصر کی نماز پڑھ لی جاتی ہے تب کہیں جا کر اُس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے (۲)۔

...... ''مبشر بن اسماعیل حلبی کے علاوہ کسے دوسرے راوی نے اُس سے کوئی حدیث نقل نہیں کی ہے۔''

اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کیا جائے، تو اِس سے ان آیات کا قبر کے پاس پڑھنا مستحب ثابت ہوگا جیسا کہ علامہ طحطاوی نے لکھا ہے: ویستحب أن یقرأعلی القبربعد الدفن أول سورة البقرة وخاتمتها.

[شرح مراقی الفلاح: ۳۴۱]

اور فقیہ امام زادہ سمرقندی لکھتے ہیں: وَتُسْتَحَبُّ قراءةُ فاتحة الکتاب عندرأس المیت، وقراءة فاتحة البقرة عند رجلیه. [شرعۃ الاسلام: ۲۹۹]

''میت کے سرہانے سورۃ الفاتحۃ پڑھنا اور پاؤں کی طرف سورۃ البقرۃ کی ابتدائی آیات کا پڑھنا مستحب ہے۔''

حالانکہ ہم نے آج تک کسی کو قبر کے سرہانے سورۃ الفاتحۃ پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ رہی علامہ طحطاوی کی بات، سو اس کے بارے میں عرض ہے کہ یہ عملاً فرض کے درجہ تک پہنچ چکا ہے اور مستحب اَفعال کے بارے میں علامہ طیبی اور ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں: أنَّ مَن أصَرَّعلی أمرمندوبٍ، وجعله عزماً، ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال، فکیف من أصرعلی بدعة ومنکر؟

[الکاشف عن حقائق السنن ۲: ۳۷۴، مرقاۃ الفاتیح ۳: ۳۱، بذیل حدیث: ۹۴۶]

''جس نے کسی مستحب چیز پر اصرار کیا اور اس کو عزیمت بنا لیا اور رخصت پر عمل نہ کیا تو گویا اس کو شیطان نے گمراہی کے راستے پر ڈال دیا، پس کیا حال ہوگا اُس شخص کا جو کسی بدعت اور بُری چیز پر اصرار کرتا ہے؟''

(۱) حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں نقل کیا ہے اور اس کا ایک راوی حکم بن ظہیر متروک الحدیث ہے۔ [مجمع الزوائد ۳: ۲۰]

(۲) المقاصد الحسنۃ: ۱۴۱، بذیل حدیث: ۱۵۰

خطاب کہتے ہیں: حافظ سخاوی نے اہل مکہ کے عمل پر بجا طور پر نکیر کی ہے۔اسی طرح ہمارے شیخ عارف باللہ محمد بن عراق بھی اس کام کو نادرست سمجھتے تھے۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: اہل مکہ کی اس تاخیر کے لیے یہ عذر پیش کی جا سکتی ہے کہ یہ اوقات نماز میں جمع ہونے اور جنازے کی مشایعت ومتابعت کے لیے بہتر ہیں اور خصوصی طور پر گرمی کے زمانہ میں یہ بہت ضروری ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہی اچھے مقاصد اور بدعتِ حسنہ (۱) کو خوب جانتے ہیں اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً (۲) اور موقوفاً مروی ہے کہ:

مَا رآهُ المُسلمُونَ حَسَنًا فهو عندَ اللّٰهِ حَسَنٌ (۳).

”جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہے۔“

۱۸۹- أكرِمُوا الخُبزَ.

”روٹی کی عزت کرو۔“

یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے (۴) جو سب کے سب ضعیف ومضطرب ہیں۔اور کچھ طرق بعض کے مقابلہ میں زیادہ ضعیف ہیں۔

حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ اس پر موضوع ہونے کا حکم تو یقیناً نہیں لگایا جا سکتا جب کہ خصوصاً مستدرک حاکم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے:

أكرِمُوا الخُبزَ (۵).

”روٹی کا احترام کرو۔“

---

(۱) کوئی شرعی بدعت، بدعتِ حسنہ نہیں ہوتی۔

(۲) حافظ زیلعی لکھتے ہیں کہ مَا رآهُ المُسلمُونَ حَسَنًا فهو عندَاللّٰهِ حَسَنٌ مرفوعاً غریب [ضعیف] ہے اور یہ موقوفاً ہی ثابت ہے۔[نصب الرایہ ۴:۱۳۳، حدیث: ۶۸۰۴]

(۳) المستدرک ۳:۷۸

(۴) تفصیل کے لیے دیکھئے: المقاصد الحسنة: ۱۴۳، حدیث: ۱۵۳، اللآلی المصنوعة فی الاخبار الموضوعة ۲:۱۸۱-۱۸۲، الفوائد المجموعة: ۱۶۱-۱۶۳

(۵) مستدرک حاکم ۴:۱۲۲

عسقلانی کہتے ہیں: یہ ایک عمدہ شاہد ہے۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: بغوی (۱) نے معجم الصحابہ میں اس حدیث کو اس اضافہ کے ساتھ روایت کیا ہے: فإنَّ اللّٰه أنزلَهُ مِنْ بَرَكَاتِ السَّمَآءِ (۲).

''اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے آسمان کی برکات [بارشوں] سے نازل فرمایا ہے۔''

۱۹۰- أكرِموا الشُّهودَ فإن اللّٰه يَسْتَخرِجُ بِهِمُ الْحُقُوقَ وَيَدْفَعُ بِهِم الظُّلم.

''گواہوں کی عزت کرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ حق کو نکلواتا اور ظلم کو دور کرتا ہے۔''

عقیلی کہتے ہیں یہ غیر محفوظ ہے (۳) بلکہ صغانی نے اس کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے (۴)۔

سیوطی کہتے ہیں: اسے دیلمی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (۵)۔

---

(۱) عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز بن مرزبان ابوالقاسم بغوی۔ حافظ حدیث تھے۔ ہراۃ اور مروالروز کے مابین واقع بغشور کی نسبت سے بغوی کہلاتے ہیں۔ ۲۱۳ھ = ۸۲۸ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے میں محدثِ عراق تھے۔ ۳۱۷ھ = ۹۲۹ء کو بغداد میں وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۲: ۷۳۷، ترجمہ: ۳۸؛ الاعلام ۴: ۱۱۹]

(۲) معجم الصحابہ کے مطبوعہ نسخوں میں یہ روایت موجود نہیں۔

(۳) امام عقیلی نے اسے ابراہیم بن محمد العباسی اور عبدالصمد بن علی الہاشمی کے ترجمہ میں درج کر کے لکھا ہے کہ ان کی حدیث غیر محفوظ ہوتی ہے۔ [الضعفاء الکبیر ۱: ۶۵، ترجمہ: ۶۱؛ ۳: ۸۴، ت: ۱۰۵۳]

(۴) امام صغانی کی کسی کتاب میں یہ روایت نہ مل سکی البتہ ان مصنفین کی کتابوں میں یہ روایت پڑھی جا سکتی ہے:

- امام عقیلی [وفات: ۳۲۲ھ] کی الضعفاء الکبیر ۱: ۶۵، ترجمہ: ۶۱؛ ۳: ۸۴، ترجمہ: ۱۰۵۳

- ابوالشیخ [وفات: ۳۶۹ھ] کی طبقات الاصبہانیین ۴: ۳۵۲، بذیل ترجمہ ابوالعباس ولید بن ابان [۲۰۳/۱۰]

- خطیب بغدادی [وفات: ۴۶۳ھ] کی تاریخ بغداد ۵: ۹۴، بذیل ترجمہ: احمد بن محمد ابن العلاف: ۲۴۹۰؛ ۶: ۱۳۸، بذیل ترجمہ: ابراہیم بن عبدالصمد الہاشمی: ۳۱۷۷؛ ۱۰: ۳۰۰، بذیل ترجمہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ: ۵۴۴۰

- ابوعبداللہ محمد بن سلامۃ القضاعی [وفات: ۴۵۴ھ] کی مسند الشہاب ۱: ۴۲۷، حدیث: ۷۳۲

- قاضی ابویعلیٰ [وفات: ۴۵۸ھ] کی ستۃ مجالس من امالی قاضی ابی یعلیٰ، مجلس: ۲، ص: ۶۲، حدیث: ۲۵

اس روایت کی سند یہ ہے: عبدالصمد بن موسیٰ، از عمِ اُو: ابراہیم بن محمد، از عبدالصمد بن علی، از والدِ اُو از سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

(۵) ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ روایت منکر ہے۔ [الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ: ۴۶، حدیث: ۹۶]

میں [ملاعلی قاری] کہتا ہوں: اسے حاکم نے صحیح الاسناد قرار دیا ہے (۱)۔ حاکم کا یہ قول عراقی نے تخریج احادیث الاحیاء میں نقل کیا ہے (۲) اور سیوطی نے ابن الجوزی کی موضوعات کی تردید میں جو احادیث روایت کی ہے اسے اس میں لیا ہے (۳)۔

ذہبی نے اس حدیث پر سکوت کیا ہے اور حاکم پر کوئی اعتراض نہیں کیا (۴)۔

-۱۹۱: أكلُ الطِّينِ حَرامٌ علَى كُلِّ مُسلِمٍ.

''مٹی کھانا ہر مسلمان پر حرام ہے۔''

بیہقی نے کہا ہے کہ اس کے حرام ہونے کے بارے میں بہت سی احادیث مروی ہیں لیکن ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں (۵)۔

---

(۱) جب یہ روایت امام حاکم کی مستدرک میں نہیں ملتی تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے کہاں اسے صحیح الاسناد کہا ہے؟

(۲) اِحیاء علوم الدین میں بھی یہ روایت نہیں ملی۔

(۳) حافظ سیوطی کی التعقبات علی الموضوعات میں بھی یہ روایت نہیں ملی۔

(۴) جب یہ روایت امام حاکم کی مستدرک میں نہیں ملتی تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ حافظ ذہبی نے کہاں اس پر سکوت فرمایا ہے؟ وہ تو لکھتے ہیں کہ: وهذا منكرٌ، وما عبدالصَّمد حجَّةٌ، ولعلَّ الحُفَّاظ إنما سكتوا عنه مُداراةً للدولة. [میزان الاعتدال ۲: ۶۲۰، ترجمہ: عبدالصمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ہاشمی الامیر: ۵۰۷۴]

''یہ روایت منکر ہے۔ عبدالصمد حدیث کے باب میں حجت نہیں۔ شاید حفاظ حدیث نے سرکاری عہدے کا خیال رکھتے ہوئے اس سے خاموشی اختیار کی ہے۔''

(۵) السنن الکبریٰ ۱۰: ۱۱۔ انہوں نے دو مزید روایتیں اس سلسلہ میں لکھی ہیں:

-۱: مَن انهَمَكَ في أكلِ الطينِ فقد أعان على نفسه. [السنن الکبریٰ ۱۰: ۱۱]

''جو شخص مٹی کھانے میں منہمک رہا تو اُس نے خود کو قتل کرنے میں اعانت کی۔''

اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کا راوی عبداللہ بن مروان مجہول ہے۔

-۲: مَن أكلَ الطِّينَ فكأنما أعان على قتلِ نفسه. [السنن الکبریٰ ۱۰: ۱۲]

''جس نے مٹی کھائی تو گویا کہ اُس نے خود کو قتل کرنے میں اِعانت کی۔''

اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کا راوی عبدالملک بن مہران مجہول ہے۔ [السنن الکبریٰ ۱۰: ۱۳]

اور اپنا فیصلہ اس طرح لکھا ہے: وهذا لو صَحَّ لم يدل على التحريم وإنما يدُلُّ على كراهيةِ الإكثار......

دوسرے محدثین نے اس معاملہ میں بیہقی کی اتباع اور پیروی کی ہے اور بات دراصل ہے بھی یہی۔ حافظ سخاوی نے بھی یہی بات کی ہے (۱)۔

زرکشی نے کہا ہے: مٹی کے حرام ہونے کی روایت کے بارے میں ایک مختصر سا رسالہ لکھا گیا ہے اس قسم کی روایتیں صحیح نہیں (۲)۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں صحیح نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حسن یا ضعیف بھی نہ ہو۔ سیوطی نے الجامع الصغير میں طبرانی کے حوالے سے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ:

مَنْ أَكَلَ الطِّينَ فَكَأَنَّمَا أَعَانَ عَلَى قَتْلِ نَفْسِهِ (۳).

"جس نے مٹی کھائی گویا اس نے خودکشی کی کوشش کی۔"

- ۱۹۲: أَكْلُ الْهَرِيسَةِ.

"ہریسہ کھانے کی روایت۔"

المختصر (۴) میں ہے کہ:

......والإكثارُ منه ومن غيره حتى يضر ببدنه ممنوعٌ. [السنن الكبرىٰ ۱۰:۱۳]

"یہ روایت صحیح بھی ہو تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ مٹی کھانا حرام ہے بلکہ اس سے بکثرت مٹی کھانے کی کراہت ثابت ہو جائے گی اور بکثرت مٹی کھانا یا کوئی اور مضر صحت چیز کا استعمال [شرعاً] ممنوع ہے۔"

آگے لکھا ہے کہ عبداللہ بن مبارک کے سامنے اس روایت کا تذکرہ ہوا تو اُنہوں نے کہا:

لو علِمتُ أنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قاله فحَمَلْتُهُ على الرَّأسِ والعين والسمع والطاعة. [السنن الكبرىٰ ۱۰:۱۳]

"اگر میں جانتا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے تو اسے بسر وچشم قبول کرتا!"

(۱) المقاصد الحسنة: ۴۲۶، حدیث: ۱۵۹

(۲) صَنَّفَ فيه بعضهم جزءً او أحاديثه لا تصِحُّ [اللآلی المنثورة فی الاحادیث المشهورة: ۱۰۶، حدیث: ۱۴۰]

"کچھ لوگوں نے اس کے بارے میں ایک مختصر سا رسالہ لکھا ہے۔ اس کی احادیث صحیح نہیں۔"

(۳) تاریخ بغداد ۴: ۳۶۲، اخبار اصفہان ۱: ۵۷، المعجم الكبير ۶: ۲۵۳، حدیث ۶۱۳۸، السنن الکبریٰ ۱۰: ۱۱، ۱۲

امام ابوحاتم فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے اس کے دو راوی سہیل بن عبداللہ المروزی اور عبدالملک بن مہران الرفاعی دونوں مجہول ہیں۔ [علل الحديث ۲: ۱۳۰، حدیث: ۱۴۹۶، الجرح والتعدیل ۴: ۲۰۱، ترجمہ: ۸۶۶]

(۴) ملا علی قاری نے اپنی اس کتاب میں المُختصَر کا بار بار ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب مجد الدین محمد بن یعقوب شیرازی فیروز آبادی کی ہے جس میں اُنہوں نے حافظ عراقی کی المُغنِي عن حمل الأسفار کا اختصار کیا ہے۔ [تذکرۃ الموضوعات، محمد طاہر بن علی پٹنی ہندی: ۴]

شَكوتُ إلى جبريل ضَعفي من الوَقاع فدَلَّني على الهَرِيْسَةِ(۱).

”میں نے جبرئیل [علیہ السلام] سے ضعفِ باہ کی شکایت کی تو اُنھوں نے مجھے ہریسہ کھانے کی تلقین کی۔“

اور ایک روایت میں ہے کہ: فَأَمَرَنِي بِأكلِ الهَرِيْسَةِ.

”تو انھوں نے مجھے ہریسہ کھانے کا مشورہ دیا۔“

رہی سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کے پاس جنت کا کھانا بھی آیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نَعَمْ أُتِيتُ بِهَرِيْسَةٍ فأكلتُها فزَادَتْ في قُوَّتِي قُوَّةَ أربعينَ،وفِي نكاحي نكاحَ أربعينَ(۲).

”ہاں! میرے پاس ہریسہ لایا گیا۔ میں نے اسے کھایا اس سے میری قوت میں چالیس گنا اضافہ ہوا اور میری قوت باہ میں چالیس آدمیوں کا اضافہ ہوا۔“

اور [اسی روایت کے پیش نظر] سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کھانے کی ابتداء ہریسہ سے شروع کرتے۔ سو اس حدیث کو محمد بن حجاج لخمی نے وضع کیا ہے جو ہریسہ بیچا کرتا تھا۔ اس حدیث کی اکثر اسانید اسی پر ختم ہوتی ہیں، پھر جھوٹے راویوں نے اُس سے اِس حدیث کو چرا لیا(۳)۔

---

(۱) اِحیاء علوم الدین ۲: ۳۰؛ ۳: ۱۰۰

اس پر حافظ عراقی نے لکھا: أخرجه ابن عدي من حديث حذيفة و ابن عباس، والعقيلي من حديث معاذ وجابربن سمرة ، وابن حبان في الضعفاء من حديث حذيفة، والأزدي في الضعفاء من حديث أبي هريرة بطرق كلها ضعيفة. قال ابن عدي: موضوعٌ، وقال العقيلي: باطلٌ.

[المغنی عن حمل الاسفار ۲: ۳۰؛ ۳: ۱۰۰]

”اسے ابن عدی نے سیدنا حذیفہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم کی سند سے، عقیلی نے سیدنا معاذ اور سیدنا جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہما کی سند سے، ابن حبان نے الضعفاء میں سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی سند سے اور اَزدی نے الضعفاء میں سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ ابن عدی اسے موضوع اور عقیلی باطل کہتے ہیں۔“

(۲) الضعفاء الکبیر ۴: ۴۵، بذیل ترجمہ محمد بن الحجاج [۱۵۹۴]

(۳) اللآلی المصنوعۃ ۲: ۲۰۰

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی ایک اور بھی سند ہے جس میں ابراہیم ہے۔ ابراہیم کے بارے میں ازدی (۱) نے کہا ہے کہ ساقط ہے (۲)۔

ابن حجر مکی (۳) نے شمائل الترمذی کی شرح میں تحریر کیا ہے کہ طبرانی نے اوسط میں یہ روایت نقل کی ہے کہ: إنَّ جبرئيل أطعَمَني الهريسة يَشُدُّ بِها ظَهْري لِقِيام اللَّيل (۴).

''جبریل نے مجھے ہریسہ کھلایا تاکہ اس سے میری کمر رات کے قیام کے لیے مضبوط ہو جائے۔''

ابن حجر مکی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے (۵)۔

۱۹۳- اَلْسِنَةُ الْخَلْقِ أقْلَامُ الْحَقِّ.

''مخلوق کی زبانیں حق تعالیٰ کا قلم ہیں۔''

ابن الدیبع کہتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں (۶)(۷)۔

---

(۱) محمد بن حسین بن احمد بن عبداللہ بن بریدۃ الازدی الموصلی، نزیل بغداد۔ حافظ حدیث ہیں۔ بغداد کے امیر ابن بویہ کی مجلس میں گئے اور اُن کو خوش کرنے کے لیے کہا کہ سیدنا جبریل علیہ السلام ابن بویہ کی شکل وصورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لے کر نازل ہوا کرتے تھے جس پر وہ بڑے خوش ہوئے اور اسے دراہم دے کر مالا مال کر دیا۔ ۳۶۷ھ = ۹۷۷ کو وفات پائی۔ [تاریخ بغداد ۲: ۲۴۴، الاعلام ۶: ۹۸]

(۲) حافظ ذہبی لکھتے ہیں: **قلتُ**: وعليه في كتابه في الضعفاء مؤاخذاتٌ، فإنَّهُ ضَعَّف جماعَةً بلادليل، بل قد يكونُ غيرُهُ قد وَثَّقهُم. [سیر اعلام النبلاء ۱۶: ۳۴۸]

''میں [حافظ ذہبی] کہتا ہوں: اُن کی کتاب الضعفاء کے بارے میں بعض علماء کے کچھ خدشات ہیں اس لیے کہ اُنہوں نے ایک بڑی جماعت کو بغیر کسی دلیل کے ضعیف ٹھہرایا ہے بلکہ ایسے راویوں کو بھی ضعیف کہا ہے جنہیں دوسرے محدثین نے ثقہ تسلیم کیا ہے۔''

(۳) ابن حجر ہیثمی مراد ہیں جن کا ترجمہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔

(۴) المُعجَم الأوسط ۵: ۶۲، حدیث: ۶۵۹۶؛ اشرف الوسائل الیٰ فہم الشمائل، ابن حجر ہیثمی: ۲۳۷

حافظ صاحب موصوف یہ بھی لکھتے ہیں: اسے ابن السنی، ابونعیم اور خطیب میں ایسی سند سے روایت کیا ہے جس میں ایک کذاب راوی ہے اور اس لیے ابن الجوزی نے اسے موضوعات میں لکھا ہے۔ [الفتاویٰ الحدیثیۃ: ۲۲۷]

(۵) اشرف الوسائل الیٰ فہم الشمائل، ابن حجر ہیثمی: ۲۳۷ (۶) تمییز الطیب من الخبیث: ۳۷، حدیث: ۲۰۶

(۷) حافظ سخاوی اور امام علجونی بھی لکھتے ہیں: بحیثیتِ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کوئی اصل نہیں، بلکہ یہ بعض صوفیوں کا کلام ہے۔ [المقاصد الحسنۃ: ۱۵۲، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱: ۲۰۵، المصنوع: ۵۸، حدیث: ۳۶]

- ۱۹۴: أَللّٰهُمَّ أَصْلِحِ الرَّاعِيَ وَالرَّعِيَّةَ (۱).

''اے اللہ! راعی اور رعیت کی اصلاح فرما۔''

عراقی کہتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں (۲)۔

- ۱۹۵: أَللّٰهُمَّ أَيِّدِ الإِسْلَامَ بِأَحَدِ الْعُمَرَيْنِ.

''اے اللہ! اسلام کی دو عمروں میں سے ایک عمر کے ساتھ تائید فرما۔''

ان الفاظ کے ساتھ اس کی کوئی اصل نہیں (۳)۔

دو عمروں سے مراد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور عمرو بن ہشام ہے جس کی کنیت زمانہ جہالت میں ابوالحکم تھی رسول اللہ ﷺ نے اس کنیت کو ابو جہل (۴) میں تبدیل فرما دیا تھا۔

لیکن اس حدیث کا معنیٰ صحیح اور ثابت ہے جسے امام احمد اور ترمذی نے اپنی جامع (۵) میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے:

---

(۱) اِحیاء علوم الدین ۱: ۱۶۹؛ ۴: ۳۶۷؛ امام غزالی نے راعی و رعیت کی تفسیر قلب اور جوارح سے کی ہے۔

(۲) حافظ عراقی لکھتے ہیں: لم أقف له علی أصل. [المغنی عن حمل الاسفار ۱: ۱۶۹]

''میں اس کی کسی اصل سے واقف نہیں ہوں۔''

یہ بھی لکھتے ہیں: تَقَدَّمَ ولم أجدهُ. [المغنی عن حمل الاسفار ۴: ۳۶۷]

''اس حدیث کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔ مجھے یہ روایت نہیں ملی۔''

(۳) المصنوع: ۵۰، حدیث: ۹

(۴) عمرو بن ہشام بن مغیرۃ مخزومی قرشی۔ عہد جاہلیت میں قریش کے اَبطال و سادات میں سے تھا۔ اسلام دشمنی اور عداوت نبی اکرم ﷺ میں سب سے آگے تھا۔ مرتے دم تک عداوت کی آگ میں جلتا رہا۔ غزوۂ بدر ۲ھ میں مارا گیا۔ اس کی اپنی کنیت ابوالحکم ہے۔ مسلمانوں نے اسے ابو جہل کا لقب دیا۔ [الکامل فی التاریخ ۲: ۳۷، الاعلام ۵: ۸۷]

(۵) حدیث کی اُس کتاب کو کہتے ہیں جو جملہ ابوابِ حدیث کو شامل ہو، جو محدثین کی اصطلاح کے مطابق یہ ہیں:

بابُ العقائد، باب الأحکام، باب الرِّقاق، باب آداب الطعام والشراب، باب التَّفسیر والتاریخ و السِّیَر، باب السفر والقیام والقعود [اسے بابُ الشمائل بھی کہتے ہیں]، باب الفِتن اور باب المناقب و المثالب. [توضیح الافکار ۲: ۱۵، الرسالۃ المستطرفۃ: ۳۲، الحطۃ: ۲۷، فصل: ۴]

جو کتاب اِن آٹھوں ابواب کو شامل ہو اُسے جامع کہتے ہیں، مثلاً: جامع بخاری۔

أَللّٰهُمَّ أَيِّدِ الإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ: بِأَبِيْ جَهْلٍ أو بعمر بن الخطاب (۱).

''اے اللہ! ان دونوں میں سے جو تجھے زیادہ محبوب ہو اس کے ذریعے اسلام کی تائید فرما۔ ابو جہل یا عمر بن خطاب۔''

بعض روایات میں ہے کہ: أَللّٰهُمَّ أَعِزِّ الإِسْلَامَ بِعُمَرَ (۲).

''اے اللہ! اسلام کو عمر کے ذریعہ عزت عطا فرما۔''

اور ایک روایت میں ''خَاصَّةً'' کا اضافہ ہے (۳)۔

ان روایتوں کے درمیان تطبیق اس طرح ممکن ہے (۴) کہ رسول اللہ ﷺ نے اولاً دونوں کے لیے دعاء فرمائی ہو اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کو بذریعہ وحی اس امر سے مطلع فرمایا کہ ابو جہل ایمان نہ لائے گا تو آپ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے خصوصی دعاء فرمائی جو اُن کے حق میں قبول ہوئی۔

-۱۹۶: أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى نَبِيٍّ قَبَّلَكَ.

''اے اللہ اُس نبی پر رحمت نازل فرما جس نے تمہیں چوما ہے۔''

اسے عام لوگ حجر اسود چومتے وقت بولتے ہیں۔ اس کی کوئی اصل نہیں اور ان الفاظ کے ساتھ اس کی اصلیت کو تصور میں بھی نہیں لایا جا سکتا کیونکہ یہ باعتبار معنی کفر ہو گا۔

علامہ عبدالنبی المغربی (۵) — جو اپنے زمانہ میں شام کے سب سے بڑے عالم تھے — انہوں نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی اور اس کے قائل کو کافر قرار دیا۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں کہ عوام میں یہ خطأ اس وقت پیدا ہوئی جب انہوں نے بعض بڑے

---

(۱) مسند امام احمد ۲: ۹۵، سنن ترمذی، کتاب المناقب [۴۶] باب فی مناقب عمر رضی اللہ عنہ [۱۷] حدیث: ۳۶۸۱

(۲) المستدرک ۳: ۸۳

(۳) ان کا اشارہ اس روایت کی طرف ہے: أَللّٰهُمَّ أَعِزِّ الإِسْلَامَ بِعُمَرَ بن الخطاب خاصَّةً.
[المستدرک ۳: ۸۳]

(۴) جب پہلی روایت بے اصل ہے تو کس قاعدے کے تحت تطبیق دی جاتی ہے؟ تطبیق تو ہم پلہ، صحیح اور بظاہر دو متضاد روایتوں کے درمیان دی جاتی ہے۔

(۵) ان کے حالات زندگی معلوم نہ ہو سکے۔

لوگوں سے یہ سنا کہ: أَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى نَبِيٍّ قَبَّلَهٗ.

''یا اللہ! جس نبی نے اسے چوما اُس پر رحمت نازل فرما۔''

یہ دعاء صحیح ہے اس طرح یہ دعاء بھی صحیح ہے کہ:

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيٍّ قَبَّلَكَ.

''اللہ تعالیٰ اُس نبی پر رحمت نازل فرمائے جس نے تجھے چوما ہے۔''

عوام نے دونوں کلموں کو خلط ملط کر دیا اور دونوں دعاؤں کو یک جا جگہ اکٹھا کر کے پڑھ دیا جس سے یہ خرابی پیدا ہوئی۔

زیادہ مناسب ہے کہ کہنے والا جب یہ الفاظ کہے تو ہم ایک مسلم کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے یہ کہیں کہ وہ اصل مفہوم مراد نہیں لے رہا ہے۔ ورنہ کفر صریح ہوگا اور ہم لفظ قَبَّلَكَ کو جملہ مستانفہ قرار دیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: هَلْ بَلَّغْتُ؟ ''کیا میں نے پہنچا دیا؟'' لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: أَللّٰهُمَّ اشْهَدْ (۱).

''اے اللہ! پس تو بھی گواہ ہو جا۔''

آپ نے اثناءِ کلام میں مخالفین سے توجہ ہٹا کر اپنی تمام تر توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف منعطف فرما دی تا کہ آپ کا مقصد پورا ہو، ایسے ہی ہم قَبَّلَكَ کو نبی کی صفت قرار نہ دیں گے اس لیے کہ کہا جاتا ہے کہ ''التفات'' کا ایک شرط یہ بھی ہے کہ جس کے بارے میں بات ہو رہی ہے وہ ایک ہی ہو۔ سو خوب سوچ لو اس لیے کہ یہ غلطی کھانے کی جگہ ہے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ دفع خلل کے لیے ہم مضاف کو مقدر مانیں اور یہ کہا جائے کہ قَبَّلَ يَمِيْنُكَ (۲)۔

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الحج [۲۵] باب الخطبۃ ایام منیٰ [۱۳۲] حدیث: ۱۷۴۱

(۲) ان کا اشارہ اس روایت کی طرف ہے: الحجر الأسود يمين الله في الأرض يصافح بها عباده.

[تاریخ بغداد ۶: ۳۲۸، احیاء علوم الدین ۱: ۱۰۴، ۲۶۹]

'' حجرِ اسود زمین میں اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے، جس کے ذریعہ وہ اپنے بندوں سے مصافحہ کرتے ہیں۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے، اس لیے کہ اس کا مرکزی راوی اسحاق بن بشیر کاہلی ہے، جس کے بارے میں خطیب بغدادی لکھتے ہیں: مالک بن انس، ابو معشر نجیح، ابوالعلاء کامل اور دیگر اکابر کے نام سے منکر احادیث ......

۱۹۷- أَمَانُ الْعَبْدِ أَمَانٌ.

”غلام کی امان بھی امان ہے۔“

ابن ہمام نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں پائی جاتی (۱)(۲)۔

۱۹۸- أُمِرْتُ أَنْ أَحْكُمَ بِالظَّاهِرِ وَاللّٰهُ يَتَوَلَّى السَّرَائِرَ (۳).

”مجھے ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ بھیدوں کا مالک ہے۔“

یہ حدیث اصولیین اور اکابر فقہاء کے ہاں بہت مشہور ہے یہاں تک کہ صحیح مسلم کی شرح نووی میں بھی یہ اس روایت کے تحت موجود ہے (۴):

......نقل کرتا ہے۔[تاریخ بغداد ۶: ۳۲۸]

امام ابوبکر بن ابی شیبۃ فرماتے ہیں: کذاب تھا۔ حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: اس کا شمار حدیث کے وضاعین میں ہوتا ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۱: ۵۵۵-۵۵۸]

امام دارقطنی لکھتے ہیں: متروک ہے۔[الضعفاء والمتروکین: ۲۸۳، ترجمہ: ۹۰]

حافظ ابن الجوزی لکھتے ہیں: یہ روایت نادرست ہے اس لیے کہ اس کا راوی اسحاق بن بشیر ہے جس کے بارے میں ابوبکر بن ابی شیبہ فرماتے ہیں: کذاب تھا اور امام دارقطنی فرماتے ہیں: اس کا شمار واضعین حدیث میں ہوتا ہے۔[العلل المتناہیۃ ۲: ۸۵]

(۱) ابن ہمام نے اس روایت کو فتح القدیر کے کتاب السیر ۵: ۴۲۶ میں نقل کیا ہے لیکن اسے بے اصل نہیں کہا۔ البتہ حافظ زیلعی نے اسے غریب یعنی ضعیف کہا ہے۔

[نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ ۴: ۳۹۶، حدیث: ۵۸۱۴]

(۲) یہ روایت مرفوعاً ثابت نہیں البتہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے غلام کے امان کو امان تسلیم کیا تھا اور اپنے عامل کو لکھا تھا کہ: أَنَّ العبدَ المُسلِمِ مِن المُسلِمينَ أمانُهُ أمانُهُم.

[مصنف عبدالرزاق ۵: ۲۲۳، حدیث: ۹۴۰۲]

(۳) احکام القرآن، ابن العربی المالکی ۱: ۱۴۳، بذیل تفسیر سورۃ البقرۃ ۲: ۱۰۴، احیاء علوم الدین ۴: ۲۱۳

(۴) لیکن اُنہوں نے اسے حدیث نبوی نہیں کہا بلکہ اس روایت کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا: معناهُ: إني أمرتُ بالحكم بالظاهرِ واللّٰه يتولَّى السرائرَ، کماقال ﷺ: فإذاقالوا ذلك فقد عصموا مِنِّي دماءَ هم و أموالَهم إلَّا بِحَقِّهَا و حسابهم على اللّٰه. [شرح صحیح مسلم ۷: ۱۶۳]

دھیان رہے کہ آخر تک یہ پوری کی پوری حافظ سخاوی کی ہے۔ دیکھیے: المقاصد الحسنۃ: ۱۶۲، حدیث: ۱۷۸

إِنِّي لَمْ أُوْمَرْ أَنْ أَنَقُبَ عَنْ قُلُوْبِ النَّاسِ وَلاَ أَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ (۱) .

’’مجھے لوگوں کے دلوں میں نقب لگانے اور اُن کا پیٹ چاکنے کا حکم نہیں دیا گیا۔‘‘

نقب کا معنیٰ ہے: دلوں کی حالت معلوم کرنا۔

اس روایت کا حدیث کی مشہور کتابوں اور اجزائے منتشرہ میں کہیں وجود نہیں۔

عراقی کہتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں ایسے ہی مزی (۲) نے بھی اس سے انکار کیا ہے (۳)۔

تخریج بیضاوی میں حافظ ابن ملقن (۴) بھی اس کے منکر ہیں۔

زرکشی کہتے ہیں: ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث معروف نہیں (۵)۔

سیوطی کہتے ہیں: یہ امام شافعی کا قول ہے جو اَلرِّسَالَة میں موجود ہے (۶)۔

عماد الدین ابن کثیر تخریج احادیث المختصر میں فرماتے ہیں: میں اس کی سند سے واقف

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ [۱۲] باب اعطاء المؤلفۃ قلوبہم علی الاسلام [۴۶] حدیث: ۱۴۴-[۱۰۶۴]

(۲) مِزِّی [بکسر المیم و تشدید الزای] یوسف بن عبدالرحمٰن بن یوسف، ابوالحجاج، قضاعی، کلبی، مزی، محدث دیار شام، ۶۵۴ھ=۱۲۵۶ء کو حلب میں پیدا ہوئے اور دمشق کے ایک گاؤں مِزَّہ میں پلے بڑھے۔ دمشق میں ۷۴۲ھ=۱۳۴۱ء کو وفات پائی۔ لغت، حدیث اور اسماء رجال کے بہت بڑے عالم تھے۔

[الدرر الکامنۃ ۴: ۴۵۷، الاعلام ۸: ۲۳۷]

(۳) حافظ عراقی لکھتے ہیں: لم أجدله أصلاً، و کذا قال المِزِّيُّ لَمَّا سُئِلَ عنه. [المغنی عن حمل الاسفار ۴: ۲۱۳]

’’مجھے اس کی کوئی اصل نہیں ملی اور ایسا ہی مزی نے کہا جب اُن سے اِس کے بارے میں استفسار ہوا۔‘‘

(۴) عمر بن علی بن محمد انصاری، اَنْدُلُسی، مصری، نَزِیل قاہرہ، سراج الدین ابوحفص، ۷۲۳ھ=۱۳۲۳ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ وادیٔ آش [اندلس] سے تعلق تھا۔ ۳۰۰ کتابوں کے مصنف اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے استاذ محترم ہیں۔ حدیث، فقہ اور رجال کے ماہر عالم تھے۔ قاہرہ میں ۸۰۴ھ=۱۴۰۱ء کو وفات پا گئے۔

[المجمع المؤسس ۲: ۳۱۱-۳۱۲، الضوء اللامع ۶: ۱۰۰، الاعلام ۵: ۵۷]

(۵) ھو غیر ثابتٍ بِھٰذَا اللَّفظ. [اللآلی المنثورۃ فی الاحادیث المشھورۃ، زرکشی: ۴۲: حدیث: ۳۰]

’’یہ روایت اِن الفاظ میں ثابت نہیں۔‘‘

(۶) الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث، حافظ سیوطی: ۵۴، حدیث: ۳۳۔

لیکن امام شافعی کی الرِّسَالَة میں یہ روایت نہیں ملتی۔

نہیں (۱)۔

۱۹۹-:أُمِرنَا بِتَصغِيرِ اللُّقمَةِ فِي الأَكلِ و تَدقِيقِ المَضغِ .

''ہمیں کھانے میں چھوٹا لقمہ بنانے اور اچھی طرح چبانے کا حکم دیا گیا ہے۔''

امام نووی فرماتے ہیں: یہ صحیح نہیں (۲)۔

۲۰۰-:أَمِيرُ النَّحلِ عَلِيٌّ .

''شہد کی مکھیوں کے امیر علی ہیں۔''

---

(۱) حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: هذَا الحديثُ كثيراً ما يَلهَجُ في الأصول، ولم أقف له على سندٍ، و سألتُ عنه الحافظ أباالحجاج المزي فلم يعرفه، لكن له معنًى في الصَّحيح .

[تحفۃ الطالب بمعرفۃ احادیث مختصر ابن الحاجب: ۱۷۴، حدیث: ۵۹]

''اصول میں اس حدیث کا بکثرت ذکر کیا جاتا ہے لیکن میں اس کی کسی سند سے واقف نہیں ہوں اور میں حافظ ابوالحجاج مزی سے اس کے بارے میں پوچھا تو وہ بھی اسے نہ جان سکے لیکن اس کا معنیٰ صحیح روایت میں ہے۔''

۞ حافظ صاحب موصوف کا اشارہ اس حدیث کی طرف ہے جس میں مذکور ہے کہ:

إنَّما أنا بشرٌ و إنَّكم تَختَصِمُونَ، ولعَلَّ بعضَكُمُ أن يكونَ أَلحَنَ بحُجَّتِهِ من بعضٍ و أَقضِيَ له على نحوِ مما أسمعُ، فَمَن قَضَيتُ لهُ مِن حَقِّ أخيهِ شيئاً فلاَ يَأخُذُ فإنَّما أقطعُ له قِطعَةً مِّنَ النَّار .

[صحیح بخاری، کتاب الحیل [۹۰] باب [۱۰] حدیث: ۶۹۶۷]

''میں ایک انسان ہوں اور بعض اوقات تم باہمی جھگڑا لاتے ہو تو ممکن ہے کہ تم میں کوئی دوسرا اپنے فریق مخالف کے مقابلے میں زیادہ چالاکی سے بولنے والا ہو، اس طرح میں اُس کے مطابق فیصلہ کر دوں جو میں اُس سے سنتا ہوں، لہٰذا ایسے حالات میں جس شخص کے لیے بھی اُس کے بھائی کے حق میں کسی چیز کا فیصلہ کر دوں تو وہ اسے نہ لے کیوں کہ اس طرح میں اسے جہنم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دیتا ہوں۔''

(۲) امام نووی سے اس بارے میں پوچھا گیا تو اُنہوں نے اس طرح جواب دیا: لم يصِحُّ في ذلك شيئٌ و هو مستحبٌ إذا كان فيه رِفقٌ بجلسائه و قصد بذلك تعليمهم الأدب أو كان في الطعام قِلَّةٌ و كان ضعيفاً أو كان شبعان. [فتاوی الامام النووی: ۶۶، سوال: ۱۲۷]

''اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی صحیح حدیث وارد نہیں۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ چھوٹا لقمہ لینا استحباب کے درجہ میں ہے بالخصوص جب اپنے رفقاء کے ساتھ شفقت سے پیش آنے یا اُنہیں ادب کی تعلیم دینا مقصود ہو یا کھانا تھوڑا ہو یا اس صورت میں کہ یہ شخص کمزور ہو یا اُس کا پیٹ بھرا ہوا ہو۔''

اس کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ ابن الدیبع نے اس کا ذکر کیا ہے (۱) اور اس میں یہ بھی ہے کہ دیلمی نے سیدنا حسن بن سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے طریق سے روایت کیا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَنَا يَعسوبُ المُؤمِنِينَ (۲). ”میں مؤمنوں کا یعسوب ہوں۔“

اور اسے مرفوعاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

يا عليُّ! إِنَّكَ لَسَيِّدُ الْمُسْلِمِينَ وَيَعْسُوبُ الْمُؤْمِنِينَ (۳).

”علی! تو مسلمانوں کا سردار اور مؤمنوں کا یعسوب ہے۔“

القاموس میں ہے کہ یعسوب مکھیوں کے سردار کو کہتے ہیں (۴)۔

زرکشی کہتے ہیں: اسے طبرانی نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے (۵)۔

---

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۱۶۶، حدیث: ۱۸۲، تمییز الطیب من الخبیث: ۴۰، حدیث: ۲۲۸

(۲) اس روایت کا مصدر معلوم نہ ہوسکا۔

(۳) علامہ محمد طاہر بن علی ہندی لکھتے ہیں: مِن نُسْخَةِ ابن أحمد الموضوعة. [تذکرۃ الموضوعات: ۹۸]

(۴) اليعسوبُ: أميرُ النَّحلِ وذَكَرُها والرئيسُ الكبيرُ. [القاموس المحیط، مجد الدین محمد بن یعقوب فیروزابادی ۱: ۲۰۰، مادۃ: العسب، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۷ھ = ۱۹۹۷ء]

(۵) طبرانی نے اسے سیدنا ابوذر اور سیدنا سلمان رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

[المعجم الکبیر ۶: ۲۶۹، حدیث: ۶۱۸۴]

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا راوی:

- فضیل بن مرزوق ہے جو صدوق ہونے کے ساتھ شیعہ بھی تھے۔ [تقریب التہذیب: ۴۷۷، ترجمہ: ۵۴۳۷]

اور چونکہ یہ روایت اُن کی بدعت [تشیع] کی مؤید ہے اس لیے قابل قبول نہیں ہے جیسا کہ اصول حدیث کی کتابوں میں مصرح ہے۔ امام جوزجانی لکھتے ہیں:

يُحتجُّ به إن لم يكن داعية إلى بدعته، ولا يُحتج به إن كان داعية. [احوال الرجال: ۳۲]

”بدعتی اگر داعی نہیں ہے تو اُس کی روایت قابل احتجاج ہے اور اگر داعی ہے تو روایت ناقابل احتجاج ہوگی۔“

- ابوسخیلۃ مجہول ہے۔ [تقریب التہذیب: ۶۶۸، ترجمہ: ۸۱۱۵]

۞ اس قسم کی ایک روایت اس سند سے بھی مروی ہے: عباد بن یعقوب العرزمی، از علی بن ہاشم، از محمد بن عبید اللہ ابن ابی رافع از والداُو از جداُو ابورافع از سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ مرفوعاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

أنتَ أوَّلُ مَن آمَنَ بِي، وأنتَ أوَّلُ مَن يُصَافِحُنِي يومَ القيامة، وأنتَ الصِّدِّيقُ الأكبرُ، وأنتَ ......

ابن عساکر نے اسے سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے[1]۔

-۲۰۱: أَنَا أَفْصَحُ مَنْ نَطَقَ بِالضَّادِ .

"میں ضاد بولنے والوں میں زیادہ فصیح ہوں۔"

اس کا معنیٰ تو صحیح ہے لیکن لفظاً اس کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ ابن کثیر کا قول ہے[2]۔

ابن الجوزی کہتے ہیں وہ روایت جو زبان زد ہے کہ: أَنَا أَفْصَحُ مَنْ نَطَقَ بِالضَّادِ .

"میں ضاد بولنے والوں میں زیادہ فصیح ہوں۔"

اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ یہ صحیح ہے[3]۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: تعجب تو جلال الدین محلی[4] سے ہے کہ انہوں نے باوجود جلالت علمی

......الفَاروقُ، تفرق بين الحق والباطل، وأنت يعسوبُ المؤمنين، والمالُ يعسوبُ الكفَّارِ.

[البحر الزخار ۹: ۳۴۲، حدیث: ۳۸۹۸]

"تو نے سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا۔ قیامت کے دن سب سے پہلے تو مجھ سے مصافحہ کرے گا۔ تو ہی صدیق اکبر اور فاروق ہے۔ تو حق اور باطل کے درمیان حد فاصل ہے۔ تو مؤمنوں کا سردار ہے جب کہ کفار کا سردار مال ہوتا ہے۔"

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: قلتُ: هذا الإسنادُ واهي، ومحمدٌ مُتَّهَمٌ، وعبادٌ من كبارالروافض وإن كان صدوقاً في الحديث. [مختصر زوائد البز ار ۲: ۳۰۱، بذیل حدیث: ۱۸۹۸]

"میں [حافظ ابن حجر] کہتا ہوں: یہ سند نہایت کمزور ہے اس لیے کہ محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع جھوٹ بولنے سے مُتَّهَمُ [بدنام] ہے اور عباد بن یعقوب عزرمی بڑے روافض میں سے ہے اگر چہ حدیث کے باب میں صدوق تھے۔"

حافظ ابن حجر بھی اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ بدعتی کی وہ روایت جو اُس کے بدعت کی مؤید ہو قابل قبول نہیں۔

(۱) امام ابن عساکر نے اسے سیدنا سلمان اور سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہما کی سند سے نقل کیا ہے۔

[تاریخ مدینۃ دمشق الکبیر ۴۲: ۴۱]

اس میں ایک راوی ابو سخیلۃ مجہول ہے۔ [تقریب التہذیب: ۶۲۸، ترجمہ: ۸۱۱۵]

(۲) حافظ ابن کثیر نے لَا أَصلَ لهٗ لکھا ہے۔ [تفسیر ابن کثیر ۱: ۲۲۸، بذیل تفسیر سورۃ الفاتحۃ ۱: ۷]

(۳) حافظ ابن الجوزی کی یہ عبارت مجھے نہ مل سکی۔

(۴) جلال الدین محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم بن احمد المحلی۔ ۷۹۱ھ = ۱۳۸۹ء کو مصر میں پیدا ہوئے۔ فقہ ......

کے اس کا اپنی شرح الجوامع میں بغیر تنبیہ کے ذکر کیا ہے (۱)۔ ایسے ہی شیخ زکریا (۲) نے شرح مقدمۃ الجزریۃ میں ذکر کیا ہے (۳)۔

–۲۰۲: أَنَا أَفْصَحُ الْعَرَبِ بَيْدَ أَنِّي مِنْ قُرَيْشٍ (۴).

''میں عرب میں سب سے زیادہ فصیح ہوں باوجود اس کے کہ میں قریش سے ہوں۔''

سیوطی کہتے ہیں اسے اصحاب الغرائب نے نقل کیا ہے مگر نہ تو ہم اس کے مخرج ومصدر کو جانتے ہیں اور نہ اس کی سند سے واقف ہیں (۵)۔

–۲۰۳: أَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوبُهُمْ لِأَجْلِي (۶).

''میں اُن لوگوں کے قریب ہوتا ہوں جن کے دل میری وجہ سے ٹوٹے ہیں۔''

......کلام، اصول اور نحو ومنطق وغیرہ میں کمال حاصل کیا۔ بہت زیادہ ذہین تھے اور کہا کرتے تھے کہ:

أنا فَهمي لايقبل الخطأ. [حسن المحاضرة فی اخبار مصر والقاہرۃ ۱:۳۷۱، ترجمہ: ۲۰۰]

''میرا ذہن غلط بات کو قبول نہیں کرتا۔''

اسی ذکاوت اور ذہانت کے باوجود اُن کا حافظہ بڑا کمزور تھا۔ ایک چھوٹا سا جزء حفظ کیا تو بخار چڑھ گیا۔ سلفی المشرب اور فقید المثال تھے۔ بڑے اور مالدار لوگوں کو اپنے پاس آنے نہ دیتے۔ مدرسہ نویدیۃ میں فقہ کے استاذ تھے۔ سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ تجارت ذریعہ معاش تھا۔ بہت سی مفید کتابیں لکھیں۔ وفات ۸۶۴ھ = ۱۴۵۹ء کو ہوئی۔ [حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ ۱:۳۷۱، ترجمہ: ۲۰۰، الاعلام ۵:۳۳۳]

(۱) جمع الجوامع مع البدر الطالع ۱:۲۸۱

(۲) زکریا بن محمد بن احمد بن زکریا انصاری سُنَیکی مصری ابو یحییٰ شافعی۔ شیخ الاسلام، قاضی، حافظ حدیث اور مفسر تھے۔ ۸۲۳ھ = ۱۴۲۰ء کو سُنَیکۃ [شرق مصر] میں پیدا ہوئے۔ قاہرۃ میں علم حاصل کیا۔ ۹۰۶ھ کو آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ فقیر اور قلاش تھے۔ سارا دن بھوکا رہتے۔ رات کو نکل کر تربوز اور خربوز کے چھلکے جمع کرتے اُس کو صاف کرکے کھا کر اُس پر گزارا کر لیتے۔ ۹۲۶ھ = ۱۵۲۰ء کو وفات پائی۔

[النور السافر عن أخبار القرن العاشر: ۲:۱۷۲، الاعلام ۳:۴۶]

(۳) أنا أَفْصَحُ مَنْ نَطَقَ بِالضَّادِ بَيْدَ أَنِّي مِن قُرَيْشٍ. [شرح المقدمۃ الجزریۃ: ۳۸]

(۴) الشفا بتعریف حقوق المصطفی ﷺ: ۱۲۴، حدیث: ۱۲۵

(۵) أورده أصحابُ الغريب، ولا يُعرفُ له إسناد [مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا: ۵۲، حدیث: ۱۲۲]

(۶) بدایۃ الہدایۃ، ابو حامد الغزالی: ۱۴۳

سخاوی کہتے ہیں: اس کا ذکر غزالی (۱) نے بدایۃ میں کیا ہے (۲)۔ لیکن یہ بات مخفی نہیں ہے کہ یہ کلام اپنے مقصد کو ظاہر نہیں کرتا۔ میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں اس روایت کا تتمہ یہ ہے:

أَنَا عِنْدَ الْمُنْدَرِسَةِ قُبُوْرُهُمْ لِأَجْلِيْ.

''میں اُن لوگوں کے قبروں کے پاس ہوتا ہوں جن کی قبریں میری وجہ سے ٹوٹی ہوئی ہیں۔''

مذکورہ بالا دونوں احادیث کی مرفوعاً کوئی اصل نہیں۔

۲۰۴- أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا. ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔''

اسے ترمذی نے اپنی جامع میں نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے (۳)۔ اور اسی طرح بخاری

---

(۱) محمد بن محمد، غزالی، طوسی، ابو حامد صوفی اور فلسفی تھے۔ تقریباً دو سو کتابیں تصنیف کیں۔ ۴۵۰ھ = ۱۰۵۸ء کو طابران میں پیدا ہوئے جو صوبہ خراسان کے طوس شہر کا مضافاتی گاؤں تھا اور اسی گاؤں میں ۵۰۵ھ = ۱۱۱۱ء کو وفات پائی۔ نیشا پور، بغداد، حجاز اور شام و مصر کے سفر کیے۔ [وفیات الاعیان ۴: ۲۱۶، الاعلام ۷: ۲۲]

امام غزالی کی سب سے بڑی اور مشہور و اہم تصنیف اِحیاء علوم الدین ہے، جسے عرف عام میں احیاء العلوم کہا جاتا ہے جس کے متعلق حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ نہایت مفید کتاب ہے لیکن اس میں بے شمار موضوع احادیث موجود ہیں نیز اس میں ایسی صوفیانہ اور زاہدانہ عبادات و رسوم کا ذکر بھی ہے جن کی کوئی شرعی بنیاد نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے علم نافع طلب کرتے ہیں۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ علمِ نافع کیا ہے؟ علمِ نافع وہ ہے جو قرآن کریم میں موجود ہو، جس کی تفسیر رسول اللہ ﷺ نے قولاً وفعلاً کی ہو اور جس سے آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا ہو۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: جو میری سنت سے منہ موڑے وہ مجھ سے نہیں۔ تو میرے بھائی! کتاب اللہ میں غور و فکر اور تدبر کرو۔ صحیحین، سنن نسائی اور امام نووی کی ریاض الصالحین اور الاذکار کو ہمیشہ مطالعہ کر لیا کرو۔ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو گے۔ فلسفی عابدوں کے خیالات و آراء، چلہ کشوں کے وظائف و اعمال اور راہبوں جیسے بھوک پیاس سے ہمیشہ دور رہو، اس لیے کہ نجات اور کامیابی صرف اور صرف اتباع رسول میں ہے اور بس! [سیر اعلام النبلاء ۱۹: ۳۳۹-۳۴۰]

علامہ تاج الدین سبکی نے ایسی بے شمار روایات نقل کی ہیں، جن کی سند اُنہیں نہ مل سکی۔

[طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۶: ۲۸۷-۳۸۹]

(۲) المقاصد الحسنۃ: ۱۶۹، حدیث: ۱۸۹

(۳) سنن ترمذی، کتاب المناقب [۵۰] بابٌ [۲۱] حدیث: ۳۷۲۳، المعجم الکبیر ۱۱: ۵۵، المستدرک ۳: ۱۲۶۔

یہ روایت موضوع ہے اور بداہتہً غلط ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ علم کے سب سے بڑے شہر تھے، اس......

...... بڑے اور عظیم شہر کا ایک دروازہ ہو نہیں سکتا، یہ اس علمی شہر کی بے حرمتی ہے کہ اس کا ایک ہی دروازہ تسلیم کیا جائے۔

یہ روایت سیدنا جابر، سیدنا ابن عباس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم سے درج ذیل اسناد سے منقول ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت

ان کی روایت تاریخ بغداد ۲: ۳۷۷، ۴: ۲۱۹، الکامل فی ضعفاء الرجال ۱: ۳۱۶، میزان الاعتدال ۱: ۱۰۹-۱۱۰، اور لسان المیزان ۱: ۱۰۹ میں اس کی تصریح کے ساتھ موجود ہے کہ اس کا راوی احمد بن عبداللہ بن یزید المؤدب سُرَّ مَن رأی کا باشندہ ہے جو احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روایت

آپ کی روایت سنن ترمذی، حدیث: ۳۷۲۳، حلیۃ الاولیاء از ابو نُعیم ۱: ۶۴، اور میزان الاعتدال ۲: ۲۵۱ میں ہے لیکن:

- امام ترمذی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: هذا حديث غريب منكر.

"یہ حدیث غریب [ضعیف] اور منکر ہے۔"

- اس روایت کا سارا دارو مدار سوید بن سعید پر ہے جو مسلم اور ابن ماجۃ کا راوی ہے۔ بعض محدثین ان کے بارے میں اچھی رائے رکھتے ہیں مگر امام ابن معین کے نزدیک کذاب اور ساقط الاعتبار تھا اور امام احمد انہیں متروک الحدیث بتاتے ہیں۔ [الضعفاء والمتروکین، ابن الجوزی ۲: ۳۲، میزان الاعتدال ۲: ۲۴۸]

- ثقہ ہوں بھی تو کثرتِ تدلیس کی برائی بھی اس میں موجود ہے۔

[الجرح والتعدیل ۴: ۲۴۰، میزان الاعتدال ۲: ۲۴۸]

اور اس روایت کی سند معنعن ہے، پس مردود ہوئی۔

- میزان الاعتدال کی روایت میں ایک اور اسنادی کمزوری بھی ہے، سلمۃ بن کہیل اسے صنابحی سے روایت کرتا ہے، حالانکہ سلمہ نے صنابحی سے روایت نہیں سنی ہے۔ [الموضوعات ۱: ۳۵۳]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت

ان کی طرف منسوب روایت کے کئی طرُق ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

- ۱: ابو الصلت عبدالسلام بن صالح ہروی کی روایت جو تاریخ بغداد ۱۱: ۴۸، ۴۹، ۵۰، المعجم الکبیر ۱۱: ۵۵، حدیث: ۱۱۰۶۱، المستدرک ۳: ۱۲۶، اور تذکرۃ الحفاظ ۴: ۱۲۳۱ میں منقول ہے۔

امام حاکم اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ روایت صحیح ہے، اس کی سند بالکل ٹھیک ٹھاک ہے اور ابو الصلت ثقہ اور مأمون و محفوظ ہے، مگر حافظ ذہبی ان کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: نہیں، بلکہ یہ روایت موضوع ہے اور اللہ کی قسم ابو الصلت ثقہ اور محفوظ نہیں تھا۔ [تلخیص المستدرک ۳: ۱۲۶] ......

......حافظ ذہبی یہ بھی فرماتے ہیں: یہ روایت صحیح نہیں ہے اور ابوالصلت جھوٹ بولنے سے بدنام ہے۔
[تذکرۃ الحفاظ ۴:۱۲۳۱-۱۲۳۲]

-۲: احمد بن سلمۃ ابوعمرو کوفی کی روایت جسے حافظ ابن عدی نے کتاب الضعفاء ۱:۱۳۱ اور حافظ ابن حجر نے لسان المیزان ۱:۱۸۰ میں اس تبصرہ کے ساتھ نقل کیا ہے: احمد بن سلمۃ کوفی ثقہ راویوں کے نام سے باطل روایات بیان کیا کرتا تھا اور احادیث کی چوری کرتا تھا۔

-۳: اسماعیل بن محمد بن یوسف ابوہارون الجبرینی الفلسطینی کی روایت جسے حافظ ابن حجر نے لسان المیزان ۱:۴۳۲ میں نقل کیا ہے، جس کے بارے میں امام حاکم فرماتے ہیں: موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔
[المدخل إلی الصحیح ۱:۱۲۲، ترجمہ:۹]

امام ابن حبان فرماتے ہیں: اسانید میں قلب، ہیر پھیر کرتا ہے، احادیث کی چوری کرتا ہے، اس لیے ناقابل احتجاج ہے۔ [المجروحین ۱:۱۳۹]

-۴: الاعمش سلیمان بن مہران کی روایت جسے خطیب نے تاریخ بغداد ۴:۳۴۸ میں نقل کیا ہے۔
اعمش کی دو کمزوریاں ہیں اور ان میں سے ہر ایک روایت کو مردود بناتی ہے۔

اول: اعمش مدلس تھے اور ضعیف راویوں کے ناموں میں تدلیس کیا کرتے تھے۔ [میزان الاعتدال ۲:۲۸۴]
جب کہ اس کی سند معنعن ہے، اس لیے مردود ہے۔

دوم: اور یہ شیعہ بھی تھے۔ [تہذیب التہذیب ۴:۲۰۲]
اور اصول حدیث کا قاعدہ یہ ہے کہ بدعتی راوی کی جو روایت اس کی بدعت کی تقویت کا موید ہو، وہ ناقابل قبول ہوتی ہے۔

-۵: جعفر بن محمد الفقیہ کی روایت جو تاریخ بغداد ۷:۱۷۲-۱۷۳ میں ہے، مگر یہ راوی مجہول ہے اور اس کی یہ روایت موضوع ہے۔ [میزان الاعتدال ۱:۴۱۵، لسان المیزان ۲:۱۲۳]

-۶: الحسن بن علی بن صالح ابوسعید العدوی البصری کی روایت جسے ابن عدی نے الکامل ۳:۳۰۱ میں نقل کی ہے مگر حافظ ابن عدی اس راوی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ احادیث وضع اور چوری کر کے اس کے لیے سند بنا لیتا ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۳:۱۹۵]
آگے لکھتے ہیں اس کی تمام روایتیں موضوع ہیں۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۳:۲۰۵]

-۷: سعید بن عقبہ ابوالفتح الکوفی کی روایت جو الکامل فی الضعفاء ۴:۲۷۴، میزان الاعتدال ۲:۱۵۳، اور لسان المیزان ۳:۳۸ میں اس جرح کے ساتھ موجود ہے کہ اس کا راوی مجہول اور غیر ثقہ تھا۔
اس سند کی ایک کمزوری یہ بھی ہے کہ احمد بن حفص جو امام ابن عدی کے استاد ہیں، صاحبِ مناکیر تھے۔
[میزان الاعتدال ۱:۹] ......

نے کہا ہے: یہ جھوٹ اور بے اصل ہے (۱) اسی طرح ابو حاتم اور یحییٰ بن سعید نے بھی کہا ہے (۲)۔
ابن جوزی نے اسے موضوعات میں نقل کیا ہے (۳) ذہبی وغیرہ نے ان کی موافقت کی ہے (۴)۔

......۸: عثمان بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان کی روایت جو الکامل فی ضعفاء الرجال ۶:۳۰۲، میزان الاعتدال ۳:۴۱، اور لسان المیزان ۴:۱۴۴ میں ہے۔
حافظ ابن عدی اس راوی کے بارے میں فرماتے ہیں: ثقہ اور مأمون ومحفوظ راویوں کے نام سے مناکیر نقل کرتا ہے۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۶:۳۰۱]
-۹: عمر بن اسماعیل بن مجالد الکوفی کی روایت جسے خطیب نے تاریخ بغداد ۱۱:۲۰۴-۲۰۵، ابن عدی نے الکامل فی ضعفاء الرجال ۶:۱۳۰، عقیلی نے الضعفاء الکبیر ۳:۱۵۰، اور ذہبی نے میزان الاعتدال ۳:۱۸۲ میں نقل کیا ہے۔
خطیب بغدادی لکھتے ہیں: عمر بن اسماعیل بن مجالد کذاب ہے۔[تاریخ بغداد ۱۱:۲۰۴]
امام عقیلی فرماتے ہیں: یہ متن صحیح نہیں کیونکہ اس کا راوی عمر بن اسماعیل بڑا شیطان' لیس بشيء' کذاب بہت برا اور خبیث آدمی تھا۔[الضعفاء الکبیر ۳:۱۵۰]
اس راوی کے بارے میں امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: بڑا شاطر و کذاب اور گندہ آدمی تھا اور اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔[الکامل فی ضعفاء الرجال ۶:۱۳۰]
(۱) امام ترمذی لکھتے ہیں: سألتُ محمداً عنه فلم يعرفه وأنكر هذا الحديث.
[علل الترمذی بترتیب ابی طالب القاضی: ۳۷۵، بذیل حدیث: ۶۹۹]
''میں نے محمد [بن اسماعیل بخاری] سے اس روایت کے بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے اس سے لاعلمی کا اِظہار کیا اور اسے منکر جانا۔''
(۲) یحییٰ بن سعید کے ارشاد کا حوالہ نہ مل سکا۔ امام ابو حاتم لکھتے ہیں: ابوزرعۃ سے عمر بن اسماعیل بن مجالد کے بارے میں استفسار ہوا تو انہوں نے کہا کہ اُس نے ہمیں ابو معاویہ از اَعمش از مجاہد از سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً یہ روایت سنائی کہ: أَنَـا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا تو میں یحییٰ بن معین کے پاس آیا اور اُن سے اس روایت کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: قُل یاعدوَّ اللّٰہ! متی کتبتَ هذا عن أبي معاوية؟ إنما كتبتَ عن أبي معاوية ببغداد و لم يُحَدِّثُ أبو معاوية هذَا الحديث ببغداد. [الجرح والتعدیل ۶:۹۹، بذیل ترجمہ: ۵۱۴]
''اُس اللہ کے دشمن سے جا کر کہہ دو کہ تم نے ابو معاویہ سے یہ روایت کب سنی؟ تم نے تو اُس سے بغداد میں علم حاصل کیا ہے اور اُنہوں نے بغداد میں اس روایت کو کبھی بیان ہی نہیں کیا۔''
(۳) الموضوعات ۱:۲۶۵
(۴) ترتیب الموضوعات: ۱۰۳

ابن دقیق العید[1] کہتے ہیں: محدثین اس حدیث کو ثابت نہیں سمجھتے[2]۔
اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ باطل ہے[3]۔ دار قطنی کہتے ہیں: یہ ثابت نہیں[4]۔
سیوطی کہتے ہیں: حافظ ابن حجر سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ حسن ہے۔ نہ تو صحیح ہے جیسا کہ حاکم کا خیال ہے اور نہ یہ موضوع ہے جیسا کہ ابن الجوزی کا خیال ہے[5]۔
حافظ ابوسعید العلائی[6] کہتے ہیں: یہ باعتبار طرق حسن ہے۔ نہ صحیح ہے اور نہ ضعیف کجا کہ موضوع ہو جیسا کہ زرکشی نے کہا ہے[7]۔

۲۰۵۔ أَنَا مِنَ اللّٰهِ والمؤمنونَ مِنّي.

''میں اللہ سے ہوں اور مؤمن مجھ سے ہیں۔''

عسقلانی فرماتے ہیں: یہ جھوٹ اور من گھڑت ہے[8]۔

---

(۱) محمد بن علی بن وہب بن مطیع، ابوالفتح، تقی الدین، قشیری، منفلوطی الاصل ہیں۔ بحر احمر کے ساحل ینبع میں ۶۲۵ھ = ۱۲۲۸ء کو پیدا ہوئے۔ مجتہد اور اصول کے ماہر عالم تھے۔ دمشق میں تعلیم پائی۔ ۶۹۵ھ کو دیار مصریہ کے جج کے عہدے پر فائز ہوئے، قاہرہ میں ۷۰۲ھ=۱۳۰۲ء کو وفات پائی۔ [الدرر الکامنۃ ۴: ۹۱، الاعلام ۶: ۲۸۳]

(۲) وأشار إلى هذا ابن دقيق العيد بقوله: هذا الحديث لم يثبتوه. [المقاصد الحسنة: ۱۷۰]

(۳) المقاصد الحسنة: ۱۷۰

(۴) امام دار قطنی سے حدیث أنامَدِيْنَةُ الحِكمَة وعليٌّ بابُها کے بارے میں سوال کیا گیا تو اُنہوں نے فرمایا: والحديث مضطرب غيرُ ثابت. [العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ ۲: ۳۰۶-۳۰۷، سوال: ۲۸۶]
''یہ حدیث مضطرب ہے اور ثابت نہیں ہے۔''

(۵) اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ۱: ۳۰۶

(۶) خلیل بن کیکلدی بن عبداللہ العلائی، دمشقی، ابوسعید، صلاح الدین۔ فاضل اور محدث تھے۔ دمشق میں ۶۹۴ھ = ۱۲۹۵ء کو پیدا ہوئے۔ وہیں علم حاصل کیا۔ ۷۳۱ھ میں قدس کے مدرسہ صلاحیہ میں مدرس ہوئے اور وہیں ۷۶۱ھ = ۱۳۵۹ء کو وفات پائی۔ [ذیل تذکرۃ الحفاظ، الحسینی: ۴۳، الاعلام ۲: ۳۲۱]

(۷) یہ عبارت امام زرکشی کی نہیں بلکہ حافظ سیوطی کی ہے جو لکھتے ہیں: قال أبو سعيد العلائي: الصَّوابُ أنه حسنٌ بإعتبار طرقه: لاصحيح ولا ضعيفٌ، فضلاً أن يكونَ موضوعاً. [الدرر المنتثرۃ: ۵۷، حدیث: ۳۸]

(۸) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: قال شيخُنَا: إنَّهٗ كَذِبٌ مُّخْتَلَقٌ. [المقاصد الحسنة: ۱۷۱، حدیث: ۱۹۰]

زرکشی کہتے ہیں یہ معروف نہیں (۱)۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث موضوع ہے (۲)۔

سخاوی کہتے ہیں اسے دیلمی نے بغیر سند کے عبداللہ بن جراد سے مرفوعاً اس طرح نقل کیا ہے:

أنَا مِنَ اللّٰهِ والمؤمنون مِنّي، فَمَن آذَى مؤمناً فَقَد آذَانِي (۳).

''میں اللہ سے ہوں اور مؤمن مجھ سے ہیں جس نے کسی مؤمن کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف دی۔''

۲۰٦: أَنْصَفَ بِالْحَقِّ مَنِ اعْتَرَفَ.

''جس شخص نے اعتراف کیا اُس نے حق کے ساتھ انصاف کیا۔''

سخاوی، المقاصد میں کہتے ہیں میں اس حدیث کو نہیں جانتا (۴)۔

---

(۱) امام زرکشی لکھتے ہیں: قال بعضُ الحُفَّاظِ: هذا اللَّفْظُ لا يُعْرَفُ عن النبي ﷺ لكن ثَبَتَ في الكتاب والسُّنَّةِ أنَّ المؤمنين بعضُهُم مِّنْ بَعْضٍ، كما قال تعالى: بَعْضُكُم مِّنْ بَعْضٍ.

[التَّذكِرة فِي الأحاديث المشتهرة: ۱۳۹، حدیث: ۱۸۲]

''بعض حُفّاظِ حدیث نے کہا ہے کہ ان الفاظ میں رسول اللہ ﷺ سے معروف نہیں لیکن قرآن وسنت سے ثابت ہے کہ مؤمن آپس میں دوست ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

بَعْضُكُم مِّنْ بَعْضٍ. [سورۃ آل عمران ۳: ۱۹۵]

''تم میں سے بعض، بعض میں سے ہیں۔''

(۲) حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: لا يُحفَظُ هذا اللَّفْظُ عن رسول اللّٰه ﷺ لكن قال النبي ﷺ لِعَلِيٍّ رضي الله عنه: أنت مني وأنا منك، كما قال سبحانه: بَعْضُكُم مِّنْ بَعْضٍ، أي أنتم نوعٌ واحِدٌ، متفقون في القصدِ و الهُدَى، كالروحين اللَّتَينِ تَتَّفِقان في صفاتهما. [مجموع الفتاویٰ ۱۱: ۳٦]

''یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ سے محفوظ نہیں البتہ آپ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ ''میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''تم میں سے بعض، بعض میں سے ہو۔'' یعنی تم ایک ہی نوع کے فرد ہو۔ تمہارا مقصود اور ہدیت ایک ہی ہیں جیسا کہ وہ دو روحیں جو اپنی صفات میں متفق ہوں۔''

(۳) المقاصد الحسنة: ۱۷۱، ذیل حدیث: ۱۹۰؛ لیکن یہ روایت بھی جھوٹی ہے۔ [حنیف]

(۴) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: لم أعرفه هكذا ولكن رَوى أحمد والحاكم في مستدركه من حديث الأسود بن سريع رضي الله عنه قال: أُتِيَ النبي ﷺ بأعرابيٍ أسير، قال: أتوبُ إلى اللّٰه ولا أتوبُ إلى محمد ﷺ......

—۲۰۷:أنفِق ما في الجَيبِ يأتِكَ ما في الغَيبِ.

”جو کچھ تیری جیب میں ہواُسے خرچ کرو، جو کچھ غیب میں ہے وہ تجھے دستیاب ہوجائے گی۔“

ان الفاظ میں اس روایت کی کوئی اصل نہیں لیکن اس کا معنیٰ صحیح ہے اس لیے کہ:

—اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ.[سورة سبا۳۴:۳۹]

”اور جو چیز بھی تم خرچ کروگے سووہ اُس کا عوض دے گا۔“

—اورایک متفق علیہ حدیث میں ہے کہ:أَنفِقْ أُنفِقْ عَلَيْكَ(۱).

”خرچ کروتجھ پر بھی خرچ کیا جائے گا(۲)۔“

لیکن لوگوں کا یہ قول کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ اُن کے پاس تھا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کردیا یہاں تک [تن ڈھانکنے کے کپڑے بھی خرچ کرڈالے اور] اپنی عباء کو کانٹوں سے ٹانک دیا [تاکہ ستر نہ کھلے] تو یہ الفاظ مرفوع روایت میں نہیں ہیں لیکن اس کا معنیٰ صحیح ہے۔

—۲۰۸:إنَّ الأرضَ لَتَنْجُسُ مِنْ بَوْلِ الأقْلَفِ أربعينَ يوماً.

”غیرمختون [وہ شخص جس کا ختنہ نہ کیا گیا ہو] کے پیشاب سے زمین چالیس روز تک ناپاک رہتی ہے۔“

......فقال النبي ﷺ:عرف الحقَّ لأهله.[المقاصد الحسنة:۱۷۷،بذیل حدیث:۱۹۸]

”میں اِن الفاظ میں یہ روایت نہیں جانتا البتہ امام احمد [نے مسند۳:۴۳۵ میں] اور حاکم نے مستدرک [۴:۲۵۵] میں سیدنا اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک قیدی لایا گیا تو اُس نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرتا ہوں اور محمد ﷺ کو توبہ نہیں کرتا تو آپ نے فرمایا: اُس نے حق کا اہل پہچان لیا۔“

لیکن یہ روایت بھی سند کے لحاظ سے ضعیف ہے اس لیے کہ:

—حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اس کا راوی محمد بن مصعب ضعیف ہے۔[تلخیص المستدرک۴:۲۵۵]

—اسے سیدنا اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والا حسن بصری ہے، حالانکہ ان کی ملاقات ثابت نہیں۔

(۱) صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن[۶۵] تفسیر سورۃ ہود[۱۱] باب قولہ:وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ[۲] حدیث: ۴۶۸۴، صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ[۱۲] باب الحث علی النفقۃ وتبشیر المنفق بالخلف[۱۱] حدیث:۳۷-[۹۹۳]

(۲) یہ پوری کی پوری عبارت حافظ سخاوی کی ہے۔ ملاحظہ ہواُن کی کتاب: المقاصد الحسنۃ:۱۸۰، بذیل حدیث: ۲۰۳؛ مگر ملا علی قاری نے اس کی طرف اشارہ ہی نہیں کیا۔

اس کی سند میں داود وَضّاع موجود ہے (۱)۔

۲۰۹–إِنَّ بِلاَلاً کَانَ یُبَدِّلُ الشِّینَ فِي الأَذَانِ سِینًا.

''بلال اذان میں شین کو سین سے بدل دیا کرتے تھے۔''

امام مزی کہتے ہیں –جیسا کہ برہان سفاقسی (۲) نے اُن سے نقل کیا ہے– کہ یہ روایت زبان زد اور مشہور ہے لیکن کتب حدیث میں اس کا کہیں وجود نہیں (۳)۔

۲۱۰–إِنَّ الشَّمْسَ رُدَّتْ عَلَی عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ.

---

(۱) حافظ ذہبی نے داود بن سلیمان جرجانی غازی کے ترجمہ کے تحت اس پوری روایت کو اس طرح لکھا ہے:
أَخْتِنُوا أولادَكُم یومَ السابع، فإنَّهُ أطهَرُ وأسرَعُ نبتاً للحمِ، إنَّ الأرضَ لَتَنجُسُ مِنْ بَولِ الأقْلفِ أربعينَ یوماً. [میزان الاعتدال ۲: ۸، ترجمہ: ۲۶۰۸]
''پیدائش کے ساتویں روز اپنے بچوں کا ختنہ کیا کرو اس لیے کہ یہ جسم میں پاکیزگی کا باعث ہے اور اس سے گوشت جلدی پیدا ہوتا ہے اور غیر مختون کے پیشاب سے زمین چالیس روز تک ناپاک رہتی ہے۔''
اور اس راوی کے بارے میں لکھا ہے کہ امام یحیٰی بن معین نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے۔ امام ابو حاتم اسے نہیں جانتے لیکن بہر حال یہ طے ہے کہ داود بن سلیمان جرجانی غازی کذاب ہے۔ اس نے علی رِضا کی طرف ایک موضوع اور من گھڑت نسخہ منسوب کیا ہے جسے اُس سے ایک صدوق راوی علی بن محمد بن مہرویہ روایت کرتا ہے۔
[میزان الاعتدال ۲: ۸، ترجمہ: ۲۶۰۸]

(۲) ابراہیم بن محمد بن ابراہیم قیسی سفاقسی ابو اسحاق برہان الدین۔ مالکی فقیہ تھے۔ ۶۹۷ھ = ۱۲۹۸ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ بجایۃ میں علم حاصل کیا۔ حج کیا اور حج کے دوران مصر اور شام کے علماء سے اخذِ فیض کیا۔ تفسیر اور اصول فقہ سے متعلق کتابیں لکھیں۔ ۷۴۲ھ = ۱۳۴۲ء کو وفات پائی۔ [الدرر الکامنۃ ۱: ۵۵، الاعلام ۱: ۶۳]

(۳) یہ پوری کی پوری عبارت حافظ سخاوی کی ہے۔ [المقاصد الحسنۃ: ۱۹۰، بذیل حدیث: ۲۲۱]
یہ روایت اِن الفاظ میں بھی مروی ہے: إن بلالاً کان یُبَدِّلُ الشِّینَ في الأذان سِینًا.
''سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اذان میں ''أَشْهَدُ'' کے بجائے ''أَسْهَدُ'' پڑھتے تھے۔''
[المقاصد الحسنۃ: ۱۹۰، حدیث: ۲۲۱، تذکرۃ الموضوعات، ہندی: ۱۰۱]
ملا علی قاری لکھتے ہیں یہ روایت بے اصل ہے۔ [المصنوع: ۶۵، حدیث: ۵۵]
مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: حفاظِ حدیث کے ہاں یہ روایت بے اصل و بے اَساس ہے۔
[ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی: ۲۹۴]

''سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لیے سورج کو لوٹا دیا گیا۔''

امام احمد فرماتے ہیں۔اس کی کوئی اصل نہیں۔

ابن الجوزی نے اس کے موضوع ہونے کا دعویٰ کیا ہے لیکن سیوطی کہتے ہیں کہ ابن مندۃ (۱)، ابن شاہین (۲) اور ابن مردویہ (۳) نے اسے روایت کیا ہے۔طحاوی (۴) اور قاضی عیاض نے اس کی تصحیح کی ہے۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: ہوسکتا ہے کہ جن علماء نے انکار کیا انہوں نے اس بنا پر اس کا انکار کیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے سورج لوٹا اور جنہوں نے اسے صحیح قرار دیا اُنہوں نے اس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کا اثر سمجھا۔اس کی تفصیل سیرت کی کتابوں میں ہے (۵)۔

---

(۱) محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ، ابن مندۃ، ابوعبداللہ العبدی [عبد یالیل کی طرف منسوب] اصبہانی۔۳۱۰ھ = ۹۲۲ء کو پیدا ہوئے۔حصول علم کے لیے بہت سفر کیے۔اپنے زمانے کے بہت بڑے حافظِ حدیث تھے۔کہا جاتا ہے کہ سترہ سو اَساتذہ سے کسبِ فیض کیا۔۳۹۵ھ = ۱۰۰۵ء کو وفات پائی۔

[طبقات الحنابلہ ۲: ۱۶۷، الاعلام ۶: ۲۹]

(۲) عمر بن احمد بن عثمان ابن شاہین، ابوحفص، واعظ اور بہت بڑے عالم تھے۔اہل بغداد میں سے تھے۔حافظِ حدیث تھے، اور لگ بھگ تین سو کتابوں کے مصنف ہیں۔۲۹۷ھ = ۹۰۹ء کو پیدا ہوئے اور ۳۸۵ھ = ۹۹۵ء کو وفات پائی۔[تاریخ بغداد ۱۱: ۲۶۵، الاعلام ۵: ۴۰]

(۳) احمد بن موسیٰ بن مَرْدُوْیَۃ اصبہانی، ابوبکر۔۳۲۳ھ = ۹۳۵ء کو پیدا ہوئے۔اُنہیں ابن مردویہ الکبیر بھی کہا جاتا ہے۔۴۱۰ھ = ۱۰۱۹ء کو وفات پائی۔حافظ حدیث، مفسر اور مؤرخ تھے۔

[سیر اَعلام النبلاء ۱۷: ۳۰۸، الاعلام ۱: ۲۶۱]

(۴) احمد بن محمد بن سلامۃ بن سلمۃ بن عبدالملک، ازدی، حجری، مصری، طحاوی، حنفی، مصر کے علاقہ طحا کے ایک گاؤں میں ۲۳۹ھ = ۸۵۳ء کو پیدا ہوئے، اس لیے طحاوی کہلائے۔علم حدیث اور علم فقہ میں کامل مہارت رکھتے تھے۔آپ ابتدائی عمر میں شافعی المسلک تھے، پھر حنفی ہوگئے۔قاہرہ میں ۳۲۱ھ = ۹۳۳ء کو وفات پائی۔

[سیر اعلام النبلاء ۱۵: ۲۷-۳۳، الاعلام ۱: ۲۰۶]

(۵) ملا علی قاری جس حدیث کی طرف اشارہ کر رہے ہیں وہ یہ ہے: اللّٰهُمَّ إنَّ عبدَكَ عَلِيًّا احتبَسَ بنفسه على نَبِيِّكَ فَرُدَّ عليه شَرْقَهَا، قالت أسماء: فَطَلَعَتِ الشَّمسُ حتّٰى وَقَعَت على الجِبالِ وعلى الأرضِ ثُمَّ قامَ عَلِيٌّ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى العَصرَ ثم غابَتْ، وذلك في الصَّهْبَاءِ في غزوة خيبر. ......

......[شرح مشکل الآثار ۳:۹۴‘ حدیث:۱۰۶۸‘المُعجَمُ الکبیر ۲۴:۱۴۴-۱۴۵‘ حدیث:۳۸۲]

”یا اللہ! تیرا بندہ علی تیرے نبی کی خدمت میں مشغول تھا تو ہی اس کے لیے سورج کو لوٹا دے۔سیدہ اَسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: سورج نکل گیا یہاں تک کہ اُس کی روشنی پہاڑوں اور زمین پر نظر آئی‘ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ اُٹھے اور عصر کی نماز پڑھی جس کے بعد سورج غروب ہو گیا اور یہ واقعہ غزوۂ خیبر میں صہباء کے مقام پر پیش آیا تھا۔“

اس روایت کی سند یہ ہے: احمد بن صالح‘ از ابن ابی فُدَیک‘ از محمد بن موسیٰ‘ از عون بن محمد‘ از والدۂ اُو: ام جعفر از سیدہ اَسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ: هـذا الإسنادُ فيه مَنْ يُجهَلُ حالُهُ‘ فإنَّ عوناً هذا وأمه لايُعرفُ أمرهما بعدالةٍ وضبطٍ يقبل بسببهما خبرهما فيما هو دون هذا المقام ‘ فكيف يثبت بخبرهما هذا الأمر العظيم الذي لم يروه أحدٌ من أصحاب الصِّحاح ولاالسنن ولاالمسانيد المشهورة فاللّٰه أعلم‘ و لاندري أسمعت أُمُّ هذا من جدتها أسماء بنت عميس أم لا؟[البدایۃ النہایۃ ۶:۷۸]

”اس سند میں ایسے راوی بھی ہیں جن کا حال مجہول ہے اس لیے کہ عون بن محمد اور اس کی والدہ کا حال معلوم نہیں اور نہ اُن کی عدالت اور ضبط معلوم ہے جس کی بنیاد پر اس سے کم تر مسائل میں اُن کی روایت قبول کی جاتی ہے تو ایک ایسے عظیم واقعہ میں اُن کی پیش کردہ روایت قابل قبول ہوگی جس کا صحاح‘ سنن اور مشہور مسانید میں کہیں ذکر تک نہیں۔ ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ عون بن محمد کی والدہ نے یہ روایت اُن کی نانی سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے سنی ہے یا نہیں۔“

اس روایت کو نقل کر کے امام طحاوی لکھتے ہیں: اس کا راوی محمد بن موسیٰ مدنی ہے جو الفِطری سے معروف ہیں جو روایت میں محمود ہیں اور عون بن محمد تو عون بن محمد بن علی بن ابی طالب ہیں اور اُن کی والدہ ام جعفر، محمد بن جعفر بن ابی طالب کی بیٹی ہیں۔[شرح مشکل الآثار ۳:۹۴]

لیکن یہ سند ضعیف اور مجہول ہے اور امام طحاوی کے کلام سے یہ روایت صحت کے درجے تک نہیں پہنچ سکتی بلکہ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ وہ اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہیں اس لیے کہ انھوں نے عون بن محمد اور اُس کی والدہ کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا۔ نہ اُن کی توثیق کی اور نہ تضعیف۔ اگر یہ ثقہ ہوتے تو جیسے محمد بن موسیٰ مدنی کی توثیق کی اُسی طرح اِن دونوں کی بھی توثیق کرتے اس لیے اس مقام پر ان کا سکوت اس بات کی غمّاز ہے کہ یہ دونوں مجہول ہیں۔ ان دونوں کا مجہول ہونا اس لیے قرین قیاس ہے کہ:

-۱: امام ابن ابی حاتم نے عون بن محمد کا نام درج کیا مگر اُن کی جرح یا تعدیل نہیں کی۔

[الجرح والتعدیل ۶:۳۸۶‘ ترجمہ:۲۰۴۷]

امام ابن حبان نے اپنے قاعدہ توثیقُ المجهولين کے مطابق الثقات ۲:۲۲۸ میں اُن کا ذکر کیا ہے۔

-۲: اُن کی والدہ ام جعفر جو محمد بن جعفر بن ابی طالب کی بیٹی ہے‘ اُن سے امام ابن ماجۃ نے السنن [کتاب ......

–۲۱۱: إِنَّ الشَّيطانَ يَجرِي مِن ابنِ آدم مَجرَى الدَّمِ فَضَيِّقُوا مَجَارِيَهُ بِالجُوعِ (۱).

''شیطان اولادِ آدم کے رگوں میں دوڑتا ہے تو اس کے دوڑنے کی جگہ کو بھوک سے تنگ کردو۔''

امام غزالی نے احیاء العلوم میں اس کا ذکر کیا ہے۔ عراقی کہتے ہیں کہ:

مُتَّفَقٌ عليهِ مِن حديث صَفِيَّةَ رضي اللّٰه عنها، دونَ قوله: فَضَيِّقُوا مَجَارِيَهُ بِالجُوعِ (۲).

......الجنائز [٦] باب ما جاء في الطعام يُبعَثُ الى اهل الميت [۵۹] برقم: ۱۶۱۱] میں ایک حدیث روایت کی ہے جس کے سند سے بحث کرتے ہوئے امام بوصیری نے لکھا ہے کہ اس کی راویہ اُم عون مجهول ہیں۔

[مصباح الزجاجۃ ۱: ۵۳۴، بذیل حدیث: ۵۸۵- [۱۶۱۱]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ: مَقبُولَةٌ. [تقریب التہذیب: ۷۷۸، ترجمہ: ۸۷۵۰]

یعنی اگر اُم عون کی روایت کا کوئی متابع مل جائے تو اس کی روایت مقبول ہوگی۔ تو اس کی ایک تابع فاطمہ بنت حسین بن علی بن ابی طالب موجود ہے جس کا ذکر امام طحاوی اور امام طبرانی نے اس سند کے ساتھ ان الفاظ میں کیا ہے: فضیل بن مرزوق، از ابراہیم بن حسن از فاطمہ بنت حسین از سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا:

كان رسول اللّٰه ﷺ يُوحَى إليه ورأسُه في حِجرِ عليٍّ فلم يُصَلِّ العَصرَ حتى غربتِ الشَّمسُ فقال رسول اللّٰه ﷺ: صَلَّيتَ يا عليُّ؟ قال: لا، فقال رسول اللّٰه ﷺ......وذكر الحديث.

[شرح مشکل الآثار ۳: ۹۲، حدیث: ۱۰۶۷، المُعجَم الكبير ۲۴: ۱۴۷-۱۵۲، حدیث: ۳۹۰]

''رسول اللہ ﷺ کو وحی ہو رہی تھی اور آپ کا سر مبارک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گود میں تھا۔ آپ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن سے پوچھا: علی! تو نے نماز پڑھی ہے؟ آپ نے نفی میں جواب دیا اور اس کے بعد سابقہ حدیث ذکر کی۔''

اس کی سند بھی ضعیف ہے اس لیے فضیل بن مرزوق کے بارے میں امام ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ: صدوق اور صالح الحدیث تھے۔ بکثرت وہم کا شکار تھے۔ اُن کی روایت لکھنے کے قابل ہے لیکن نا قابل استدلال ہوتی ہے۔ [الجرح والتعدیل ۷: ۷۵، ترجمہ: ۴۲۳]

امام ابن حبان نے اُن کا ذکر کر کے لکھا ہے: كانَ مِمَّن يُخطِئُ. [الثقات ۷: ۳۱۶]

اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: صحیح مسلم کا راوی ہے۔ صدوق ہیں۔ وہم کا شکار ہوتے ہیں اور ان پر شیعہ ہونے کا الزام ہے۔ [تقریب التہذیب: ۴۷۷، ترجمہ: ۵۴۳۷]

(۱) اِحیاء علوم الدین ۱: ۲۳۲

(۲) المغنی عن حمل الاسفار ۱: ۲۳۲

''یہ حدیث سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا[۱] سے مروی ہے اور متفق علیہ ہے[۲] البتہ اس کے آخری الفاظ کہ ''اس کے دوڑنے کی جگہ کو بھوک سے تنگ کردو'' بعض صوفیاء کا مدرج[۳] ہے۔''

۲۱۲- إنَّ شَيطَاناً بَينَ السَّمَآءِ والأرضِ يُقَال له: الوَلْهَانُ، معه ثمانِيَة أمثالِ وُلْدِ آدمَ مِنَ الْجُنودِ، وله خَلِيفَةٌ يُقالُ له: خَنْزَبٌ.

''زمین وآسمان کے مابین ایک شیطان ہے جسے ولہان کہا جاتا ہے اس کے ساتھ اولادِ آدم کی طرح کے آٹھ لشکر ساتھ ہوتے ہیں اور اس کا ایک خلیفہ ہے جسے خنزب کہا جاتا ہے۔''

ابن الجوزی کہتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے[۴]۔

۲۱۳- إنَّ العالِم والمُتَعَلِّم إذا مَرَّاعَلَى قَريَةٍ فإن اللّٰه تعالَی يرفَع العذاب عن مقبرة تلك القَريةِ أربعين يوماً.

---

(۱) صفیہ بنت حُیَیّ بن أخطب رضی اللہ عنہا ام المؤمنین، بنوخزرج سے تھیں۔ مدینہ سے تعلق تھا۔ سلام بن مشکم قرظی کے نکاح میں تھیں اُس سے علیحدگی کے بعد کنانہ بن ربیع نضری نے اُن سے نکاح کیا جو جنگ خیبر کے روز قتل ہوا۔ غزوۂ خیبر ہی میں اسلام قبول کیا اور رسول اکرم ﷺ کے نکاح میں آ گئیں۔ ۵۰ھ = ۶۷۰ء کو وفات پا گئیں۔ [اسد الغابۃ: ۱۵۴۱، ترجمہ: ۶۹۶۷، الاعلام ۳: ۲۰۶]

(۲) مُتَّفَقٌ عَليه: وہ حدیث ہوتی ہے جس پر امام بخاری اور امام مسلم دونوں کا اتفاق ہو۔

[مرقاۃ المفاتیح ۱: ۱۰۴-۱۰۵]

وہ روایت ہے جس کے مضمون کو امام بخاری اور امام مسلم نے نقل کیا ہو، خواہ دونوں کا راوی ایک صحابی ہو، یا الگ الگ صحابہ ہو یا دو سے زیادہ، ضروری امر صرف یہ ہے کہ دونوں کتابوں میں ایک ہی مضمون کے متن پر اتفاق ہو۔

(۳) لغت میں أدرجتُ الشيء في الشيء سے اسم مفعول ہے جس کے معنی ہیں: داخل کیا ہوا، شامل کیا ہوا۔

اصطلاح میں وہ روایت ہے جس کی سند یا متن میں راوی ایسا اضافہ کرے جسے سننے والا حدیث کا جزء تصور کرے۔ [اختصار علوم الحدیث: ۷۹، نوع: ۲۰]

(۴) حافظ ابن الجوزی لکھتے ہیں: هذا الحديث على هذا الوصف موضوعٌ، والمُتَّهَمُ بوضعه حبيب بن أبي حبيب، ويُقال له الخرططي، قريةٌ من قُرَى مرو. [العلل المتناهیۃ ۱: ۳۴۸، حدیث: ۵۷۱]

''اِن الفاظ میں یہ روایت موضوع ہے اور حبیب بن ابی حبیب اس کے وضع کرنے سے بدنام ہے۔ اسے خرططی کہتے ہیں جو ''مرو'' کے ایک قصبہ کی طرف نسبت ہے۔''

''عالم اور متعلم جب کسی بستی سے گزرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس بستی کے قبرستان سے چالیس روز تک کا عذاب اٹھالیتا ہے۔''

جلال الدین سیوطی کہتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں (۱)۔

۲۱۴- إن العبد لَيَنشُرُ له مِن الثَّناءِ ما بين المشرق والمغرب وما يَزِنُ عند اللّٰهِ جناحَ بَعُوضَةٍ.

''مشرق ومغرب میں کسی بندے کی تعریف اور شہرت ہوجاتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اُس کا وزن ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوتا۔''

یہ روایت الاحیاء میں ہے (۲)۔ عراقی کہتے ہیں: میں نے اس طرح اس حدیث کو کہیں نہیں پایا (۳) اور صحِیحَین میں سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إنه ليأتي الرَّجُل العظيمُ السَّمينُ يومَ القيامةِ لَايَزِنُ عندِ اللّٰهِ جناحَ بَعُوضَةٍ (۴).

''قیامت کے روز ایک موٹا تازہ آدمی آئے گا جس کا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی وزن نہیں ہوگا۔''

۲۱۵- إنَّ القَصِيرَةَ قَدْ تُطِيلُ. ''چھوٹی قد والی عورت کبھی کبھار لمبی اولاد جنتی ہے۔''

جوہری (۵) نے اپنی صحاح (۶) میں اسے نقل کیا ہے۔ صاحب قاموس کہتے ہیں: یہ ضربُ المثل

---

(۱) تخریج احادیث شرح العقائد: ۵۱، حدیث: ۶۷، شرح الفقہ الاکبر: ۱۲۹، المصنوع فی الحدیث الموضوع: ۶۵، حدیث: ۵۷، کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱: ۲۵۶، حدیث: ۶۷۲

(۲) إحیاء علوم الدین ۱: ۶۲

(۳) المغنی عن حمل الاسفار ۱: ۶۲

(۴) صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن [۶۵] تفسیر سورۃ الکہف [۱۸] باب اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَآئِهٖ [۶] حدیث: ۴۷۲۹

(۵) اسماعیل بن حمّاد جوہری، ابونصر، جس نے سب سے پہلے پرندوں کی طرح اُڑنا چاہا مگر کامیاب نہ ہو سکے اور اسی کوشش میں ۳۹۳ھ=۱۰۰۳ء کو وفات پائی۔ اُن کا تعلق فاراب سے تھا۔ بچپن میں عراق چلے آئے، وہاں سے حجاز مقدس اور وہاں سے واپس خراسان آئے اور نیشاپور میں رہائش اختیار کی۔
[معجم الادباء ۲: ۲۶۹، الاعلام ۱: ۳۱۳]

(۶) الصحاح وتاج اللغۃ وصحاح العربیۃ ۵: ۱۷۵۵

ہے۔حدیث نہیں جیسا کہ جوہری کو وہم ہوا ہے(۱)۔

–۲۱۶: إنَّ لإبراهيم الخليل ولأبي بكرِ الصِّدّيق لِحيةٌ في الجنة.

''[سیدنا] ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جنت میں داڑھی ہوگی۔''

یہ صحیح [حدیث] نہیں۔میں نے حدیث کی کسی مشہور کتاب یا کسی رسالہ میں اس حدیث کو نہیں پایا(۲)۔ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ کہا کرتے تھے کہ اسی طرح ہی طبرانی میں ایک حدیث ہے کہ(۳):

إنَّ أهل الجَنَّةِ جُردٌ مُردٌ إلّا موسى علیہ السلام فإنَّ لَهٗ لِحيَةٌ تَضرِبُ إلَى سُرَّتِهٖ(۴).

''اہل جنت سب بے ریش ہوں گے سوائے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے کہ ان کی داڑھی ہوگی۔''

---

(۱) القاموس المحیط ۲: ۱۳۵۷

(۲) یہ حافظ سخاوی کی عبارت ہے جو لکھتے ہیں کہ: لم يصح أنَّ للخليل ولا للصديق لحية في الجنة، ولا أعرفُ ذلك في شيئٍ من كتب الحديث المشهورة ولا الأجزاء المنثورة، قاله شيخنا.

[المقاصد الحسنۃ: ۱۹۶، بذیل حدیث: ۲۲۸]

(۳) یہ جملہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا نہیں بلکہ حافظ سخاوی کا ہے۔ملا علی قاری تسامح کا شکار ہو کر اسے اُن کی طرف منسوب کرتے ہیں۔[المقاصد الحسنۃ: ۱۹۶، بذیل حدیث: ۲۲۸]

پھر یہ بھی ہے کہ ذیل میں مذکور روایت امام طبرانی کی نہیں ہے بلکہ امام ابونعیم اصبہانی کی ہے جو اُن کی کتاب صفۃ الجنۃ ۲: ۱۰۸، حدیث: ۲۶۱ میں موجود ہے۔اس میں حافظ سخاوی اور ملا علی قاری دونوں تسامح کا شکار ہوئے ہیں۔

(۴) صفۃ الجنۃ، ابونعیم اصفہانی ۲: ۱۰۸، حدیث: ۲۶۱۔ اس روایت کی سند یہ ہے: عبداللہ بن محمد از مسلمۃ بن سعید اشعری از مجاشع بن عمرو از حماد بن سلمۃ از لیث بن ابی سلیم از عبدالملک بن سعید بن جبیر از عکرمۃ از سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما موقوفاً۔[صفۃ الجنۃ ۲: ۱۰۸، بذیل حدیث: ۲۶۱]

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ اس کا راوی مجاشع بن عمرو کذاب تھا۔

[میزان الاعتدال ۳: ۴۳۶، ترجمہ: ۷۰۶۶]

اس قسم کی روایت اس سند کے ساتھ بھی مروی ہے: علی بن معبد از حماد بن عمرو نصیبی از عکرمۃ از سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما موقوفاً۔[وصف الفردوس: ۶۵، حدیث: ۱۶۴]

مگر یہ بھی موضوع ہے اس لیے کہ اس کا راوی حماد بن عمرو نصیبی کذاب اور وضاع ہے۔

[میزان الاعتدال ۱: ۵۹۸، ترجمہ: ۲۲۶۲]

قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ ایسی ہی ایک حدیث سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بھائی سیدنا ہارون علیہ السلام کے بارے میں بھی وارد ہے (۱)۔

اور میں نے بعض اہل علم کے خط میں لکھا ہوا دیکھا کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے بارے میں بھی اسی قسم کی روایت ہے لیکن میں ان میں سے کسی روایت کو بھی صحیح نہیں سمجھتا (۲)۔

۲۱۷۔ إنَّ اللّٰه لَمَّا خَلَقَ العقلَ قال له: أقبِل فأقبَلَ، ثم قال له: أدبِر فأدْبَر، فقالَ: وعزتي وَ جَلَالي مَا خَلَقتُ خَلقاً أشرَفَ مِنكَ، فَبِكَ آخُذُ وبِكَ أُعطي.

"اللہ تعالیٰ نے جب عقل کو پیدا فرمایا تو اس سے کہا: آ گے آ۔ وہ آ گے آئی پھر اس سے کہا پیچھے ہٹ وہ پیچھے ہٹ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قسم ہے میری عزت اور جلال کی! میں نے کوئی مخلوق تجھ سے اَشرف پیدا نہیں کی۔ میں تیرے ہی ذریعہ لیتا ہوں اور تیرے ہی ذریعہ دیتا ہوں۔"

ابن تیمیہ اور اُن کی پیروی میں دوسرے علماء کہتے ہیں: یہ بالاتفاق جھوٹ اور موضوع ہے (۳)۔ جیسا کہ مقاصد میں ہے (۴) لیکن غزالی نے اِحیاء میں اس کا ذکر کیا ہے (۵)۔

---

(۱) الکامل فی ضعفاء الرجال ۵: ۴۷، بذیل ترجمہ: شیخ بن ابی خالد صوفی: ۲۷/ ۹۰۷، التَّذكرة في أحوال المَوتَى والآخرة: ۵۲۰

(۲) یہ بھی حافظ سخاوی ہی کا قول ہے۔ [المقاصد الحسنۃ: ۱۹۶، بذیل حدیث: ۲۲۸]

(۳) حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: واتفق أهل المعرفة بالحديث على أنه ضعيفٌ، بل هو موضوعٌ على رسول اللّٰه ﷺ. [بُغیۃ المرتاد: ۱۷۱، جامع الرسائل ۱: ۱۶۸]

"حدیث جاننے والے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔"

مزید تفصیل مجموع الفتاوی ۱: ۱۰۲؛ ۱۱: ۱۱۰؛ ۱۷: ۱۵۴؛ ۱۸: ۱۵۷، ۱۵۸؛ ۲۷: ۱۱۰؛ ۳۵: ۱۵۳ میں پڑھی جا سکتی ہے۔

(۴) المقاصد الحسنۃ: ۱۹۸، بذیل حدیث: ۲۳۳

(۵) امام غزالی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: أول ما خلق اللّٰه العقل فقال له: أقبل، فأقبل، ثم قال له: أدبر فأدبر ثم قال: وعزتي وجلالي ما خلقت خلقاً أكرم عليَّ منك بك آخذ وبك أعطِي، وبك أثيب، وبك أعاقب. [اِحیاء علوم الدین ۱: ۸۳؛ ۴: ۳]

"اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کر کے اُسے فرمایا: میرے سامنے آ، وہ سامنے آ گئی پھر فرمایا: چلی جا وہ چلی گئی، پھر فرمایا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں نے تجھ سے زیادہ عزیز کوئی چیز پیدا نہیں کی، تیری وجہ سے میں لوگوں کو پکڑوں گا اور تیری ہی وجہ سے اُن کو عذاب دوں گا۔"

عراقی کہتے ہیں: اسے طبرانی نے کبیر اور اوسط میں اور ابونعیم (۱) نے دوضعیف سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے (۲)۔

۲۱۸- :إنَّ اللّٰہ لایقبلُ دعاءً ملحوناً (۳).

---

(۱) اس کی ایک سند یہ ہے: احمد بن زنجویہ القطان البغدادی' از محمد بن بکاران الریان' از حفص بن عمر قاضی حلب' از فضل بن عیسیٰ الرقاشی' از عثمان النہدی از سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

[المُعجم الأوسط ۱:۵۰۰' حدیث:۱۸۴۵]

حافظ ہیثمی لکھتے ہیں کہ اس کے راوی حفص بن عمر قاضی حلب اور فضل بن عیسیٰ الرقاشی دونوں ضعیف ہیں۔

[مجمع الزوائد ۸:۳۱]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ومن کتاب العقل لداود بن المحبر أودعها الحارث بن أبي أسامة في مسندہ' وهي موضوعةٌ کُلُّها' لایثبت منها شيئٌ. [المطالب العالیة ۷:۳۰۸]

''اسے حارث بن ابی اسامہ نے داود بن محبر کی کتاب العقل سے نقل کر کے درج کیا ہے جس کی ساری روایتیں موضوع ہیں اور ان میں سے کوئی ایک بھی روایت ثابت نہیں۔''

اور ایک سند یہ ہے: محمد بن یحییٰ بن مندۃ اصبہانی' از ابوہمام الولید بن شجاع' از سعید بن الفضل القرشی' از عمر بن ابی صالح العتکی' از ابوغالب از سیدنا ابواُمامۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

[المُعجم الأوسط ۵:۲۵۴' حدیث:۲۴۱ے' المعجم الکبیر ۸:۲۸۳' حدیث:۸۰۸۶]

امام عقیلی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: ابوغالب کے شاگرد عمر بن ابی صالح العتکی کی حدیث منکر ہوتی ہے اسی طرح عمر بن ابی صالح العتکی کا شاگرد سعید بن الفضل القرشی بھی مجہول النقل ہے اور اُس کی روایت کا کوئی تابع نہیں ہوتا اور اس مذکورہ متن میں کوئی بھی روایت درست نہیں۔ [الضعفاء الکبیر ۳:۱۷۵' ترجمہ:۱۱۶۹]

(۲) المغنی عن حمل الاسفار ۱:۸۳

اس روایت کے بارے میں حافظ عراقی لکھتے ہیں: اس کو امام طبرانی نے المعجم الأوسط میں سیدنا ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے اور امام ابونعیم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً نقل کیا ہے لیکن دونوں کی سند میں ضعف و کمزوری ہے۔ [المغنی عن حمل الاسفار ۱:۸۳]

(۳) حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: الکَلامُ المَذکُورُ لَا أصلَ له. [مجموع الفتاویٰ ۲۲:۴۳۸]

''مذکور کلام کی کوئی اصل نہیں۔''

ملاعلی قاری نے بھی لکھا ہے: لَا یُعرَفُ لهٗ أصلٌ. [المصنوع:۶۲' حدیث:۴۷]

''اس کی کوئی اصل معروف نہیں۔''

’’بے شک اللہ تعالیٰ ملحون [(۱)] دعاء کو قبول نہیں فرماتا۔‘‘

تقی سبکی [(۲)] نے نقل کیا ہے کہ یہ روایت وارِد ہے اور ظاہر یہ ہے کہ لحن سے مراد اِعراب کی غلطی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے ناجائز دعاء مراد ہے [(۳)]۔

۲۱۹–:إن اللّٰه جعل لذّة طعام الأغنِياءِ في طعام الفقرآء.

’’بے شک اللہ تعالیٰ نے اغنیاء کی لذت فقراء کے کھانے میں رکھی ہے۔‘‘

سخاوی کہتے ہیں: حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے [(۴)]۔

جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الموضوعات کے آخر میں ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن حجر سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا گیا کہ:

إنَّ اللّٰه نَقَل لِذَّة طعام الأغنياء إلى طعام الفقراء [(۵)].

’’اللہ تعالیٰ نے اغنیاء کے کھانے کی لذت فقراء کے کھانے میں منتقل کر دی ہے۔‘‘

---

(۱) ملحون دعاء وہ ہے جس میں لحن یعنی غلطی ہو۔ یہ غلطی نحوی اور اعرابی بھی ہوسکتی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد وہ دعاء ہو جس میں تصریح نہ ہو بلکہ کنایات، تلمیحات اور کنایات پر مشتمل ہو، مثلاً کوئی یہ کہے کہ یا اللہ! میرے بیٹے کو بیوی دے، حالانکہ اس شخص کی ابھی تک کوئی اولاد نہ ہو۔

(۲) علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام سبکی انصاری خزرجی ابوالحسن تقی الدین، شیخ الاسلام۔ مفسر اور مناظر تھے۔ ۶۸۳ھ=۱۲۸۴ء کو ’’سبک‘‘ میں پیدا ہوئے جو مصر کے علاقے منوفیہ میں واقع ہے۔ پہلے قاہرہ اور پھر شام کو نقل مکانی کی۔ ۷۳۹ھ کو شام کے قاضی بھی رہے ہیں۔ بیمار ہوئے اور قاہرہ واپس لوٹ آئے جہاں ۷۵۶ھ = ۱۳۵۵ء کو وفات پائی۔ [المُعجَم المختص بالمحدثين:۱۶۶، ترجمہ:۲۰۴، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۱۰:۱۳۹، ترجمہ:۱۳۹۳، الاعلام ۴:۳۰۲]

(۳) اس پوری عبارت کو امام عجلونی نے ملا علی قاری کا نام لیے بغیر نقل کیا ہے۔
[کشف الخفاء و مزیل الالباس ۱:۲۸۸، حدیث:۷۵۶]

(۴) حَكَمَ عليه شَيخُنَا بالوَضع. [المقاصد الحسنۃ: ۲۰۰، حدیث:۲۳۵]

(۵) ملا علی قاری نے اسے حافظ سیوطی کے حوالے سے نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ موضوع ہے۔
[المصنوع:۶۲، حدیث:۴۹]

تو انہوں نے جواب دیا: یہ موضوع ہے (۱)۔

-۲۲۰:إن اللّٰہ أخذ المیثا ق علی کل مؤمن أن یبغض کل منافق وعلی کل منا فق أن یبغض کل مؤمن.

"اللہ تعالیٰ نے ہر مؤمن سے عہد لیا ہے کہ وہ منافق سے بغض رکھے گا اور منافق سے یہ عہد لیا ہے کہ وہ مؤمن سے بغض رکھے گا۔"

یہ حدیث کہیں بھی نہیں پائی جاتی (۲)۔

-۲۲۱: إن اللّٰہ تعالی وَعَدَ ھذا البیتَ أن یَّحُجَّہٗ في کل سَنَةٍ سِتُّ مِئَةِ أُلُفٍ،فإن نقصوا أکمَلَھُم اللّٰہ بالملائکة ، وإنَّ الکعبة تُحشَرُ کالعروس المزفوفة،کُلُّ مَنُ حَجَّھَا یتعَلَّقُ بأستارِھا یَسعَون حَولَھا حتَّی تدخل الجنة فیَدُخُلُوا معھَا (۳).

"اللہ تعالیٰ نے اس گھر[یعنی خانہ کعبہ] کے لیے وعدہ فرمایا ہے کہ اس کا ہر سال چھ لاکھ آدمی حج کریں گے اگر اس میں کمی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس تعداد کو فرشتوں کے ذریعے پورا فرمائے گا۔ کعبہ کو قیامت کے روز سجی ہوئی دلہن کی طرح اٹھایا جائے گا۔اس کا حج کرنے والے تمام اس کے پردوں سے چمٹے ہوئے ہوں گے اور اس کے گرد دوڑتے رہیں گے حتی کہ وہ جنت میں داخل ہوگا تو یہ بھی اس کے ساتھ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔"

غزالی نے اِحیاءعلوم الدین میں اس کا ذکر کیا ہے۔عراقی کہتے ہیں: مجھے اس کی کوئی اصل نہیں ملی (۴)۔

-۲۲۲: إنَّ اللّٰہ یُحِبُّ الرَّجُلَ المِشعَراني ویکرہ المرأة المِشعرانِیَّة .

"اللہ تعالیٰ بالوں والے مرد کو پسند کرتے اور بالوں والی عورت کو ناپسند کرتے ہیں۔"

---

(۱)الزیادات علی الموضوعات۲:۸۰۱،فصلٌ في أحادیث سُئِلَ عنھا الحافظ ابن حجرفأجاب بأنه لا أصل له.

(۲)المصنوع:۶۲، حدیث:۴۶ (۳)اِحیاءعلوم الدین۴:۳۵۲

(۴)المغنی عن حمل الاسفار۴:۳۵۲

عبدالغفار الفارسی [۱] نے مَجمَع الغَرائب في الحَديث میں کہا ہے کہ:

إنَّ اللّٰه يُحِبُّ الرَّجُلَ الأزَبَّ ويُبغضُ المرأة الزَّبَّآءَ.

''اللہ تعالیٰ زیادہ بالوں والے مرد کو پسند کرتے اور زیادہ بالوں والی عورت کو ناپسند کرتے ہیں۔''

سیوطی نے اسے ذکر کیا ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے [۲]۔

–۲۲۳: إنَّ اللّٰه يَكرَه الرَّجُلَ البَطَّالَ.

''اللہ تعالیٰ بے کار شخص کو ناپسند کرتے ہیں۔''

زرکشی کہتے ہیں: مجھے یہ حدیث کہیں نہیں ملی [۳]۔ سیوطی کہتے ہیں: ابن عدی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک ایسی روایت ایسی سند کے ساتھ لکھی ہے جس میں ایک متروک [۴] راوی ہے [۵]: إنَّ اللّٰه يحب المؤمن المحترف [۶].

''بے شک محنتی مؤمن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں۔''

دیلمی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

إنَّ اللّٰه يُحِبُّ أنْ يَّرَى عبدَهٗ تَعِباً في طَلَبِ الحَلَالِ [۷].

---

(۱) عبدالغافر بن اسماعیل بن عبدالغافر بن محمد بن عبدالغافر بن احمد بن محمد بن سعید الفارسی الحافظ۔ حدیث اور عربیت کے امام تھے۔ امام ابوالقاسم قشیری کے نواسے ہیں۔ امام جوینی کے شاگرد رہے ہیں۔ نیشا پور سے تعلق تھا۔ ۴۵۱ھ کو پیدا ہوئے۔ حصول علم کے لیے خوارزم، غزنی اور ہند کے سفر کیے۔ واپس آ کر مسند تدریس سنبھالی۔ کئی علمی کتابیں لکھیں۔ ۵۲۹ھ کو نیشا پور میں وفات پائی۔

[وفیات الاعیان ۳:۲۲۵، ترجمہ:۴۰۲، سیر اعلام النبلاء ۲۰:۱۶، ترجمہ:۸]

(۲) الدُّرَر المُنتثَرة في الأحاديثِ المُشتَهرَة:۷۹، حدیث:۱۱۶

(۳) التَّذكرة في الأحاديث المشتهرة:۸۸، حدیث:۱۱۰، المصنوع:۶۳، حدیث:۵۱

(۴) وہ راوی ابوالربیع اشعث بن سعید ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۲:۵۰، المقاصد الحسنۃ:۲۱۰]

(۵) یہ پوری کی پوری عبارت امام زرکشی کی ہے۔ یہ حدیث بھی انہوں نے پیش کی ہے۔ ملا علی قاری تسامح کا شکار ہو کر اسے حافظ سیوطی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

(۶) المُعجَم الكبير ۱۲:۲۳۸، حدیث:۱۳۲۰۰، المُعجَم الأوسط ۶:۳۲۷، حدیث:۸۹۳۴

(۷) حافظ عراقی لکھتے ہیں: اس کا راوی محمد بن سہل عطار متروک الحدیث ہے۔ امام دارقطنی کہتے ہیں: احادیث وضع کرتا تھا۔ [المغنی عن حمل الاسفار ۲:۶۱]

''اللہ تعالیٰ یہ بات پسند فرماتے ہیں کہ اپنے بندہ کو طلب حلال میں تکلیف اٹھاتے دیکھے۔''
یہ بات مخفی نہیں کہ اس بات کو مفہوم اور معنیٰ صحیح ہونے کی بنا پر اختیار کیا گیا ہے۔ ویسے حافظ سیوطی کے علاوہ کسی محدث نے یہ بات نہیں کہی۔ ہوسکتا ہے کہ اُن کی مراد معنیٰ کی صحت اور درستگی ہو۔

۲۲۴- إن الله يُكرِه الرَّجُل المِطلاق الذَّوّاق.

''زیادہ طلاق دینے والے، ذائقہ حاصل کرنے والے مرد (۱) کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں۔''
سخاوی کہتے ہیں: میں یہ روایت ان الفاظ میں نہیں پہچانتا البتہ ذیل کی دو حدیثیں ثابت ہیں:
أبغَضُ الحَلالِ إلى اللهِ الطَّلاقُ (۲).

---

(۱) بکثرت طلاق دینے والے مرد مراد ہیں جو صرف مزہ حاصل کرنے کے لیے نکاح کرتے ہیں اور پھر بغیر کسی سبب کے طلاق دیتے ہیں۔
(۲) سنن ابی داوٗد' کتاب الطلاق [۷] باب فی کراہیۃ الطلاق [۳] حدیث: ۲۱۷۸' سنن ابن ماجۃ' کتاب الطلاق [۱۰] بابٌ [۱] حدیث: 2018' المستدرک ۲:۱۹۶۔
امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ حافظ ذہبی نے اُن کی متابعت کر کے اسے علیٰ شرط مسلم کہا ہے۔ [تلخیص المستدرک ۲:۱۹۶]
لیکن امام ابوحاتم' امام دارقطنی اور امام بیہقی نے اس کا مرسل ہونا درست تسلیم کیا ہے۔ [علل الحدیث ۲: ۹۸۵' حدیث: ۱۳۰۰' العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ ۹: ۴۲۰-۴۲۱' حدیث: ۳۱۲۵' السنن الکبریٰ ۷: ۳۲۲]
امام خطابی لکھتے ہیں: معنَى الكراهةِ فيه منصرفٌ إلى السبب الجالب للطلاق وهو سوء العشرة و قِلَّةُ الموافقَةِ' لا إلى نفس الطَّلاق' فقد أباح الله الطلاقَ' و ثبت عن رسول الله ﷺ أنه طَلَّقَ بعضَ نسائه ثم رَاجَعَها' و كانت لابن عمر امرأة يحبها و كان عمر رضي الله عنه يكره صحبته إياها فشكاه إلى رسول الله ﷺ فدعا به و قال: يا عبدالله! طلِّق امرأتك' و هو ﷺ لا يأمر بأمر يكرهه الله. [معالم السنن ۲: ۲۳۱]
''کراہت سے مراد اُن اسباب کی کراہت ہے جن کی وجہ سے طلاق ہو۔ نفسِ طلاق کو اللہ تعالیٰ نے مباح کیا ہے اور ثابت رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعض اَزواج کو طلاق دی تھی اور پھر رجوع کیا تھا۔ ایسے ہی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی تھی اُنھیں اُن سے بڑی الفت تھی مگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اُن کا اُس کے ساتھ رہنا پسند نہ تھا۔ انہوں نے اس کی شکایت رسول اللہ ﷺ سے کر دی تو آپ نے ان کو بلایا اور کہا عبداللہ! اپنی بیوی کو طلاق دے دو چنانچہ اُنہوں نے طلاق دے دی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ رسول اللہ ﷺ کوئی ایسا حکم ارشاد فرمائیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مکروہ ہو۔''

”اللہ کو حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض [ناپسندیدہ] طلاق ہے۔“

اور حدیث: لَا أحِبُّ الذَّوَّاقِينَ و الذَّوَّاقَات (۱).

”میں ذائقہ حاصل کرنے والے مردوں اور عورتوں کو پسند نہیں کرتا۔“

۲۲۵- إنَّ اللّٰه يَكرهُ العَبدَ المُتَمَيّزَ علَى أخِيه.

”اللہ تعالیٰ اس بندے کو ناپسند فرماتا ہے جو اپنے بھائی کے مقابلہ پر ممتاز رہنا چاہتا ہے۔“

ابن الدیبع کہتے ہیں: میں اس روایت سے واقف نہیں (۲)۔

میں [ملا علی قاری (۳)] کہتا ہوں: ابوالیمن ابن عساکر (۴) کی کتاب جُزءُ تِمثَال النَّعل الشَّريف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں ایک قصہ میں وارد ہے (۵) کہ آپ نے فرمایا:

إن اللّٰه يَكْرَهُ مِن عَبدِهِ أن يَّراهُ مُتَمَيّزاً عَلَى أصْحَابه.

”اللہ تعالیٰ اس بندے کو ناپسند فرماتا ہے جو اس بات کا خواہاں ہو کہ اپنے ساتھیوں میں ممتاز بن کر رہے۔“

۲۲۶- إنَّ لِلّٰه مَلٰئِكةً تنقل الأموات.

---

(۱) المُعجَم الأوسط ۶: ۲۰، حدیث: ۵۸۴۸؛ المقاصد الحسنۃ: ۱۳۰، حدیث: ۱۲۸۱

(۲) تمییز الطیب من الخبیث: ۵۳، حدیث: ۳۳۴؛ ان سے پہلے حافظ سخاوی [وفات: ۹۰۲ھ] نے بھی ایسا ہی لکھا ہے بلکہ ابن الدیبع نے تو حافظ سخاوی کا پورا کلام اُن کا نام لیے بغیر درج کیا ہے۔ دیکھئے: المقاصد الحسنۃ: ۲۱۰، حدیث: ۲۴۷

(۳) یہ پوری عبارت حافظ سخاوی کی ہے۔ معلوم نہیں کہ ملا علی قاری کیوں اس کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں؟

(۴) عبدالصمد بن عبدالوہاب بن حسن بن محمد ابن عساکر دمشقی مکی۔ حافظ حدیث تھے۔ ۶۱۴ھ = ۱۲۱۷ء کو دمشق میں پیدا ہوئے۔ ۶۸۶ھ = ۱۲۸۷ء کو وفات پائی۔ [فوات الوفیات ۱: ۶۶۵، ترجمہ: ۲۸۲؛ الاعلام ۴: ۱۱]

(۵) یہ ایک زبان زد روایت کی طرف اشارہ ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے چند صحابہ سمیت باہر گئے تھے۔ کھانے کا وقت ہوا تو بکری ذبح کی گئی۔ لکڑیاں چننے کا کام رسول اللہ ﷺ نے اپنے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ذمے لگایا اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: آپ کی طرف سے ہم یہ خدمت سرانجام دیں گے اس پر آپ نے مندرجہ بالا ارشاد فرمایا اور لکڑیاں چننے کا عمل خود کیا۔ [اِمتاع الاسماع ۲: ۱۸۸]

اس روایت کو جس نے بھی نقل کیا، بغیر کسی سند کے نقل کیا حالانکہ دینی امور میں بلا سند بات ماننا بے دینی ہے۔

”بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو مردوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں۔“

سخاوی کہتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں (۱)۔ پہلے ابن الملک سے بھی ایسی روایت گزر چکی ہے (۲)۔

۲۲۷- إِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا ما بَيْن شُفْرَيْ عَيْنَيْهِ مَسِيرَةُ خَمْسِ مِائَةَ عَامٍ (۳).

”اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کے پلکوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے۔“

اس کی کوئی اصل نہیں پائی جاتی (۴)۔

۲۲۸- إِنَّكُم في زمَان أُلْهِمْتُم فيهِ العَمَلَ و سَيَأتِي قَوْمٌ يُلْهَمُونَ الْجَدْلَ (۵).

”تم ایسے زمانے میں ہو کہ تمہیں عمل کا الہام کیا جاتا ہے اور ایک قوم ایسی آئے گی جسے جنگ وجدل کا الہام ہوا کرے گا۔“

---

(۱) المقاصد الحسنة: ۲۱۱، حدیث: ۲۵۰ (۲) دیکھئے حدیث: ۱۷۲

(۳) اِحیاء علوم الدین ۴: ۵۱۷

حافظ عراقی لکھتے ہیں: مجھے یہ روایت اِن الفاظ میں نہیں ملی۔ [المغنی عن حمل الاسفار ۴: ۵۱۷]

اس روایت کی سند اس طرح ہے: یحییٰ بن غیلان از رشدین بن سعد از ابن عباس ابن میمون اللخمی از ابو قبیل از سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔ [التوہم، حارث محاسبی: ۱۳]

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ:

- اس کا راوی رشدین بن سعد ہے۔ امام جوزجانی فرماتے ہیں: اُس کے ہاں بکثرت معضل اور منکر روایات ہیں۔ [احوال الرجال: ۱۵۶، ترجمہ: ۲۷۵]

امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔ [الضعفاء والمتروکین، ترجمہ: ۲۰۳]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: صالح وعابد مگر سیئ الحفظ اور احادیث کے معاملے میں غیر معتمد تھا۔ [میزان الاعتدال ۲: ۴۹]

- اس کا ایک راوی ابو قبیل ہے جس کا نام حُيَيُّ بن هَانِئِ ہے۔ [تقریب التہذیب: ۶۹۰]

جو اگرچہ صدوق تھے لیکن وہم کا شکار ہوا کرتے تھے۔ [تقریب التہذیب: ۲۲۱، ترجمہ: ۱۶۰۶]

(۴) المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع: ۶۷، حدیث: ۶۳ (۵) اِحیاء علوم الدین ۱: ۴۱

اسے غزالی نے اِحیاء علوم الدین میں ذکر کیا ہے۔ عراقی کہتے ہیں: میں نے اس حدیث کو کہیں نہیں پایا(۱)۔

۲۲۹-: إنَّ مِن أقلِّ ماأوتِيتُم اليقينَ وعزيمةَ الصَّبرِ، ومَن أُعطِيَ حَظَّهُ مِنهُما لَم يُبَالِ مَا فَاتَهُ مِن قِيامِ اللَّيلِ وَصِيامِ النَّهارِ (۲).

''بے شک وہ تھوڑی چیز جو تمہیں دی گئی ہے، وہ یقین اور صبر کی عزیمت ہے اور جسے اس میں سے کچھ حصہ مل جائے تو اس سے اگر رات کا قیام اور دن کے روزے فوت ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں۔''

یہ حدیث اِحیاء علوم الدین میں ہے۔ عراقی کہتے ہیں: میں اس کی اصل سے واقف نہیں (۳)۔

ابن عبدالبر (۴) نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ:

مَا أنزَلَ اللّٰه شَيئًا أقَلَّ مِن اليَقِين (۵).

''اللہ تعالیٰ نے یقین سے کم کوئی چیز نازل نہیں فرمائی۔''

میں [ملاعلی قاری] کہتا ہوں کہ میرے نزدیک یہ اللہ تعالیٰ کے اِس ارشاد سے مأخوذ ہے:

وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ العِلمِ اِلَّا قَلِيلًا. [سورۃ بنی اسرائیل ۱۷:۸۵]

---

(۱) المغنی عن حمل الاسفار ۱:۴۱ (۲) اِحیاء علوم الدین ۱:۲۷ (۳) المغنی عن حمل الاسفار ۱:۲۷

(۴) یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبرّ نمری، قرطبی، مالکی، ابوعمر، حافظ حدیث، مؤرخ اور ادیب تھے۔ اپنے دور میں حافظِ مغرب کے نام سے یاد کیے جاتے تھے۔ قرطبہ میں ۳۶۸ھ = ۹۷۸ء کو پیدا ہوئے۔ حصولِ علم کے لیے اندلس کے مشرقی اور مغربی علاقے چھان مارے۔ شبونہ اور شنترین کے قاضی رہے ہیں۔ شاطبہ میں ۴۶۳ھ = ۱۰۷۱ء کو وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۷:۶۶، تذکرۃ الحفاظ ۳:۱۲۸، الاعلام ۸:۲۴۰]

(۵) اس روایت کی سند یہ ہے: خلف بن قاسم از ابوعلی بن السکن از ابراہیم بن اسحاق داوودی از حسین بن مبارک از اسماعیل بن عیاش از ثور بن یزید از خالد بن معدان از سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

[جامع بیان العلم وفضلہ ۱:۴۱۳، حدیث: ۸۰۵]

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا راوی حسین بن مبارک طبرانی ہے جس کے بارے میں حافظ ابن عدی نے لکھا ہے کہ اس نے شامی راویوں سے منکر اَسانید کے ساتھ منکر احادیث اور متون نقل کیے ہیں......اور اس کی حدیثیں منکر ہوتی ہیں۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۳:۲۳۸، ترجمہ: ۴۹۳/۱۲۴]

''اور تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔''

اور صبر کے تقاضوں پر عمل کرنا بھی نہایت کم ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ. [سورۃ ص ۳۸:۲۴]

''مگر وہ جنہوں نے ایمان لایا اور نیک عمل کیے اور یہ لوگ بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔''

–۲۳۰: إِنَّ مِنَ الذُّنُوبِ ذُنُوباً لَا يُكَفِّرُهَا إِلَّا الْوُقُوفُ بِعَرَفَةَ (۱).

''گناہوں میں بہت سے گناہ ایسے ہیں جنہیں کوئی نیکی نہیں مٹا سکتی سوائے عرفہ میں قیام کے۔''

غزالی نے اس کا اِحیاء علوم الدین میں ذکر کیا ہے اور کہتے ہیں: اسے جعفر بن محمد باقر (۲) نے رسول اللہ ﷺ سے سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ عراقی کہتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں (۳)۔

–۲۳۱: إِنَّ مِنَ الْعِصْمَةِ أن لَا تَقْدِرَ.

''عصمت میں سے یہ بھی ہے کہ گناہ کرنے کی قدرت ہی نہ ہو۔''

یہ صوفیاء کا قول ہے جو امام شافعی کو پسند آیا (۴)۔

---

(۱) اِحیاء علوم الدین ۱:۲۴۰

(۲) جعفر بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن حسین' ہاشمی قرشی ابو عبد اللہ' ۸۰ھ = ۶۹۹ء کو پیدا ہوئے۔ بہت بڑے جلیل القدر عالم ہیں۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے استاذ رہے ہیں۔ جھوٹ کبھی بھی نہیں بولا اس لیے صادق کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ۱۴۸ھ = ۷۶۵ء کو وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۱:۳۲۷' ۲ الاعلام: ۱۲۶]

(۳) المغنی عن حمل الاسفار ۱:۲۴۰

(۴) حافظ ابن الجوزی اپنی سند کے ساتھ امام شافعی کی زبانی لکھتے ہیں: صَحِبتُ الصُّوفية عشرة سنين ما استَفَدتُّ منه إلَّا هَذَينِ الحرفَينِ: الوقتُ سيفٌ' و أفضلُ العصمة أن لاتقدر. [تلبیس ابلیس: ۳۴۱]

''میں دس سال تک صوفیاء کا ہم نشین رہا۔ میں نے اُن سے دو ہی باتیں سیکھیں: وقت تلوار کی مانند ہے اور بہترین عصمت [گناہ کی] قدرت نہیں رکھنا ہے۔''

حافظ ابن کثیر نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے واقعہ کے اندر لکھا ہے کہ عزیز مصر نے اُن کو جیل میں اس لیے بھیجا کہ یہ زلیخا کے خلاف پروپیگنڈہ پر قابو پایا جا سکے۔ جیل جانا اُن کا مقدّر تھا اور اَسارت کے ذریعے اُن کی حفاظت کی گئی اور: مِن هٰهُنا استنبطَ بعضُ الصُّوفيةِ ما حكاه عنهم الشافعي أنَّ من العصمة أن لا تجد.

[البداية والنهاية ۱:۲۱۴]

''یہاں سے بعض صوفیاء نے اُس بات کا اِستنباط کیا ہے جس کی حکایت اُن سے امام شافعی نے کی ہے کہ گناہ کی طاقت نہ رکھنا بھی عصمت ہی ہے۔''

عبداللہ بن احمد [(۱)] نے زوائد الزہد میں فرمایا ہے کہ عوف بن عبداللہ [(۲)] کہا کرتے تھے کہ:

إنَّ مِنَ العِصْمَة أن تطلب الشيئَ مِنَ الدُّنيا فَلاَ تَجِدهُ.

''بے شک عصمت میں سے یہ بھی ہے کہ تم دنیا کی کوئی چیز طلب کرے اور وہ تجھے نہ ملے۔''

اس کا ذکر سیوطی نے کیا ہے [(۳)]۔

–۲۳۲: إنَّ المُسَافِرَ و مَالَهُ عَلى قَلَتٍ.

''مسافر اور اس کا مال ہلاکت کے دہانے پر ہوتا ہے۔''

امام نووی تہذیب الاسماء واللغات میں فرماتے ہیں: یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں بلکہ بعض سلف کا قول ہے' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ ابن السکیت [(۴)] اور جوہری کا خیال ہے [(۵)] کہ یہ بعض اَعراب کا کلام ہے [(۶)]۔

اور یہ بھی وارد ہے: لو عَلِمَ النَّاسُ رحمةَ اللّٰهِ بالمُسافِرِ لأصبحَ النَّاس و هُم علَى سَفرٍ. إنَّ المُسافر و رحله عَلَى قَلَتٍ إلَّا مَا وَقَى اللّٰه [(۷)].

---

(۱) عبداللہ بن احمد بن محمد بن حنبل شیبانی بغدادی۔ اہل بغداد میں سے تھے۔ ۲۱۳ھ = ۸۲۸ء کو پیدا ہوئے۔ حافظِ حدیث تھے۔ ۲۹۰ھ = ۹۰۳ء کو وفات پائی۔ [طبقات الحنابلۃ ۱: ۱۸۰' ترجمہ: ۲۴۹' الاعلام ۴: ۶۵]

(۲) حافظ ابو نعیم نے اسے عون بن عبداللہ کا قول کہہ کر نقل کیا ہے۔ [حلیۃ الاولیاء ۴: ۲۴۳]

(۳) الدُّرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة: ۸۷' حدیث: ۱۴۶

(۴) یعقوب بن اسحاق' ابو یوسف' ابن السکیت۔ ۱۸۶ھ = ۸۰۲ء کو پیدا ہوئے۔ لغت و ادب کے امام ہیں۔ بنیادی طور پر خوزستان سے تعلق تھا جو بصرہ اور فارس کے درمیان تھا۔ بغداد میں علم حاصل کیا۔ خلیفہ متوکل عباسی نے انہیں اپنی اولاد کا اتالیق مقرر کیا اور ۲۴۴ھ = ۸۵۸ء کو کسی وجہ سے مار ڈالا۔

[وفیات الاعیان ۶: ۳۹۵' الاعلام ۸: ۱۹۵]

(۵) ابن السکیت لکھتے ہیں: قال الأصمعي: سمعتُ شيخاً مِن بَلْعَنْبَر يقول: إنَّ المسافر و متاعَهُ على قَلَتٍ إلَّا ما وَقَى اللّٰه. [کتاب الالفاظ: ۲۳۴]

امام جوہری لکھتے ہیں: قال أعرابيٌّ إنَّ المسافر و متاعَهُ لَعَلى قَلَتٍ إلَّا ما وَقَى اللّٰه.

[الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ ۱: ۲۶۱]

(۶) تہذیب الاسماء واللغات ۲: ۵۳۳

(۷) المقاصد الحسنۃ: ۵۴۹' حدیث: ۸۹۶

’’لوگ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جو مسافر پر نازل ہوتی ہیں، جان لیں تو ہر ایک کل سے سفر میں ہو حالانکہ مسافر اور اس کی سواری ہلاکت کے دہانے پر ہوتی ہے۔ ہاں جسے اللہ چاہے بچا لے۔‘‘

دیلمی نے سے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بلا سند نقل کیا ہے (۱)۔ ابن الاثیر نے نہایۃ میں اس کو روایت کیا ہے (۲) حالانکہ یہ روایت ضعیف ہے (۳)۔

-۲۳۳۳: إنَّ مِن تَمام إيمان العَبدِ أن يَستَثنِيَ فِي كُلِّ حَدِيثِهِ (۴).

’’بندہ کے کامل مؤمن ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ ہر بات میں استثناء سے کام لے۔ [یعنی إن شآءَ اللّٰہ کہے]۔‘‘

یہ حدیث منکر ہے۔

---

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۵۴۹، حدیث: ۸۹۶

(۲) النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر: ۱۰۱۱

(۳) المقاصد الحسنۃ: ۵۴۹، حدیث: ۸۹۶

(۴) اس کی ایک سند یہ ہے: معارک از عبداللہ بن سعید بن ابی سعید المقبری از جدِّ اُو از سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ [المُعجَم الأوسط ۵: ۴۰۴، حدیث: ۷۷۵۶]

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ:

- اس کا راوی معارک بن عباد ہے جس کے بارے میں حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ منکر الحدیث ہے۔ اور اس روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ: هذا الحديثُ الباطلُ قد يَحتَجُّ به المَرَقَةُ الذين لو قيل لأحدهم: أنتَ مسيلمة الكذاب لقالَ إن شآءَ الله. [میزان الاعتدال ۴: ۱۳۳-۱۳۴، ترجمہ: ۸۶۱۷]

- اس کا راوی عبداللہ بن سعید بن ابی سعید المقبری متروک ہے۔ [تقریب التہذیب: ۳۴۰، ترجمہ: ۳۳۵۶]

- اور ایک سند یہ ہے: احمد بن عمر بن محمد اصبہانی، از احمد بن محمد بن سالم المخرمی، از سلمان بن توبۃ، از داود بن محبر، از معارک بن عباد القیسی، از عبداللہ بن سعید المقبری، از والد اُو از سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

[شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ۲: ۳۱، حدیث: ۱۶۸۱]

اس کی سند بھی چنداں قابل اعتماد نہیں اس لیے کہ:

- اس میں وہی عبداللہ بن سعید بن ابی سعید المقبری متروک ہے۔ [تقریب التہذیب: ۳۴۰، ترجمہ: ۳۳۵۶]

- اس میں داود بن المحبر راوی ہے جو سرے سے جانتا ہی نہیں کہ حدیث کیا ہے۔ ذاہب الحدیث اور متروک تھا۔ [میزان الاعتدال ۲: ۲۰، ترجمہ: ۲۶۴۶]

–۲۳۴: إنَّ المَيِّتَ يَرَى النَّارفي بيتِهِ سبعةَ أيَّام .

''بے شک مردہ اپنے گھر میں آگ کو سات دن تک دیکھتا ہے۔''

امام بیہقی مناقب احمد میں فرماتے ہیں: امام احمد سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں (۱)۔ سخاوی کہتے ہیں: اس کے معنی کو دیکھ لیا جائے (۲)۔ منوفی کہتے ہیں: اس کا متن تاریکیوں سے بھرا ہے۔ اس کا گھڑنے والا مجرم ہے جس نے اس کو وضع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے غارت کرے اور اس کی قبر میں ٹھنڈک نہ ہو۔

–۲۳۵: إنَّ نِسبَةَ الفَائِدَة إلى مُفيدِها مِن الصِّدقِ في العِلم و شُكرِهِ وإنَّ السُّكوتَ عن ذلك مِن الكَذِب فِي العِلم و كُفرِه (۳).

''فائدہ کے پہنچانے والے کی جانب فائدہ کی نسبت کرنا علم میں سچ بولنا اور اس کا شکر ادا کرنا ہے اور اس سے خاموش رہنا علم میں جھوٹ اور اس کی ناشکری ہے۔''

---

(۱) یہ پورا کلام حافظ سخاوی کا ہے۔ [المقاصد الحسنۃ: ۲۱۵، حدیث: ۲۵۷]

امام منوفی فرماتے ہیں: تاریکیوں سے بھرا ہوا کلام ہے، اس کا وضع کرنے والا مجرم ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کو تباہ کرے اور اس کی قبر کبھی ٹھنڈی نہ ہو۔ [الاسرار المرفوعۃ: ۱۵۱، المصنوع: ۶۹ کشف الخفاء ۱: ۲۹۸]

(۲) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: وَيُنظَرُ معناهُ. وقد أخرجه أبو داود في سننه عن عائشة قالت: لما مات النجاشي كُنَّا نَتَحَدَّثُ أنه لا يزالُ يُرَى على قبره نورٌ.

[سنن ابی داود، کتاب الجهاد [۹] بابٌ فی النور یُرَیٰ عند قبر الشهید [۲۹] حدیث: ۲۵۲۳]

''اس کے معنیٰ کو مدنظر رکھا جائے اس لیے کہ ابوداود نے اپنی سنن میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جب نجاشی کی وفات ہوئی تو ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ اُس کی قبر پر نور دکھائی دیتا ہے۔''

میں نہیں سمجھتا کہ اس موقوف روایت کا اس موضوع حدیث سے کیا تعلق ہے؟ اس میں قبر پر نور کا ذکر ہے جب کہ اُس روایت میں گھر میں آگ دیکھنے کا ذکر ہے؟

(۳) حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں: إنَّ مِنْ بركةِ العلمِ أن تضيفَ الشيئَ إلى قائله.

[جامع بیان العلم وفضلہ ۲: ۱۱۵، تفسیر القرطبی ۱: ۳۲۸، بذیل تفسیر سورۃ البقرۃ ۲: ۳۲]

''وہ علم بابرکت ہوتا ہے جس میں کسی علمی تحقیق کو اپنے محقق کی طرف منسوب کیا جائے۔''

حافظ سیوطی لکھتے ہیں: بَرَكَةُ العِلمِ عَزْوُهُ إلى قائله. [الفارق بين المصنف و السارق: ۳۴]

''[کسی علمی تحقیق کو] اپنے قائل [اور محقق] کی طرف منسوب کرنا بابرکت علم ہے۔''

ابن الجماعۃ [۱] نے منسک الکبیر میں نقل کیا ہے کہ یہ سفیان ثوری کا قول ہے [۲]۔
میں [ملا علی قاری] کہتے ہیں فائدہ کی صاحب فندہ کی نسبت ایسی ہی یہ کہا فاتا ہے کہ دو علم ایک علم سے بہتر ہیں۔

-۲۳۶: إنَّ الوَرد خُلِق مِن عَرقِ النبي ﷺ أو مِن عَرق البُراق.

''گلاب کو نبی کریم ﷺ یا براق کے پسینے سے پیدا کیا گیا ہے۔''

نووی کہتے ہیں: یہ روایت صحیح نہیں ہے [۳]۔ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: یہ موضوع ہے [۴]۔
ان سے پہلے اس حدیث پر وضع کا حکم ابن عساکر نے لگایا ہے جیسا کہ سخاوی نے اس کا ذکر کیا ہے [۵]۔

---

(۱) عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم ابن جماعۃ الکنانی۔ حموی الاصل ہیں۔ ۶۹۴ھ = ۱۲۹۴ء کو دمشق میں پیدا ہوئے حافظ حدیث اور قاضی تھے۔ ۷۶۷ھ = ۱۳۶۶ء کو وفات پائی۔ [الدرر الکامنۃ ۲:۳۷۸، الاعلام ۴:۲۶]

(۲) ہدایۃ السالک الیٰ المذاہب الاربعۃ فی المناسک ۱:۱۰۸

(۳) فتاوی الامام النووی: ۱۵۹، سوال: ۳۴۱

(۴) لسان المیزان ۲:۲۱۹

(۵) حافظ ابن عساکر نے جس روایت کو موضوع کہا ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں: خُلِقَ الورد الأحمر من عرق جبريل ليلة المعراج، وخلق الورد الأبيض من عرقي وخلق الورد الأصفر من عرق البراق.
[تاریخ مدینۃ دمشق ۱۳:۱۳۱، ترجمہ: ۱۳۶۲، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۴:۱۹۳]
''معراج کی رات سرخ گلاب جبریل [علیہ السلام] کے پسینہ سے، سفید گلاب میرے پسینہ سے اور زرد گلاب براق کے پسینہ سے پیدا کیے گئے۔''
حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں: سعيد بن محمد والحسن بن عبدالواحد مجهولان، وهذا حديث موضوعٌ، وضعَه مَن لاَّ عِلم له، وركَّبَهٗ على هذا الإسناد الصحيح.
[تاریخ مدینۃ دمشق ۱۳:۱۳۱، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۴:۱۹۳-۱۹۴، لسان المیزان ۲:۲۱۹]
''اس کے دو راوی: سعید بن محمد اور حسن بن عبدالواحد مجہول ہیں، یہ روایت موضوع ہے اور اسے کسی بے علم نے وضع کر کے اس صحیح سند کے ساتھ لگا دی ہے۔''
حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حسن بن عبدالواحد قزوینی غیر معروف راوی ہے اور اس کی یہ روایت جھوٹی ہے۔ [میزان الاعتدال ۱:۵۰۲، لسان المیزان ۲:۲۱۹]

زرکشی کہتے ہیں: مسند دیلمی اور ابن فارس کی کتاب الریحان میں کئی سندوں سے مروی ہے [۱]۔

۲۳۷- إِنْ كَانَ الْكَلَامُ مِنْ فِضَّةٍ فَالصَّمْتُ مِنْ ذَهَبٍ.

''اگر بولنا چاندی ہے۔تو خاموش رہنا سونا ہے۔''

ابن ابی الدنیا نے اوزاعی [۲] سے روایت کیا ہے کہ یہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کا قول ہے [۳]۔

یا لقمان [۴] کی اپنے بیٹے کے لیے نصیحت ہے جیسا کہ ابن الدیبع کا خیال ہے [۵]۔

خطابی کہتے ہیں۔ یہ ان امور کے لیے ہے جن میں کوئی شرعی فائدہ نہ ہو ورنہ بولنا ضروری اور بعض مقامات پر مستحب ہوگا [۶]۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں کہ حدیث: مَنْ صَمَتَ نَجَا [۷]۔

''جو شخص خاموش رہا' اس نے نجات پائی۔''

---

(۱) امام زرکشی لکھتے ہیں: اسے ابوالحسن ابن فارِس لغوی نے اپنی کتاب ''الریحان والراح'' میں مکی بن بندار کی سند سے نقل کیا ہے جو امام دارقطنی کی تصریح کے مطابق احادیث وضع کرنے سے بدنام ہے۔

[التذکرۃ: ۱۴۶' حدیث: ۱۹۷]

(۲) عبدالرحمٰن بن عمرو بن یحمد اوزاعی' ابوعمرو' اوزاع قبیلہ سے تعلق کی وجہ سے اوزاعی کہلائے۔ فقہ اور زہد میں دیار شام کے امام مانے جاتے ہیں۔ بعلبک میں ۸۸ھ = ۷۰۷ء کو پیدا ہوئے۔ بقاع میں پرورش پائی۔ بیروت میں سکونت پذیر رہے اور وہیں ۱۵۷ھ = ۷۷۴ء کو وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۳: ۱۲۷' الاعلام ۳: ۳۲۰]

(۳) کتاب الصمت' مندرج موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا ۷: ۵۸' حدیث: ۴۷

(۴) لقمان الحکیم بن عنقاء بن مربد بن صاوون۔ نوبی تھے۔ قین بن جسر کے مولیٰ تھے۔ سیدنا داود علیہ السلام کے تخت نشین ہونے کے دس سال بعد پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُنہیں علم و حکمت سے نوازا۔ سیدنا یونس علیہ السلام کے عہد تک زندہ رہے اور علم وحکمت کا نور پھیلاتے رہے۔

[مروج الذہب ۱: ۵۷]

(۵) المقاصد الحسنۃ: ۲۱۸' حدیث: ۲۶۳' تمییز الطیب من الخبیث: ۵۵' حدیث: ۳۵۲

(۶) امام خطابی کا یہ قول مجھے نہ مل سکا۔ امام عجلونی نے وَأَوَّلَهُ بعضهم بأنه مَحمُولٌ کہہ کر اسے نقل کیا ہے۔

[کشف الخفاء ومزیل الالباس ۱: ۳۰۴' حدیث: ۸۰۰]

(۷) سنن ترمذی' کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع [۳۸] بابٌ [۵۰] حدیث: ۲۵۰۱

کواول پر حمل کیا جائے گا جیسا کہ اس کی جانب یہ حدیث اشارہ کرتی ہے کہ:

مَن كَانَ يُؤمِنُ بِاللّٰهِ وَاليومَ الآخرِ فَلْيَقُلْ خيراً أولِيَصْمُتْ (۱) .

''جو شخص اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ کوئی خیر کی بات کہے یا خاموش رہے۔''

اس حدیث میں زبردست تنبیہ ہے کہ اچھا کلام بنسبت شر پر خاموش رہنے سے بہتر ہے کیوں کہ کلام کا نفع جاری وساری ہے اور خاموشی اس سے خالی ہوتی ہے جیسا کہ نہی عن المنکر کا مفید ہونا۔

۲۳۸-:إنْ لَّمْ تَكُنِ الْعُلَمَاءُ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ وَلِيٌّ (۲) .

''اگر علماء، اللہ تعالیٰ کے ولی نہیں تو پھر اُس کا کوئی بھی ولی نہیں۔''

یہ امام ابو حنیفہ (۳) اور امام شافعی کا قول ہے (۴)۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس نے اپنی زبان کو علماء کی عیب جوئی میں لگایا تو اللہ تعالیٰ اُس کے دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ علماء کی غیبت کبیرہ گناہ ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ علماء کا گوشت غیبت زہرِ قاتل ہے (۵)۔

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الادب[۷۸] باب من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ جارہ[۳۱] حدیث:۶۰۱۸

(۲) علامہ سعد الدین تفتازانی لکھتے ہیں: الوَلِيُّ هوَ:العارِفُ باللّٰهِ وصفاته حسبَ مايُمكنُ،المُواظِبُ على الطّاعات،المُجتَنِبُ عن المعاصِي،المُعرِضُ عنِ الإنهِمَاكِ في اللّذّاتِ والشّهَواتِ.

[شرح العقائد النسفیۃ:۱۷۷]

''ولی وہ ہے جو حتی المقدور اللہ تعالیٰ کی ذات اور اُس کی صفات کی معرفت رکھتا ہو۔ طاعات[اللہ تعالیٰ کی فرمان برداری] پر قائم ہو۔ گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہو اور لذتوں اور شہوتوں میں اِنہماک سے اجتناب کرنے والا ہو۔''

(۳) خطیب بغدادی لکھتے ہیں: **قال أبو حنيفة**: إنْ لم يكن أولياءَ اللّٰه في الدُّنيا والآخرةِ الفقهآءُ والعلمَآءُ فليسَ لِلّٰهِ وَلِيٌّ. [الفقیہ والمتفقہ:۱۱۷، حدیث:۱۳۷]

(۴) خطیب بغدادی لکھتے ہیں: **قال الشافعي**: إنْ لم يكن الفقهآءُ أولياءَ اللّٰه في الآخرةِ فما لِلّٰهِ وَلِيٌّ. [الفقیہ والمتفقہ:۱۱۷، حدیث:۱۳۸]

(۵) امام نووی نے حافظ ابن عساکر کے حوالے سے لکھا ہے کہ: أنَّ لُحوم العلماء مسمومةٌ،وعادةُ اللّٰهِ في حَقِّ هَتْكِ أستارِ منتقصِيهم معلومةٌ، و أنَّ من أطلق لسانَهُ في العلماء بالثّلبِ ابْتَلاهُ اللّٰه تعالى قبلَ موته بموت القلب. [التبیان فی آداب حملۃ القرآن:۲۳]

حافظ ابن عساکر کی طرف منسوب اس قول کا کچھ حصہ اُن کی تصنیف ''تبیین کذب المفتری''، ص:۲۹ میں پڑھا جا سکتا ہے۔

-۲۳۹:إني لأجدُ نَفَسَ الرَّحمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْيُمَنِ -أوْ مِنْ جَانِبِ الْيَمَنِ (۱).

''بے شک میں یمن کی جانب سے رحمان کی رحمت محسوس کرتا ہوں (۲)''۔

عراقی کہتے ہیں: مجھے اس کی کوئی اصل نہیں ملی (۳)۔

---

(۱)مسند احمد۲:۵۴۱' بلفظ: وَأجِدُ نَفَسَ رَبّكُم مِّنْ قِبَلِ الْيَمَنِ .

مسند الشامیین۲:۱۴۹' حدیث:۱۰۸۳' بلفظ:وَأجِدُ نَفَسَ الرَّحمٰنِ مِّنْ قِبَلِ الْيَمَنِ .

المُعجَم الکبیر۷:۵۲' حدیث:۶۳۵۸' بلفظ:وَإنّي أجِدُ نَفَسَ الرَّحمٰنِ مِّنْ هٰهُنا.

الاسماء والصفات:۴۶۳' بلفظ:وَإنّي أجِدُ نَفَسَ الرَّحمٰنِ مِّنْ هٰهُنا.

یہ حدیث صحیح ہے۔استاذ کوثری نے امام بیہقی کی روایت میں عبداللہ بن سالم حمصی کے بارے میں لکھا ہے کہ:

كان أبو داود يذُمُّهُ. [الاسماء والصفات:۴۶۲]

سوال یہ ہے کہ اگر عبداللہ بن سالم حمصی اتنے گئے گزرے ہیں تو امام بخاری' امام ابوداود اور امام نسائی نے اُن کی روایتیں کیوں لکھیں؟ خود امام ابوداود نے اُن کی کئی روایتیں لی ہیں۔ دیکھئے سنن ابی داود' حدیث:۱۱۶۳' ۱۵۸۲' ۴۲۴۲۔

امام ابوداود اُن سے لیے ناراض تھے کہ وہ ناصبی تھے۔اس کی تصریح رجال سے بحث کرنے والی ساری کتابوں میں موجود ہے جب کہ اس روایت کا تعلق ''نصب'' جیسی بدعت سے نہیں کہ اسے رد کیا جائے۔پھر یہ بھی ہے کہ زیر بحث روایت کا تعلق اسماء وصفات سے نہیں۔امام ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ:

قيل:عَنَى به الأنصار'لأنَّ اللّٰه تعالى نَفَّسَ بهم الكرْبَ عن المؤمنين'وهُم يمانونَ'لأنهم من الأزد'و هو مستعارٌ من نَّفَسِ الهواءِ الذي يَرُدُّهُ التَّنَفُّسُ إلى الجوف فَيُبرِدُ من حرارته ويُعَدِّلُها ' أو من نَّفَسِ الرَّوضَةِ وهو طِيبُ روائِحِها فيَتَفَرَّجُ به عنه. [النهاية في غريب الحديث والاثر:۱۲۱۵]

''اس سے مراد انصار صحابہ لیے گئے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے ذریعے مؤمنوں سے تکالیف ومصائب دور کر دیے۔انصار کا تعلق یمن کے قبیلے ''ازد'' سے تھا۔یہ ''نَفَسُ الهَواءِ'' سے مستعار لیا گیا ہے جس سے مراد وہ ہوا ہے جو پیٹ میں داخل ہو کر اس کی حرارت کو اعتدال پر لاتا ہے اور یا ''نَفَسُ الرَّوض'' سے ہے جو خوش کن خوشبوئیں ہیں۔''

(۲)احیاء علوم الدین ۱:۱۰۴؛ ۳:۲۲۲

(۳)حافظ عراقی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ اسے امام احمد نے نقل کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

[المغنی عن حمل الاسفار ۱:۱۰۴]

اور ایک جگہ لکھا ہے کہ:اس کا ذکر قواعد العقائد میں ہوا، مجھے اس کی کوئی اصل نہیں ملی۔

[المغنی عن حمل الاسفار ۳:۲۲۲]

۲۴۰۔أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ .

''سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا فرمایا۔''

یہ روایت پہلے گزر چکی ہے (۱)۔اس حدیث کو داود بن المحبر نے روایت کیا ہے۔سخاوی کہتے ہیں: ابن المحبر کذاب ہے اور ہمارے شیخ حافظ ابن حجر عسقلانی فرمایا کرتے تھے کہ اس موضوع سے متعلق کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کیا چیز پیدا فرمائی ایک حدیث ہے جو اس عقل والی حدیث سے صحیح ہے (۲):أَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ (۳).

''سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا۔''

۲۴۱۔إِيَّاكُمْ وَخَضْرَآءَ الدِّمَنِ (۴).

''تم اُس سبزے سے بچو جو گندی جگہوں میں پیدا ہوتا ہے (۵)۔''

اسے دارقطنی نے اَفراد (۶) میں اور عسکری (۷) نے واقدی سے روایت کی ہے (۸)۔دارقطنی کہتے ہیں یہ کسی طریقہ سے صحیح نہیں جیسا کہ ابن الدیبع نے ذکر کیا ہے (۹)۔

---

(۱) ملاحظہ ہو حدیث:۲۱۵؛ مگر اُس کے الفاظ اِس سے مختلف ہیں۔

(۲) المقاصد الحسنة:۱۹۹' بذیل حدیث:۲۳۳

(۳) سنن ترمذی' کتاب القدر[۳۳] بابٌ[۱۸] حدیث:۲۱۵۵' کتاب تفسیر القرآن[۴۸] باب تفسیر سورة ن[۶۶] حدیث:۳۳۱۹

(۴) مسند الشهاب۲:۹۶' حدیث:۹۵۷' اِحیاء علوم الدین۲:۴۱؛۴:۱۰۵

(۵) ایسے مقاموں کا درخت خوب مضبوط اور ہرا ابھرا ہوتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ اُس عورت سے دور رہو جو شکل و صورت تو اچھی رکھتی ہے مگر اُس کی سیرت خراب ہو۔

(۶) اطراف الغرائب والافراد من حدیث رسول اللہﷺ ۵:۸۷' حدیث:۴۷۲۶

(۷) حسن بن عبداللہ بن سعید بن اسماعیل عسکری ابواحمد۔فقیہ اور ادیب تھے۔اپنے زمانے میں خوزستان کے بڑے عالم تھے۔۲۹۳ھ=۹۰۶ء کو اہواز کے عسکر مکرم میں پیدا ہوئے۔بغداد' بصرہ اور اصفہان کے سفر کیے۔کئی بیش قیمت کتابوں کے مصنف ہیں۔۳۸۲ھ=۹۹۳ء کو وفات پائی۔

[سیر اعلام النبلاء۱۶:۴۱۳' ترجمہ:۳۰۱' الاعلام۲:۱۹۶]

(۸) امثال الحدیث' رامہرمزی:۱۸۸' حدیث:۸۴؛ جمہرة الامثال ۱:۲۱

(۹) دارقطنی کی عبارت یہ ہے:غريبٌ من حديثِ أبي وجزة يزيدبن عبيد عن عطاء' تَفَرَّد به الواقدي.

[اطراف الغرائب والافراد من حدیث رسول اللہﷺ ۵:۸۷' حدیث:۴۷۲۶]

سیوطی کہتے ہیں: اسے دیلمی نے ابوسعید سے بھی روایت کیا ہے[1]۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: میرے نزدیک یہ موضوع نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہ موقوف ہو یا مرفوع۔

صاحبِ تحفۃ العروس[2] نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے: إیَّاکُم و خَضراءَ الدِّمَن فإنها تَلِدُ مثل أصلها وعَلَیکم بذات الأعراق فإنها تَلِد مثل أبیها وعمها وأخیها[3].

''غلاظت کی سرسبزی سے بچو کیوں کہ وہ اپنی اصل کے مطابق بچے دیتی ہے۔ اچھے نسب والی لڑکیوں سے نکاح کیا کرو کیوں کہ وہ اپنے باپ چچا اور بھائی جیسی اولاد جنتی ہے۔''

الدِّمَنُ: دِمْنَۃٌ کی جمع ہے۔ جانور کے مینگنی کو کہتے ہیں۔ حسین عورت کو بے کار گھاس سے جو کوڑے پر اگتا ہے، تشبیہ دی گئی ہے کیوں کہ اس کا ظاہر عمدہ اور باطن خراب ہوتا ہے۔ اَعراق عِرق کی جمع ہے۔ اس سے مراد اصل اور نسب ہے[4]۔

–۲۴۲: إيَّاكَ وَالسَّجْعَ يَابْنَ رَوَاحَةَ.

''ابن رواحہ[5]! سجع [قافیہ بندی[6]] سے بچو۔''

---

(۱) الدُّرَرُ المُنتَثَرۃ: ۸۷، حدیث: ۱۴۳

(۲) محمد بن احمد بن محمد ابوعبداللہ التیجانی، ادیب تھے۔ ۷۱۱ھ = ۱۳۱۱ء کو وفات پائی۔
[ہدیۃ العارفین ۲: ۱۴۱، الاعلام ۵: ۳۲۴]

(۳) تحفۃ العروس ومتعۃ النفوس: ۶۴، حدیث: ۹۲

(۴) یہ پوری عبارت حافظ سخاوی کی ہے۔ [المقاصد الحسنۃ: ۲۲۲، بذیل حدیث: ۲۷۱]

(۵) عبداللہ بن رَواحۃ بن ثعلبۃ انصاری رضی اللہ عنہ ابومحمد، بنوخزرج سے تعلق تھا۔ امیر اور شاعر تھے۔ زمانہ جاہلیت میں کاتب تھے۔ بیعت عقبہ میں ۷۰ ساتھیوں کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ بدر و اُحد اور خندق وحدیبیہ میں شریک رہے ہیں۔ ۸ھ = ۶۲۹ء کو غزوہ مؤتہ میں شہادت پائی۔ [اسد الغابۃ: ۶۶۲، ترجمہ: ۲۹۴۴، الاعلام ۴: ۸۶]

(۶) سَجعٌ: قافیہ بندی، قافیہ دار کلام کہنا، ایک مطلب کہنا اور ایک طرز پر چلنا۔ کبوتر جب مسلسل ایک ہی طرز کی آواز دے تو اُس وقت ''سَجعَ الحَمامُ'' کہتے ہیں۔

امام ہروی لکھتے ہیں: وأصلُ السَّجعِ: القصدُ المستوي، وسَجعُ الحَمامَةِ: موالاةُ صَوتِها علی طریقٍ واحدٍ. [الغریبین فی القرآن والحدیث ۳: ۸۶۸]

''اصل میں سجع برابر چلنے کو کہتے ہیں اور ''سَجعُ الحَمامَةِ'' کا معنیٰ ہے: کبوتر کا ایک ہی انداز میں آواز نکالنا۔''

اسی طرح اِحیاء میں ہے[1]۔عراقی کہتے ہیں: میں نے اِسے اِن الفاظ میں نہیں پایا[2]۔

ابن السنی[3] نے کتاب الریاضہ[4] اور ابونعیم نے حلیۃ[5] میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ انہوں نے سائب[6] سے فرمایا تھا:

إياك والسَّجعَ،فإنَّ النبي ﷺ وأصحابه كانوا لايسجعون[7].

''سائب! قافیہ بندی سے احتراز کی کرو کیوں کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ قافیہ بندی نہیں کرتے تھے۔''

ابن حبان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: إجتَنِبِ السَّجُعَ[8].

''قافیہ بندی سے بچو۔''

---

(۱) اِحیاء علوم الدین ۱:۳۵

(۲) المغنی عن حمل الاسفار ۱:۳۵۔ملا علی قاری نے آگے جو عبارت لکھی ہے وہ پوری کی پوری حافظ عراقی کی ہے جو لکھتے ہیں: ولأحمد وأبي علي وابن السني وأبي نعيم في كتاب الرياضة من حديث عائشة بإسنادٍ صحيحٍ أنها قالت للسائب:إياك والسجعَ،فإن النبي ﷺ وأصحابه كانوا لايسجعون،ولإبن حبان:وَ اجْتَنِبِ السَّجُعَ،وفي البخاري نحوه من قول ابن عباس.[المغنی عن حمل الاسفار ۱:۳۵]

(۳) ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق، ابن السنی الدینوری الشافعی، مشہور عالم حدیث ہیں، اُنہوں نے اسّی سال سے زیادہ عمر پائی اور ۳۶۴ھ=۹۷۴ء کو وفات پائی۔علم حدیث کی تحصیل کے لیے اکثر سفر میں رہتے تھے۔اُنہوں نے کئی کتابیں لکھیں۔امام نسائی کے شاگرد رہے ہیں۔[طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۳:۳۹، الاعلام ۱:۲۰۹]

(۴) یہ کتاب مخطوط ہے۔شنید ہے کہ اس کے ایک مخطوط پر سعودی عرب کی ایک یونیورسٹی میں کام ہو رہا ہے۔ کتاب کا نام رِياضَةُ الْمُتَعَلِّمين ہے۔

(۵) یہ عبارت حافظ ابونعیم کی حلیۃ الاولیاء میں نہیں ملی۔

(۶) امام احمد نے ابن أبي السائب قاص أهل المدينة کے الفاظ لکھے ہیں۔[مسند احمد ۶:۲۱۷]
امام ابن ابی شیبۃ نے ابن أبي السائب قاص أهل مكة کے الفاظ لکھے ہیں۔
[مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۵:۸۸، حدیث:۲۹۷۷۴]

(۷) مسند احمد ۶:۲۱۷، مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۵:۸۸، حدیث:۲۹۷۷۴، کتاب الدعاء، طبرانی:۸۰۹، حدیث: ۵۴

(۸) صحیح ابن حبان ۳:۲۵۹، حدیث:۹۷۸

صحیح بخاری میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کا قول مروی ہے (۱)۔

وہ سجع یعنی قافیہ بندی مذموم ہے جس میں تکلف ہو جیسے کاہنوں کی سجع اور وہ سجع جو موزونئ طبع کی بنا پر وارد ہو وہ منع نہیں بلکہ شریعت (۲) میں سجع والی عبارت موجود ہیں جیسے اس دعاء میں:

أَللّٰهُمَّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ، وَقَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ، وَنَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ، وَدُعَآءٍ لَّا يُسْمَعُ (۳).

''اے اللہ! میں تجھ سے ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے اور ایسے دل سے جس میں تیرا خوف نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو اور ایسی دعاء سے جو قبول نہ ہو۔''

اور اس کی قسم کی دیگر دعائیں (۴)۔

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الدعوات [۸۰] باب ما یکرہ من السجع فی الدعاء [۲۰] حدیث: ٦۳۳۷

(۲) ملا علی قاری کی یہاں ''شریعت'' سے مراد ''حدیث نبوی'' ہے۔

(۳) یہ پوری دعاء اس طرح ہے: أَللّٰهُمَّ أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْأَرْبَعِ: مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَّفْسٍ لَّا تَشْبَعُ، وَمِنْ دُعَآءٍ لَّا يُسْمَعُ.

[سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ [۲] باب فی الاستعاذۃ [۳٦۷] حدیث: ۱۵۴۸]

(۴) محققین نے احادیث نبویہ کی روشنی میں لکھا ہے کہ سجع کی دو قسمیں ہیں: محمود اور مذموم۔ جس سجع میں تکلف ہو وہ مذموم ہے اور جو تکلف سے خالی ہو وہ محمود ہے۔

امام قرطبی نے سجع مذموم کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ: **ومنها**: أن يدعو بما ليس في الكتاب والسنة فيتخيَّرُ ألفاظاً مفتقرة و كلمات مسجعة، قد وجدتها في كراريس لا أصل لها ولا معوَّل عليها فيجعلها شعاره ويترك مادعا به رسوله ﷺ، و كل هذا يمنع من استجابة الدعاء.

[تفسیر القرطبی ۷: ۲۰۲-۲۰۳، بذیل تفسیر سورۃ الاعراف ۷: ۵۵]

''اس ''إعتداء في الدعاء'' میں سے ایک یہ ہے کہ اُن دعاؤں کو منتخب کیا جائے جو قرآن مجید اور سنت میں نہ ہوں اور اس کے لیے عجیب الفاظ اور مقفّٰی کلمات کو اختیار کیا جائے۔ میں نے اُنہیں کچھ بے اصل اور بے اعتبار نوشتوں میں پڑھا ہے۔ کوئی شخص ان کو اختیار کرے اور رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کو بالکلیہ چھوڑ دے تو یہ چیز دعاء کی قبولیت میں مانع ہوتی ہے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی نے حدیث: صَدَقَ اللهُ وعدَه، ونَصَرَ عبدَهُ وهَزَمَ الأحزابَ وحده کے تحت لکھا ہے کہ: هو مِنَ السَّجعِ المحمودِ، والفرقُ بينه وبين المذموم أنَّ المذمومَ ما يأتي بِتَكَلُّفٍ وإستكراهٍ، و المحمودُ ماجآءَ بانسجامٍ واتفاقٍ ولهذا قال في مثل الأول: أَسَجْعٌ مثل سجع الكهان؟ و كذا......

– ۲۴۳:أيُّ شَيئٍ يَخفَى؟ قال:ما لا يكون.

''ایسی کون سی چیز ہے جو چھپی رہتی ہے؟ کہا وہ جس کا وجود نہ ہو۔

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں میں اس کی اصل کو نہیں جانتا اور اسی طرح یہ روایت بھی ہے:

مَن أخفَى سريرةً صالِحَةً أو سَيِّئَةً ألبَسَهُ اللّٰہمنها رِدَآءً بين النَّاس يُعرَفُ به ولو دخل المؤمِن كُوَّةً في حائطٍ وعَمِلَ عَمَلاً صَالحاً أصبحَ النَّاسُ يتحدثون به .

''جس نے اپنا راز چھپایا' وہ اچھا ہو یا برا' اللہ تعالیٰ اُسے ایک چادر پہنا دیتا ہے جس سے وہ لوگوں میں پہچان لیا جاتا ہے اگر کوئی مؤمن کسی باغ کے کونے میں داخل ہو کر کوئی نیک عمل کرے تو صبح کو لوگ اسی کی بات کرتے ہوں گے (۱) ۔''

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں کہ قرآن مجید کی یہ آیت اس کی تائید میں ہے:

وَاللّٰہُ مُخرِجٌ مَّا كُنتُم تَكتُمُونَ. [سورة البقرة ۲:۷۲]

''جو کچھ تم چھپاتے ہو، اللہ اسے ظاہر کرنے والا ہے۔''

اور اس کی تفسیر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں فرمائی ہے:

فَاِنَّهٗ يَعلَمُ السِّرَّ وَاَخفٰى. [سورة طٰہٰ ۲۰:۷]

''وہ ظاہر اور مخفی باتوں کو جانتا ہے۔''

یعنی: جو کچھ باطن میں ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مَالَا يَكُونُ سے مراد اَخفٰى مِنَ السِّرِّ ہے اس

......قال: كان يكره السَّجع في الدعاء. وَ وَقَعَ في كثيرمن الأدعيةِ والمخاطَباتِ ما وقع مسجوعاً لكنه في غايةِ الإنسجام المُشعِربأنه وقع بغيرقصدٍ.

[فتح الباری ۷:۴۰۷' کتاب المغازی [۶۴] باب غزوۃ الخندق [۲۹] بذیل حدیث:۴۱۱۶]

''یہ محمود اور پسندیدہ سجع ہے۔ محمود اور مذموم سجع میں فرق یہ ہے کہ مذموم سجع ہمیشہ تکلف اور طبعی جبر کی بنیاد پر وجود میں آتا ہے جب کہ محمود سجع کا اتفاقی طور پر ورود ہوتا ہے اور اسی بنیاد پر أسَجعٌ مثل سَجع الكهَّان اور كان يكره السَّجع في الدعاء کے الفاظ وارد ہیں اسی طرح بہت سی دعاؤں اور مخاطَبات میں مسجوع کلام ہے لیکن وہ خاصا دل نرم کرنے والا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بغیر ارادہ اور قصد کے منہ سے نکلے ہیں۔''

(۱) یہ پوری عبارت حافظ سخاوی کی ہے۔ دیکھئے: المقاصد الحسنة: ۲۲۸' بذیل حدیث: ۲۷۷

لیے کہ وہ موجودات اور معدومات سے باخبر ہے' خواہ وہ کوئی بھی چیز ہو۔ وہ جب بھی کسی معدوم شے کو حکم دے کہ ''ہو جا'' تو وجود میں آ جاتا ہے۔

۲۴۴-:الإیمانُ عَقْدٌ بِالْقَلبِ و إقرارٌ بِاللِّسَانِ و العَمَلُ بالأرکان (۱).

''ایمان، دل سے یقین' زبان سے اقرار اور اعضاء سے عمل کرنے کا نام ہے۔''

سخاوی کہتے ہیں: اس کو ابن ماجۃ نے اپنی سند کے ساتھ عبدالسلام بن صالح ہروی کے طریق سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور ابن الجوزی نے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے (۲)۔

سیوطی کہتے ہیں: اسے ابن الجوزی نے موضوعات میں نقل کر کے اچھا نہیں کیا۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: فیروز آبادی نے اپنی کتاب الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِیم (۳) میں تحریر کیا ہے کہ یہ روایتیں عوام کے ہاں مشہور ہیں مگر اس قسم کی کوئی بھی روایت صحیح نہیں:

---

(۱) سنن ابن ماجۃ' مقدمہ' باب فی الایمان [۹] حدیث: ۶۵

(۲) المقاصد الحسنۃ: ۲۲۸-۲۲۹' بذیل حدیث: ۲۷۸

حافظ ابن الجوزی ''الموضوعات ۱: ۸۴-۸۵'' میں لکھتے ہیں: اس سلسلے میں تین احادیث وارِد ہیں:

- طریق سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ؛ جس کا ایک راوی عمار بن مطر رہاوی ہے۔ جس کے بارے میں امام ابوحاتم رازی لکھتے ہیں: جھوٹ بولا کرتا تھا۔ [الجرح والتعدیل ۶: ۳۹۴' ترجمہ: ۲۱۹۷]

اور امام ابن عدی لکھتے ہیں: منکر الحدیث ہے اور اس کی روایتیں باطل ہوتی ہیں۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۶: ۱۳۷' ترجمہ: ۲۸۴/۱۲۵۱]

- طریق سیدنا ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ؛ یہ روایت بھی موضوع ہے اور اس کی سند میں دو آفتیں ہیں:

پہلی یہ کہ اس کا راوی احمد بن محمد بن حرب کذاب تھا۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۱: ۳۳۰' ترجمہ: ۴۶' المجروحین ۱: ۱۶۸-۱۶۹' ترجمہ: ۸۸]

دوسری یہ کہ اس کے راوی ابن حمید کو حافظ ابوزرعۃ اور حافظ ابن وارۃ نے جھوٹا کہا ہے۔

- طریق سیدنا واثلۃ رضی اللہ عنہ؛ حافظ ابن عدی کہتے ہیں: اس کا راوی معروف بن عبداللہ الخیاط ہے اور اُس کی احادیث کا کوئی متابع نہیں ہوتا۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۸: ۳۶' ترجمہ: ۱۸۶/۱۸۰۷]

(۳) یہ کتاب ''سِفْرُ السَّعادَۃ'' کے نام سے بھی مشہور ہے۔

الإيمَانُ قولٌ وعمَلٌ ويزيدُ وينقصُ [(۱)].

''ایمان قول اور عمل کا نام ہے اور ایمان میں کمی اور اضافہ ہوتا رہتا ہے۔''

الإيمانُ لايزيدُ ولاينقُصُ.

''ایمان یا کم اور زیادہ نہیں ہوتا۔''

زرکشی نے اپنی کتاب کی ابتدا میں بخاری سے نقل کیا ہے کہ ان سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا گیا: الإيمان لا يزيدُ ولا ينقصُ.

''ایمان میں کمی اور اضافہ نہیں ہوتا۔''

تو انہوں نے جواب میں تحریر فرمایا کہ جو شخص اس کو حدیث کہہ کر بیان کرے، وہ سخت سزا اور لمبی قید کا مستحق ہے [(۲)]۔

---

(۱) علامہ فیروز آبادی لکھتے ہیں: الإيمان لايزيدُ ولا ينقصُ، لم يصح عن حضرة الرسالة فيها شيئٌ، و كلُّ ما قيل فهو من كلام الصحابة أو التابعين. [سفر السعادة: ۱۴۲]

(۲) میزان الاعتدال ۴: ۲۱، بذیل ترجمہ: ۸۱۰۳، المغنی فی الضعفاء ۲: ۶۲۷، بذیل ترجمہ: ۵۹۲۹، التَّذكِرة في الأحاديث المشتَهِرة: ۱۴، اللآلی المصنوعۃ ۱: ۴۲

﴿حرف الباء﴾

-۲۴۵:البَاذِنجانُ لِمَا أُكِلَ لَهٗ.

''بینگن اُس مقصد کے لیے ہے جس کے لیے کھایا جائے۔''

یہ باطل ہے۔اس کی کوئی اصل نہیں۔عسقلانی کہتے ہیں: میں اس سے واقف نہیں۔حفاظ کا قول ہے کہ یہ زنادقہ کی وضع کردہ ہے(۱)۔

زرکشی کہتے ہیں: اسے عوام بہت بیان کرتے ہیں حتی کہ میں نے بعض کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ حدیث: مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ(۲).

''زمزم کا پانی اُس مقصد کے لیے ہے جس کے لیے پیا جائے۔''

کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہے' لیکن یہ قبیح غلطی ہے اور اس کے بارے میں جتنی روایات ہیں سب باطل ہیں(۳)۔

سیوطی کہتے ہیں: مجھے اس کی سند سوائے تاریخ بلخ کے کہیں اور نہیں ملی اور یہ موضوع ہے(۴)۔

اور اُن کے فتاویٰ حدیثیہ میں ہے کہ اس کا بیان کرنے والا بہت بڑا خطا کار ہے اس لیے کہ حدیث باذنجان جھوٹی اور باطل ہے اور باتفاق محدثین موضوع ہے جیسا کہ ابن الجوزی نے موضوعات میں اور ذہبی نے میزان میں تحریر کیا ہے اور زمزم والی روایت مختلف فیہ ہے۔بعض محدثین اسے

---

(۱) حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: اس روایت کے گھڑنے والے کو اللہ تعالیٰ تباہ و برباد کرے۔[المنار المنیف:۵۱]
حافظ سخاوی فرماتے ہیں: عوام اس روایت پر فریفتہ ہیں لیکن یہ باطل اور بے اصل ہے۔[المقاصد الحسنة:۲۳۱]

(۲) مسند احمد ۳:۳۵۷'۳۷۲' سنن ابن ماجة' ابواب المناسک [۲۵] باب الشرب من زمزم [۷۸] حدیث: ۳۰۶۲

(۳) التَّذْكِرَة في الأحاديث المشتهرة:۱۰۲' حدیث:۱۳۱

(۴) الدُّرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة:۸۹' حدیث:۱۴۸

صحیح اور حسن کہتے جب کہ بعض اسے ضعیف کہتے ہیں مگر کسی بھی محدث نے اسے موضوع قرار نہیں دیا[(۱)]۔

۲۴۶- بَاعِدُوا بَيْنَ أَنْفَاسِ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ.

"عورتوں اور مردوں کے سانسوں میں دوری کر دو۔"

یہ روایت ثابت نہیں۔ اسے ابن الحاج[(۲)] نے المدخل میں باب صلوٰۃ العیدین[(۳)] میں اور ابن جماعۃ نے منسک میں طواف النساء[(۴)] میں روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ: بَاعِدُوا بَيْنَ أَنْفَاسِ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ.

۲۴۷- البَاقِلَّاءُ[(۵)]. "بَاقِلَّاء [لوبیا] والی روایت۔"

---

(۱) الحاوی للفتاویٰ ۱:۳۵۳

(۲) محمد بن محمد ابن الحاج ابو عبداللہ العبدری المالکی الفاسی، نزیل مصر۔ فاضل عالم تھے۔ اپنے علاقے میں علم حاصل کیا۔ مصر تشریف لے گئے۔ حج کیا۔ آخری عمر میں آنکھوں سے معذور ہو گئے۔ ۷۳۷ھ = ۱۳۳۶ء کو لگ بھگ اَسّی سال کی عمر میں مصر میں وفات پائی۔ [الدرر الکامنۃ ۴:۲۳۷، ترجمہ: ۶۲۷، الاعلام ۷:۳۵]

(۳) المدخل ۲:۲۸۳ (۴) ہدایۃ السالک الی المذاہب الاربعۃ فی المناسک: ۱۰۱۹

(۵) اصل میں بقل ہر سبزہ کو کہتے ہیں جس سے زمین سبز دکھائی دے۔ فُولٌ، لوبیا کو کہا جاتا ہے جس کی جمع بَاقِلَّاء اور بَاقِلَاءَ ۃٌ مستعمل ہے۔ [القاموس المحیط ۲:۱۲۸۰]

باقلاء والی روایت خاصی طویل ہے۔ محدثین عمومی طور پر اُس کے الفاظ کو ذکر نہیں کرتے بلکہ اس کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس روایت کو باسند ذیل میں نقل کیا جاتا ہے: ابو منصور محمد بن محمد بن عثمان السواق، از ابوالقاسم ابراہیم بن احمد بن جعفر الخِرَقی، از عبداللہ بن محمد بن علی بن نُفَیرۃ، از ابوالطیب الصیا محمد بن اسحاق الخزاعی، از علی بن حسین، از موسیٰ بن ابراہیم، از ہشام بن عروۃ، از والدِ اُو، از سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مرفوعاً:

- مَنْ أَكَلَ الجَرجيرَ بعدالعشاءِ الآخرةِ فباتَ عليه نازَعه الجُذَامُ في أنفه.
- ومَن أَكَلَ الكُرَّاثَ وبَاتَ عليهِ فَنَكْهَتُهُ مُنْتِنَةٌ وبَاتَ آمِناً من البَوَاسِيرِ واعْتَزَلَتْهُ المَلَكَانُ حتَّى يُصبِحَ
- ومَن أَكَلَ الكَرَفْسَ بَاتَ ونَكْهَتُهُ طَيِّبَةٌ وبَاتَ آمِناً من وَجعِ الأضراسِ والأسنانِ.
- ومَن أَكَلَ الهِندِبَاءَ بَاتَ ولَمْ يُحِكْ فيه سَمٌّ ولاسِحْرٌ ولم يَقْرَبُهُ شَيئٌ من الدَّوَابِّ حَيَّةٍ ولاعَقرَبٍ.
- ومَن أَكَلَ بَقْلَةَ الجَنَّةِ أمرَاللهِ الملائكة يكتُبونَ له الحسناتِ.
- ومَن أَكَلَ السَّدَابَ بَاتَ آمِناً من ذاتِ الجَنْبِ. …………

اس کی بھی کوئی اصل نہیں جیسا کہ ابن الدیبع نے ذکر کیا ہے[(۱)]۔

—ومَن أَكَلَ الفُجلَ بَاتَ آمِناً من البَشَمِ.
—ومَن أكَلَ البَقْلَةَ الخَبِيثَةَ فلايَقرَبُ مسجدَنَا هذَا فإن الملائكة تتَأذَّى مما نتأذَّى.
—ومَن أكَلَ الدُّبَّآءَ بِالعَدَسِ رَقَّ عندَ ذِكرِ اللّٰهِ عَزَّ وجَلَّ وزادَ في دِمَاغِهِ.
—ومَن أكَلَ فُولَةً بِقِشرِها نزعَ اللّٰه مِنهُ مِنَ الدَّآءِ مثلِهَا.
—ومَن أكَلَ المِلحَ قبلَ الطَّعامِ وبعدَ الطَّعامِ فقد أمِنَ مِن ثَلاثِمائةٍ وسِتّينَ نوعاً من الدَّاءِ أهونُهَا الجُذَامُ والبَرَصُ.

[الطیوریات: ۱۲۲۵-۱۲۲۸، حدیث: ۱۱۵۰، الزیادات علی الموضوعات ۲: ۵۶۴-۵۶۵، حدیث: ۶۸۳]

''جس نے رات کو کھانے کے بعد خرفہ کا ساگ کھایا اور اس طرح رات گزاری تو جذام اس کی ناک میں اٹکی رہے گی۔ جس نے گندنا کھایا اور رات اس طرح گزاری کہ اُس کی بدبو نے اسے تنگ کر دیا تو اسے بواسیر سے امن وسلامتی مل گئی۔ جس نے اجوائن کو کھایا اور اُس کی خوش بو خوش کن رہی تو دانتوں اور داڑھ کی درد سے محفوظ رہے گا۔ جس نے کاسنی کھائی اور اس پر رات گزر گئی تو اُس پر زہر اور جادو کا اثر نہیں ہوگا اور نہ ہی سانپ اور بچھو جیسے موذی جانور اُس کے قریب آسکیں گے۔ جس نے جنگلی ریحان کو کھایا تو اللہ تعالیٰ ملائکہ کو حکم دیتے ہیں جو اس کے لیے نیکیاں لکھتے رہتے ہیں۔ جس نے رات کو پودینہ کھایا تو وہ ذات الجنب [پسلیوں کا درد] اور دُبیلہ سے محفوظ رہے گا۔ جس نے مولی کھائی اُس رات بدہضمی سے محفوظ رہے گا۔ جس نے کچا پیاز کھایا تو وہ ہماری اس مسجد کے قریب بھی نہ آئے اس لیے کہ ملائکہ کو بھی اُس چیز سے تکلیف پہنچتی ہے جس سے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ جس نے کدو کو مسور کی دال کے ساتھ کھایا تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت اُس کا دل نرم ہوگا اور اُس کی ذہنی تیزی میں اضافہ ہوگا۔ جس نے لوبیا کو اُس کے چھلکے سمیت کھالیا تو اللہ تعالیٰ اُس کی مقدار کے برابر اُس سے بیماری دور فرمائے گا اور جو شخص کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد تھوڑا سا نمک چکھ کر کھالے تو وہ تین سو ساٹھ بیماریوں سے محفوظ رہا جن میں سے چھوٹی بیماری جذام اور برص ہیں۔''

لیکن یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ اس کا راوی:
—عبداللہ بن محمد بن علی بن نُفَیرَ ۃ کا ترجمہ کسی نے نہیں لکھا۔
—ابوالطیب الصیاد محمد بن اسحاق الخزاعی کا ترجمہ بھی کسی نے نہیں لکھا۔
—علی بن حسین کو بھی کوئی نہیں جانتا۔
—موسیٰ بن ابراہیم متروک الحدیث ہے۔ [تاریخ بغداد ۱۳: ۳۸]

(۱) تمییز الطیب من الخبیث: ۶۰، حدیث: ۳۷۸

زرکشی کہتے ہیں: باقلا اور مسور کی دال کے بارے میں وارِد حدیثیں باطل ہیں[1]۔

۲۴۸-بَاكِرُوا بِالصَّدَقَةِ فإنَّ البَلاءَ لايَتَخطَّاهَا.

''صدقہ میں جلدی کیا کرو کیوں کہ بلائیں اس سے آگے نہیں بڑھ سکتیں۔''

ابن الجوزی کہتے ہیں: یہ حدیث موضوع ہے[2]۔ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: مجھے اس کا موضوع ہونا واضح نہ ہو سکا[3]۔ سیوطی کہتے ہیں اسے طبرانی نے اوسط[4] میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اور ابوالشیخ[5] نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے[6]۔

۲۴۹-بُخَلاءُ أمتي الخَيَّاطُونَ .

''میری امت کے بخیل درزی ہیں۔''

سخاوی کہتے ہیں: میں اس حدیث سے واقف نہیں[7]۔

ابن الدیبع کہتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں ہے کیوں کہ حدیث میں ہے کہ:

عَمَلُ الأبرارِمن الرِّجال الخَيَاطَةُ، وعَمَل الأبرارِ مِن النِّسآءِ الغَزْلُ[8].

---

(۱) التَّذكِرَةُ في الأحاديث المشتَهرَة: ۱۰۵، حدیث: ۱۳۸

(۲) الموضوعات ۲: ۲-۷۳

(۳) یہ حافظ سخاوی کی عبارت ہے جو لکھتے ہیں: قال شيخنا: ولكن لا يَتَبَيَّنُ لي أنَّ هذاالحديث موضوعٌ.
[المقاصد الحسنۃ: ۲۳۲، بذیل حدیث: ۲۸۱]

(۴) المعجم الأوسط ۴: ۱۸۰، حدیث: ۵۶۴۳؛ اس کی سند شدید ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا ایک راوی عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد علوی متروک الحدیث ہے۔ [میزان الاعتدال ۳: ۳۱۵، ترجمہ: ۶۵۷۸]

(۵) عبداللہ بن محمد بن حبان الاصبہانی ابومحمد/ ابوالشیخ۔ ۲۷۴ھ = ۸۸۷ء کو پیدا ہوئے۔ حافظ حدیث اور رجال حدیث کے بڑے عالم تھے۔ اپنے دادا حبان کی نسبت سے حِبَّانی کہلاتے ہیں۔ حصول علم کے لیے موصل، حران، حجاز مقدس اور عراق کے سفر کیے ۳۶۹ھ = ۹۷۹ء کو وفات پائی۔ [العبر ۲: ۱۳۲، الاعلام ۴: ۱۲۰]

(۶) المقاصد الحسنۃ: ۲۳۲، بذیل حدیث: ۲۸۱

(۷) المقاصد الحسنۃ: ۲۳۴، بذیل روایت ۲۸۴

(۸) فوائد تمام بن محمد رازی ۲: ۱۰۰، حدیث: ۱۲۵۰، تمییز الطیب من الخبیث: ۶۱، بذیل حدیث: ۳۸۳
یہ روایت تاریخ بغداد ۹: ۱۵ میں بھی موجود ہے جس کا راوی سلیمان بن عمرو بن عبداللہ ابوداود نخعی کوفی ہے جو کذاب تھا۔ [تاریخ بغداد ۹: ۱۵ و مابعد]

''میری امت کے صالح مرد سلائی کا کام کرتے ہیں اور نیک عورتیں سوت کاتتی ہیں۔''
اسے تمام (۱) نے فوائد میں سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ (۲) سے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث پہلی روایت کی تردید کرتی ہے (۳)۔

۲۵۰- البَخِيلُ عَدُوُّ اللّٰہِ ولَو کانَ رَاھِباً.
''بخیل اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے چاہے راہب کیوں نہ ہو۔''
اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔ ایسے ہی ذیل کی یہ روایت بھی بے اصل ہے کہ:
البَخيل لا يدخُل الجَنَّةَ ولو كان عابداً والسَّخِيُّ لايدخُلُ النَّارولو كان فاسقاً.
''بخیل جنت میں داخل نہ ہوگا چاہے عابد کیوں نہ ہو اور سخی دزخ میں داخل نہ ہوگا چاہے فاسق کیوں نہ ہو۔''

۲۵۱- البَردُ عَدُوُّ الدِّين (۴). ''سردی دین کی دشمن ہے۔''
یہ حدیث نہیں ہے بلکہ امام کبیر سعید بن عبدالعزیز دمشقی (۵) کا کلام ہے۔

---

(۱) تمام بن محمد بن عبداللہ بن جعفر ابوالقاسم بَجَلی رازی دمشقی۔ ۳۳۰ھ=۹۴۲ء کو پیدا ہوئے۔ حافظ حدیث اور مغربی الاصل تھے۔ اپنے زمانے میں دمشق کے محدث رہے ہیں۔ ۴۱۴ھ=۱۰۲۳ء کو وفات پائی۔
[شذرات الذہب ۳:۲۰۰، الاعلام ۲:۸۷]

(۲) سہل بن سعد خزرجی انصاری رضی اللہ عنہ۔ صحابی ہیں۔ بنوساعدۃ سے تعلق تھا۔ سو سال کے لگ بھگ زندہ رہے اُن سے ۱۸۸ اَحادیث مروی ہیں۔ ۹۱ھ=۷۱۰ء کو وفات پائی۔ [الاصابۃ ۲:۸۸، ترجمہ: ۳۵۳۳، الاعلام ۳:۱۴۳]

(۳) اس کی سند میں موسیٰ بن ابراہیم مروزی ہے۔ امام یحییٰ بن معین کہتے ہیں: کذاب ہے۔ امام دارقطنی اسے متروک الحدیث بتاتے ہیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اس کی ایک موضوع روایت وہ ہے جسے وہ اپنی سند کے ساتھ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتا ہے کہ جو شخص چاہے کہ اللہ تعالیٰ اسے علم وحکمت سے نوازے تو وہ اس دعاء کو تین دن تک صاف برتن میں لکھ کر بارش کے پانی سے دھوکر پی لے: أللهم إنّي أسألك فإنك لم يُسأل مثلك، أسألك بحق محمد و إبراهيم و موسى......الحديث بطوله.
[میزان الاعتدال ۴:۱۹۹، ترجمہ: ۸۸۴۴]

(۴) حلیۃ الاولیاء ۶:۱۲۶، ترجمہ: سعید بن عبدالعزیز: ۳۵۲

(۵) سعید بن عبدالعزیز ابومحمد تنوخی دمشقی۔ ۹۰ھ=۷۰۹ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے میں دمشق کے فقیہ تھے۔ حافظ حدیث اور حجت تھے۔ امام احمد اُن کی تعریف میں کہا کرتے تھے کہ اہل شام میں ان سے بڑھ کر کوئی دوسرا اصح الحدیث نہیں ہے۔ ۱۶۷ھ=۷۸۳ء کو وفات پائی۔ [تذکرۃ الحفاظ ۱:۲۱۹، ترجمہ: ۲۰۵، الاعلام ۳:۹۷]

-۲۵۲: البَرُّ أبَرُّ بأهله.

''خشکی اپنے رہنے والوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرتی ہے۔''

یہ عوام کا کلام ہے اور شاید کہ اللہ تعالیٰ کے اُس فرمان سے مأخوذ ہو جس میں اللہ تعالیٰ نے خشکی کو سمندر پر مقدم فرمایا ہے: هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُکُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ. [سورۃ یونس ۱۰:۲۲]

''[اللہ] وہی ذات ہے جو تمہیں خشکی اور دریا میں چلاتا ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۞ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ۞

[سورۃ المرسلات ۷۷: ۲۵-۲۶]

''کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کے لیے سمیٹنے والی نہیں بنایا؟''

اسی کی طرف اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اشارہ کرتا ہے: مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ. [سورۃ طہ ۲۰:۵۵]

''ہم نے تمہیں اسی زمین سے پیدا کیا ہے۔''

-۲۵۳: البَرَكَةُ فِي البَنَات (۱).

''برکت لڑکیوں میں ہوتی ہے۔''

سخاوی کہتے ہیں: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی لڑکیوں کے لیے بددعا کی جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا تَدْعُ فَإِنَّ البَرَكَةَ فِي البَنَاتِ.

''بددعا نہ کرو کیوں کہ برکت لڑکیوں میں ہوتی ہے۔''

اس کی سند کا ایک راوی وضع کے ساتھ متہم ہے (۲)۔

یہ اُس حدیث کے منافی نہیں جس میں مذکور ہے: مَوْتُ الْبَنَاتِ مِنَ الْمَكْرُمَاتِ.

''بیٹیوں کی موت عزت میں سے ہے۔''

---

(۱) میزان الاعتدال ۱:۲۹، ترجمہ: ۷۷؛ اس روایت کا سارا دارومدار ابراہیم بن حیان بن حکیم بن علقمہ پر ہے جس کے بارے میں امام ابن عدی فرماتے ہیں: ضعیف الحدیث ہے اور اس کی عام روایتیں موضوع اور منکر ہوتی ہیں۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۱: ۴۱۰-۴۱۱]

(۲) اس کی سند میں ابراہیم بن حکیم المدنی ہے جو احادیث وضع کرنے سے بدنام ہے۔
[المقاصد الحسنۃ: ۶۷۸، بذیل حدیث: ۱۲۰۵]

یہ اس لیے کہ حالات، مقامات کے تفاوت سے مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ طبرانی نے کبیر اور اوسط میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جب ان کی لختِ جگر سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا (۱) کی تعزیت کی گئی تو آپ نے فرمایا:

الحَمْدُ لِلّٰهِ! دَفْنُ الْبَنَاتِ مِنَ الْمُكْرَمَاتِ (۲).

"الحمد للہ! بیٹیوں کو دفن کرنا عزت و اکرام ہے۔"

بزار کی روایت میں "مَوتُ البَنَاتِ" کے الفاظ ہیں (۳)۔ یہ روایت غریب [ضعیف] ہے (۴)۔

ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب العزا میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ جب انہیں ان کی بیٹی کی وفات کی خبر ملی تو فرمایا: عورةٌ سَتَرَهَا اللّٰه ومؤنة كفاها اللّٰه وأجر ساقه اللّٰه (۵).

"یہ ایک ستر تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈالا۔ ایک ذمہ داری تھی جسے اللہ نے پورا کیا اور ایک اجر تھا جسے اللہ تعالیٰ لے کر آئے تھے۔"

---

(۱) رقیہ بنت سید البشر محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب رسول اللہ ﷺ قرشیہ، ہاشمیہ۔ رسول اللہ ﷺ کو نبوت ملنے سے قبل اُن کا رشتہ عتبہ بن ابی لہب بن عبدالمطلب سے ہوا تھا۔ ظہورِ اسلام اور نزولِ سورۃ اللهب کے بعد ابولہب نے اپنے بیٹے سے یہ رشتہ ختم کرنے کو کہا جس کے بعد آپ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ حبشہ کے دونوں ہجرتوں میں شرکت کی۔ ۲ھ = ۶۲۴ء کو اُس وقت وفات پا گئیں جب رسول اللہ ﷺ بدر میں تھے۔

[اسد الغابة: ۱۵۱۷، ترجمہ: ۶۹۳۲، الاعلام ۳:۳۱]

(۲) المعجم الأوسط ۱:۶۱۶، حدیث: ۲۲۶۳، المعجم الكبير ۱۱:۲۹۰، حدیث: ۱۲۰۳۵، الفوائدُ المنتَخَبة: ۹۴۷، حدیث: ۱۳۶، مسند الشهاب ۱:۱۷۳، حدیث: ۲۵۰

(۳) یہ روایت مسند البزار میں نہیں مل سکی۔

(۴) یہ پوری عبارت حافظ سخاوی کی ہے۔ انہوں نے اس کے بعد لکھا ہے کہ: وأفادَ الخليلي في الإرشاد: روى بعض الكذابين عن سفيان عن محمد بن عبدالمنكدر عن جابر أنَّ النبي ﷺ قال: دفنُ البناتِ من المكرمات. وهذا لا أصل له من حديث سفيان وغيره، إنما يُروَى عن ابن عطاء الخراساني، عن أبيه عن النبي ﷺ مرسلاً. وابن عطاءِ متروكٌ.

[الارشاد فی معرفة علماء الحدیث: ۹۹، التَّذكِرة في الأحاديث المشتهرة: ۱۳۷، المقاصد الحسنة: ۳۴۷]

(۵) المقاصد الحسنة: ۳۴۷، الدُّرر المنتشرة في الأحاديث المشتهرة: ۱۵۰، حدیث: ۳۰۲

متأخرین نے اس [سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول] میں ایک جملے کا اضافہ کرنا چاہا مگر نہ کر سکے۔ المقاصد میں اس طرح لکھا ہے (۱)۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں کہ ممکن ہے کہ چوتھا کلمہ أمرٌ قضاهُ اللّٰه' و لا حول و لاقوة إلّا باللّٰہ ہو۔

۲۵۴- البَرَكَةُ فِي صِغَرِ القُرصِ و طُولِ الرَّشَاءِ و صِغَرِ الجَدْوَلِ.

''برکت چھوٹی روٹی، لمبی رسی اور چھوٹی نہر میں ہے۔''

جَدْوَلُ سے مراد پانی کی نہر ہے۔

سخاوی نے المقاصد میں اس روایت ''صَغِّرُوا الخُبزَ'' کے تحت تحریر کیا ہے (۲)۔

سخاوی کہتے ہیں: یہ باطل ہے اور انہوں نے اس معاملہ میں امام نسائی کی اتباع کی ہے کیوں کہ وہ اس حدیث کو کذب قرار دیتے ہیں (۳)۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں اسے سیوطی نے الجامع الصغیر میں ابوالشیخ کی کتاب الثواب کے حوالے سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے' اور السِّلَفِي (۴) نے الطُّیُورِیّات میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے (۵)۔ رہی حدیث صَغِّرُوا الخُبزَ سو اس پر اپنے موقع و محل میں کلام کیا جائے گا۔

---

(۱) المقاصد الحسنة: ۳۴۷ میں فَاجتَهدَ المُهَاجِرونَ أن يَزِيدُوا فِيهاحرفاًفماقَدَرُوا عَليه کے الفاظ ہیں۔

(۲) المقاصد الحسنة: ۴۲۲' بذیل حدیث: ۶۲۲

(۳) حافظ سخاوی نے یہ باتیں حافظ ابن الجوزی کے حوالے سے لکھی ہیں۔ [المقاصد الحسنة: ۴۲۲]

حافظ ابن الجوزی لکھتے ہیں: رُوِي عن ابن عمر عن النبي ﷺ أنه قال: البَرَكة فِي صِغَرِ القُرصِ و طُولِ الرَّشَاءِ و صِغَرِ الجَدوَلِ. قال أبو عبدالرحمن النَّسائي: هذاالحديث كذبٌ. [الموضوعات ۲: ۱۹۵]

(۴) احمد بن محمد بن سِلَفة اصبهانی صدر الدین ابو طاہر السِّلَفِي۔ ۴۷۸ھ = ۱۰۸۵ء کو پیدا ہوئے۔ اصبہانی الاصل ہیں۔ علم حدیث کے حصول کے لیے دور دراز کے سفر کیے۔ بہت سی تعالیق اور اَمالی لکھوائیں۔ امیر عادل وزیر ظافر عبیدی نے ان کے لیے ۵۴۶ھ کو اسکندریہ میں ایک مدرسہ بنوایا جس میں آپ اپنی وفات ۵۷۶ھ = ۱۱۸۰ء تک رہے۔ [وفیات الاعیان ۱: ۱۰۵-۱۰۷' ترجمہ: ۴۴' الاعلام ۱: ۲۱۵]

(۵) الجامع الصغیر فی احادیث البشیر والنذیر' حدیث: ۳۲۰۳

–۲۵۵: بُرْمَةُ الشَّرِكِ لَاتفُورُ. ’’شرکت کی ہانڈی نہیں ابلتی۔‘‘

یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ ابن الدیبع نے کہا ہے[1]۔

–۲۵۶: البَشَاشَةُ خَيْرٌمِّنَ الْقِرَى.

’’خندہ روئی مہمان داری سے بہتر ہے۔‘‘

سخاوی کہتے ہیں: میں اسے نہیں پہچانتا[2]۔

–۲۵۷: بَشِّرِ الْقَاتِلَ بِالْقَتْلِ. ’’قاتل کو قتل کی خوش خبری سنا دو۔‘‘

سخاوی کہتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں[3]۔

–۲۵۸: اَلْبِطِّيخُ وَفَضَائِلُهٗ. ’’تربوز اور اس کے فضائل والی روایت۔‘‘

ابو عمر توقانی[4] نے اس سلسلہ میں ایک چھوٹی سی کتاب لکھی ہے۔ تربوز سے متعلق ساری روایتیں باطل ہیں[5]۔ اس کا ذکر ابن الدیبع[6] اور زرکشی نے کیا ہے[7]۔

---

(۱) یہ روایت تمییز الطیب من الخبیث میں نہیں ملتی۔ یہ شکوہ امام عجلونی نے بھی کیا ہے۔
[کشف الخفاومزیل الالباس ۱:۳۳۱، بذیل حدیث:۸۸۱]

ملا علی قاری نے اسے المصنوع في معرفة الحديث الموضوع:۷۶، حدیث:۸۱ میں امام ابن الدیبع کا نام لیے بغیر اس کے حدیث ہونے کا اِنکار کیا ہے۔

(۲) المقاصد الحسنة:۲۳۸، حدیث:۲۹۲، المصنوع في معرفة الحديث الموضوع:۷۶، حدیث:۸۲

(۳) المقاصد الحسنة:۲۳۸، بذیل حدیث:۲۹۳، اور المصنوع في معرفة الحديث الموضوع:۷۶، بذیل حدیث:۸۳ میں لاأعرفه لکھا ہے۔

(۴) یہ پوری عبارت حافظ سخاوی کی ہے، مگر اُنہوں نے ’’ابو عمر توقانی‘‘ کے بجائے ’’ابو عمر و نوقانی‘‘ لکھا ہے۔
[المقاصد الحسنة:۲۳۸، بذیل حدیث:۲۹۶]

(۵) امام نووی سے پوچھا گیا کہ تربوز، لوبیا، مسور کی دال اور چاول کے بارے میں جو روایات وارِد ہیں، وہ صحیح ہیں؟ تو اُنہوں نے فرمایا: ان میں کوئی صحیح روایت نہیں۔ [فتاوی الامام النووی:۱۵۷، سوال:۳۳۶]

(۶) امام ابن الدیبع کی تمییز الطیب من الخبیث میں یہ روایت نہیں ملی۔

(۷) امام زرکشی کی عبارت یہ ہے: البِطِّيخُ وفضائله؛ صَنَّفَ فيه جزءاً الشيخ أبوعمر محمد بن أحمد النوقاني، وأحاديثه باطلة. [التَّذكرة في الأحاديث المشتهرة:۱۰۵، حدیث:۱۳۶]

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: اس کے فضائل تو باطل ہیں۔ جہاں تک اس کے کھانے کا تعلق ہے تو یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجوروں کے ساتھ خربوزہ کھایا جیسا کہ شمائل ترمذی میں موجود ہے (۱)۔

---

(۱) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: كَانَ رسولُ الله ﷺ يأكُلُ البِطِّيخَ بِالرُّطَبِ فيقولُ: نَكْسِرُ حَرَّ هٰذَا بِبَرْدِ هٰذَا، وبَرْدَ هٰذَا بِحَرِّ هٰذَا.

[سنن ابی داود، کتاب الاطعمة [۲۶] باب فی الجمع بین اللونین عند الاکل [۴۴] حدیث: ۳۸۳۶]

''رسول اللہ ﷺ تربوز اور تازہ کھجور ملا کر کھایا کرتے تھے اور فرماتے: ہم اس [کھجور] کی گرمی کا اس [تربوز] کی ٹھنڈک سے اور اس کی ٹھنڈک کا اس کی گرمی سے توڑ کرتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ: وما يُنقَلُ عن الإمام أحمد أنه امتنع عن أكل البِطِّيخ لعدم علمه بكيفية أكل النبي ﷺ: كذبٌ على الإمام أحمد. كان ﷺ يأكل فاكهة بلده ما قدمت له فاكهة، فتركُ أكلها لا على سبيل الزهد الفاسد و لا على سبيل الورع الفاسد، بل كان لا يردُّ موجوداً و لا يتكلف مفقوداً ...... فمَن حَرَّمَ الطيبات عليه و امْتَنَعَ مِن أكلَها بدون سببٍ شرعيٍ فهو مذمومٌ مبتدعٌ......ومن أكلها بدون الشكر الواجب فيها فهو مذمومٌ.

[مجموع الفتاویٰ ۳۲: ۱۰۸، سوال: ۱۵۷]

''امام احمد کی طرف منسوب کر کے جو بات نقل کی جاتی ہے کہ اُنہوں نے تربوز کھانا اس لیے چھوڑ دیا تھا کہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح تربوز کو کھاتے تھے، سو امام احمد کی طرف اس بات کی نسبت غلط ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جب اپنے شہر کے پھل پیش کیے گئے تو آپ اُن میں سے کھاتے تھے۔ کسی پھل کو نہ کھانا فاسد زہد اور بے بنیاد تقویٰ کی بنیاد پر نہیں تھا بلکہ آپ موجود چیز کو رد نہیں کرتے تھے اور مفقود چیز کے حصول میں تکلّف سے کام نہیں لیتے تھے۔ جس شخص نے اپنے اوپر مزیدار چیزیں ممنوع قرار دیں اور کسی شرعی سبب کے بغیر اس کے کھانے سے دور رہا تو وہ قابل مذمت اور بدعتی ہے اور جس سے واجب شکر ادا کیے بغیر کوئی کھانا کھایا تو وہ بھی قابل مذمت ہے۔''

امام محمد بن مفلح لکھتے ہیں: مَنِ امْتَنَعَ مِنَ الطيبات بِلاَ سببٍ شرعيٍ فمذمومٌ مبتدعٌ، وما نُقِلَ عن الإمام أحمد أنه امتنع مِن أكل البِطِّيخ لِعَدَمِ علمه بكيفية أكل النبي ﷺ كذِبٌ، ذَكَرَهُ شيخُنا.

[الفروع ۱۰: ۳۸۷]

''جو شخص حلال اور مزیدار کھانوں کے استعمال سے کسی شرعی سبب کے بغیر رُکا رہا تو وہ قابل مذمت اور بدعتی ہے اور امام احمد کو جو منسوب کیا جاتا ہے کہ اُنہوں نے تربوز کھانا اس لیے چھوڑ دیا تھا کہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ......

۲۵۹–: اَلْبِطْنَةُ تَذْهَبُ الفِطْنَةَ.

''بسیار خوری، حافظے کو تباہ کر دیتی ہے۔''

اس کی لفظاً کوئی اصل نہیں۔ یہ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (۱) سے مروی ہے (۲)۔

۲۶۰–: بُنِيَ الدِّيْنُ عَلَى النَّظَافَةِ.

''دین [اسلام] کی بنیاد صفائی پر رکھی گئی ہے۔''

غزالی نے اس کا اِحیاء میں ذکر کیا ہے (۳) اور اس کی تخریج کرنے والے لکھا ہے کہ میں نے اس حدیث کو اِن الفاظ میں نہیں پایا (۴)۔ ابن الدیبع نے اس کو ذکر کیا ہے (۵)۔

...... رسول اللہ ﷺ کس طرح تربوز کو کھاتے تھے، سو امام احمد کی طرف اس بات کی نسبت غلط ہے۔ اس کا ذکر ہمارے شیخ نے کیا ہے۔''

(۱) عمرو بن العاص بن وائل سہمی قرشی ابو عبداللہ فاتح مصر رضی اللہ عنہ، ۵۰ ق ھ = ۵۷۴ء کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ ابتداء میں اسلام کے شدید مخالفین میں سے تھے۔ صلح حدیبیہ کے دوران اسلام قبول کیا۔ صاحبِ رائے، بہادر، نڈر اور بہت محتاط تھے۔ غزوۂ ذات السلاسل میں مسلمانوں کے امیر الجیش تھے۔ حروب میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ قنسرین آپ نے فتح کیا تھا۔ اہل حلب، منبج اور اہل انطاکیہ سے آپ نے صلح کیا تھا۔ ۴۳ھ = ۶۶۴ء کو وفات پائی۔ [الاصابۃ ۳:۲، ترجمہ: ۵۸۸۲، الاعلام ۵:۷۹]

(۲) یہ پوری عبارت حافظ سخاوی کی ہے۔ [المقاصد الحسنۃ: ۲۳۸، بذیل حدیث: ۲۹۶]

حافظ ابو نعیم نے عبیداللہ بن شُمیط بن عجلان شیبانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب میرے والد شُمیط اہل دنیا کا ذکر کرتے تو فرماتے: دائم البِطنَة قليلُ الفِطنَة؛ إنما هَمُّهُ بَطنه و فَرجُهُ و جِلدُهُ؛ يقول: متى أصبح فآكل و أشربُ و ألهُو و ألعَبُ، و متى أمسِي فأنامُ، جِيفةٌ باللَّيلِ بَطَّالٌ بِالنَّهار. [حلیۃ الاولیاء ۳:۱۲۷]

''پیٹ کے پیچھے بھاگتا پھرتا ہے۔ کم عقل ہوتا ہے۔ اس کی ساری کوششیں تین چیزوں کے گرد گھومتی ہیں: پیٹ، جنسی شہوت اور ظاہری ٹیپ ٹاپ۔ کہتا ہے کہ کب صبح ہو گی کہ میں کھاؤں، پیوں اور لہو ولعب کروں اور کب شام ہو جائے کہ میں سو جاؤں۔ رات کو مردار اور دن کو باطل پرست بنا رہتا ہے۔''

(۳) اِحیاء علوم الدین ۱:۴۹، ۱۲۵

(۴) المغنی عن حمل الاسفار ۱:۴۹، ۱۲۵؛ یہ پوری کی پوری عبارت آخر تک، سوائے امام الدیبع کے ذکر کے حافظ سخاوی کی المقاصد الحسنۃ: ۲۳۹، بذیل حدیث: ۳۰۲ میں موجود ہے۔

(۵) تمییز الطیب من الخبیث ۶۲، حدیث: ۴۰۰

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: اُن کے الفاظ ہیں: لَمْ أجِدْهُ هٰكَذَا.

''میں نے ان الفاظ میں اس حدیث کو نہیں پایا۔''

اور ابن حبان نے الضعفاء میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

تَنَظَّفُوا فَإِنَّ الإِسْلَامَ نَظِيفٌ (۱).

''نظافت [صفائی] اختیار کرو کیوں کہ اسلام پاکیزہ ہے۔''

اور طبرانی میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً انتہائی کمزور سند کے ساتھ مروی ہے کہ:

النَّظَافَةُ تَدْعُو إِلَى الإِيْمَانِ (۲).

''پاکیزگی ایمان کی طرف بلاتی ہے (۳)۔''

سیوطی کہتے ہیں: اس میں سب سے عمدہ وہ روایت ہے جسے ترمذی نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ: إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطِّيبَ، نَظِيفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ، كَرِيمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ، جَوَّادٌ يُحِبُّ الْجُودَ، فَنَظِّفُوا أَفْنِيَتَكُمْ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ (۴).

''اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ پاکیزگی کو پسند کرتا ہے۔ صاف ہے۔ صفائی کو پسند کرتا ہے۔ مہربان ہے مہربانی کو پسند کرتا ہے۔ سخی ہے سخاوت کو پسند کرتا ہے تو تم بھی اپنے مکانوں کو پاکیزہ رکھا کرو اور یہود کے ساتھ مشابہت نہ کرو (۵)۔''

قرطبی نے اپنی شرح اسماء الحسنیٰ میں لکھا ہے: اسے بزار نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے (۶)۔

---

(۱) انہوں نے مکمل حدیث اس طرح لکھی ہے: تَنَظَّفُوا فَإِنَّ الإِسْلَامَ نَظِيفٌ، وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَظِيفٌ. اور ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے راوی نعیم بن مورع کی روایت ناقابل قبول ہوتی ہے۔ [المجروحین ۲:۴۰۰]

(۲) المُعجَم الأوسَط ۳:۳۸۲، حدیث: ۴۸۹۳، بروایتِ نعیم بن مورع عنبری

(۳) یہ عبارت بھی حافظ سخاوی کی ہے۔ [المقاصد الحسنۃ: ۲۳۹، بذیل حدیث: ۳۰۲]

(۴) سنن ترمذی، کتاب الادب [۴۴] باب ماجاء فی النظافۃ [۴۱] حدیث: ۲۷۹۹

(۵) امام ترمذی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کے راوی خالد بن ایاس کو ضعیف کہا گیا ہے۔

(۶) مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار ۳:۳۲۰، حدیث: ۱۱۱۴

رافعی نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کی ہے کہ: تَنَظَّفُوا بِكُلِّ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ بَنَى الإِسْلَامَ عَلَى النَّظَافَةِ وَلَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا نَظِيفٌ (۱).

''ہر شے میں جہاں تک تمہارا بس چلے صفائی رکھو کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو صفائی پر بنایا ہے اور جنت میں بجز صاف شخص کے کوئی داخل نہ ہوگا۔''

–۲۶۱: اَلْبَلَاءُ مُوَكَّلٌ بِالْقَوْلِ.

''مصیبت بولنے کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔''

ابن الجوزی نے اس کو سیدنا ابو الدرداء اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کر کے موضوعات میں شامل کیا ہے (۲)۔

ابن الدیبع کہتے ہیں (۳): اسے خطیب نے اپنی تاریخ میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

اَلْبَلَاءُ مُوَكَّلٌ بِالْمَنْطِقِ فَلَوْ أَنَّ رَجُلًا عَيَّرَ رَجُلًا بِرَضَاعِ كَلْبَةٍ لَرَضَعَهَا (۴).

---

(۱) التدوین فی اخبار قزوین ۱: ۱۷۶؛ یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ اس کا ایک راوی عمر بن صبح بن عمران تمیمی عدوی ابو نعیم خراسانی ہے، جو متروک تھا۔ امام ابن راہویہ اُسے جھوٹا کہا کرتے تھے۔

[تقریب التہذیب: ۴۴۵، ترجمہ: ۴۹۲۲]

(۲) الموضوعات ۲: ۲۷۶ (۳) تمییز الطیب من الخبیث: ۶۲، حدیث: ۴۰۳

(۴) یہ روایت دو طرق سے مروی ہے:

–طریق سیدنا ابی الدرداء رضی اللہ عنہ: اسے خطیب نے تاریخ بغداد ۷: ۳۸۹، ترجمہ: حسن بن علی حریری: ۳۹۲۳ کے تحت نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں عبد الملک بن ہارون بن عنترۃ ہے جو اسے اپنے والد اور دادا کی سند سے روایت کرتا ہے۔ یہ روایت موضوع ہے، اس لیے کہ:

–اس کا راوی عبد الملک بن ہارون بن عنترہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

[المجروحین ۲: ۱۱۵، ترجمہ: ۲۸۷، میزان الاعتدال ۲: ۶۶۶]

امام ابو حاتم فرماتے ہیں: متروک الحدیث اور ذاہب الحدیث تھا۔ امام ابن معین فرماتے ہیں: کذاب تھا۔

[الجرح والتعدیل ۵: ۳۷۴]

امام جوزجانی فرماتے ہیں: دجال وکذاب تھا۔ [احوال الرجال: ۶۸، ترجمہ: ۷۷] ......

’’مصیبت بولنے کے ساتھ لگی ہوئی ہے تو اگر کوئی شخص دوسرے کو یہ عیب لگائے کہ اس نے کتیا کا دودھ پیا ہے تو خود بھی اسے پئے گا۔‘‘

سخاوی کہتے ہیں یہ ضعیف ہے (۱)۔ میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: زرکشی کی روایت میں بِالْمَنْطِقِ کا لفظ ہے (۲)۔ ابن لال (۳) نے مکارم الاخلاق میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور دیلمی نے سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

سیوطی کہتے ہیں (۴): اس کو دیلمی نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً، امام احمد نے زہد میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً اور ابن سمعانی (۵) نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

۲۶۲- بَيْتُ الْمَقْدِسِ طَسْتٌ مِّنْ ذَهَبٍ مَمْلُوْءٌ عَقَارِبَ.

’’بیت المقدس سونے کا ایک طشت ہے جو بچھوؤں سے بھرا ہوا ہے۔‘‘

......اس کا والد ہارون بن عنترۃ بھی شدید منکر الحدیث ہے اور بکثرت منکر روایات بیان کرتا ہے۔ بے اصل روایات نقل کرتا رہتا ہے، اس لیے کسی بھی حال میں اس کی روایت سے استدلال کرنا جائز نہیں۔ [المجروحین ۲:۴۴۲، ترجمہ:۱۱۶۱]

- طریق سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ: اسے بھی خطیب نے تاریخ بغداد ۱۳:۲۷۹، ترجمہ: نصر بن باب خراسانی: ۷۲۴۳ کے تحت نقل کیا ہے۔ یہ بھی موضوع ہے اس لیے کہ اس کی سند میں نصر بن باب ہے جسے امام یحیٰی بن معین کذاب کہتے ہیں۔ [تاریخ بغداد ۱۳:۲۷۹]

(۱) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: ولا يُحسِنُ بمجموع ماذكرناهُ الحكم عليه بذلك. [المقاصد الحسنة:۲۴۲]
’’ہم نے جتنی روایتیں ذکر کی ہیں اُن کے پیش نظر اس پر موضوع کا حکم لگانا مناسب نہیں۔‘‘

(۲) التَّذكرةُ في الأحاديث المشتهرة:۶۹، حدیث:۴۷

(۳) شیخ امام فقیہ محدث ابوبکر احمد بن علی بن احمد بن محمد بن فرَج بن لال ہمدانی شافعی۔ ۳۰۸ھ کو پیدا ہوئے۔ حصول علم کے لیے سفر کی صعوبتیں اُٹھائیں۔ ثقہ، شہر کے مفتی اور محدث تھے لیکن فقہ سے شہرت پائی۔ ربیع الثانی ۳۹۸ھ کو وفات پائی۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۷:۷۵-۷۶، ترجمہ:۴۱]

(۴) الدُّررالمنتثرة في الأحاديث المشتهرة:۹۰، بذیل حدیث:۱۵۲

(۵) عبدالکریم بن محمد بن منصور تمیمی سمعانی مروزی، ابوسعد، مرو میں ۵۰۶ھ=۱۱۱۳ء کو پیدا ہوئے۔ حافظ حدیث تھے۔ اُن کی نسبت سمعان کی طرف ہے جو بنوتمیم میں ایک شاخ ہے۔ بہت سے علماء اور محدثین سے اخذ علم کیا۔ بکثرت سفر کیے۔ مرو میں ۵۶۲ھ=۱۱۶۷ء کو وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۳:۲۰۹، الاعلام ۴:۵۵]

یہ حدیث انہیں ہے بلکہ یہ ان باتوں میں سے ہے جو توراۃ کی طرف منسوب ہیں[1]۔

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۲۴۳، بذیل حدیث: ۳۰۷، المصنوع في معرفة الحدیث الموضوع: ۹، بذیل حدیث: ۸۷

﴿حرف التّاء﴾

۲۶۳- تَحِيَّةُ الْبَيْتِ الطَّوَافُ .

''بیت اللہ کا سلام طواف ہے۔''

سخاوی کہتے ہیں: مجھے یہ حدیث ان الفاظ میں نہیں ملی (۱)۔ میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں۔ بیت سے کعبہ یعنی بیت اللہ الحرام مراد ہے اور اس کا مفہوم صحیح ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

أَوَّلُ شَيْئٍ بَدَأَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ حِينَ قَدِمَ مَكَّةَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ (۲).

''نبی کریم ﷺ نے مکہ معظّمہ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے وضو فرمایا اور پھر طواف کیا۔''

اور اسی وجہ سے جو شخص بھی مسجد حرام میں داخل ہو اس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ پہلے طواف کرے چاہے وہ فرض ہو یا نفل اور وہاں تحیۃ المسجد نہیں پڑھے گا' ہاں اگر کسی عذر کی بنا پر اس کا ارادہ طواف کا نہ ہوا۔ یہ مقصد نہیں کہ مسجد حرام سے تحیۃ المسجد ساقط ہے جیسا کہ بعض اَغبیاء نے خیال کیا ہے۔ فقہاء وغیرہ کی اس عبارت سے وہ غلط فہمی کا شکار ہوئے۔

۲۶۴- تَخَتَّمُوا بِالزَّبَرْجَدِ فَإِنَّهُ يُسْرٌ لَا عُسْرَ فِيهِ.

''زبرجد کی انگوٹھی پہنا کرو کیوں کہ وہ آسانی پیدا کرتی ہے اور اس میں کوئی تکلیف نہیں۔''

---

(۱) یہ روایت المقاصد الحسنۃ میں نہیں ملتی' البتہ تمییز الطیب من الخبیث میں موجود ہے جس پر اُس کے محقق نے بھی لکھا ہے کہ: لم نجده في المقاصد ولم يشر المصنف أنه من عنده.
[تمییز الطیب من الخبیث: ۶۵' حدیث: ۴۲۳]
''یہ روایت ہمیں المقاصد میں نہیں ملی اور مصنف نے یہ وضاحت بھی نہیں کی کہ یہ اضافہ اُن کی طرف سے ہے۔''

(۲) صحیح مسلم' کتاب الحج [۱۵] باب ما یلزم من طاف بالبیت وسعی [۲۹] حدیث: ۱۹۰-۱۲۳۵

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے (۱)۔

رہی وہ روایت جس میں مذکور ہے کہ: اَلتَّخَتُّمُ بِالْیَاقُوتِ یَنْفِي الْفَقْرَ.

''یاقوت کو انگوٹھی میں پہننا غریبی کو دور کرتا ہے۔''

سو اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر اس کے پاس مال نہ رہے اور قلاش ہو جائے تو اسے بیچ کر مال دار ہو سکتا ہے اور زیادہ درست یہ ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو یہ یاقوت کی خاصیت ہو گی جیسا کہ سیوطی نے مختصر النہایہ میں ذکر کیا ہے (۲)۔

–۲۶۵: تَخَتَّمُوا بِالزَّمَرُّدِ فَإِنَّهٗ یَنْفِی الْفَقْرَ.

''زمرد کی انگوٹھی پہنو کیوں کہ وہ غریبی کو دور کرتی ہے۔''

دیلمی نے اسے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث بھی صحیح نہیں جیسا کہ ابن الدیبع نے کہا ہے (۳)۔

–۲۶۶: تَخَتَّمُوا بِالْعَقِیقِ. ''عقیق کی انگوٹھی پہنا کرو۔''

ابن الدیبع کہتے ہیں: اس کے تمام طرق واہی [کمزور] ہیں (۴)۔

دیلمی نے اِسے سیدنا انس، سیدنا عمر، سیدنا علی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم سے متعدد اَسانید کے ساتھ روایت کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کچھ نہ کچھ اصل ہے (۵)۔

---

(۱) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: قال شیخنا: إنه موضوعٌ. [المقاصد الحسنۃ: ۲۵۱، بذیل حدیث: ۳۱۹] جس کی یہ تعبیر ملا علی قاری نے اپنے الفاظ میں کر دی۔

(۲) یہ عبارت حافظ سیوطی کی نہیں بلکہ حافظ ابن الاثیر الجزری کی ہے جو لکھتے ہیں: یریدُ أنه إذا ذهب ماله باع خاتمه فوجد فیه غِنًی، والأشبه– إن صَحَّ الحدیث– أن یکون لخاصِیَّةٍ فیه. [النہایۃ: ۳۵۷]

(۳) یہ عبارت حافظ سخاوی کی ہے۔
[المقاصد الحسنۃ: ۲۵۱، حدیث: ۳۲۰، تمییز الطیب من الخبیث: ۶۵، حدیث: ۴۲۶]

(۴) یہ عبارت بھی حافظ سخاوی کی ہے۔
[المقاصد الحسنۃ: ۲۵۱، حدیث: ۳۲۱، تمییز الطیب من الخبیث: ۶۵، حدیث: ۴۲۷]

(۵) لیکن اُن ساری روایات کی سندیں واہی اور کمزور ہیں اس لیے سود مند نہیں۔

مطرزی [۱] کی یواقیت [۲] میں ہے کہ اس حدیث کے بارے میں ابراہیم حربی [۳] سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: صحیح ہے [۴]۔

اور یہ روایت یاء سے بھی روایت کی جاتی ہے یعنی: تَخَیَّمُوا بِالْعَقِیقِ.

جس کا مطلب یہ ہے کہ عقیق کے مقام پر ٹھہرو۔''

اسے زرکشی نے بیان کیا ہے [۵]۔

سیوطی کہتے ہیں: ابن عدی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے کہ: تَخَتَّمُوا بِالْعَقِیقِ فَإِنَّهُ مُبَارَكٌ [۶]. ''عقیق کی انگوٹھی پہنا کرو کیوں کہ مبارک ہے۔''

---

(۱) محمد بن عبدالواحد بن ابی ہاشم ابوعمر، زاہد البَاوَردِی، المعروف بغلام ثعلب۔ خراسان کے باوَرد [ابیورد] کی طرف منسوب ہوکر باوَردی کہلاتے ہیں۔ ثعلب کے پاس کافی عرصہ گزارنے کی وجہ سے غلام ثعلب کہلائے۔ ۲۶۱ھ = ۸۷۵ء کو پیدا ہوئے۔ کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ ۳۴۵ھ = ۹۵۷ء کو بغداد میں وفات پائی۔
[تاریخ بغداد ۲: ۳۵۶، الاعلام ۶: ۲۵۴]

(۲) کتاب کا پورا نام الیواقیت فی اللغۃ ہے۔ [کشف الظنون ۲: ۲۰۵۳-۲۰۵۴]
یہ کتاب مفقود ہے۔ تاحال نہیں چھپی۔

(۳) ابراہیم بن اسحاق بن بشیر بن عبداللہ البغدادی الحربی، ابواسحاق۔ ''مرو'' سے تعلق تھا۔ ۱۹۸ھ = ۸۱۵ء کو پیدا ہوئے۔ بغداد میں شہرت پائی اور یہاں کے ایک محلّہ سے منسوب ہوکر حربی کہلائے۔ ۲۸۵ھ = ۸۹۸ء کو بغداد میں وفات پائی۔ حافظِ حدیث، عارفِ فقہ اور اَحکام میں صاحبِ بصیرت تھے۔ ادیب اور زاہد تھے۔ امام احمد کے شاگرد رہے ہیں۔ [تاریخ بغداد ۶: ۲۷، تذکرۃ الحفاظ ۲: ۵۸۴، ترجمہ: ۶۰۹، الاعلام ۱: ۳۲]

(۴) یہ کیوں کر صحیح ہوسکتی ہے جب کہ اس کی سند میں حافظ سخاوی کی تصریح کے مطابق داود بن سلیمان جرجانی غازی موجود ہے جسے امام یحییٰ بن معین نے کذاب کہا ہے اور وہ ایک موضوع نسخہ کو باسند بیان کرتا ہے۔
[المقاصد الحسنۃ: ۲۵۲]

(۵) التَّذكرة في الأحاديث المشتهرة: ۶۷، بذیل حدیث: ۷۰

(۶) الفردوس، حدیث: ۲۳۲۳، شعب الایمان ۱: ۲۰۱، حدیث: ۶۳۵۷، تاریخ بغداد ۱۱: ۲۵۱، تاریخ مدینۃ دمشق ۱۳: ۳۱۸، تہذیب تاریخ دمشق ۴: ۲۳۴

امام عقیلی فرماتے ہیں: اس کا راوی یعقوب بن ولید مدائنی کذاب تھا اور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ آگے فرماتے ہیں: اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی شے ثابت نہیں۔ [الضعفاء الکبیر ۴: ۴۴۸-۴۴۹] ......

۲۶۷: تَارِكُ الْوِرْدِ مَلْعُوْنٌ وَصَاحِبُ الْوِرْدِ مَلْعُوْنٌ.

''صاحب وِرد اور وِرد نہ کرنے والا دونوں ملعون ہیں۔''

یہ باطل اور بے اصل ہے (۱)۔

۲۶۸: تَرْكُ الْعَادَةِ عَدَاوَةٌ (۲).

''عادت کو ترک کرنا دشمنی ہے۔''

ابن الدیبع کہتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں (۳)۔

۲۶۹: تَرْكُ الْعَشَاءِ مَهْرَمَةٌ.

''رات کو کھانا چھوڑنا بڑھاپے کی طرف لے جاتا ہے۔''

......امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: یعقوب بن ولید احادیث وضع کرتا تھا۔ منکر الحدیث اور ضعیف الحدیث تھا۔ ہمیشہ جھوٹ بولتا تھا، اس کی ہر روایت موضوع ہے اور یہ متروک تھا۔ [الجرح والتعدیل ۹:۲۱۶]
امام احمد فرماتے ہیں: یعقوب بن ولید کذابین کبار میں سے تھا۔ [العلل ومعرفۃ الرجال ۱:۵۴۸، نص: ۱۳۰۵]
انہوں نے یہ بھی فرمایا: احادیث وضع کرتا تھا۔ [العلل ومعرفۃ الرجال ۲:۵۳۲، نص: ۳۵۱۸]
حافظ ذہبی نے اس کی یہی وضعی روایت بطور نمونہ پیش کی ہے۔ [میزان الاعتدال ۴:۴۵۵]

اس سلسلے میں یہ روایت بھی ہے

تَخَتَّمُوْا بِالْعَقِيْقِ فَإِنَّهُ يَنْفِي الْفَقْرَ. [تاریخ مدینۃ دمشق ۴۷:۳۴۵، الجامع الصغیر، حدیث: ۳۲۶۴]
''عقیق کی انگوٹھی پہنا کرو کیونکہ یہ فقر و افلاس کو دور کرتی ہے۔''
حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے۔ [الاباطیل ۲:۲۴۲، الموضوعات ۳:۵۹]
حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔ [لسان المیزان ۲:۲۶۸]
حافظ ذہبی فرماتے ہیں؛ اس کا راوی حسین بن ابراہیم البابی ہے جو مجہول ہے اور شاید یہ حدیث اس کی وضع کردہ ہے۔ [میزان الاعتدال ۱:۵۳۰، لسان المیزان ۲:۲۶۸]

(۱) ایک اور جگہ لکھتے ہیں: وأمّا ماقيلَ مِن أنَّ صاحبَ الوِردِ ملعونٌ فمَحْمُوْلٌ على المرائي.
[مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ۳:۳۱۰، بذیل حدیث: ۱۲۳۴]
''أنَّ صاحبَ الوِردِ ملعونٌ'' کو ریاکار پر حمل کیا جائے گا۔''

(۲) مناقب الشافعی ۲:۲۱۳

(۳) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: لا أصل له، ولكن قد قال الشافعي: ترك العادةِ ذَنبٌ مستَحدَثٌ، أورده البيهقي في مناقبه. [المقاصد الحسنۃ: ۲۵۵، بذیل حدیث: ۳۲۸]

قتیبی (۱) کہتے ہیں: یہ جملہ لوگوں کی زبان پر جاری ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اسے رسول اللہ ﷺ نے پہلے بیان فرمایا ہے یا پہلے ہی سے بولا جاتا تھا۔ اسی طرح النہایۃ میں لکھا ہے (۲)۔

انھوں نے ایسا اس لیے کہا کہ اس حدیث سے غافل رہے جس میں مذکور ہے کہ:

تَعَشَّوْا وَلَوْ بِكَفٍّ مِّنْ حَشَفٍ، فَإِنَّ تَرْكَ الْعَشَاءِ مَهْرَمَةٌ (۳).

''رات کا کھانا کھالیا کرو، اگرچہ مٹھی بھر خراب اور سوکھی ہوئی کھجور ہی کیوں نہ ہوں، اس لیے کہ رات کا کھانا چھوڑ دینے سے بڑھاپا آجاتا ہے۔''

---

(۱) عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ دینوری۔ ادب کے بہت بڑے امام تھے۔ ۲۱۳ھ = ۸۲۸ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ کوفہ میں رہائش پذیر ہوئے۔ کچھ عرصہ تک دِینور کے قاضی رہے ہیں اس لیے دِینوری کہلائے۔ بغداد ہی میں ۲۷۶ھ = ۸۸۹ء کو وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۳:۴۲، الاعلام ۴:۱۳۷]

(۲) امام ابن قتیبۃ کی یہ عبارت اُن کی کتابوں میں نہ مل سکی۔ سب سے پہلے امام ابن الاثیر [وفات: ۶۰۶ھ] نے اُن کی طرف منسوب کرکے یہ عبارت لکھی:

هٰذِهِ الْكَلِمَةُ جَارِيَةٌ عَلَى أَلْسِنَةِ النَّاسِ، وَلَسْتُ أَدْرِي أَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ابْتَدَأَهَا أَمْ كَانَتْ تُقَالُ قَبْلَهُ؟ [النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر: ۱۳۰۹]

اور پھر امام ابن منظور افریقی [وفات: ۷۱۱ھ] اور امام مرتضیٰ زبیدی [وفات: ۱۲۰۵ھ] نے اسے امام ابن قتیبۃ کی طرف منسوب کرکے لکھا۔ [لسان العرب ۱۵:۸۱، تاج العروس ۹:۱۰۱]

امام ابن قتیبۃ کی یہ عبارت مجھے مل سکی: ويُروَى في الحديث: "تَرْكُ الْعَشَاءِ مَهْرَمَةٌ" والعرب تقول: تَرْكُ العشاءُ يذهبُ بلحم الأَلْيَتَيْنِ. [عیون الاخبار ۳:۲۹۴]

(۳) سنن ترمذی، کتاب الاطعمۃ [۲۶] باب ماجاء فی فضل العَشاء [۴۶] حدیث: ۱۸۵۶، مسند شہاب ۱:۴۲۸، حدیث: ۷۳۵، حلیۃ الاولیاء ۸:۲۱۴-۲۱۵، تاریخ بغداد ۳:۳۹۶

یہ روایت شدید ضعیف ہے۔ امام ترمذی اس روایت کو نقل کرکے لکھتے ہیں: یہ منکر ہے، اس کا راوی عنبسۃ [بن عبدالرحمٰن بن عنبسۃ قرشی] حدیث کے باب میں ضعیف ہے، اور اس کا ایک اور راوی عبدالملک بن علاق مجہول ہے۔ [سنن ترمذی ۴:۲۵۳]

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: عنبسۃ متروک الحدیث تھا اور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ [الجرح والتعدیل ۶:۴۰۳]

امام بخاری فرماتے ہیں: متروک الحدیث اور ذاہب الحدیث تھا۔ [میزان الاعتدال ۳:۳۰۱]

اس حدیث کو امام ترمذی نے ذکر کر کے اسے منکر کہا ہے۔اس سے فی الجملہ یہ بات ثابت ہوئی کہ اس کی کچھ نہ کچھ اصل موجود ہے[1]۔

۲۷۰: تَسْلِيمُ الْغَزَالَةِ .

''ہرنی کا[رسول اللہ ﷺ کو] سلام کرنا۔''

یہ روایت زبان زد ہے۔سیرت سے متعلق لکھی ہوئی کتابوں میں بھی اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ابن کثیر کہتے ہیں[2]:اس کی کوئی اصل نہیں اور جس نے اسے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کیا اس نے جھوٹ بولا جیسا کہ ابن الدیبع نے کہا ہے[3]۔

قسطلانی[4] نے ابن کثیر کے قول کو نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ مضمون متعدد احادیث میں وارِد ہے جو ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔ان تمام روایات کو شیخ الاسلام عسقلانی نے بھی لکھا ہے[5]۔

---

(۱)جب روایت منکر ہوئی تو کیا فائدہ؟ اس شدید ضعیف روایت کو بنیاد بنا کر لوگ بسیار خوری کی بیماری میں مبتلا ہو چکے ہیں،وہ نہ چاہتے ہوئے بھی رات کا کھانا ضرور کھاتے ہیں،اور علم حدیث سے ناواقف طبیب وڈاکٹر مریضوں کو رات کا کھانا کھانے پر زور دیتے ہیں حالانکہ یہ ایک ایسا فطری عمل ہے کہ اس پر کوئی شرعی قانون لاگو ہی نہیں کیا جا سکتا۔کھانا کھانے کی خواہش ہو تو کھا لیجئے،ورنہ کچھ کھائے پئے بغیر سو جایئے۔

(۲)تسليم الغزالةِ هو حديثٌ مشهورٌ عندالناس' وليس هو في شيئٍ من الكتب الستة.

[تحفۃ الطالب بمعرفۃ احادیث مختصر ابن الحاجب:۱۸۶'بذیل حدیث:۷۹]

''ہرنی کا رسول اللہ ﷺ کو سلام کرنے کی روایت لوگوں میں مشہور ہے لیکن کتب ستہ[حدیث کی چھ کتابوں] میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔''

اس کے بعد اُنھوں نے صفحہ:۱۸۹ تک ہرنی کے کلام کے بارے میں وارِد روایات سے بحث کی ہے۔

(۳)تمییز الطیب من الخبیث:۶۷'حدیث:۴۴۲

(۴) احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبدالملک'قسطلانی'قتیبی'مصری۔۸۵۸ھ=۱۴۴۸ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ حدیث'سِیر اور تجوید و قراءت میں مہارتِ تامہ حاصل کی۔علمِ حدیث کے چوٹی کے علماء میں شمار کیے جاتے ہیں قاہرہ ہی میں ۹۲۳ھ=۱۵۱۷ء کو وفات پائی۔[البدر الطالع ۱:۱۰۲'الاعلام ۱:۲۲۲]

(۵)امام قسطلانی لکھتے ہیں: و نقل شيخُنا الحافظ أبوالخيرالسخاوي عن ابن كثير:أنه لاأصل له'وأنَّ من نسبَه إلى النبيﷺ فقد كذب' ثم قال شيخنا:لكنه في الجملة واردٌ في عدةِ أحاديث ......

ابن السبکی (۱) کہتے ہیں کہ ہرن کا رسول اللہ ﷺ کو سلام کہنے کی روایت کو حافظ ابو نعیم اصفہانی اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے (۲)۔

میں [ملا علی قاری] کہتے ہیں: دمیری (۳) نے اپنی کتاب حیاۃ الحیوان میں تحریر کیا ہے کہ اس حدیث

......يَتقَوَّى بعضها ببعضٍ أوردها شيخنا شيخ الإسلام ابن حجرالحافظ في المجلس الحادي و الستين من تخريج أحاديث المختصَر. [المواهب اللدنية مع الشرح ۵:۵۵۹]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ: وأمَّا تسليمُ الغزالةِ فمُشْتَهَرٌ في الألْسِنَةِ وفي المَدَائحِ النبوية، ولم أقف لخصوص السلام على سَنَدٍ، وإنما وَرَدَ الكلامُ في الجملة.

[مُوَافقَةِ الخُبرِ الخَبَرا: ۲۴۵، مجلس: ۶۱]

"ہرنی کا رسول اللہ ﷺ کو سلام کرنے کی روایت زبان زد ہے اور سیرت کی بعض کتابوں میں بھی لکھی ہوئی ہے لیکن ہرنی کے رسول اللہ ﷺ کو سلام سے متعلق کسی باسند روایت سے میں واقف نہیں البتہ رسول اللہ ﷺ سے ہرنی کا کلام کرنے کی روایتیں موجود ہیں۔"

آگے اُنھوں نے امام حاکم کی ایک روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ: هذا حديثٌ غريبٌ أخرجه الحاكم في الإكليل هكذا، وعليُّ بن قادم وشيخه وشيخ شيخه كوفيون شيعيون فيهم مقالٌ، وأشَدُّهُمْ ضُعفاً عطيةَ، ولو تُوبعَ لحَكمْتُ بحُسنه. [مُوَافقَةِ الخُبرِ الخَبَرا: ۲۴۵، مجلس: ۶۱]

"یہ حدیث ضعیف ہے۔ اسے اس سند کے ساتھ حاکم نے الاکلیل میں روایت کیا ہے۔ علی بن قادم، اس کا استاذ اور اس کے استاذ کا استاذ سارے کے سارے کوفی شیعہ ہیں جن میں محدثین کو کلام ہے اور ان سب سے زیادہ ضعیف عطیہ ہے۔ اگر اس کا کوئی شاہد و تابع مل جاتا تو میں اس کے حسن ہونے کا فیصلہ کرتا۔"

(۱) عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی، ابونصر، قاضی القضاۃ، مؤرخ اور باحث تھے۔ ۷۲۷ھ = ۱۳۲۷ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کی معیت میں دمشق آ کر وہاں سکونت اختیار کی اور دمشق ہی میں ۷۷۱ھ = ۱۳۷۰ء کو وفات پائی۔ سُبُك [مصر کے منوف علاقے] سے تعلق کی وجہ سے السبکی کہلائے۔

[الدرر الکامنۃ ۲: ۴۲۵، الاعلام ۴: ۱۸۴]

(۲) رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب ۲: ۳۲۱

(۳) محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ بن علی دمیری ابوالبقاء کمال الدین، باحث، ادیب اور شافعی فقیہ تھے۔ مصر کے شہر دمیرہ سے تعلق تھا۔ ۷۴۲ھ = ۱۳۴۱ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے، وہاں پلے بڑھے اور وہاں ۸۰۸ھ = ۱۴۰۵ء کو وفات پائی ابتدا میں درزی کا کام کرتے تھے پھر علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ ازہر میں اُن کا ایک خاص حلقہ درس تھا۔

[مفتاح السعادۃ ۱: ۱۸۶، الاعلام ۷: ۱۱۸]

کو دارقطنی، حاکم اور ابن عدی نے روایت کیا ہے (۱)۔

---

(۱) اس سلسلہ میں یہ بھی وارِد ہے کہ:

كان رسول الله ﷺ في الصحراء فإذا منادياً يُناديهِ: يارسولَ الله! فالتَفَتَ فلم يَرَ أحداً ثم التفتَ فإذا ظبية موثقةٌ، فقالت: أُدْنُ مِنِّي يارسول الله! فدنا منها فقال: حاجتك؟ قالت: إنَّ لي خشفين في ذلك الجبل فحلني حتى أذهبَ فأرضعهما ثم أرجع إليك، قال: و تفعلين؟ قالت: عذبني الله بعذاب العشار إن لم أفعل، فأطلقها فذهبت فأرضعت خشفيها ثم رجعت فأوثقها، وانتبه الأعرابي، فقال: لك حاجةٌ يا رسولَ الله؟ قال: نعم، تطلق هذه، فأطلقها فخرجت تعدو وهي تقول: أشهدُ أن لَّآإله إِلَّا الله وأَنَّكَ رسولُ الله. [المعجم الكبير، طبرانی ٢٣: ٣٣١-٣٣٢، حدیث: ٧٦٣]

''رسول اللہ ﷺ صحرا میں تھے۔ اچانک انہوں نے آواز سنی: یارسول اللہ! آپ ﷺ ملتفت ہوئے تو کسی کو نہیں دیکھا البتہ ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی، وہ کہنے لگی: یارسول اللہ! میرے قریب آیئے۔ آپ ﷺ اُس کے قریب تشریف لے گئے اور پوچھا: تیری کوئی حاجت؟ وہ کہنے لگی: میرے دو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، مجھے کھول دیجیے تاکہ میں اُن کے پاس جا کر اُنہیں دودھ پلاؤں، میں پھر آپ کے پاس واپس آؤں گی، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا واقعی تو واپس لوٹ کر آؤ گی؟ اُس نے کہا کہ اگر میں واپس نہ لوٹی تو اللہ تعالیٰ مجھے عشار [محصول لینے والے] کی سزا کی طرح سزا دے آپ ﷺ نے اسے کھول دیا اُس نے جا کر اپنے بچوں کو دودھ پلایا اور واپس آ گئی۔ آپ ﷺ نے اُسے باندھ دیا، اس پر اَعرابی متنبہ ہوا اور پوچھا: اللہ کے رسول! آپ کی کوئی حاجت؟ آپ نے فرمایا: اس ہرنی کو کھول دے۔ اعرابی نے اسے کھول دیا، وہ دوڑ لگاتی ہوئی اور أشهدُ أن لَّآإله إِلَّا الله وأَنَّكَ رسولُ الله کہتے ہوئی چل پڑی۔''

اس کی سند شدید ضعیف ہے، جو اس طرح ہے: حَبان بن اَغلب بن تمیم المسعودی، از والدِ او، از ہشام بن حسان، از حسن، از ضبہ بن محصن، از سیدہ ام سلمۃ رضی اللہ عنہا۔

—اس کا راوی اَغلب بن تمیم، امام بخاری کی تصریح کے مطابق منکر الحدیث تھا۔

[التاریخ الکبیر ٢: ٧٠، ترجمہ: ١٧٢٠]

—اس کا بیٹا: حَبان بھی ضعیف تھا جیسا کہ ابو حفص فلاس کہتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اُس کی منکر روایات میں زیرِ بحث روایت بطورِ مثال پیش کی ہے۔ [لسان المیزان ٢: ١٦٥، ترجمہ: ٧٣٦]

اس قسم کی ایک اور روایت حافظ ابو نعیم کی دلائل النبوۃ [ص: ٣٧٥-٣٧٦، حدیث: ٢٧٣] اور امام بیہقی کی دلائل النبوۃ [٦: ٣٤-٣٥] میں بھی ہے جس کی سند یہ ہے: یعلیٰ بن ابراہیم الغزال، از ہیثم ابن حماد، از ابی کثیر از سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ۔

......

۲۷۱-:تُعَادُ الصَّلَاۃُ مِنْ قَدْرِ الدِّرْھَمِ (۱).

''ایک درہم خون کی مقدار سے نماز کا اعادہ کیا جائے گا۔''

امام نووی شرح خطبہ صحیح مسلم میں فرماتے ہیں: اس حدیث کو بخاری نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔ یہ حدیث باطل ہے بلکہ محدثین کے نزدیک اس کی کوئی اصل نہیں (۲)۔

ابن حبان کہتے ہیں اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ یہ موضوع ہے (۳)۔

......لیکن اس کی سند بھی شدید ضعیف اور نا قابل اعتماد ہے اس لیے کہ:

-حافظ ذہبی لکھتے ہیں: ہیثم بن حماد اور اس کا شیخ واستاذ: ابو کثیر دونوں غیر معروف ہیں۔

[میزان الاعتدال۴:۳۲۱' ترجمہ:۹۲۹۷]

- حافظ ذہبی ہی یعلیٰ بن ابراہیم کے بارے میں لکھتے ہیں: میں اسے نہیں پہچانتا۔ اُس کی ایک باطل روایت ہے جسے وہ ایک واہی [شدید کمزور] استاذ سے نقل کرتا ہے۔ پھر آگے یہ ساری کہانی لکھی ہے۔

[میزان الاعتدال۴:۴۵۶' ترجمہ:۹۸۳۳]

(۱) التاریخ الکبیر۳:۳۰۹' التاریخ الصغیر۱:۳۳۷

یہ روایت باطل اور مردود ہے کیونکہ اس کا راوی روح بن غطیف جزری منکر الحدیث ہے۔

[التاریخ الکبیر۳:۳۰۸]

اُس کا کوئی دوسرا ساتھی اُس جیسی روایت نقل نہیں کرتا۔ [التاریخ الصغیر۱:۳۳۷]

امام عقیلی فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے اور روح منکر الحدیث ہے۔ [الضعفاء الکبیر۶:۵۶]

(۲) شرح صحیح مسلم۱:۹۷۔

قاضی عیاض لکھتے ہیں: وهو حديث باطلٌ' لاأصل له عندأهل الحديث. [إكمال المعلم ۱:۱۳۷]

''یہ روایت باطل ہے' اور حدیث کا علم رکھنے والے علماء کے نزدیک اس کی کوئی اصل واَساس نہیں ہے۔''

(۳) امام ابن حبان لکھتے ہیں: روح، ثقہ راویوں کے نام سے موضوع روایات نقل کرتا ہے، اس کی روایت کو لکھنا جائز نہیں، اس کی یہ روایت موضوع ہے، یہ ارشاد نہ تو رسول اللہ ﷺ کا ہے اور نہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے اس کو بیان کیا ہے، نہ تو سعید بن المسیب نے اس کا ذکر کیا ہے اور نہ زہری نے یہ کہا ہے، یہ اسلام میں اہل کوفہ کا اپنی جانب سے اختراع ہے اور ہر وہ چیز جو سنت کے خلاف ہو وہ متروک ہے اور اس کا قائل مہجور ہے۔

[المجروحین۱:۲۹۸-۲۹۹]

۲۷۲- تَفتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى سَبعِينَ فِرقَةً، كُلُّهُم فِي الجَنَّةِ إلّا فِرقَةً وَّاحِدَةً، قَالُوا: یارسول اللّٰه مَن هُم؟ قال: الزَّنادِقَةُ، وهم القَدَرِیَّةُ (۱).

”میری امت ستر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سب کے سب سوائے ایک فرقے کے جنتی ہوں گے۔ پوچھا گیا: یارسول اللہ! وہ ایک فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: زندیق اور قدریہ۔“

سیوطی نے اللآلي میں لکھا ہے کہ: لا أصل له (۲)؛ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ روایت ان الفاظ میں موجود نہیں، ورنہ یہ حدیث موجود ہے کہ میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی، اس حدیث کو ابوداود اور ترمذی نے نقل کیا ہے، نیز ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے اور اسے ابن ماجۃ، ابن حبان اور حاکم نے اپنی صحیحین (۳) میں روایت کیا ہے۔

حاکم کہتے ہیں: یہ اصول میں بہت بڑی حدیث ہے (۴)۔

زرکشی کہتے ہیں: اسے بیہقی نے سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت کر کے صحیح قرار دیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: اِفتَرَقَتِ اليَهُودُ عَلَى إحدَى وَّسَبعِينَ فِرقَةً، وَتَفَرَّقَتِ النَّصَارَى عَلَى إثنَتَينِ وَسَبعِينَ فِرقَةً، وَتَفتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَّسَبعِينَ فِرقَةً (۵).

”کہ یہود کے اکہتر فرقے ہوئے۔ نصاریٰ کے بہتر فرقے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم

---

(۱) الضعفاء الکبیر ۴: ۲۰۱، بذیل ترجمہ: معاذ بن یاسین الزیات: ۱۷۸۲؛ اور لکھا ہے ابرد بن اشرس سے روایت کرتا ہے۔ مجھول ہے اور اس کی روایت غیر محفوظ ہوتی ہے۔

(۲) اللآلی المصنوعۃ میں ایسی کوئی بات نہیں۔

(۳) امام ابن حبان اور امام حاکم کی کتابوں کے بارے میں صحیحین کا لفظ ایک نیا استعمال ہے۔ اگر ملا علی قاری امام زرکشی کی عبارت خود پڑھ لیتے تو اچھا ہوتا۔ امام زرکشی نے لکھا ہے کہ: وأخرج الحاکم وابن حبان في صحیحه. [التَّذكرة في الأحاديث المشتهرة: ۱۶۵، بذیل حدیث: ۲۲۱]

”حاکم اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اسے نقل کیا ہے۔“

(۴) امام حاکم کی عبارت میں ”کبیر“ کا لفظ موجود نہیں۔ اُن کی عبارت یہ ہے:

هٰذَا حدیثٌ کَثُرَ في الأصول. [المستدرک ۱: ۶]

(۵) الجامع الصغیر، حدیث: ۱۲۲۳

ہو جائے گی۔‘‘

جیسا کہ سیوطی کی الجامع الصغیر میں ہے۔اور ترمذی کی ایک روایت میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ: إنَّ بَنِي إسرائيل تفرَّقت عَلٰى اثنتين و سَبعينَ مِلَّةً ، وتَفتَرِقُ أمَّتِي عَلٰى ثلاثٍ و سبعينَ مِلَّةً كُلُّهُم فِي النَّارِ إلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً، قالوا: مَن هِيَ يارَسولَ اللّٰه؟ قَالَ : ما أنَا عَلَيه و أصْحَابِي (۱).

’’بنی اسرائیل بہتر فرقوں پر تقسیم ہوئے اور میری امت تہتر فرقوں پر تقسیم ہوگی۔ایک فرقہ کے علاوہ سب کے سب دوزخ میں ہوں گے۔صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کون سا فرقہ ہوگا۔آپ نے فرمایا: جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔‘‘

احمد اور ابوداود کی ایک روایت میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

اثنَتَان و سَبعُونَ في النَّار، و واحِدَةٌ فِي الجَنَّةِ وهِيَ الجَمَاعَة (۲).

’’بہتر دوزخ میں اور ایک جنت میں ہوگا اور وہ جماعت ہوگی۔‘‘

یہ حدیث مشکاۃ اور اس کی شرح مرقاۃ میں ہے (۳)۔

۲۷۳- تَفَقَّهُوا قَبلَ أنْ تُسَوَّدُوا (۴).

’’بوڑھے ہونے سے پہلے دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرو۔‘‘

یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔کہا جاتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ شادی سے قبل علم حاصل کرو اس لیے کہ شادی کرنے کے بعد تم گھروں والے ہو جاؤ گے اور تمہارے خادم بھی ہوں گے، اور اسی لیے کہا جاتا ہے کہ: ضَاعَ العِلْمُ فِي أفْخَاذِ النِّسَاءِ (۵).

’’علم، عورتوں کی رانوں میں ضائع ہو گیا۔‘‘

---

(۱) سنن ترمذی، کتاب الایمان [۴۱] باب [۱۸] حدیث: ۲۶۴۱

(۲) مسند احمد ۴: ۱۰۲، سنن ابی داود، کتاب السنۃ [۳۴] باب شرح السنۃ [۱] حدیث: ۴۵۹۷

(۳) مشکاۃ المصابیح، کتاب الایمان، حدیث: ۱۷۲؛ مرقاۃ المفاتیح ۱: ۴۲۰

(۴) صحیح بخاری، تعلیقاً ۱: ۳۰، کتاب العلم [۳] باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ [۱۶]

(۵) مصنف اس کا ذکر ’’حرف ضاد‘‘ کے تحت دوبارہ کریں گے۔

ثوری کہا کرتے تھے کہ:

مَن أسرعَ للرِّياسةِ أضرَّ بكثيرٍ من العلمِ ومَن لَّم يُسرِعْ كَتَبَ ثمَّ كَتَبَ (۱).

''جس کو ریاست جلدی میں ملی اسے علم کے سلسلے میں بڑا نقصان پہنچا اور جسے ریاست واختیار دیر سے ملی' وہ لکھے گا' لکھے گا اور لکھے گا[یعنی: عالم بنے گا]۔''

اور اس کا معنیٰ نہایت عام ہے (۲)۔

۲۷۴۔ تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ.

''ایک ساعت سوچنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

فاکہانی (۳) نے اسے فکرُ ساعَةٍ کے الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ سری سقطی (۴)

---

(۱) شعب الایمان ۲:۲۵۶' حدیث: ۱۶۷۰

(۲) امام ابوعبید قاسم بن سلام لکھتے ہیں کہ: معناهُ: تَعَلَّمُوا العلمَ مادُمتُم صِغاراً قَبلَ أن تَصِيرُوا سَادَةً رُؤَسَاءَ منظوراً إليكم' فإن لم تَعلَمُوا قبلَ ذٰلك استحييتم أن تَعَدَّمُوهُ بعدَ الكِبَرِ فَبَقِيتُم جُهَّالاً' لاتأخُذُونه من الأصاغرِ فيُزرِي ذٰلِكَ بِكُم. [غریب الحدیث ۲:۹۴]

''اس کا مطلب یہ ہے کہ بچپن میں علم حاصل کرو' ورنہ بڑے ہو کر تم سردار بن جاؤ گے اور لوگ تمہارے منتظر ہوں گے۔ اگر یہ وقت آنے سے پہلے تم علم کو حاصل نہیں کرو گے تو بڑھاپے میں اس کی عدم موجودگی کی وجہ سے تم شرم و حیا کی وجہ سے اسے حاصل نہ کرسکو گے اور اس طرح جاہل کے جاہل رہو گے اور تم اسے چھوٹوں سے بھی حاصل نہ کرسکو گے اس لیے کہ یہ بے عزتی سمجھی جاتی ہے۔''

اور علامہ زمخشری لکھتے ہیں: قال شَمِرٌ: أي: تَعَلَّمُوا قبلَ أن تُزَوَّجُوا فتَصِيرُوا أربابَ البيوتِ.

[الفائق فی غریب الحدیث ۲:۲۰۸]

''یعنی نکاح کرنے اور گھر کا مالک ہونے سے پہلے علم حاصل کرو۔''

(۳) عمر بن علی بن سالم بن صدقۃ اللخمی الاسکندری' تاج الدین فاکہانی۔ ۶۵۴ھ = ۱۲۵۶ء کو پیدا ہوئے۔ اسکندریہ سے تعلق تھا۔ نحوی عالم تھے۔ ۷۳۱ھ کو دمشق گئے جہاں حافظ ابن کثیر سے بھی ملاقات ہوئی۔ حج کیا اور اسکندریہ واپس لوٹے۔ ۷۳۴ھ = ۱۳۳۴ء کو وفات پائی۔ [الدرر الکامنۃ ۳:۱۷۸' الاعلام ۵:۵۶]

(۴) سری بن مغلس سقطی ابوالحسن۔ بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں ۲۵۳ھ = ۸۶۷ء کو وفات پائی۔ بہت بڑے صوفی تھے۔ بغداد میں سب سے پہلے انہوں نے صوفیاء کے احوال بیان کیے۔ جنید بغدادی کے ماموں اور استاذ تھے۔ اٹھانوے سال تک کسی نے اُنہیں آرام کرتے نہیں دیکھا۔ [حلیۃ الاولیاء ۱۰:۱۱۶' الاعلام ۳:۸۲]

کا کلام ہے۔

سیدنا ابن عباس اور سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے: فِكْرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ قِيَامِ لَيْلَةٍ.

''ایک ساعت کی فکر رات بھر کے قیام سے بہتر ہے۔''

اس روایت کو خطابی نے نقل کیا ہے۔ اسے سیوطی نے الجامع الصغیر میں ان الفاظ میں لکھا ہے:

فِكْرَةُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سِتِّينَ سَنَةٍ (۱).

''ایک ساعت کی فکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

---

(۱) یہ روایت مختلف طرق سے مختلف الفاظ میں مروی ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

– جعفر بن عبداللہ بن الصباح، از محمد بن حاتم المؤدب، از عمار بن محمد، از لیث، از سعید بن جبیر از سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ موقوفاً: تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ قِيَامِ لَيْلَةٍ. [کتاب العظمۃ: ۲۹۸، حدیث: ۴۲-[۱] حلیۃ الاولیاء ۱: ۲۰۹]

''ایک ساعت کی فکر ساری رات کی عبادت سے بہتر ہے۔''

اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم ہے جو اگرچہ ثقہ تھا لیکن اخیر عمر میں شدید اِختلاط کا شکار ہو گیا اور اس کی قبل از اختلاط اور بعد از اختلاط کی روایتیں آپس میں اس طرح گڈمڈ ہو گئیں جن میں جدائی مشکل ہو گئی اس لیے اس کی روایات بالکلیہ متروک ہیں۔ [تقریب التھذیب: ۴۹۵، ترجمہ: ۵۶۸۵]

– عبداللہ بن محمد بن زکریا، از عثمان بن عبداللہ القرشی، از اسحاق بن نجیح الملطی، از عطاء الخراسانی از سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً: فِكْرَةُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سِتِّينَ سَنَةٍ. [کتاب العظمۃ: ۲۹۹-۳۰۰، حدیث: ۴۳-[۲]

''ایک ساعت کی فکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔''

اس کی سند میں اسحاق بن نجیح ملطی ہے جس کے بارے میں امام ابوحاتم فرماتے ہیں: سب جھوٹوں سے بڑھ کر جھوٹا تھا۔ [الجرح والتعدیل ۲: ۲۳۳]

امام یحییٰ بن معین سے اسی راوی کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ضعیف تھا۔ اللہ اس پر رحم نہ کرے۔ [التاریخ ۲: ۲۷، ۴: ۴۳۴]

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: بہت بڑا جھوٹا تھا۔ [الضعفاء والمتروکین ۱: ۱۰۴]

اور امام ابن حبان فرماتے ہیں: دجالوں میں سے تھا۔ ظاہر باہر رسول اللہ ﷺ پر احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ [المجروحین ۱: ۱۴۴، ترجمہ: ۵۸]

حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: جھوٹ بولنے اور احادیث وضع کرنے میں معروف ومشہور ہے۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۱: ۵۳۵، ترجمہ: ۱۵۵] ......

۲۷۵- اَلتَّكَبُّرُ عَلَى الْمُتَكَبِّرِ صَدَقَةٌ .
”متکبر کے سامنے تکبر کرنا بھی صدقہ ہے۔“

......اس کا ایک اور راوی عثمان بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان ہے جو موضع نصیبین میں رہائش پذیر تھا۔ ہر جگہ ثقات کے نام لے کر مناکیر روایت کرتا ہے اور اس کی روایات موضوع ہوتی ہیں۔
[الکامل فی ضعفا الرجال ۶:۳۰۱ ترجمہ: ۳۶۸-[۱۳۳۶]
اسی وجہ سے حافظ ابن الجوزی اور علامہ محمد طاہر ہندی فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں کیوں کہ اس کی سند میں دو جھوٹے راوی ہیں۔[الموضوعات ۳:۱۴۴ تذکرۃ الموضوعات: ۱۸۹]
جب کہ حافظ عراقی فرماتے ہیں: اس کی سند ضعیف ہے۔[المغنی عن حمل الاسفار ۴:۴۲۳]
حافظ سیوطی نے حافظ ابن الجوزی کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حافظ عراقی نے اسے ضعیف کہا ہے [موضوع نہیں] پھر مزید برآں اس کا ایک شاہد بھی موجود ہے اُس شاہد اور تابع کو انہوں نے باسند یوں نقل کیا ہے: سعید بن ميسرة قال: سمعت أنس بن مالك رضي الله عنه يقول: تفكر ساعة في اختلاف الليل و النهار خير من عبادة ألف سنة. [اللآلی المصنوعۃ ۲:۲۷۶]
”سعید بن میسرہ کہتے ہیں: میں نے انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ دن کے الٹنے پلٹنے کے سلسلے میں ایک گھڑی غور و فکر کرنا ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے۔“
اس سلسلے میں عرض ہے کہ:
- یہ روایت موقوف ہے۔
- اس میں ثواب کی مقدار ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہونے کا ذکر ہے، یہ تو صریح تضاد ہے۔ ساٹھ اور ہزار سال کے مابین جو تفاوت ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔
- اس سند میں سعید بن میسرہ ہے جس کے بارے امام بخاری فرماتے ہیں: وہ سعید بن میسرۃ البکری جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے اُس کے پاس مناکیر ہیں۔[التاریخ الصغیر ۲:۱۵۱]
امام حاکم فرماتے ہیں: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے نام سے موضوع روایات کرتا ہے اور امام یحییٰ بن سعید نے اس کی تکذیب کی ہے۔[المَدخل إلى الصَّحِيح ۱:۱۵۲ ترجمہ: ۴۴ میزان الاعتدال ۲:۱۶۰]
امام ابن حبان فرماتے ہیں: اس کی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں، اُن کے نام موضوع روایات نقل کرتا ہے۔[المجروحین ۱:۳۹۶-۳۹۷ ترجمہ: ۳۸۰]
اہل علم خوب جانتے ہیں کہ اس مکذوب روایت کو بطور شاہد پیش کر کے امام سیوطی نے کوئی علمی کام نہیں کیا، بلکہ وہ ایک مکذوب روایت کو دوسری مکذوب روایت کے بل بوتے پر صحیح ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

رازی کہتے ہیں: یہ ایک مشہور کلام ہے[1]۔ میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: اس کا معنیٰ منقول ہے۔

۲۷۶- التَّکْبِیْرُ جَزْمٌ. "تکبیر، جزم ہے[2]۔"

سخاوی کہتے ہیں: مرفوع حدیث میں اس کی کوئی اصل نہیں اگرچہ رافعی نے اسے روایت کیا ہے۔

---

(۱) علامہ محمد بن محمد بن مصطفیٰ بن عثمان ابوسعید الخادمی الحنفی لکھتے ہیں: التَّکَبُّرُ علی الْمُتَکَبِّرِ صدقةٌ لأنه إذا تَوَاضَعْتَ له تَمَادَی في ضلاله وإذا تكَبَّرْتَ عليه تَنَبَّهَ، ومن هنا قال الشافعي: تكَبَّر على الْمُتَكَبِّرِ مَرَّتَيْنِ وقال الزهري: التَّكَبُّرُ على أبناءِ الدُّنيا أوثَقُ عُرَى الإسلام، وعن أبي حنيفة: أظْلَمُ الظَّالمينَ مَن تَواضَعَ لمن لا يلتَفِتُ إليه، **وقيل**: قد يكون التكبر لِتَنْبِيهِ الْمُتَكَبِّرِ، لَا لِرَفْعَةِ النَّفْسِ فيكون محموداً كالتَّكَبُّرِ على الجُهَلاءِ والأغبياء. قال يحيى بن معاذ: التَّكَبُّرُ على مَن تَكَبَّرَ عليك بِمَالِهِ تواضُعٌ.

[بَرِيقَةٌ محمودِيَّةٌ في شرح طريقةٍ مُحَمَّدِيَّةٍ ۲:۱۸۶]

"متکبر کے سامنے تکبر کرنا بھی صدقہ ہے اس لیے کہ جب تم اس سے تواضع سے پیش آ ؤ گے تو اُس کی گمراہی مزید بڑھے گی اور جب تم اُس کے سامنے تکبر کرو گے تو وہ متنبہ ہو جائے گا۔ امام شافعی کہا کرتے تھے کہ متکبر کے سامنے دو بار تکبر کرو۔ امام زہری کہا کرتے تھے: دنیا دار لوگوں کے سامنے تکبر کرنا اسلام کی سب سے مضبوط اور بااعتماد رسی ہے۔ امام ابوحنیفہ کہا کرتے تھے کہ سب ظالموں سے بڑھ کر ظالم وہ ہے جو ایسے لوگوں سے تواضع سے پیش آتا ہے جو اُس کی طرف اِلتفات ہی نہیں کرتے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تکبر اس لیے کی جاتی ہے کہ متکبر کو تنبیہ ہو جائے۔ اس لیے نہیں کہ خود کو اُس سے بڑا ثابت کیا جائے۔ اس لیے محمود ہے جیسا کہ جہلاء اور اغبیاء کے سامنے تکبر! یحییٰ بن معاذ رازی کہا کرتے تھے کہ یہ بھی تواضع ہی ہے کہ جب کسی ایسے متکبر کے سامنے تکبر کیا جائے جو اپنے مال کی بنیاد پر تجھ پر تکبر کرے۔"

(۲) التَّكْبِيرُ جَزْمٌ وَالتَّسْلِيمُ جَزْمٌ: اس کا مطلب عمومی طور پر یہ بتایا جاتا ہے کہ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کی "راء" اور رَحْمَةُ اللّٰه کی "ہاء" کو جزم دینا چاہیے، نہ کہ حرکت۔ امام ابن الاثیر نے اسی قول کو اختیار کیا ہے جو لکھتے ہیں کہ:

أراد أنهما لَا يُمَدَّانِ ولَا يُعْرَبُ أواخِرُ حروفهما، ولكن يُسَكَّنُ، فيقال: اَللّٰهُ اَكْبَرْ، والسَّلَامُ عليكم ورحمة اللّٰه. والجزمُ: القَطْعُ، ومنه سُمِّيَ جَزْمُ الإعرابِ، وهو السُّكونُ. [النهاية: ۲۲۳]

حافظ ابن حجر کو اس تحقیق سے اختلاف ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: **تنبیه**: حذفُ السَّلام: الإسراعُ به، وهو المرادُ بقوله "جَزْمٌ"، وأمَّا ابنُ الأثير في النهاية فقال: معناهُ أنَّ التكبيرَ والسَّلام لا يُمَدَّانِ، ولا يُعربُ التَّكبير، بل يُسكَنُ آخره، وتَبِعَهُ المُحِبُّ الطَّبَرِي، وهو مُقْتَضَى كلام الرافعي في الإستدلال به على أن التكبير جزمٌ لا يُمَدُّ، **قلتُ**: وفيه نَظَرٌ، لأنَّ استعمال لفظ الجزم في مقابل الإعراب اصطلاح حادثٌ لأهل العربية، فكيف تحمل عليه الألفاظ النبوية؟. [تلخیص الحبیر ۱:۵۵۱، بذیل حدیث: ۳۳۳]

یہ ابراہیم نخعی کا قول ہے جیسا کہ ترمذی نے اسے اپنی جامع میں نقل کی ہے۔امام ترمذی فرماتے ہیں: ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ: التَّکْبِیْرُ جَزْمٌ وَالسَّلَامُ جَزْمٌ (۱).

''تکبیر، جزم ہے اور سلام بھی جزم ہے۔''

سیوطی نے کہا ہے: یہ سعید بن منصور (۲) نے اپنی سنن میں ابراہیم نخعی سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ: التَّکْبِیْرُ جَزْمٌ وَالقراءَۃُ جَزْمٌ والأذَانُ جزمٌ (۳).

''تکبیر، جزم ہے' قراءۃ جزم ہے اور اذان، جزم ہے۔''

انہوں نے ایک دوسری سند سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ: کَانُوْا یَجْزِمُوْنَ التَّکْبِیرَ (۴).

''وہ [یعنی: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم] تکبیر کو جزم سے پڑھتے تھے۔''

اس سے مراد لفظ کو نہ کھینچنا ہے۔ میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: اس سے مراد وقف ہے یعنی

---

(۱) سنن ترمذی' ابواب الصلاۃ [۲] باب ما جاء ان حذف السلام من السنۃ [۲۲۳] حدیث: ۲۹۷

(۲) سعید بن منصور بن شعبہ' ابوعثمان' خراسانی' طالقانی' بلخی' مکی۔ حافظ حدیث' امام اور شیخ الحرم تھے۔ خراسان میں پیدا ہوئے۔ خراسان' حجاز' عراق' مصر' شام اور الجزیرۃ وغیرہ میں علم حاصل کیا۔ امام مالک کے شاگرد رہے ہیں۔ رمضان ۲۲۷ھ کو مکہ مکرمہ میں اَسّی سال کی عمر میں وفات پائی۔ [سیر اَعلام النبلاء ۱۰: ۶۸۶' ترجمہ: ۲۰۷]

(۳) الدُّرَرُ المنتثَرة في الأحاديث المشتَهرة: ۹۹' حدیث: ۱۷۴؛ اس حوالے میں قصور یہ ہے کہ یہی بات حافظ سیوطی سے پہلے حافظ سخاوی نے المقاصد الحسنۃ: ۲۶۳' بذیل حدیث: ۳۴۵ میں کی ہے۔ ملا علی قاری کی اس حدیث کے تحت پوری کی پوری عبارت المقاصد الحسنۃ سے ماُخوذ ہے۔

(۴) المقاصد الحسنۃ: ۲۶۳' بذیل حدیث: ۳۴۵' الدُّرَرُ المنتثَرة في الأحاديث المشتَهرة: ۹۹' حدیث: ۱۷۴؛ اس حوالے میں بھی وہی سابق قصور ہے۔

حافظ سیوطی نے اس حدیث کے بارے میں اپنی کتاب الحاوی للفتاوی ۱: ۳۴۶-۳۴۷ میں ایک خاص رسالہ الجوابُ الحَزم عن حديث التكبير جزم کے نام سے لکھا ہے جس میں انہوں نے حافظ ابن حجر کے حوالے سے زیر بحث روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حدیث نبوی نہیں ہے بلکہ ابراہیم نخعی کا قول ہے اور لفظ جزم کا معنی یہ ہے کہ اللہ اکبر کو لمبا کر کے نہ پڑھا جائے بعد ازاں اس قول کو ذکر کیا ہے کہ جزم کی تفسیر یہ ہے کہ اس کے آخر کو اِعراب نہ دیا جائے بلکہ ساکن کر کے پڑھا جائے اس تفسیر کے بعد اس کا درج ذیل تین وجوہ سے رد کیا ہے:

–اس روایت کے راوی نے جزمٌ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسے لمبا کر کے نہ پڑھا جائے۔=

اَللّٰـهُ أَكْبَرُ کو مابعد سے پیوست نہ کیا جائے اس لیے کہ یہ کلام تام ہے۔یعنی پورا جملہ ہے اور یہی حکم قراءت کا بھی ہے کہ فواصلِ آیات پر وقف مستحب ہے۔

۲۷۷-اَلتَّکَلُّفُ حَرَامٌ .

''تکلف ممنوع ہے۔''

ابن الدیبع کہتے ہیں (۱): ان الفاظ کے ساتھ میں اس حدیث کو نہیں جانتا ہاں صحیح بخاری میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں: نُهِينَا عَنِ التَّكَلُّفِ (۲).

''ہمیں تکلف سے منع کیا گیا تھا۔''

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: حاصل یہ ہے کہ اس کا مفہوم ثابت ہے اور اس کی تائید وہ حدیث بھی کرتی ہے جسے ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں سیدنا زبیر بن العوّام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ وَصَالِحِي أُمَّتِيْ بُرَآءٌ مِّنَ التَّكَلُّفِ (۳).

''اے اللہ! میں اور میری امت کے نیک لوگ تکلف سے بری ہیں۔''

نیز ابن عساکر نے اسے زبیر بن ابی ہالہ (۴) یعنی ابن سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا (۵) سے ان الفاظ

...... جب کہ راوی کی تفسیر کسی اور عالم کی تفسیر کے مقابلے میں زیادہ معتبر ہوتی ہے۔

-حدیث کا علم رکھنے والے اور فقہاء نے جزمؒ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسے لمبا کر کے نہ پڑھا جائے۔

-جزمؒ کی تفسیر ''اِعرابی سکون'' سے کرنا نسبتاً نئی اصطلاح ہے۔رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اس اصطلاح کا کوئی وجود نہیں تھا۔

(۱) تمییز الطیب من الخبیث: ۶۹، بذیل حدیث: ۴۵۶

(۲) صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ [۹۷] باب ما یکرہ من کثرۃ السؤال وتکلف مالا یعنیہ [۳] حدیث: ۷۲۹۳

(۳) اُنھوں نے حدیث کو ان الفاظ میں لکھا ہے: أللهم إني وصالحُ أمتي برآء من كل مُتَكَلِّفٍ.
[تاریخ مدینۃ دمشق الکبیر ۳۵: ۲۷۷]

(۴) زبیر بن ابی ہالہ نام کے کسی شخص کا ذکر سوائے ابن ابی حاتم کے کسی اور نے نہیں کیا اور انھوں نے اس پر اپنے تحفظ کا ذکر اس طرح کیا: الزبير بن أبي هالة من رواية سيف بن عمر، وهو متروك الحديث فلم أكتب......

میں نقل کیا ہے: أنَا وَأُمَّتِي بُرَآءٌ مِّنَ التَّكَلُّفِ (۱).

''میں اور میری امت تکلف سے بری ہیں۔''

اس مضمون کو اِس آیتِ کریمہ سے اخذ کیا جا سکتا ہے: وَمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ. [سورۃ ص ۸۶:۳۸]

''اور میں تکلف کرنے والوں سے نہیں ہوں۔''

۲۷۸- تَمْكُثُ إِحْدَاكُنَّ شَطْرَ عُمُرِهَا لَا تُصَلِّي.

''تم میں سے ہر ایک عورت اپنی عمر کے ایک حصہ تک نماز سے رُکی رہتی ہے۔''

زرکشی نے اسے شَطْرَ دَهْرِهَا کے الفاظ میں نقل کیا ہے۔ ابن مندۃ کہتے ہیں: یہ روایت کسی بھی طرح ثابت نہیں۔ ابن الجوزی کہتے ہیں: میں ان الفاظ میں اس روایت کو نہیں پہچانتا۔ نووی کہتے

-حواشی صفحہ سابقہ-

ما رَوَى ومن رَوَى عنه. [الجرح والتعدیل ۳:۵۷۹، ترجمہ: ۲۶۳۰]

''زبیر بن ابی ہالہ کہ روایت سیف بن عمر کی سند سے پہنچی ہے جب کہ سیف بن عمر متروک الحدیث ہے اس نے جو روایتیں نقل کی ہیں اور جنھوں نے اس سے روایتیں لی ہیں میں اُن سے روایت نہیں لیتا۔''

حافظ ابونعیم اور علامہ ابن الاثیر الجزری نے امام ابوحاتم کے حوالے سے اسی ''زبیر'' کو زبیر بن ابی ہالہ لکھا ہے۔

[معرفۃ الصحابۃ ۲:۳۱۹، ترجمہ: ۱۰۰۲، اسد الغابۃ: ۴۰۹، بذیل ترجمہ: ۱۷۳۳]

جس پر حافظ ابن حجر نے اپنے تحفظ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ: لكن قد وقع في كثير النُّسَخِ عن الزبير بن العوام. [الاصابۃ ۱:۵۴۷، بذیل ترجمہ الزبیر بن ابی ہالہ: ۲۷۹۰]

''بہت سے نسخوں میں زبیر بن ابی ہالہ کے بجائے سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔''

(۵) خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزّٰی قریش سے تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی پہلی زوجہ محترمہ تھیں۔ ۶۸ قبل ہجرت = ۵۵۶ء کو مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئیں۔ شرف و مال داری والے گھر میں پلیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ساری اولاد سوائے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے اُن کے بطن سے ہوئی۔ سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ ۳ قبل ہجری = ۶۲۰ء کو مکہ معظّمہ میں وفات ہوئیں۔ [سیر اعلام النبلاء ۲:۱۰۹، الاعلام ۲:۳۰۲]

-حواشی صفحہ ہذا-

(۱) ابن عساکر کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: وَإِنِّي بَرِئٌ مِنَ التَّكَلُّفِ وَصَالِحُ أُمَّتِي.

[تاریخ مدینۃ دمشق الکبیر ۳۵:۲۷۸، حدیث: ۷۱۸۸]

اس حدیث کے بارے میں امام نووی سے پوچھا گیا تو اُنہوں نے فرمایا:

لَيسَ هُوَ بِثَابِتٍ. [فتاوی الامام النووی: ۱۶۰، سوال: ۳۴۴] ''یہ ثابت نہیں ہے۔''

ہیں یہ روایت باطل ہے۔ بیہقی کہتے ہیں: مجھے تلاش کے باوجود اس کی سند نہیں ملی (۱)۔

پس حاصل کلام یہ ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت ثابت نہیں لیکن مفہوم کے لحاظ سے یہ اس حدیث کے قریب ہے جسے شیخین نے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

اَلَیْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ فَذَاكَ مِنْ نُقْصَانِ دِیْنِهَا (۲).

''جب عورت کو حیض آتا ہے تو وہ نہ تو نماز پڑھتی ہے اور نہ روزے رکھتی ہے یہ اس کے دین کی کمی ہے (۳)۔''

۲۷۹ـ تَنَاکَحُوْا تَنَاسَلُوْا أُبَاهِيْ بِکُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

''نکاح کرو۔ نسل پیدا کیا کرو۔ میں تم لوگوں کے ذریعہ قیامت کے دن فخر کروں گا۔''

اس مفہوم کی روایتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مروی ہیں۔ سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن بیہقی وغیرہ میں سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ (۴) سے مرفوعاً مروی ہے کہ:

---

(۱) یہ پوری عبارت امام زرکشی کی ہے۔ [التّذكرة في الأحاديث المشتهرة: ۴۲، بذیل حدیث: ۲۹]

ـ امام نووی لکھتے ہیں: حديثٌ باطلٌ، لا يُعرفُ، وإنما ثبت في الصحيحين: تَمكُثُ الليالِيَ ما تُصَلِّي.

[المجموع شرح المهذب ۲: ۴۰۰]

ـ امام ابن مندۃ کی عبارت کو امام ابن دقیق العید نے اس طرح نقل کیا ہے: و ذَكَرَ بعضُهم عن النبي ﷺ أنه قال: تمكث نصف دهرها، لاتصلي. ولا يثبت هذا من وجهٍ من الوجوه.

[الإمام في معرفة أحاديث الأحكام ۳: ۲۱۳]

ـ امام بیہقی لکھتے ہیں: وأمّا الذي يذكره بعضُ فقهائنا في هذه الرواية من قعودها شطر عمرها أو شطر دهرها لا تُصلِّي. فقد طَلَبْتُهُ كثيراً فلم أجدهُ في شيءٍ من كتب أصحاب الحديث، ولم أجد له إسناداً بحال. [معرفة السنن والآثار: ۳۶۷]

(۲) صحیح بخاری، کتاب الحیض [۶] باب ترک الحائض الصوم [۷] حدیث: ۳۰۴، صحیح مسلم، کتاب الایمان [۱] باب بیان نقصان الایمان بنقص الطاعات [۳۴] حدیث: ۱۳۲-[۸۰]

(۳) لیکن اس دینی نقصان کی وجہ اُن کی پیدا کردہ نہیں اس لیے اس کی ذمہ داری اُن پر عائد نہیں ہوتی۔

(۴) مَعقِل بن یَسار بن عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ۔ صحابی ہیں۔ حدیبیہ سے پہلے اسلام قبول کیا۔ بیعتِ رضوان میں شریک تھے۔ رہائش بصرہ میں تھی اور وہیں ۶۵ھ = ۶۸۵ء کے لگ بھگ وفات پائی۔

[الاصابۃ ۳: ۴۴۷، ترجمہ: ۸۱۴۲، الاعلام ۷: ۲۷۱]

تَزَوَّجُوا الْوَلُودَ الْوَدُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ (۱).

”زیادہ بچے پیدا کرنے والی اور محبت کرنے والی عورتوں سے شادی کیا کرو۔ میں تمہارے ذریعہ دیگر امتوں پر کثرت حاصل کروں گا۔“

احمد اور بیہقی نے بھی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت نقل کی ہے جسے ابن حبان اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے (۲)۔

۲۸۰- اَلتَّوَكُّؤُ عَلَى الْعَصَا مِنْ سُنَّةِ الْأَنْبِيَاءِ.

”لاٹھی پر ٹیک لگانا انبیاء کی سنت ہے۔“

یہ کلام تو صحیح ہے لیکن اس کے لیے کوئی واضح اصل موجود نہیں۔ اس مضمون کو اس آیت کریمہ سے اخذ کیا جا سکتا ہے: وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى. [سورۃ طٰہٰ ۲۰:۱۷]

”اور اے موسیٰ! تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے۔“

بعض اوقات رسول اللہ ﷺ سے بھی عصا لینا ثابت ہے۔ میں نے اسے ایک رسالہ میں بیان کیا ہے (۳)۔ اور اس حدیث کی کوئی اصل نہیں جس میں مذکور ہے کہ:

مَنْ بَلَغَ الْأَرْبَعِينَ وَلَمْ يُمْسِكِ الْعَصَا فَقَدْ عَصٰى (۴).

”جو چالیس سال کو پہنچ جائے اور لاٹھی نہ لے، اُس نے نافرمانی کی۔“

---

(۱) سنن ابی داود، کتاب النکاح [۶] باب النھی عن تزویج من لم یلد من النساء [۴] حدیث: ۲۰۵۰، سنن نسائی، کتاب النکاح [۲۶] باب کراھیۃ تزویج العقیم [۱۱] حدیث: ۳۲۲۷، السنن الکبریٰ، بیہقی ۷:۸۱

(۲) مسند احمد ۳:۱۵۸، السنن الکبریٰ، بیہقی ۷:۸۱، صحیح ابن حبان ۹:۳۸۸، حدیث: ۴۰۲۸

(۳) یہ مختصر سا رسالہ ہے جو حال میں ڈاکٹر انس محمد جاسم مشھدانی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

(۴) اس حدیث کے بارے میں ملا علی قاری سے پوچھا گیا تھا جس کا جواب انہوں نے یہ دیا: أنَّ الحديثَ المذكورَ لا أصل له في السُّنَّةِ، ولا وَرَدَ أنه ﷺ كان يحملها دائماً بين الأمةِ وإنَّما ثبت أنه كان يَتَّكِئُ عليها أحياناً حالَ الخطبة. [الإنباء بأنَّ العصا مِن سنن الأنبياء:۱]

”مذکورہ حدیث کی سنت میں کوئی اصل و اَساس نہیں۔ اور یہ بھی ثابت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ دائمی طور پر اپنے پاس عصا رکھتے ہوں۔ صرف یہ ثابت ہے کہ آپ کبھی کبھار خطبہ کے دوران لاٹھی کے سہارے کھڑے ہوتے تھے۔“

۲۸۱-التَّهْنِئَةُ بِالشُّهُورِ وَالأَعْيَادِ مِمَّا اعتَادَهُ النَّاسُ في بَعْضِ البِلَادِ لَم يَرُدْ فِيهِ شَيئٌ صَرِيحٌ فِي هٰذَا المَبْنَى.

''مختلف مہینوں یا عیدوں میں جیسا کہ بعض ملکوں میں لوگوں کی ایک دوسرے کو مبارک باد دینے کی عادت ہے' اس کے بارے مین کوئی صریح حدیث موجود نہیں۔''

ہاں معنیٰ کے لحاظ سے یہ صحیح ہے اس لیے کہ سیدنا خالد بن معدان رضی اللہ عنہ (۱) عید کے روز سیدنا واثلۃ ابن الاسقع رضی اللہ عنہ سے ملے تو فرمایا: تَقبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْكَ.

''اللہ تعالیٰ ہم سے اور آپ سے قبول فرمائے۔''

سیدنا واثلہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں اللہ تعالیٰ ہم سے بھی اور آپ سے بھی قبول فرمائے۔ بعض نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی منسوب کیا ہے (۲) لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے۔

---

(۱) خالد بن معدان بن ابی کرب الکلاعی ابوعبداللہ' ثقہ تابعی ہیں۔ زہد و عبادت میں اپنی مثال آپ تھے۔ یمن سے تعلق تھا۔ حمص [شام] میں رہائش تھی۔ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے شرطۃ [پولیس] میں ملازم تھے۔ لوگوں کو جب جہاد کی طرف بلاتے تو سب سے پہلے اپنا خیمہ نصب کرتے۔ بکثرت تسبیح پڑھنے والے تھے۔ ۷۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔ ۱۰۴ھ=۷۲۲ء کو وفات پائی تو اُن کی تسبیح کی انگلی حرکت کرنے لگی' گویا کہ تسبیح پڑھتی ہے۔ [تاریخ مدینۃ دمشق ۱۶: ۱۸۹-۲۰۵' ترجمہ: ۱۹۱۶' الاعلام ۲: ۲۹۹]

(۲) ملا علی قاری کا اشارہ اس روایت کی طرف ہے جس میں سیدنا واثلۃ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لقيت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فقلت: تقبل الله منا ومنك' قال: نعم' تَقبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا ومنك.

[السنن الکبریٰ ۳: ۳۱۹' فتح الباری ۳: ۳۱۹]

''میں عید کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اور انہیں تَقبَّلَ اللّٰه مِنَّا وَمِنْكَ کہا یعنی ''اللہ ہم سے اور آپ سے اعمال صالحہ قبول فرمالے۔'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! پھر آپ نے بھی تَقبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْكَ سے دعاء فرمائی۔''

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ:

-اس کا ایک راوی محمد بن ابراہیم بن العلاء شامی دمشقی ہے، جو شامیین پر احادیث وضع کرتا تھا۔

[المجروحین ۲: ۳۱۸' ترجمہ: ۱۰۰۳]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: کذاب تھا۔ [میزان الاعتدال ۳: ۴۴۶]

امام ابن حبان نے زیر بحث روایت کو اُس کے وضعی روایات کے نمونہ کے طور پر پیش کی ہے۔

[المجروحین ۲: ۳۱۹] ......

–اس کا ایک راوی بقیۃ بن ولید ہے جس کے بارے میں محدثین کا یہ متفق علیہ فیصلہ ہے کہ اُس کی روایات ناصاف ہوتی ہیں لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔[الجرح والتعدیل ۲:۴۳۵]

–یہ روایت معنعن ہے اور اس کا راوی بقیۃ بن ولید مدلس ہے جو کثرت کے ساتھ ضعفا اور مجاہیل سے تدلیس کرتا ہے۔[تعریف اہل التقدیس:۱۲۱]

عید کی مبارک بادی کے بارے میں علامہ حلبی حنفی نے لکھا ہے: واختُلِف في قول الرجل لغيره يوم العيد: تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّاوَمِنْكَ، رُوي عن أبي أمامة الباهلي وواثلة بن الأسقع رضي الله عنهما أنهما كانا يقولان ذلك. قال ابن حنبل: إسنادُ حديث أبي أمامة رضی اللہ عنہ جيدٌ، وروي مثله عن ليث بن سعد، وقال أحمد بن حنبل لا بأس به، وذُكر هذه المسئلة في القنية واختلاف العلماء فيها ولم يذكر الكراهة عن أصحابنا، وعن مالك أنه كرههُ وقال: هو من فعل الأعاجم، وعن الأوزاعي: أنه بدعةٌ، والأظهر أنه لا بأس به.
[کبیری شرح منیۃ المصلی:۵۷۳]

’’تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّاوَمِنْكَ کے بارے میں اختلاف ہے، سیدنا ابواُمامہ باہلی اور سیدنا واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ میں عید کی مبارک بادی ثابت ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوامامۃ باہلی رضی اللہ عنہ کی روایت کی سند جید [کھری] ہے، اسی طرح لیث بن سعد بھی فرماتے ہیں۔ امام احمد یہ بھی فرماتے ہیں کہ عید کی مبارک بادی دینے میں کوئی حرج نہیں۔ قنیہ میں یہ مسئلہ اور اس میں اختلاف کی ساری بحث موجود ہے لیکن اُنھوں نے ائمہ احناف سے اس کے بارے میں کراہت کی کوئی بات نہیں لکھی۔ امام مالک سے منسوب ہے کہ وہ اسے مکروہ سمجھتے تھے اور اسے عجمیوں کا کام کہتے ہے۔ امام اَوزاعی اسے بدعت کہتے ہیں، مگر سب سے زیادہ ظاہر یہ ہے کہ عید مبارک کہنے میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ اس میں اثر [صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قول وفعل] موجود ہے۔‘‘

علامہ ابن الترکمانی نے محمد بن زیاد کے حوالے سے لکھا ہے کہ: كنتُ مع أبي أمامة الباهلي رضی اللہ عنہ وغيره من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم فكانوا إذا رجعوا يقول بعضهم لبعض: تقبل اللّٰہ مِنَّا ومنك. قال أحمد بن حنبل: إسنادهُ إسنادٌ جيد. [الجوہر النقی علی السنن الکبریٰ، بیہقی ۳:۳۲۰]

’’میں سیدنا ابوامامۃ باہلی رضی اللہ عنہ اور دوسرے اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، جب وہ نماز عید پڑھ کر واپس آتے تو ایک دوسرے کو تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّاوَمِنْكَ کہتے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: اس کی سند جید [عمدہ اور کھری] ہے۔‘‘

حافظ ابن حجر عسقلانی نے محاملیات کے حوالے سے جبیر بن نفیر کی روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے: كان أصحاب رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا التقوا يوم العيد يقول بعضهم لبعضٍ: تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّاوَمِنْكَ.
[فتح الباری ۲:۴۴۶، کتاب العیدین [۱۳] باب سنۃ العیدین لاہل الاسلام [۳] بذیل ترجمۃ الباب]

’’صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب عید کے روز ایک دوسرے سے ملتے تو ایک دوسرے کو تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّاوَمِنْكَ کہتے۔‘‘

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔[فتح الباری ۲:۴۴۶] ......

......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان صحیح آثار سے عید مبارک کہنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

عیدین میں مصافحہ ومعانقہ

معانقہ اور مصافحہ ملاقات کے وقت مسنون ہے۔ جس سے کسی کو منع کرنے کا حق کسی مسلمان کو حاصل نہیں۔ عید کے روز یہاں یہ طریقہ ہے کہ ایک ہی گھر کے کئی افراد اکھٹے جا کر عید کی نماز پڑھتے ہیں۔ وہاں تقریر سن کر، نماز پڑھ کر، خطبہ سننے کے بعد گلے ملتے ہیں اور ایک بڑا ہنگامہ شروع ہو جاتا ہے اور اس پر التزام اتنا کہ کوئی اس فعل کے ترک کرنے پر راضی نہیں اور جو اللہ کے بندے اس عمل کو خلاف سنت ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں تو انہیں مختلف قسم کے طعنے دیے جاتے ہیں۔ انہیں تارک سنت گردانا جاتا ہے۔ افسوس کہ ایک بدعت اور روافض کی اپنایا جاتا ہے۔ اس بارے میں فقہائے کرام کے آراء ملاحظہ ہوں:

– **علامہ ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں:** و نُقِل في تبيين المحارم عن الملتَقط أنه تُكره المصافحة بعد أداء الصلاة بكل حال ' لأنَّ الصَّحابةَ ما صافحوا بعد الصلاة و لأنها مِن سنن الرَّوافض 'ثم نُقِل عن ابن حجرمن الشَّافعية أنهابدعةٌ مكروهةٌ 'لاأصل لها في الشرع و أنه يُنبَّهُ فاعلها أوَّلاً و يُعزَّرُثانياً 'وقال ابن الحاج من المالكيةفي المدخَل أنهامن البدع ' وموضعُ المُصَافَحَةِ في الشرع إنما هوعند لقاء المسلم لأخيه لا في أدبارالصَّلوات 'فحيثُ وضعهاالشرعُ نَضَعها 'فيُنهَى عن ذلك ويُزجَرُ فاعله لِما أتى به مِن خلاف السُّنَّةِ. [ردالمختار۵:۲۷۰]

''تبیین المحارم میں ملتقط سے نقل کیا گیا ہے کہ نماز کے بعد مصافحہ کرنا ہر حالت میں مکروہ ہے کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی نمازوں کے بعد مصافحے نہیں کیے ہیں اور اس لیے کہ یہ روافض کا طریقہ ہے۔ شوافع میں سے ابن حجر سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ بدعت اور مکروہ ہے۔ شریعت میں اس کا کوئی اصل موجود نہیں اس کے کرنے والوں کو [اس عمل کے عدم جواز کی] تنبیہ دی جائے گی [اگر پھر بھی باز نہ رہے] تو اسے سزا دی جائے گی۔ اور مالکیہ میں سے ابن الحاج نے المدخل میں لکھا ہے کہ یہ بدعات میں سے ہے اس لیے کہ شریعت میں مصافحے کا مقرر مقام کسی مسلمان بھائی سے پہلی ملاقات ہے۔ نمازوں کے بعد نہیں۔ تو جہاں شریعت نے اسے رکھا ہے ہم بھی اسے وہاں رکھیں گے اس لیے اس سے روکا جائے گا اور اس کے کرنے والے کو ڈانٹ پلائی جائے گی اس لیے کہ اُس نے سنت سے مخالف عمل کیا ہے۔''

– **مشہور حنفی واعظ علامہ شیخ احمد رومی فرماتے ہیں:** والسَّلام إنما يكون عند أوّل المُلاقاة و كذا ما هو من تمامه فينبغي أن توضع حيث وضعها الشرع و يراعي سننها ...... و أما في غيرحال الملاقاة مثل كونها عقيب صلاة الجمعة و العيدين كما هوالعادة في زماننا فالحديث ساكتٌ عنه وقد تَقرَّرَ في موضعه أنَّ مَالاَ دَلِيلَ عليه فهومردودٌ 'لايجوزُالتَّقليدُ فيه بل يُردُّ. [مجالس الابرار: ۲۹۸، مجلس: ۵۰]

''سلام اور مصافحہ ملاقات اور رخصتی کے وقت مسنون ہے۔ پس ضروری یہ ہے کہ جہاں شریعت نے اسے مقرر

...... کیا ہے' وہاں اس پر عمل کیا جائے اور اس میں سنت کا لحاظ رکھا جائے۔ ملاقات کے بغیر یعنی عام نمازوں اور نماز جمعہ و عیدین کے بعد جو طریقہ سلام اور مصافحہ کا ہمارے زمانہ میں رائج ہے۔ حدیث نبوی اس سے ساکت ہے۔ پس بلا دلیل ٹھہرا اور جس فعل اور طریقہ پر کوئی دلیل نہ ہو وہ مردود ہوتا ہے' جس میں تقلید جائز نہیں بلکہ اس کی تردید کرنی چاہیئے۔''

– **مولانا شاہ محمد اسحاق حنفی** فرماتے ہیں: معانقہ برائے قدومِ مسافر در حدیث ثابت شدہ چنانچہ در مشکوٰۃ شریف موجود است' ونہی ہم از معانقہ آمدہ۔ آں حدیث ہم در مشکوٰۃ مذکور است و تخصیص روزِ عید در حدیث شریف ثابت نشدہ' موافقِ قیاس مصافحہ عقیب عصر و فجر کہ سابق مذکورہ شد مکروہ خواہد بود۔ [مائۃ مسائل: ٦٨]

''نو وارِد اور مسافر کے ساتھ معانقہ کرنا حدیث سے ثابت ہے۔ یہ حدیث مشکاۃ المصابیح میں موجود ہے اور منع بھی ثابت ہے یہ حدیث بھی مشکاۃ ہی میں موجود ہے۔ عید کے دن مصافحہ کی تخصیص حدیث سے ثابت نہیں پس موافق قیاس کے کہ نماز عصر و فجر کے بعد مصافحہ کرنا مکروہ ہے۔ عیدین میں بھی مکروہ ہوگا۔''

– **مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی** فرماتے ہیں: مصافحہ اور معانقہ کا وقت ابتدائے ملاقات ہے پس عید کی نماز کے بعد مصافحہ اور معانقہ مسنون نہیں ہے۔ [مجموعۃ الفتاویٰ ۲: ۴۹]

– **مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی** فرماتے ہیں: عیدین میں معانقہ کرنا بدعت ہے۔

[فتاویٰ رشیدیہ' مندرج تألیفاتِ رشیدیہ: ۱۳۸]

مزید ارشاد فرمایا ہے: معانقہ و مصافحہ بوجہ تخصیص کے کہ اس روز میں اس کو موجب سرور اور باعث مودت اور ایام سے زیادہ مثل ضروری کے جانتے ہیں، بدعت ہے اور مکروہ تحریمی اور علی الاطلاق ہر روز مصافحہ کرنا سنت ہے۔ ایسا ہی بشرائط خود یوم العید کے ہے اور علیٰ ہذا معانقہ جیسا بشرائط خود دیگر ایام میں ہے ویسا ہی یوم عید کے ہے۔ کوئی تخصیص اپنی رائے سے کرنا بدعت ضلالہ ہے۔ [فتاویٰ رشیدیہ' مندرج تألیفاتِ رشیدیہ: ۱۳۸]

– **مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی** لکھتے ہیں کہ: عیدین یا جمعہ کی تخصیص سے معانقہ و مصافحہ کرنا کئی وجوہ سے **مکروہ اور بدعت** ہے۔

[۱] بسا اوقات یہ تخصیص جہلاء کے فسادِ اعتقاد کا باعث ہو جاتی ہے۔

[۲] یہ طریقہ روافض کا تھا کہ بعد نماز مصافحہ کرتے تھے اور آج ہمارے زمانے میں علاوہ مشابہت بالروافض کے مشابہت بالہنود بھی ہے کہ وہ اپنی ہولی کے روز ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں۔

[۳] یہ کہ مصافحہ کا مسنون وقت وقتِ ملاقات ہے۔ احادیث سے بوقتِ ملاقات مصافحہ ثابت ہوتا ہے۔ امام نَوَوِی نے بھی زیادہ لفظ ''لابَأ س'' استعمال کیا ہے اور بدعت مباحہ ہونا بتایا ہے۔ ان کے قول سے بھی مسنون یا مستحب ہونا ثابت نہیں ہوتا پھر یہ قول بالا باحۃ ان کا خیال ہے ورنہ محققین شوافع کا یہی مذہب ہے کہ یہ تخصیص بدعت ہے بلکہ ابن حجر پہلی مرتبہ تنبیہ کرنے اور دوسری مرتبہ تعزیر کرنے کا حکم دیتے ہیں اور یہی مذہب مالکیہ اور

اور یہ ثابت ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے جب بیت اللہ الحرام کا طواف فرمایا تو فرشتوں نے اُن سے کہا: بَرَّ حَجُّكَ، قَد حَجَجْنَا قَبْلَكَ (۱).

''آپ کا حج قبول ہے۔ ہم نے آپ سے قبل حج کیا ہے۔''

اور صحیحین میں ہے کہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر سیدنا کعب رضی اللہ عنہ (۲) کو ان کی توبہ قبول ہونے

...... محققین حنفیہ کا ہے۔[کفایۃ المفتی ۹: ۴۶]

- **مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی** فرماتے ہیں: عید کی نماز کے بعد ملنا اور مصافحہ یا معانقہ کرنا کوئی امرِ مسنون نہیں ہے۔ لوگوں کی اختراعات اور بدعات میں سے ہے۔ احادیث میں جہاں تک معلوم ہے۔ اس کا پتہ نہیں چلتا۔ غیبوبت کے بعد مصافحہ اور طویل غیبوبت پر معانقہ ثابت ہے۔ یہاں یہ حالت ہے کہ وہ رفقاء جو نماز میں شریک بلکہ برابر کھڑے تھے۔ سلام اور خطبہ کے بعد معانق ہوتے ہیں اور اس کو امر دینی سمجھتے ہیں اس لیے یہ غلط چیز ہے۔[مکتوبات شیخ الاسلام ۱: ۲۸۷ مکتوب: ۹۶]

- **مولانا اشرف علی صاحب تھانوی** فرماتے ہیں: قاعدہ کلیہ ہے کہ عبادات میں شارِع علیہ السلام نے جو ہیئت و کیفیت معین فرما دی ہے اس میں تغیر و تبدل جائز نہیں اور مصافحہ چونکہ سنت ہے۔ اس لیے عبادات میں سے ہے تو حسبِ قاعدہ مذکورہ اس میں ہیئت و کیفیت منقولہ سے تجاوز جائز نہ ہوگا اور شارِع علیہ السلام سے صرف اوّل لقاء کے وقت بالاجماع یا وداع کے وقت بھی علی الاختلاف منقول ہے اور بس اب اس کے لیے ان وقتوں کے سوا اور کوئی محل و موقع تجویز کرنا تغیر عبادت کرنا ہے جو ممنوع ہے۔ لہٰذا مصافحہ بعد عیدین یا نماز کے بعد پنج گانہ مکروہ و بدعت ہے۔ شامی میں اس کی تشریح موجود ہے۔[امداد الفتاویٰ ۱: ۵۵۷، سوال: ۶۳۱]

(۱) اس روایت کے الفاظ یہ ہیں: بَرَّ حَجُّكَ يَا آدم! قَد حَجَجْنَا هٰذَا الْبَيْتَ قَبْلَكَ بِأَلْفَيْ عَامٍ.

[تاریخ مکۃ ۱: ۳۹، ۴۴]

''تمہارا حج قبول ہو۔ ہم نے تم سے دو ہزار سال پہلے اس گھر کا حج کیا ہے۔''

لیکن یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ اس کا مرکزی راوی ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ اسلمی ہے، جس کے متعلق امام احمد فرماتے ہیں: محدثین نے اس سے حدیث لینا چھوڑ دیا ہے اور یہ قدری بھی تھا۔

[العلل و معرفۃ الرجال ۲: ۵۰۳، نص ۳۳۱۷]

یہ بھی فرمایا کہ ہمارے ہاں یہ جھوٹ بولنے سے متہم تھا۔ اس میں ہر مصیبت اور ہر برائی موجود ہے۔

[العلل و معرفۃ الرجال ۲: ۵۳۵، نص ۳۵۳۲]

(۲) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بن عمرو بن قَین انصاری سُلّمی خزرجی، جلیل القدر صحابی ہیں۔ اکابر شعراء میں سے ہیں زمانہ جاہلیت میں ان کی شعر گوئی کے چرچے تھے۔ قبول اسلام کے بعد شاعرِ رسول بنے۔ اکثر غزوات میں......

کی مبارک باد پیش کی تھی (۱)۔

اور پڑوسی کے حقوق کے بارے میں مرفوعاً مروی ہے کہ:

إِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ هَنَّأَهُ أَوْ مُصِيبَةٌ عَزَّاهُ (۲).

’’اگر اسے بھلائی حاصل ہو تو مبارک باد دو اور اگر اسے مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو۔‘‘

......شریک رہے۔ بڑھاپے میں آنکھوں سے معذور ہوئے۔ ۵۰ھ = ۶۷۰ء کو وفات پائی۔ ان سے ۸۰ حدیثیں مروی ہیں۔ [الاصابۃ ۳:۳۰۲، الاعلام ۵:۲۲۸]

(۱) صحیحین میں سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ: فَقَامَ إِلَيَّ طَلْحَةُ بنُ عُبَيْدِ اللهِ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِي وَهَنَّأَنِي، وَاللهِ مَا قَامَ إِلَيَّ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ غَيْرُهُ، وَلَا أَنسَاهَا لِطَلْحَةَ.

[صحیح بخاری، کتاب المغازی [۶۴] باب حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ [۸۰] حدیث: ۴۴۱۸، صحیح مسلم، کتاب التوبۃ [۴۹] باب حدیث توبۃ کعب بن مالک وصاحبیہ [۹] حدیث: ۵۳- [۲۷۶۹]

’’مجھے دیکھتے ہی سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور انھوں نے مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد دی۔ اللہ کی قسم! مہاجرین میں سے اُن کے علاوہ اور کوئی شخص میری طرف اُٹھ کر نہیں آیا اور طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس سلوک کو میں کبھی نہیں بھولا۔‘‘

(۲) مکارم الاخلاق، خرائطی: ۹۴، حدیث: ۲۴۷، المُعجَم الکبیر ۱۹:۴۱۹، حدیث: ۱۰۱۴، مسند الشامیین ۳:۳۳۹ حدیث: ۲۴۳۰

﴿حرف الثّاء﴾

-٢٨٢:اَلثِّقَةُ بِكُلِّ أَحَدٍ عَجزٌ(١).

''ہر کسی پر بھروسہ کرنا کم زوری ہے۔''

سخاوی کہتے ہیں: میں ان الفاظ اسے نہیں پہچانتا(٢)۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: اس کا معنیٰ صحیح ہے کیوں کہ کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ غیر اللہ پر بھروسہ کرے اس لیے کہ اللہ پر جو بھروسہ کرتا ہے، اس کے لیے اللہ کافی ہے اور جو بندوں پر توکل اور بھروسہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کرتا ہے۔ ایک ضرب المثل ہے کہ: لَاذَ بِحَرْمَلَةٍ.

''اس نے حرملہ کے ساتھ پناہی حاصل کی۔''

حرملہ کی ایک کمزور اور معمولی گھاس ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

اَلْحَزْمُ سُوْءُ الظَّنِّ(٣).

---

(١) امام خطابی نے لکھا ہے کہ خلیفہ عبد الملک بن مروان کو ایک پتھر ملا جس پر عبرانی زبان میں کچھ عبارت لکھی تھی۔ آپ نے وہب بن منبہ کو بلوا کر وہ عبارت پڑھوائی' تو اس میں لکھا تھا کہ:

إِذَا كَانَ الغَدْرُ في النَّاسِ طِباعاً فالثِّقَةُ بِكُلِّ إنسان عَجزٌ. [العزلۃ: ١٢٨]

''جب سارے لوگ دھوکہ باز ہوں تو ہر انسان پر اعتماد کرنا کم زوری ہے۔''

(٢) المقاصد الحسنۃ: ٢٧٣' بذیل حدیث: ٣٥٥

(٣) مسند الشہاب ١: ٤٨' حدیث: ٢٤؛ یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ:

-اس کا ایک راوی علی بن حسین بن بندار بن خیر ہے۔ حافظ ذہبی نے علامہ محمد بن طاہر کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ راوی متہم [بدنام] ہے۔ [میزان الاعتدال ٣: ١٢١' ترجمہ: ٥٨١٣]

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: صوفی تھے۔ اس کی حدیث ناقابل استدلال ہوتی ہے۔ جھوٹ بولا کرتا تھا۔

[لسان المیزان ٤: ٢١٧' ترجمہ: ٥٧٠]

-اس کا ایک راوی ولید بن کامل ابو عبیدۃ بَجَلی شامی ہے۔ امام بخاری لکھتے ہیں: اس کے پاس عجائب ہیں۔......

”حزم واحتیاط [ہوشیاری] بدگمانی کرنا ہے۔“

۲۸۳- ثَلَاثٌ لَا یُرْکَنُ اِلَیْھَا: اَلدُّنْیَا وَالسُّلْطَانُ وَالْمَرْأَۃُ.

”تین چیزوں کی طرف زیادہ جھکاؤ مناسب نہیں: دنیا، بادشاہ اور عورت۔“

یہ کلام معنیٰ کے لحاظ سے تو درست ہے لیکن یہ الفاظ حدیث کے نہیں (۱)۔

......[التاریخ الصغیر ۲: ۱۷۸]

حافظ ذہبی نے زیر بحث روایت کو اُس کے ”عجائب“ میں سے شمار کیا ہے۔

[میزان الاعتدال ۴: ۳۴۴، ترجمہ: ۹۳۹۶]

(۱) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: کلامٌ صحیحٌ، لا نُطِیلُ فیه بالإستشهادِ لکل من الثلاثةِ، لوُضُوحِ الأمر فیھا.

[المقاصد الحسنة: ۲۷۴، بذیل حدیث: ۳۵۶]

”یہ ایک صحیح کلام ہے۔ چونکہ یہ بالکل ایک واضح بات ہے اس لیے ہم اس کے لیے شواہد کو پیش کر کے بات کو طول دینا نہیں چاہتے۔“

﴿حرف الجیم﴾

۲۸۴- اَلْجَارُ إِلٰی أَرْبَعِیْنَ.

''پڑوس چالیس تک ہے۔''

اس سلسلے میں مشہور یہ ہے کہ یہ حسن بصری کا قول ہے، جیسا کہ بخاری نے ادب المفرد میں روایت کیا ہے کہ ان سے پڑوس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

أربعینَ داراً أمَامَهُ، وأربعین خَلفَهُ، وأربِعینَ عن یمینه، وأربعینَ عن یَسارِہٖ[1].

''چالیس گھر آگے، چالیس گھر پیچھے، چالیس گھر دائیں اور چالیس گھر بائیں۔''

اس قسم کا قول اوزاعی سے بھی مروی ہے۔

۲۸۵- جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ أَحْسَنَ إِلَیْهَا وَبُغْضِ مَنْ أَسَآءَ إِلَیْهَا[2].

''دلوں میں یہ بات ڈالی گئی ہے کہ جو کوئی ان سے اچھا سلوک کرے اُس سے محبت رکھیں اور

---

(۱) الادب المفرد: ۴۹، حدیث: ۱۰۹

(۲) معجم ابن الاعرابی: ۱۲۲، حدیث: ۱۹۱، الکامل فی ضعفاء الرجال ۳: ۹۸، ۹۹، بذیل ترجمہ حسن بن عمارۃ، روضۃ العقلاء ونزہۃ الفضلاء: ۱۹۱، تاریخ بغداد ۷: ۳۴۶، مسند الشہاب القضاعی ۱: ۳۵۰، ۳۵۱، حدیث: ۵۹۹، ۶۰۰۔

اس روایت کی سند یہ ہے: اسماعیل بن ابان از اعمش از خیثمۃ از سیدنا عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ اس کا راوی اسماعیل بن ابان غنوی ہے جس کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں: ہم نے اس سے کچھ حدیثیں لکھیں لیکن جب اس نے سبزہ کے بارے میں موضوع احادیث نقل کیں تو ہم نے اسے چھوڑ دیا۔ [العلل ومعرفۃ الرجال ۳: ۲۱۱، فقرہ: ۴۹۱۲]

امام ابن حبان کہتے ہیں: ثقہ راویوں کے نام لے کر موضوعات نقل کیا کرتا تھا۔ [المجروحین ۱: ۱۳۶، ترجمہ: ۴۷]

حافظ ابن حجر نے امام ابوالفتح ازدی کے حوالے سے لکھا ہے: کوئی زائغ [رافضی] ہے۔ اس نے زیر بحث موضوع روایت نقل کی ہے۔ [لسان المیزان ۱: ۴۴۶، ترجمہ: ۱۳۸۸]

روضۃ العقلاء میں یہ موقوفاً مروی ہے جس میں بھی یہی اسماعیل بن ابان ہے لہٰذا موقوفاً بھی موضوع ہے۔

جو اِن سے برا سلوک کریں اُن سے عداوت رکھیں۔“

سخاوی کہتے ہیں: یہ موقوف اور مرفوع دونوں طرح سے مروی ہے لیکن دونوں طرح سے باطل ہے[۱]۔

رہا ابن عدی اور بیہقی کا اسے اعمش کا قول کہہ کر نقل کرنا کہ یہ اعمش پر موقوف ہے[۲] سو یہ قول محتاجِ تأویل ہے کیوں کہ انہوں نے اسے ایسی سند سے روایت کیا ہے جس میں کذب و وضع کے ساتھ مُتَّہَم [بدنام] ہیں۔

اس کے لیے اس روایت سے استشہاد و استدلال کیا جا سکتا ہے[۳]:

أَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِفَاجِرٍ عِنْدِي نِعْمَةً يُرَبِّيْهَا (يَرْعَاهُ) بِهَا قَلْبِي[۴].

---

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۲۸۰، بذیل حدیث: ۳۶۵؛ امام بیہقی نے اسے موقوفاً اور مرفوعاً نقل کر کے لکھا ہے کہ:

هٰذَا هُوَ الْمَحْفُوظُ موقوفٌ. [شعب الایمان ۶:۴۸۱، بذیل حدیث: ۸۹۸۳]

”محفوظ یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔“

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: مشہور صوفی احمد بن عیسیٰ المعروف ابوسعید الخراز سے اس روایت کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنھوں نے کہا: یاعجباً لِمن لم يَرَمحسناً غيرَالله كيف لايميل إليه بكليته؟ **قلتُ**: وهذا الحديث ليس بصحيحٍ ولكن كلامه عليه من أحسن مايكون.

[البدایۃ والنہایۃ ۱۱:۵۹، بذیل ترجمہ: احمد بن عیسیٰ؛ ۱۲:۱۵، بذیل ترجمہ: ابو علی حسن بن علی الدقاق]

”اُس شخص پر تعجب ہے جو یہ مانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس کا کوئی اور محسن نہیں اور وہ پھر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف پوری طرح مائل نہیں ہوتا۔ میں [حافظ ابن کثیر] کہتا ہوں: یہ روایت صحیح تو نہیں لیکن ابوسعید الخراز کا اس کے بارے میں قول نہایت اچھا ہے۔“

(۲) الکامل فی ضعفاء الرجال ۳:۹۸، شعب الایمان ۶:۴۸۱، حدیث: ۸۹۸۳

(۳) یہاں سے آخرِ حدیث تک کا پورا کلام حافظ سخاوی کا ہے جو ان دونوں مثالوں کو پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں: والكلام في هذا كله مبسوط في الأجوبة الحديثية. [المقاصد الحسنۃ: ۲۸۱، بذیل حدیث: ۳۶۵]

”ان روایتوں کے بارے میں پوری بحث الأجوبة الحديثية میں کی گئی ہے۔“

یہ پوری بحث الأجوبة المرضية، ص: ۳۷۱-۳۷۵، بذیل سوال: ۹۷ پڑھی جا سکتی ہے۔

(۴) اسے امام غزالی نے ان الفاظ میں لکھا ہے: أَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِفَاجِرٍ عِنْدِي يَدًا فَيُحِبُّهُ قَلْبِي.

[إحیاء علوم الدین ۲:۱۴۹] ......

''یا اللہ! مجھے کسی فاجر کا زیرِ احسان مت بنا کہ وہ اس سے میرے دل کو اپنا گرویدہ بنا لے۔''

اور اس روایت سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے: اَلْهَدِيَّةُ تَذْهَبُ بِالسَّمْعِ وَ الْبَصَرِ.(۱)

''ہدیہ [انسان کو] بہرا اور اندھا کر دیتا ہے۔''

—۲۸۶: اَلْجَزَاءُ مِنْ جِنْسِ الْعَمَلِ.

''جزاء عمل کی جنس میں سے ہوگی۔''

سخاوی کہتے ہیں: میں ان الفاظ میں اس سے واقف نہیں ہوں۔''

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس کی جانب اشارہ کرتا ہے:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَاعُوْقِبْتُمْ بِهٖ. [سورۃ النحل ۱۶:۱۲۶]

''اگر تم سختی کرو تو اتنی کرو جتنی تم پر کی گئی ہے۔''

...... جس پر حافظ عراقی نے لکھا: اسے ابن مردویہ نے تفسیر میں کثیر بن عطیۃ عن رجل لم یسم کی سند سے اور ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی سند سے اور ابو موسیٰ مدینی نے کتاب تضییع العمر والایام میں مرسلاً نقل کیا ہے اور اس کی ساری سندیں ضعیف ہیں۔ [المغنی عن حمل الاسفار ۲:۱۴۹]

(۱) مسند الشھاب القضاعی ۱:۱۵۷-۱۵۸، حدیث: ۲۲۰؛ جس کی سند یہ ہے: احمد بن محمد بن قاسم انماطی، از محمد بن احمد بن جابر، از محمد بن محمد بن اشعث، از خالد از فضل از ابان از سیدنا انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ:

—اس کا ایک راوی محمد بن محمد بن اشعث ہے، جس نے حدیث کی ایک پوری کتاب وضع کی تھی۔ حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: یہ نسخہ ایک ہزار روایات پر مشتمل ہے اور سارے کا سارا من گھڑت اور موضوع ہے۔ تشیع کی طرف شدت سے مائل ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۷:۵۶۵، ترجمہ: ۱۷۰/۱۷۹۱]

—اس کا ایک اور راوی فضل بن مختار بصری ہے۔ امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں: مجہول ہے۔ اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں۔ اباطیل کو نقل کرتا ہے۔ [الجرح والتعدیل ۷:۶۹، ترجمہ: ۳۹۱]

—اور ایک اور راوی ابان بن ابی عیاش متروک الحدیث ہے۔ [طبقات ابن سعد ۷:۲۵۴]

۞ اس روایت کو امام طبرانی نے فضل بن مختار کی سند سے سیدنا عصمۃ بن مالک انصاری خطمی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ [المُعجم الکبیر ۱۷:۱۸۳، حدیث: ۴۸۸]

یہ روایت بھی فضل بن مختار بصری کی وجہ سے شدید ضعیف ہے۔

اوراسی طرح یہ ارشاد: جَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا. [سورۃ الشوریٰ ۴۲:۴۰]

''برائی کا بدلہ اُتنی ہی برائی کے ساتھ ہونا چاہیے۔''

اور یہ روایت بھی اس کی طرف اشارہ کرتی ہے: كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ (۱).

''جیسا کروگے ویسا بھروگے۔''

۲۸۷- جَنِّبُوا مَسَاجِدَكُم صِبْيَانَكُمْ.

''اپنی مسجدوں کو بچوں سے بچاؤ۔''

بزار کہتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں (۲)۔ سخاوی نے اُن کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسے ابن ماجۃ نے ایک طویل روایت میں نقل کیا ہے جس کی سند ضعیف ہے (۳)۔

---

(۱) خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ مالک بن دینار سے نقل کیا ہے: مكتوبٌ في التوراة: كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ، وكَمَا تَزْرَعُ تَحْصُدُ. [اقتضاءُ العلمِ العملَ: ۹۵-۹۶، حدیث: ۱۶۴]

''جیسا کروگے ویسا بھروگے اور جو بوؤگے وہی کاٹوگے۔''

(۲) علامہ ابو محمد عبدالحق اشبیلی [وفات: ۵۸۲ھ] لکھتے ہیں: ذكرالبزارمن حديث عبد الله بن مسعود رفعه إلى النبي ﷺ: جَنِّبُوا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ وَمَجَانِيْنَكُمْ؛ يرويه موسى بن عمر. **قال البزار**: ليس لهذاالحديث أصلٌ من حديث عبدالله. [الاحکام الوسطیٰ من حدیث النبی ﷺ ۱:۲۹۶]

''بزار نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ مرفوع روایت بیان کی ہے کہ ''اپنی مسجدوں کو بچوں اور مجنونوں سے بچاؤ۔'' اسے موسیٰ بن عمر روایت کرتے ہیں۔ بزار کہتے ہیں: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس کی کوئی اصل نہیں۔''

حافظ ابن القطان الفاسی ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالملک [وفات: ۶۲۸ھ] لکھتے ہیں: هذاالحديثُ والكلام بعده ليس في مسند حديث عبداللهبن مسعود من كتاب البزار، لعله نقله مِن بعضِ أماليه التي تقعُ له مجالس مكتوبة في أضعاف كتابه في بعض النُّسَخِ، ولعله يعثر عليه بعد، إن شاء الله.

[بیان الوہم والایہام فی کتاب الاحکام ۲:۲۳۹]

''یہ روایت اور اس سے متعلق بزار کا کلام مسند بزار میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرویات میں موجود نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ علامہ عبدالحق اشبیلی نے اسے امام بزار کی مجالس واَمالی سے لکھا ہو جو اُن کی کتاب کے بعض نسخوں میں موجود ہیں۔ ممکن ہے کسی کو یہ اَمالی اور مجالس ہاتھ آجائیں۔ إن شاء الله۔''

(۳) المقاصد الحسنۃ: ۲۸۶، بذیل حدیث: ۳۷۲

سیوطی کہتے ہیں کہ حدیث: جَنِّبُوا مَسَاجِدَكُمْ مَجَانِيْنَكُمْ وَصِبْيَانَكُمْ .
''اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں اور مجنونوں سے بچاؤ۔''
کو ابن ماجۃ نے سیدنا واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے (۱) اور طبرانی نے سیدنا ابو الدرداء اور سیدنا ابو امامۃ
رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (۲)۔

۔۔۲۸۸: جُهْدُ الْمُقِلِّ دُمُوعُهُ .
''مفلس کی خیرات اس کے آنسو ہیں۔''
ابن الدیبع کہتے ہیں (۳): یہ اِس حدیث کی طرح ہے جس میں مذکور ہے کہ:
أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ جُهْدُ الْمُقِلِّ.

---

(۱) سنن ابن ماجۃ' ابواب المساجد والجماعات [۴] باب ما یکرہ فی المساجد [۵] حدیث: ۷۵۰؛ یہ روایت شدید ضعیف بلکہ موضوع ہے اس لیے کہ:
۔ اس کا راوی حارث بن نبہان متروک الحدیث ہے۔ [تقریب التہذیب: ۱۸۶' ترجمہ: ۱۰۵۱]
۔ اس کا ایک راوی عتبہ بن یقظان راسبی ہے، جو ضعیف تھا۔ [تقریب التہذیب: ۴۱۲' ترجمہ: ۴۴۳۸]
۔ اس کا راوی ابو سعید شامی ہے جو مجہول ہے۔ [تقریب التہذیب: ۶۷۰' ترجمہ: ۸۱۳۱]
۔ اس کا راوی مکحول ہے جو اسے سیدنا واثلۃ رضی اللہ عنہ سے عن کے ساتھ نقل کرتا ہے حالانکہ مکحول مدلس ہے اور بکثرت ارسال کرتا ہے۔ [تقریب التہذیب: ۵۴۷' ترجمہ: ۶۸۷۵' تعریف اہل التقدیس: ۱۱۳' ترجمہ: ۱۰۸۔ [۴۲]
(۲) المعجم الکبیر ۸: ۱۳۲' حدیث: ۷۶۰۱؛ ۲۰: ۱۷۳' حدیث: ۳۶۹' مسند الشامیین ۴: ۳۲۱' حدیث: ۳۴۳۶؛ اس کی سند میں علاء بن کثیر لیثی شامی ہے۔ حافظ ابن حبان لکھتے ہیں: ثقہ راویوں کے نام سے موضوعات نقل کرتا تھا۔ احادیث کے باب میں لَيْسَ بِشَيْئٍ تھا۔ [المجروحین ۲: ۱۷۳' ترجمہ: ۸۱۱]
امام ابن ابی حاتم لکھتے ہیں: منکر الحدیث اور شام میں غیر معروف ہے۔ [الجرح والتعدیل ۹: ۳۶۰' ت: ۱۹۸۷]
امام بخاری لکھتے ہیں: منکر الحدیث تھا۔ [التاریخ الکبیر ۶: ۵۲۰' ترجمہ: ۳۱۸۲]
حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: متروک الحدیث تھا۔ [تقریب التہذیب: ۴۶۵' ترجمہ: ۵۲۵۴]
نیز اس کا راوی مکحول ہے جو اسے عن کے ساتھ نقل کرتا ہے حالانکہ مکحول مدلس ہے اور بکثرت ارسال کرتا ہے۔
[تقریب التہذیب: ۵۴۷' ترجمہ: ۶۸۷۵' تعریف اہل التقدیس: ۱۱۳' ترجمہ: ۱۰۸۔ [۴۲]
(۳) المقاصد الحسنۃ: ۲۸۷' حدیث: ۳۴۷' تمییز الطیب من الخبیث: ۷۵' حدیث: ۴۹۴

''افضل صدقہ، کم مال والے کا محنت مشقت کر کے دینا ہے۔''

اس روایت کو ابوداود وغیرہ نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے (۱)۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: میرے نزدیک دونوں معنوں میں فرق یہ ہے کہ مجبور اپنے فقر و فاقہ کی کثرت کی بنا پر سوائے آنسوؤں کے کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اور دوسری حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جب انسان مفلس ہو اور کچھ تھوڑا بہت مال جو اس کے پاس ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں دے دے تو یہ افضل صدقہ ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ:

سَبَقَ دِرُهَمٌ مِائَةَ أَلُفَ دِرُهَمٍ (۲).

''ایک درہم ایک لاکھ سے بڑھ گیا۔''

۲۸۹- جَوُرُالتُّرُكِ وَلَاعَدُلُ الُعَرَبِ (۳).

''ترکوں کا ظلم اور نہ عربوں کا انصاف۔''

یہ ساقط کلام ہے۔ حدیث نہیں ہے۔ ابن الدیبع نے اس کا ذکر کیا ہے۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: میرے نزدیک یہ بظاہر کفر ہے کیوں کہ اس میں ایک جماعت کے ظلم کو دوسری جماعت کے عدل پر فضیلت دی گئی ہے حالانکہ اہل عدل لوگوں میں سب سے بہتر اور ظالم سب سے بدتر ہیں۔

---

(۱) سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ [۹] باب الرخصۃ فی ذلک [۴۰] حدیث: ۱۶۷۷

(۲) حدیث کے الفاظ یہ ہیں: سَبَقَ دِرُهَمٌ مِائَةَ أَلُفٍ، قالوا: یارسولَ اللّٰہ! وکَیفَ؟ قال: رَجُلٌ لَهُ دِرُهَمَانِ فَأَخَذَ أَحَدَهُمَا فَتَصَدَّقَ بِهِ، وَرَجُلٌ لَهُ مَالٌ كَثِيرٌ فَأَخَذَ مِنُ عُرُضِ مَالِهِ مِائَةَ أَلُفٍ فَتَصَدَّقَ بِهَا.

[سنن النسائی، کتاب الزکاۃ [۲۳] باب جهد المقل [۴۹] حدیث: ۲۵۲۷]

''کبھی ایک درہم لاکھ درہم سے بڑھ جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا: ایک شخص کے پاس کل دو درہم ہوں اور وہ اُن میں سے ایک اُٹھائے اور صدقہ کرے اور دوسرے شخص کے پاس بہت سا مال ہو، اُس نے اپنے مال کے کنارے سے ایک لاکھ درہم اُٹھایا اور صدقہ کر دیا۔''

(۳) المقاصد الحسنۃ: ۲۸۸، حدیث: ۳۷۶، تمییز الطیب من الخبیث: ۵۷، حدیث: ۴۹۵، المصنوع: ۸۸، حدیث: ۱۰۰

۲۹۰- اَلْجُوْعُ كَافِرٌ، لَايَرْحَمُ صَاحِبَهٗ فِي حَالِهٖ، وَقَاتِلُهٗ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

''بھوک کافر ہے کسی بھی حال میں کسی پر بھی رحم نہیں کرتی اور اس کا قاتل اہل جنت میں سے ہے۔''

قَاتِلُهٗ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ کا معنیٰ ہے: دَافِعُهٗ عَنْ مُسْلِمٍ مُضْطَرٍّ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

''یعنی کسی پریشان حال مسلمان سے بھوک مٹانے والا جنتی ہے۔''

اس کا معنیٰ تو صحیح ہے لیکن اس کے الفاظ جیسا کہ ابن الدیبع نے کہا ہے: ایسے ہیں جو بازاروں میں مٹرگشت کرتے ہیں لیکن یہ حدیث کے الفاظ نہیں ہیں (۱)۔

۲۹۱- اَلْجِيزَةُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِصْرُ خَزَائِنُ اللّٰهِ فِيْ أَرْضِهٖ.

''جیزۃ، جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور مصر اللہ کی زمین میں اس کا خزانہ ہے۔''

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: یہ جھوٹ اور موضوع ہے (۲)۔

نہایۃ میں ہے کہ جیزہ، دریائے نیل کے کنارے مصر کے بالمقابل ایک بستی ہے (۳)۔

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۲۸۹، حدیث: ۳۷۶، تمییز الطیب من الخبیث: ۵۷، حدیث: ۴۹۶، المصنوع: ۸۸، حدیث: ۱۰۱

(۲) المقاصد الحسنۃ: ۲۸۹، حدیث: ۳۷۷، تمییز الطیب من الخبیث: ۵۷، حدیث: ۴۹۷، المصنوع: ۸۹، حدیث: ۱۰۲

(۳) علامہ ابن الاثیر لکھتے ہیں: مَدِيْنَةٌ تِلْقَاءَ مِصْرَ عَلَى النِّيْلِ. [النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر: ۲۵۷]

''مصر میں دریائے نیل پر ایک شہر کا نام ہے۔''

استاذ عبدالفتاح ابوغدۃ مصری لکھتے ہیں: الْجِيْزَةُ قَرْيَةٌ على النِّيلِ قريبَةٌ من القاهرةِ، وهي الآن مُتَّصِلَةٌ بها. [المصنوع: ۸۹، ہامش: ۱]

''الْجِيْزَةُ، دریائے پر قاہرۃ کے قریب ایک گاؤں ہے اور آج کل مصر کے بالکل پیوست ہے۔''

حرف الحاء

۲۹۲: حَاكُّوا الْبَاعَةَ فَإِنَّهُ لَا ذِمَّةَ لَهُمْ.

''بیچنے والوں سے بھاؤ تاؤ کر لیا کرو اس لیے کہ ان کا کوئی اعتبار نہیں۔''

ابن الدیبع نے اسے ''کاف کے شد اور اِدغام'' کے ساتھ ''حَاكُّوا'' نقل کیا ہے جب کہ سیوطی نے ''حَاكِكُوْا'' لکھا ہے اور بتایا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں (۱)۔

مسند ابی یعلیٰ میں سیدنا حسین بن سیدنا علی رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ:

اَلْمَغْبُوْنُ لَا مَأْجُوْرٌ وَلَا مَحْمُوْدٌ (۲).

''جس کو دھوکہ دیا گیا ہے' اُس کا کوئی اجر نہیں اور نہ وہ قابل تعریف ہے۔''

ابو القاسم بغوی نے کامل بن طلحہ کے واسطے سے ابو ہشام القناد سے روایت کی ہے کہ میں بصرہ سے سیدنا حسین بن سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے پاس سامان لے آیا کرتا تھا تو وہ مجھ سے اس کی رقم میں سے کٹوتی کر کے کم کر دیا کرتے تھے۔ میں جب تک ان کے پاس ٹھہرتا وہ اکثر اس میں سے ہبہ کر دیتے۔ میں نے عرض کیا اے ابن رسول ﷺ! میں آپ کے پاس بصرہ سے سامان لے کر آتا ہوں تو میں دیکھتا ہوں کہ آپ اس کی رقم میں سے کٹوتی کر کے مجھے ادائیگی کرتے ہیں اور

---

(۱) تمییز الطیب من الخبیث: ۷۶' حدیث: ۴۹۹ کے تحت ایسی کوئی اِعرابی تحقیق موجود نہیں البتہ حافظ سیوطی نے حَاكِكُوْا لکھا ہے۔ [الدُّرر المنتثرۃ: ۱۰۷' حدیث: ۱۸۹]

(۲) مسند ابی یعلیٰ ۱۲: ۱۵۳' حدیث: ۱۲-[۶۷۸۳]' تاریخ بغداد ۴: ۱۸۰' ۲۱۲' تاریخ دمشق الکبیر ۱۳: ۲۴۵; ۱۴: ۱۱۲ [دوبار]; ۵۳: ۸۹]

اس کی سند ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا راوی ابو ہشام القناد غیر معروف ہے اور اس کی روایت منکر ہوتی ہے۔

[المغنی فی الضعفاء ۲: ۸۱۲' ترجمہ: ۷۷۱۹' میزان الاعتدال ۴: ۵۸۲' ترجمہ: ۱۰۶۹۳]

زیرِ نظر روایت کو حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال کے اِسی صفحہ میں القناد کے مناکیر کے لیے مثال کے طور پر پیش کی ہے۔

میرے جانے سے پہلے ہی اسے لوگوں میں بانٹ دیتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: مجھ سے میرے والد نے مرفوعاً یہ حدیث بیان کی ہے کہ:

اَلْمَغْبُوْنُ لَامَأْجُوْرٌوَلَامَحْمُوْدٌ [1].

''جس کو دھوکہ دیا گیا ہے' اُس کا کوئی اجر نہیں اور نہ وہ قابل تعریف ہے۔''

بغوی کہتے ہیں: اس میں کامل [بن طلحہ] وہم کا شکار ہوا ہے [2]۔ اس کے علاوہ ابوہشام سے اسے دوسروں نے بھی روایت کیا ہے۔ ابوہشام کہتے ہیں: میں علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے پاس سامان لے کر جایا کرتا تھا۔

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: یہ روایت ضعیف سند کے ساتھ ان الفاظ سے بھی مروی ہے:

مَاكِسُوا الْبَاعَةَ فَإِنَّهُ لَاخَلَاقَ لَهُمْ [3].

''بیچنے والوں سے بھاؤ تاؤ کرلیا کرو اِس لیے کہ ان کا کوئی اعتبار نہیں۔''

ایک قوی سند کے ساتھ سفیان ثوری سے بھی مروی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ یہ کہا جاتا تھا کہ:

مَاكِسُوا الْبَاعَةَ فَإِنَّهُ لَاخَلَاقَ لَهُمْ [4].

---

(۱) امام ابوالقاسم بغوی کی معجم الصحابۃ کے مطبوعہ نسخہ میں یہ روایت نہیں ملتی۔

(۲) خطیب بغدادی لکھتے ہیں: **ویقال**: أنه وَهْمٌ مِنْ كامِلِ بنِ طَلْحَةَ. [تاریخ بغداد ۴: ۱۸۰]

(۳) المقاصد الحسنۃ: ۲۹۱' بذیل حدیث: ۳۷۹۔

حافظ ابن کثیر نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے: كانَ لايُمَاكِسُ في ثلاثٍ: في الكِرَى إلى مَكَّة وفي الرَّقبةِ يَشتريها لِتُعْتَقَ' وفي الأضحية. وقال: لاتُماكِس في شيئٍ يُتَقَرَّبُ فيه إلى الله.

[البدایۃ والنہایۃ ۹: ۹۵' المطالب العالیۃ ۴: ۳۰۷' حدیث: ۱۵۱۷]

''تین چیزوں میں نرخ کی کمی کا تقاضا نہیں کرتے تھے: مکۃ المکرّمۃ کے سفر کے کرایہ میں' آزاد کرنے کی نیت سے کسی غلام کو خریدنے اور قربانی کے جانور خریدنے میں اور کہا کرتے تھے کہ جس چیز سے اللہ کا قُرب حاصل کیا جاتا ہے اُس میں نرخ کی کمی کا تقاضا نہیں کرنا چاہیے۔''

(۴) المقاصد الحسنۃ: ۲۹۱' بذیل حدیث: ۳۷۹

۲۹۳- حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثٌ: اَلطِّيبُ وَالنِّسَآءُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ.

''تمہاری دنیا کی تین چیزیں مجھے محبوب ہیں: خوش بو، عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز کو بنا دیا گیا ہے۔''

زرکشی کہتے ہیں: اسے نسائی اور حاکم نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے مگر اس میں ثلاث کا لفظ نہیں (۱)۔

سخاوی کہتے ہیں: میں اس میں لفظ ثَلَاثٌ سے واقف نہیں۔ سوائے اس کے کہ غزالی نے اِحیاء علوم الدین میں دو جگہ پر نقل کیا ہے (۲) اسی طرح کشاف کی تفسیر سورۃ آل عمران میں بھی یہ ان الفاظ میں مروی ہے (۳)۔ میں نے اس حدیث کے مختلف طریقوں کو دیکھا لیکن تفحص اور تلاش کے باوجود اس میں ثَلَاثٌ کا لفظ کہیں نظر نہیں آیا۔ سخاوی کہتے ہیں کہ اس میں ثَلَاثٌ کے لفظ کے اضافہ سے اس پر معنوی اعتراض وارِد ہوگا اس لیے کہ نماز اُمورِ دنیا میں شامل نہیں (۴)۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: میرے نزدیک یہ حدیث الفاظ کے لحاظ سے صحیح ہے اس لیے کہ سیوطی نے تخریج احادیث الشفاء میں لکھا ہے کہ امام احمد نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ: كَانَ يُعجِبُ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الدُّنيَا ثَلَاثَةُ أشياءَ: النِّسَاءُ وَ الطِّيبُ وَالطَّعَامُ، فأصَابَ

---

(۱) سنن النسائی، کتاب عشرۃ النساء[۲۶] باب حب النساء[۱] حدیث: ۳۹۳۹، ۳۹۴۰؛ المستدرک ۱۶۰۲؛ التَّذكرة في الأحاديث المشتَهرة: ۱۳۲، حدیث: ۱۷۲

(۲) یہ حدیث اِحیاء علوم الدین ۲: ۳۰، ۳: ۲۱۹، ۴: ۲۹۴ میں چار بار آیا ہے۔ پہلی مقام میں ثلاث کا اضافہ نہیں ہے جب کہ باقی تینوں مقامات میں ثلاث کا اضافہ موجود ہے۔ ۴: ۲۹۴ میں یہ روایت دو بار نقل ہوئی ہے۔

(۳) تفسیر الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل ۱: ۳۸۸

(۴) اس میں یہ آخری جملہ حافظ سخاوی کا نہیں بلکہ امام زرکشی کا ہے جو لکھتے ہیں:

وزِيَادَةُ الثَّلَاثَةِ مُحِيلَةٌ لِلْمَعْنَى، فإنَّ الصَّلَاةَ لَيْسَتْ مِنَ الدُّنْيَا.

[التَّذكرة في الأحاديث المشتَهرة: ۱۳۲، حدیث: ۱۷۲]

''اس میں ثَلَاثٌ کے اضافے سے اس پر معنوی اعتراض وارِد ہوگا اس لیے کہ نماز اُمورِ دنیا میں شامل نہیں۔''

حافظ سخاوی نے بھی اسے امام زرکشی کا قول کہہ کر نقل کیا ہے۔ [المقاصد الحسنۃ: ۲۹۴]

إثنَتَينِ وَلَمْ يُصِبْ وَاحِدَةً؛أَصابَ النِّساءَ وَالطِّيبَ وَلَمْ يُصِبِ الطَّعامَ (۱).

''اللہ تعالیٰ کے نبی کو دنیا کی تین چیزیں پسند تھیں: خوشبو، عورتیں اور کھانا۔ ان میں سے دو چیزیں تو آپ کو ملیں یعنی خوشبو اور عورتیں مگر کھانا آپ کو [وافر مقدار میں] نہیں ملا۔''

سیوطی لکھتے ہیں: إسنادُهُ صَحِيحٌ إلَّا أنَّ فيه رَجُلاً لَمْ يُسَمَّ (۲).

''اس کی سند صحیح ہے مگر اس میں ایک روای کا نام نہیں لیا گیا ہے۔''

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: اس طرح اس کی سند حسن ہوئی (۳)۔

رہی معنوی لحاظ سے اس کی صحت! تو چونکہ دنیا میں اُنہیں نماز پڑھنے سے سکون مل جاتا ہے اس لیے اسے دنیاوی امور میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ اس کی تائید اُس روایت سے ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ: اَلطِّيبُ وَالنِّسَاءُ وَقُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ (۴).

''مجھے خوشبو اور عورتیں محبوب ہیں اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔''

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صَلَاۃ سے مراد وہ عبادت ہو جو ساری مخلوق کے لیے وضع کی گئی ہے یا اس سے مراد رسول اللہ ﷺ پر درود ہو (۵)۔

-۲۹۴: حُبُّكَ الشَّيْئَ يُعْمِي وَيُصِمُّ.

''کسی شے کی محبت تمہیں اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔''

---

(۱) مسند احمد ۲:۶ ۷ میں ''نبي الله'' کے بجائے ''رسول الله'' اور ''اثنتين'' کے بجائے ''ثِنْتَيْن'' کے الفاظ ہیں۔

(۲) مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا: ۵۵، بذیل حدیث: ۱۴۲

(۳) اسکی سند ضعیف ہے۔ اس میں حسن کہاں سے آئی جب کہ مصطلح الحدیث کا قاعدہ ہے کہ مجھول الاسم راوی کی روایت قابل قبول نہیں اس لیے کہ جب اُس کا نام ہی معلوم نہیں تو اُس کا عادل وضابط ہونا اور نہ ہونا کیسے معلوم ہوگا: وَلَا يُقبل حديثُ المُبهَمِ مَالَمْ يُسَمَّ؛ لأنَّ شَرْطَ قُبُولِ الْخَبرِ عَدَالَةُ رَاوِيٍ، وَمَنْ أُبْهِمَ اسْمُهُ لَا تُعْرَفُ عَيْنُهُ فَكَيْفَ عَدَالَتُهُ. [شرح نخبۃ الفکر: ۹۹]

(۴) اخلاق النبی ﷺ وآدابہ ۳: ۴۴۳، حدیث: ۷۲۷

(۵) اس سیاق میں یہ تأویل محض ایک تکلف اور تأویل بارِد ہے۔

اسے ابوداود نے روایت کیا ہے (۱)۔ صغانی نے مبالغہ سے کام لیا اور اس پر وضع کا حکم لگا دیا (۲)۔ سخاوی کہتے ہیں: ہمارے لیے ابوداوٗد کی خاموشی کافی ہے۔ اس لحاظ سے نہ تو یہ موضوع ہے اور نہ شدید ضعیف ہے۔

میں [ملاعلی قاری] کہتا ہوں: زرکشی نے اسے سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ موقوف زیادہ صحیح ہے، یہ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان سے بھی مروی ہے مگر اُن سے ثابت نہیں (۳)۔

سیوطی نے اسے الجامع الصغیر میں روایت کر کے سکوت کیا ہے (۴) اور کہا ہے کہ اس حدیث کو احمد نے (۵) بخاری نے اپنی تاریخ میں (۶) ابوداود نے سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے (۷) خرائطی نے اعتلال القلوب میں (۸) سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اور ابن عساکر نے سیدنا عبداللہ بن انیس (۹)

---

(۱) سنن ابی داوٗد، کتاب الادب [۴۰] بابٌ فی الھویٰ [۱۲۵] حدیث: ۵۱۳۰؛ یہ روایت ضعیف ہے، تاہم یہ کیفیت عام لوگوں میں پائی جاتی ہے کہ جب اُن کے ذہنوں پر کوئی بات غالب آ جائے یا انہیں کسی سے عقیدت ہو اور انہیں اس کے خلاف کوئی کچھ کہے تو وہ اس سے متاثر نہیں ہوتے۔ صحیح اہل ایمان غلو سے محفوظ رہتے ہیں۔ وہ نہ تو محبت وعقیدت میں غلو کرتے ہیں اور نہ عداوت ودشمنی میں!!

(۲) امام صغانی کی الموضوعات میں یہ روایت نہ مل سکی، البتہ اسے المقاصد الحسنۃ: ۲۹۵، بذیل حدیث: ۳۸۱ پڑھا جا سکتا ہے۔

(۳) التَّذکرة في الأحاديث المشتهرة: ۴۵، بذیل حدیث: ۳۲

(۴) الجامع الصغیر، حدیث: ۳۶۷۴

(۵) مسند امام احمد ۵: ۱۹۴؛ ۶: ۴۵۰

(۶) التاریخ الکبیر ۲: ۱۰۷، بذیل ترجمہ: ۱۸۵۳؛ ۳: ۱۷۲، بذیل ترجمہ: ۵۸۴

(۷) سنن ابی داوٗد، کتاب الادب [۴۰] بابٌ فی الھویٰ [۱۲۵] حدیث: ۵۱۳۰

(۸) اعتلال القلوب: ۱۷۵، ۳۳۵

(۹) عبداللہ بن اُنَیس ابویحییٰ جہنی قضاعی انصاری سَلَمی رضی اللہ عنہ۔ صحابی ہیں۔ دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے۔ بنوقضاعۃ کی شاخ بنوبرۃ سے تعلق تھا۔ انصار میں سے بنوسَلِمۃ کے حلیف تھے۔ عہد نبوی میں بعض سرایا کی قیادت کی تھی۔ مصر اور افریقہ کے سفر کیے ہیں۔ ۵۴ھ=۶۷۴ء کو شام میں وفات پائی۔

[الاصابۃ ۲: ۲۷۸-۲۷۹، ترجمہ: ۴۵۵۰، الاعلام ۴: ۳۷]

سے روایت کیا ہے[1]۔

اس لحاظ سے یہ حدیث صحیح لذاتہ ہوئی اور یا صحیح لغیرہ اس لیے کہ کثرتِ رُواۃ اور قوتِ صفات کی بناء پر اس کا درجہ حَسَنُ لِذَاتِہٖ سے بڑھ چکا ہے[2]۔

---

(۱) ابن عساکر نے اسے سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے۔[تاریخ مدینۃ دمشق ۱۰:۵۲۳؛ ۱۵:۳۰۳؛ ۱۶:۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸؛ ۶۱:۲۳۲]۔

سیدنا عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی روایت کو لکھ کر کہا ہے کہ: هٰذَا حديثٌ منكرٌ بهذا الإسنادِ، وفيه غيرواحد من المجاهيل. [تاریخ مدینۃ دمشق ۱۳:۳۱۶]

(۲) مقبول حدیث کی دو قسمیں ہیں: صحیح و حسن۔ اصطلاح میں صحیح اس مُسنَد حدیث کو کہتے ہیں جس کو ایک عادل اور ضابط راوی دوسرے عادل و ضابط راوی سے روایت کرے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ یا صحابی و تابعی تک پہنچ جائے اور وہ معلل اور شاذ بھی نہ ہو۔[مقدمۃ ابن الصلاح:۲۰، نوع:۱]

صحیح حدیث کی دو قسمیں ہیں: [۱] صحیح لِذا تہٖ: جو نہایت اعلیٰ درجے کی صفاتِ قبول کو شامل ہو، وہ روایت جس میں وہ پانچوں اوصاف موجود ہوں جو تعریف کے تفسیر کے تحت بیان کی گئی ہیں صحیح لِذاتہٖ کہلاتی ہے۔

[۲] صحیح لِغیرہٖ: وہ حدیث ہے جس میں اعلیٰ صفات تو موجود نہ ہوں البتہ کسی اور وصف کی بناء پر اس کو صحیح قرار دیا جائے۔[قواعد التحدیث:۸۰]

حسن حدیث کی دو قسمیں ہیں: [۱] حَسَن لِذَاتِہٖ: وہ روایت ہے جس کے راوی صدق میں مشہور ہوں لیکن حفظ و ضبط میں رجالِ صحیح سے کم ہوں۔[قواعد التحدیث:۱۰۲]

[۲] حَسَن لِغَیرِہٖ: وہ حدیث ہے جس میں حسن ذاتی نہ ہو یعنی وہ خود تو حسن نہ ہو کیوں کہ اس کے راوی یا اِسنادِ حدیث میں کوئی معمولی خرابی پائی جاتی ہو مگر ایسی خارجی تائیدات مل گئی ہوں جن کی وجہ سے اس نقصان کی تلافی ہو گئی ہو، اس لیے اس کو مجموعہ متابع کی وجہ سے حَسَن قرار دے دیا جاتا ہے، جس طرح ایک دھاگہ اکیلا کمزور ہوتا ہے مگر جب کئی ایک دھاگے باہم مل جاتے ہیں تو وہ مضبوط ڈور ابن جاتا ہے۔ حَسَن لغیرہٖ میں لام اجلیہ ہے: أي: لأجل الغير، یعنی دیگر تائیدات سے حَسَن بننے والی حدیث۔

[مقدمۃ ابن الصلاح:۴۶، نوع:۲، فتح المغیث ۱:۲۷، قسم:۲]

ان تعریفوں کے لحاظ سے یہ روایت نہ تو صحیح لذاتہ ہے اور نہ صحیح لغیرہ! مصنف نے جن طرق سے اس حدیث کو نقل کیا ہے، وہ سارے کے سارے ضعیف جب کہ ایک موضوع ہے لہٰذا اصولِ حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے زیادہ سے زیادہ حسن لغیرہ کہہ سکتے ہیں۔

۲۹۵- اَلْحَبِیْبُ لَا یُعَذِّبُ حَبِیْبَهٗ.

''کوئی دوست اپنے کسی دوست کو سزا نہیں دیتا۔''

سخاوی کہتے ہیں: میں اس روایت کو مرفوعاً نہیں جانتا لیکن یہ ارشادِ ربانی اس کی طرف اشارہ کرتی ہے: وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰی نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ قُلْ فَلِمَ یُعَذِّبُکُمْ بِذُنُوْبِکُمْ (۱).

[سورۃ المائدۃ ۵:۱۸]

''اور یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں: ہم اللہ کے چہیتے اور اس کے محبوب ہیں۔ کہو پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کے عوض کی سزا کیوں دے گا؟''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ اس روایت کے الفاظ ثابت نہیں مگر اس کا معنیٰ صحیح ہے۔

۲۹۶- حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَةٍ.

''دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔''

بعض محدثین اسے موضوع کہتے ہیں۔ امام ابن تیمیہ اسے سیدنا جندب بَجَلی رضی اللہ عنہ (۲) کا قول قرار دیتے ہیں (۳)۔

---

(۱) یہ پوری عبارت حافظ سخاوی کی ہے۔ [المقاصد الحسنة: ۶۹۶، بذیل حدیث: ۳۸۳]

(۲) جندب بن عبداللہ بن سفیان بَجَلِي عَلَقِي ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ کوفہ میں رہائش پذیر تھے۔ پھر بصرہ منتقل ہوئے۔ حسن بصری اور ابن سیرین نے ان سے احادیث کا سماع کیا ہے۔

[الاستیعاب: ۱۵۴، ترجمہ: ۳۴۲، اسد الغابة: ۱۹۸، ترجمہ: ۸۰۴]

(۳) حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ليس هذا محفوظاً عن النبي ﷺ ولكن هو معروف عن جندب بن عبد الله البَجَلي رضي الله عنه من الصحابة، ويُذكَر عن المسيح ابن مريم عليهما السلام و أكثر ما يغلو في هذا اللفظ المتفلسفة، ومَن حذا حذوهم من الصوفية على أصلهم. [مجموع الفتاوی ۱۱:۵۳]

''یہ رسول اللہ ﷺ سے منقول نہیں، البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سیدنا جندب بن عبداللہ بَجَلِي رضی اللہ عنہ کے قول سے معروف ہے، جب کہ بعض نے اسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قول بتایا ہے۔ فلاسفہ اور ان کے پیروکار صوفیاء اس کو بہت زیادہ بیان کرتے ہیں۔''

یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں: هذا معروفٌ عن جندب بن عبدالله البَجَلِي، وأما عن النبي ﷺ فليس له إسنادٌ معروف. [مجموع الفتاوی ۱۸:۶۲] ......

بیہقی نے اپنی شعب الایمان میں اسے حسن اِسناد (۱) کے ساتھ حسن [بصری] سے مرفوعاً و مرسلاً روایت کیا ہے (۲)۔

سیوطی نے کہا ہے کہ اس اس حدیث کو موضوعات (۳) میں شمار کیا گیا ہے لیکن شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی نے ان کا تعاقب کیا ہے اور فرمایا ہے کہ حسن بصری تک اس کی سند حسن ہے۔ علی ابن المدینی (۴) نے حسن بصری کے مراسیل کی تعریف کی ہے دیلمی نے اپنی مسند میں اس حدیث کو

...... ''یہ سیدنا جندب بن عبداللہ بَجَلِي رضی اللہ عنہ کے قول سے معروف ہے' اور رسول اللہ ﷺ سے اس کی کوئی معروف سند موجود نہیں۔''

(۱) مرسل روایت میں حسن کہاں سے آیا؟

(۲) یہ روایت شعب الایمان میں دو مقامات پر مروی ہے اور دونوں مقامات پر مرسل ہی ہے۔ ان میں سے مرفوع روایت کوئی بھی نہیں۔

–پہلا: سفیان بن سعید ثوری کہتے ہیں: كانَ عيسَى علیہ السلام يقول: حُبُّ الدُّنيا أصل كل خطيئةٍ' والمالُ فيهِ دَاءٌ كَبِيرٌ. [شعب الایمان ۷:۳۲۳' حدیث: ۱۰۴۵۸]

–دوسرا: حسن بصری کہتے ہیں: قال رسول الله ﷺ: حُبُّ الدِّيْنَارِ رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ.

[شعب الایمان ۷:۳۳۸' حدیث: ۱۰۵۰۱]

حافظ عراقی لکھتے ہیں: احادیث نبویہ ﷺ میں اس کی کوئی اصل نہیں' اس کا تعلق حسن بصری کے مراسیل سے ہے جب کہ حسن بصری کی مراسیل بالکل بے بنیاد ہوتی ہیں۔ [فتح المغیث: ۱۲۸]

(۳) حافظ سیوطی کا اشارہ حافظ عراقی کی طرف ہے جو لکھتے ہیں: حُبُّ الدُّنيا رأسُ كل خطيئةٍ؛ فإنه إمَّا من كلام مالك بن دينار كما رواهُ ابن أبي الدنيا في كتاب مكائد الشيطان بإسناده إليه وإمَّا هو من كلام عيسى ابن مريم علیہ السلام كما رواه البيهقي في كتاب الزهد' ولا أصل له من حديث النبي ﷺ إلَّا من مَراسيل الحسن البصري كما رواه البيهقي في شعب الإيمان في باب الحادي والسبعين منه' ومَراسيل الحسن عندهم شبه الريح. [فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث: ۱۲۷-۱۲۸]

(۴) علی بن عبداللہ بن جعفر سعدی ابن المدینی البصری' محدث و مؤرخ تھے۔ بصرہ میں ۱۶۱ھ = ۷۷۷ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے حافظ حدیث تھے۔ لگ بھگ دو سو کتابوں کے مصنف ہیں۔ علم اختلاف حدیث میں امام احمد بن محمد بن حنبل کے پائے کے عالم تھے۔ ۲۳۴ھ = ۸۴۹ء کو سامراء میں وفات پائی۔

[تاریخ بغداد ۱۱: ۴۵۸' تذکرۃ الحفاظ ۲: ۴۲۸' الاعلام ۴: ۳۰۳]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بغیر کسی سند کے روایت کیا ہے (۱)۔

تاریخ ابن عساکر میں یہ سعد بن مسعود الصدفی تابعی (۲) سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

حُبُّ الدُّنیَا رَأْسُ الْخَطَایَا (۳).

''دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔''

ابونعیم نے اسے حلیۃ الاولیاء میں سفیان ثوری کے ترجمہ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قول کہہ کر نقل کیا ہے (۴)۔ ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب مکائد الشیطان میں اسے مالک بن دینار کا قول کہہ کر نقل کیا ہے (۵)۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: جن لوگوں نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ انہوں نے اس کے اِسناد کی تصریح نہیں جب کہ اَسانید مختلف ہیں اور جمہور کے نزدیک مرسل حدیث حجت ہے جب اس کی اَسانید صحیح ہوں (۶)۔

---

(۱) الدُّررالمنتثرة في الأحادیث المشتھرة: ۱۰۵' بذیل حدیث: ۱۸۵

(۲) سعد بن مسعود تجیبی مصری۔ ابومسعود کنیت تھی۔ متقی اور صالح تابعی تھے۔ اُن سے صرف ایک حدیث مروی ہے۔ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز نے افریقہ کے باشندوں کو دینی تعلیم دلانے کے لیے اُنہیں افریقہ بھیجا تھا۔ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کی خلافت میں وفات پائی۔ [تاریخ مدینۃ دمشق الکبیر ۲۰: ۴۰۳' ترجمہ: ۲۴۲۹]

(۳) تاریخ مدینۃ دمشق الکبیر ۲۰: ۴۰۲ (۴) حلیۃ الاولیاء ۶: ۳۸۸

(۵) اُن کی کتاب مکائد الشیطان میں یہ روایت نہیں ملتی' البتہ کتاب ذم الدنیا' مندرج موسوعۃ رسائل ابن ابی الدنیا ۵: ۶۷' حدیث: ۴۱۶ کے تحت یہ پائی جاتی ہے۔

(۶) یہ مصنف کا بے اصل واَساس دعویٰ ہے۔ مرسل روایت کے بارے میں امام ابن الصلاح لکھتے ہیں:

وماذکرناه من سُقوطِ الإحتجاج بالمرسل والحکم بضعفه ھو المذھب الذي استقَرَّعلیه آراء جماھیر حُفَّاظِ الحدیث ونُقَّادِ الأثروتَداوَلُوهُ في تصانیفھم. [مقدمۃ ابن الصلاح: ۷۳]

''مرسل حدیث دین میں حجت نہیں ہے۔ حدیث نبوی کے جمہور حفاظ ونقاد کی آخری وحتمی رائے یہی ہے اور اسی فیصلہ کو انہوں نے اپنی تصانیف میں درج کیا ہے۔''

امام مسلم فرماتے ہیں: المرسل من الروایات في أصل قولنا وقول أھل العلم بالأخبار لیس بحجة. [صحیح مسلم' المقدمۃ ۱: ۳۰]......

اور اس لیے ابن المدینی کہتے ہیں کہ حسن بصری کی مراسیل جب ان سے ثقہ راوی روایت کریں صحیح ہیں (۱)۔

دارقطنی مراسیل حسن بصری کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس میں ضعف پایا جاتا ہے لیکن اعتماد سندوں پر ہوگا۔

۲۹۷- حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الإِيمَانِ.

''وطن سے محبت، ایمان میں داخل ہے۔''

زرکشی کہتے ہیں میں اس سے واقف نہیں ہوں (۲)۔ سید معین الدین صفوی (۳) کہتے ہیں: یہ ثابت نہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ بعض سلف کا کلام ہے۔

...... ''ہمارے اور محدثین کے قول کے مطابق مرسل حجت نہیں۔''

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: المرسل ضعيفٌ، لا حُجَّة فيه. [فتح الباری ۱: ۲۵۱، ۲: ۵، ۵: ۱۷۵، ۱۱: ۱۹۰، ۲۶۷]

''مرسل ضعیف ہوتی ہے اور حجت نہیں ہوتی۔''

کیونکہ: لأنه حُذِف منه راوٍ غير معروف وقد يكون غير ثقة، والعبرة في الرواية بالثقة واليقين، ولا حُجَّة في المجهول. [الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث: ۵۸، ہامش: ۱]

''اس میں غیر معروف راوی کو حذف کیا جاتا ہے جو غیر ثقہ بھی ہوسکتا ہے جب کہ معتبر روایت وہ ہوتی ہے جس کا راوی ثقہ ہو اور مجہول حجت نہیں بن سکتا۔''

(۱) حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح کے مراسیل نہایت ضعیف اور ناقابل قبول ہیں کیونکہ وہ ثقہ اور غیر ثقہ دونوں قسم کے راویوں سے ارسال کرتے ہیں: وليس في المرسلات أضعف من مرسلات الحسن و عطاء بن أبي رباح فإنهما كانا يأخذان عن كل واحد. [تدریب الراوی ۱: ۱۶۸]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: مراسيل الحسن ضعيفة، لأنه كان يأخذ من كل أحدٍ. [فتح الباری ۹: ۱۷۰]

(۲) یہ امام زرکشی کا قول نہیں۔ یہ روایت اُن کی کتاب میں نہیں ملتی، بلکہ یہ حافظ سخاوی کا قول ہے۔ دیکھئے: المقاصد الحسنۃ: ۲۹۷، بذیل حدیث: ۳۸۶

(۳) عیسیٰ بن محمد بن عبداللہ ابوالخیر قطب الدین الحسنی الحسینی الایجی المعروف الصفوی۔ ۹۰۰ھ = ۱۴۹۴ء کو پیدا ہوئے۔ فاضل اور صوفی تھے۔ ہندی الوطن ہیں۔ گجرات اور دہلی میں تعلیم حاصل کی۔ کئی سال تک مکہ مکرمہ میں رہے۔ شام، بیت المقدس اور بلادِ روم کے سفر کیے۔ مصر میں رہائش اختیار کی۔ ۹۵۳ھ = ۱۵۴۶ء کو وفات پائی۔ [شذرات الذہب ۸: ۲۹۷، الاعلام ۵: ۱۰۸]

سخاوی کہتے ہیں: میں اس حدیث سے واقف نہیں لیکن اس کا معنیٰ صحیح ہے (۱)۔

منوفی کہتے ہیں: سخاوی نے جو اس کے معنیٰ کے صحیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے، بڑا ہی عجیب ہے اس لیے کہ وطن سے محبت اور ایمان کے درمیان کوئی تعلق نہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس کی تردید کرتا ہے: وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ. [سورۃ النساء۴:۶۶ (۲)]

''اور اگر ہم اُنہیں حکم دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالو۔''

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انہیں اپنے وطنوں سے محبت تھی۔ باوجود یہ کہ ان کا ایمان سے ذرہ برابر تعلق نہ تھا کیوں کہ اس میں ضمیر منافقین کی طرف راجع ہے۔ بعض محدثین نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حدیث میں تو یہ بات نہیں کہ وطن سے بجز مؤمن کے کوئی محبت ایمان نہیں رکھتا بلکہ اس میں یہ ہے کہ وطن سے محبت رکھنا ایمان کے منافی نہیں۔

یہ بات مخفی نہیں کہ حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ وطن سے محبت ایمان کی علامت ہے اور یہ اس وقت ہوگا جب محبت مؤمن کے ساتھ مختص ہو تو جب وطن سے محبت رکھنے مؤمن اور غیر مؤمن دونوں ایک جیسے ہیں تو اسے ایمان کی علامت نہیں قرار دیا جا سکتا۔

اس کا معنیٰ اس لحاظ سے صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کا حال اس طرح بیان کیا ہے کہ:

وَمَالَنَا اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا. [سورۃ البقرۃ۲:۲۴۶]

''اور ہم کیوں اللہ کی راہ میں جہاد نہ کریں جب کہ ہمیں ہمارے شہروں سے نکال دیا گیا۔''

اس طرح معلوم ہوا کہ ان دونوں آیتوں کے مصداق الگ الگ ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر اس روایت کے الفاظ ثابت ہوں تو اسے مؤمنوں کے اصلی وطن یعنی جنت پر محمول کیا جائے گا اس لیے کہ یہ ہمارے جدِ اعلیٰ سیدنا آدم علیہ السلام کا پہلا مسکن ہے' اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا اُن کی پیدائش

---

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۲۹۷' بذیل حدیث: ۳۸۶

(۲) پوری آیت اس طرح ہے: وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ. [سورۃ النساء۴:۶۶]

''اور اگر ہم اُنہیں حکم دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالو اور اپنے گھر چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں سے تھوڑے ہی ایسا کرتے۔''

جنت میں ہوئی تھی یا پیدائش اور مکمل ہونے کے بعد جنت میں داخل کیے گئے تھے۔

یا اس سے مراد مکۃ المکرّمۃ ہے جو اُم القریٰ اور تمام عالم کا قبلہ ہے۔

یا مراد صوفیاء کے طریقہ پر رجوع الی اللہ ہو کیوں کہ وہیں سے ابتداء ہے اور وہیں انتہا ہوگی جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے: وَاَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى. [سورۃ النجم ۵۳:۴۲]

''اور بے شک تیرے رب کی طرف اِنتہاء ہے۔''

اور اگر اس سے وطن متعارَف مراد ہو تو وہ تب صحیح ہوگا کہ اس میں یہ شروط پائے جائیں: محبت' صلہ رحمی اور فقراء اور یتیموں پر احسان وغیرہ۔

یہ بات معلوم ہے کہ کسی شے کی علامت ہونا اُس کی کوئی خصوصیت نہیں ہوتا بلکہ اکثریت کے لیے کافی ہوتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ: حُسْنُ الْعَهْدِ مِنَ الإِيْمَان [1].

''عہد کا اچھی طرح خیال رکھنا [اور اُس کو پورا کرنا] ایمان میں داخل ہے۔''

اور اس حدیث میں ہے کہ: حُبُّ الْعَرَبِ مِنَ الإِيْمَان [2].

''عرب کی محبت ایمان کی نشانی ہے۔''

باوجود یہ کہ یہ اہل کفر میں بھی پائی جاتی ہیں۔

---

(۱) المُستَدرَك عَلَى الصَّحِيحَين ۱:۱۶

(۲) تاریخ دمشق الکبیر ۳۰:۱۴۴؛ اس کی سند شدید ضعیف یا موضوع ہے اس لیے کہ اس کی سند یہ ہے: علی بن حسن شامی/سامی از خلید بن دعلج از یونس بن عبید از حسن [بصری] از سیدنا جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ اس سند میں:

–علی بن حسن شامی موجود ہے جس کے بارے میں حافظ ابن عدی لکھتے ہیں: اس کی ساری روایتیں باطل ہوتی ہیں اور یہ شدید ضعیف ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۶:۳۶۱' ترجمہ: ۱۳۶۳/۳۹۵]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اس کا شمار متروکین میں سے ہے۔ [میزان الاعتدال ۳:۱۲۰' ترجمہ: ۵۸۰۵]

–خلید بن دعلج بھی ہے جو ضعیف تھا۔ [تقریب التہذیب: ۲۳۱' ترجمہ: ۱۷۴۰]

–حسن بن یسار بصری بھی ہیں جو مدلس تھے اور بکثرت اِرسال کیا کرتے تھے۔ [تقریب التہذیب: ۱۹۷' ترجمہ: ۱۲۲۷]

اور اُن کی یہ روایت معنعن ہے اس لیے نا قابل قبول ہوئی۔

-۲۹۸: حُبُّ الْهِرَّةِ مِنَ الإِيْمَان. ''بلی سے محبت ایمان کی نشانی ہے۔''

یہ روایت موضوع ہے جیسا کہ صغانی وغیرہ کہتے ہیں (۱)۔

میں نے اس روایت سے متعلق ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں اس پر کلام کیا ہے (۲)۔

اس میں عبارت کی تقدیر اس طرح ہوگی: حُبُّ الْهِرَّةِ مِن خِصَالِ أهلِ الإيمان (۳).

''بلی سے محبت، اہلِ ایمان کی عادت میں داخل ہے۔''

اور اہل کفر کا اس وصف سے متصف ہونا کہ وہ بھی بلی سے محبت رکھتے ہیں کوئی ناگفتہ بہ بات نہیں ہے اس لیے کہ یہ بھی دوسری عمدہ عادات وخصائل کی طرح ہے جو کسی مسلمان اور غیر مسلم دونوں میں پیدا ہو سکتے ہیں اور یہ ایمان کی علامت نہیں بن سکتی جیسا کہ سعد اور سید (۴) کو وہم ہوا ہے جب کہ سید نے مصدر کی اضافت مفعول کی جانب کر کے اسے غریب قرار دیا ہے (۵)۔

-۲۹۹: حَبَّذَا الْمُتَخَلِّلُوْنَ مِنْ أُمَّتِيْ.

''میری امت کے خلال کرنے والوں کو مبارک باد ہو۔''

صغانی کہتے ہیں اس کا موضوع ہونا ظاہر ہے (۶)۔ انہوں نے اس کی تفسیر انگلیوں میں خلال اور

---

(۱) موضوعات الصغانی: ٦٦، حدیث: ۸۱

(۲) مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں کہ اس رسالے میں اُنہوں نے لکھا ہے کہ: اِتَّفَقَ الحُفَّاظُ علی أنْ لَّيسَ له أصلٌ مرفوعٌ، بل صَرَّحَ بعضُهم بأنه موضوعٌ. [ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی: ۲۹۲]
''حفاظِ حدیث متفق ہیں کہ مرفوع احادیث میں اس روایت کی کوئی اصل نہیں ملتی بلکہ بعض علماء نے تو اس کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے۔''
ڈاکٹر تقی الدین ندوی نے اس رسالے کا نام اَلْبِرَّةُ فِي الْهِرَّةِ لکھا ہے۔
[ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی: ۲۹۲، حاشیہ: ۵]

(۳) جب روایت ہی بے اصل ہے تو اِس کی تأویل کی ضرورت کیا ہے؟

(۴) کچھ معلوم نہیں کہ سعد اور سید کون ہیں؟

(۵) اس مزعوم غرابت کی وجہ معلوم نہ ہوسکی اس لیے کہ حُبُّ الْهِرَّةِ میں مصدر کی اِضافت مفعول ہی کی طرف ہے۔ اس میں دوسری رائے نہیں۔ امام عجلونی نے بھی اس روایت کے تحت لکھا ہے کہ اس میں کوئی غرابت نہیں۔

(۶) موضوعات الصغانی کے مطبوعہ نسخہ میں یہ روایت نہیں ملتی۔

کھانے کے بعد دانتوں میں خلال سے کی ہے۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں کہ بلحاظ الفاظ کے اس کا موضوع ہونا ظاہر اور واضح نہیں ہے اور بلحاظ معنیٰ اس کا ثبوت ظاہر باہر ہے اس لیے کہ متعدد احادیث داڑھی اور انگلیوں کے خلال کے بارے میں موجود ہیں (۱) یہاں تک کہ خلال کو سنت مؤکدہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اس لیے اس روایت کے رُواۃ کی جانچ کی جائے تاکہ تحقیق کے ساتھ اس پر کوئی حکم لگایا جا سکے (۲)۔

۳۰۰ـ اَلْحَجُّ جِهَادُ كُلِّ ضَعِيفٍ.

''حج ہر ضیف کا جہاد ہے۔''

صغانی نے تشدد سے کام لیتے ہوئے اسے موضوعات میں شمار کیا ہے (۳) حالانکہ اسے احمد اور ابن ماجۃ (۴) نے ابوجعفر محمد بن علی بن حسین کی سند سے سیدہ ام سلمۃ رضی اللہ عنہا (۵) سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

۳۰۱ـ اَلْحِجَامَةُ فِي نُقْرَةِ الرَّأْسِ تُورِثُ النِّسْيَانَ فَتَجَنَّبُوا ذٰلِكَ.

''سر میں پچھنے لگوانا بھول پیدا کرتا ہے۔ اس سے بچو۔''

---

(۱) علامہ عجلونی لکھتے ہیں: کھانا کھانے کے بعد دانتوں کا خلال بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔

[کشف الخفاء ۱: ۵۱۲، بذیل حدیث: ۱۰۹۷]

(۲) محدث ناصر الدین البانی نے اس حدیث سے بحث کرتے ہوئے اس کے طرق کو جمع کر کے لکھا ہے کہ:

فالحديثُ عندي حسنٌ لغيره. [سلسلة الأحاديث الصَّحيحة ۶: ۱۴۲، حدیث: ۲۵۶۷]

(۳) موضوعات الصغانی کے مطبوعہ نسخہ میں یہ روایت نہیں ملتی۔

(۴) مسند احمد ۶: ۲۹۴، سنن ابن ماجۃ، ابواب المناسک [۲۵] باب الحج جهادُ النساء [۸] حدیث: ۲۹۰۲

(۵) ہند بنت سہیل المعروف ابوامیہ [حذیفہ یا زاد الراکب] بن مغیرۃ، قرشیہ، مخزومیہ، ام سلمہ، ام المؤمنین رضی اللہ عنہا۔ مکہ معظمہ میں ۲۸ قبل ہجری = ۵۹۶ء کو پیدا ہوئیں۔ قدیم الاسلام اور عقل و کمال کے لحاظ سے مکمل ترین خاتون تھیں۔ اپنے سابقہ شوہر سیدنا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بن عبدالاسد بن مغیرۃ کی معیت میں حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کی ہجرت کی۔ سیدنا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ ۴ ہجری کو رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ صلح حدیبیہ کے دوران اُن کے مشورہ سے رسول اللہ ﷺ نے اُن کے مشورہ سے قربانی کر کے اِحرام کھولا تھا۔ لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔ طویل عمر پائی۔ اُن سے ۳۷۸ اَحادیث مروی ہیں۔ ۶۲ھ = ۶۸۱ء کو وفات پا گئیں۔

[اسد الغابۃ ۶: ۳۴۰، ترجمہ: ۷۴۷۵، الاعلام ۸: ۹۷]

دیلمی نے اسے بواسطہ عمر بن واصل سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور واصل نے کہا ہے کہ مجھے محمد بن سواء نے مالک بن دینار کی سند سے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے خطیب بغدادی نے عمر بن واصل پر وضع حدیث کا الزام لگایا ہے (۱) اور یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درد کی جگہ پر اپنے سر کے اگلے حصہ میں پچھنے لگوائے (۲)۔

-۳۰۲: اَلْحَجُوْنُ وَالْبَقِيْعُ يُؤْخَذَانِ بِأَطْرَافِهِمَا وَيُنْثَرَانِ فِي الْجَنَّةِ .

''حجون اور بقیع کے کونے پکڑ کر لے جایا جائے گا اور ان کو جنت میں بکھیر دیا جائے گا۔''

حجون اور بقیع مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں دو قبرستان ہیں۔ اسے زمخشری (۳) نے کشاف میں نقل کیا ہے (۴)۔

---

(۱) خطیب بغدادی نے عمر بن واصل کی سند سے ایک روایت اس طرح درج کی ہے:

أنا ياعلي خاتم الأنبياء و أنت يا علي خاتم الأولياء.

[تاریخ بغداد ۱۰: ۳۵۸ بذیل ترجمہ: عبیداللہ بن لؤلؤ: ۵۵۱۱]

''علی! میں خاتم الانبیاء ہوں اور تو خاتم الاولیاء ہے۔''

اور پھر لکھا ہے: هذاالحديثُ موضوعٌ من عمل القُصَّاصِ، وضعه عمربن واصل أو وُضِعَ عليه .

[تاریخ بغداد ۱۰: ۳۵۸ بذیل ترجمہ: عبیداللہ بن لؤلؤ: ۵۵۱۱]

''یہ حدیث موضوع ہے۔ واعظین کی گھڑی ہوئی ہے۔ اسے عمر بن واصل نے وضع کیا ہے یا کسی اور نے وضع کر کے عمر بن واصل کی طرف منسوب کر کے نقل کی ہے۔''

(۲) اس حدیث کی طرف اشارہ ہے: احتجم النبي صلی اللہ علیہ وسلم في رأسه وهو مُحْرِمٌ من وَجَعٍ كان به.

[صحیح بخاری، کتاب الطب [۷۶] باب الحجم من الشقیقۃ والصداع [۱۵] حدیث: ۵۷۰۰]

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ احرام میں سر درد کی وجہ سے اپنے سر میں سینگی لگوائی تھی۔''

(۳) محمود بن عمر بن محمد بن احمد، خوارزمی، جار اللہ، ابو القاسم، خوارزم کے مضافاتی گاؤں زمخشر میں ۴۶۷ھ = ۱۰۷۵ء کو پیدا ہوئے۔ عرصۂ دراز تک مکہ معظّمہ میں رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے جار اللہ کہلائے۔ خوارزم میں ۵۳۸ھ = ۱۱۴۴ء کو وفات پائی۔ لغوی، ادیب، حنفی اور معتزلی تھے۔

[الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ: ۳۹۴، ترجمہ: ۱۵۷۴، الاعلام ۷: ۱۷۸]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: صالحٌ، لكنه داعيةٌ إلى الإعتزال، أجارنا الله منه، فكن حَذِراً من كشّافه. [میزان الاعتدال ۴: ۷۸، ترجمہ: ۸۳۶۷، لسان المیزان ۶: ۴، ترجمہ: ۶] ......

زیلعی نے اس کے لیے جگہ خالی چھوڑی ہے (۱)۔ حافظ ابن حجر نے بھی اس معاملہ میں زیلعی کی متابعت کی ہے (۲)۔ سخاوی نے اس پر سکوت اختیار کی ہے (۳)۔

–۳۰۳: حَذْفُ السَّلَامِ سُنَّةٌ.

”سلام کو لمبا کیے بغیر کہنا سنت ہے۔“

ابن القطان (۴) کہتے ہیں: نہ یہ مرفوعاً صحیح ہے اور نہ موقوفاً (۵)۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: اس حدیث کو ابو داود، ترمذی، ابن خزیمہ اور حاکم نے ابو سلمہ کی سند سے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (۶)۔ حاکم نے اسے مرفوعاً نقل کر کے صحیح قرار دیا ہے اور

...... ”روایت حدیث کے سلسلے میں صالح اور داعی معتزلی تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اعتزال سے اپنے حفظ وامان میں رکھے [آمین] لہٰذا اُن کی کشاف کے بارے میں محتاط رہیے۔“

(۴) تفسیر الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل ۱: ۳۸۹، بذیل تفسیر سورۃ آل عمران ۳: ۹۶

–حواشی صفحہ ہٰذا–

(۱) مطبوعہ نسخہ میں کوئی جگہ خالی نہیں بلکہ لکھا ہے کہ: قلتُ: غريبٌ جدًا.

[تخریج الاحادیث والآثار الواقعۃ فی تفسیر الکشاف ۱: ۱۹۹]

”میں [حافظ زیلعی] کہتا ہوں: شدید ضعیف ہے۔“

(۲) اس روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر نے لَمْ أَجِدْهُ لکھا ہے۔

[الکافی الشاف عن تخریج احادیث الکشاف ۱: ۳۸۹]

(۳) المقاصد الحسنۃ: ۳۰۱، حدیث: ۳۹۲؛ ملا علی قاری نے لکھا ہے: لَا يُعْرَفُ لَهُ أَصْلٌ.

[المَصنوع في معرفة الحديث الموضوع: ۹۲، حدیث: ۱۰۸]

(۴) علی بن محمد بن عبد الملک الکتامی الحمیری الفاسی، ابن القطان، ابو الحسن۔ حافظ اور ناقدِ حدیث تھے۔ ۵۶۲ھ = ۱۱۶۷ء کو پیدا ہوئے۔ قرطبی الاصل ہیں۔ فاس سے تعلق تھا۔ کچھ عرصہ تک مراکش میں رہائش پذیر رہے ہیں۔ ۶۲۸ھ = ۱۲۳۰ء کو وفات پائی۔ [جذوۃ الاقتباس: ۴۷۰-۴۷۱، ترجمہ: ۵۱۹، الاعلام ۴: ۳۳۱]

(۵) بیان الوہم والایہام الواقعین فی کتاب الاحکام ۵: ۱۴۲-۱۴۳، حدیث: ۲۳۸۵؛ ۵: ۵۱۰، حدیث: ۲۷۴۷

(۶) سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ [۲] باب حذف التسلیم [۱۹۲] حدیث: ۱۰۰۴، سنن ترمذی، ابواب الصلاۃ [۲] باب ما جاء ان حذف السلام سنۃ [۲۲۳] حدیث: ۲۹۷، صحیح ابن خزیمۃ ۱: ۳۶۲، حدیث: ۷۳۴، مستدرک ۱: ۲۱۳

ترمذی نے موقوف نقل کر کے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب ہے: امام کا سلام پھیرنے میں جلدی کرنا تا کہ کوئی مقتدی اس سے سبقت نہ کر جائے۔ بعض مالکیہ کا قول اس معاملہ میں بہت ہی غریب ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں ورحمۃ اللہ نہ کہا جائے[1]۔

۳۰۴- اَلْحَدِيْثُ فِي الْمَسْجِدِ يَأْكُلِ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ الْبَهِيْمَةُ الْحَشِيْشَ[2].

''مسجد میں گفتگو کرنا نیکیوں کو ایسے ہی کھا جاتا ہے جیسے چوپائے گھاس کو۔''

یہ حدیث کہیں نہیں پائی جاتی جیسا کہ المُختصَر میں ہے[3]۔

۳۰۵- حَسَنَاتُ الأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ.

''نیک کاروں کی نیکیاں مقربین کی [نسبت کے لحاظ سے] برائیاں ہیں۔''

یہ ابوسعید خراز[4] کا قول ہے[5]۔

---

(۱) ان کا اشارہ امام ابن العربی اشبیلی [وفات: ۵۴۳ھ] کی طرف ہے جنہوں نے لکھا ہے: وقيل: هو أن لا يكون فيه "ورحمةُالله وبركاته" فحُذِفت منه: "ورحمةُ الله".

[المسالک فی شرح موطأ مالک ۲:۳۹۷]

(۲) احیاء علوم الدین ۱:۱۵۲، الکشاف ۲:۲۵۴، تفسیر الکشاف ۳:۴۹۱، تفسیر کبیر ۶:۱۱، تفسیر مدارک ۲:۱۳۳۰

(۳) حافظ عراقی لکھتے ہیں: میں اس روایت کی اصلیت سے واقف نہیں۔ [المغنی عن حمل الاسفار ۱:۱۵۲]

امام سفارینی لکھتے ہیں: كذب لا أصل له. [غذاء الالباب شرح منظومۃ الاداب ۲:۲۴۲]

''یہ روایت جھوٹی ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں۔''

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: مباح کلام مسجد میں جائز ہے، اس لیے کہ اہلِ صفہ کی رہائش مسجدِ نبوی میں تھی۔ وہیں اُن کا اٹھنا بیٹھنا تھا۔ وہیں وہ سوتے اور آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ [ردالمحتار ۱:۴۴۵]

(۴) احمد بن عیسیٰ الخراز ابوسعید بغدادی۔ صوفیاء کے مشائخ میں سے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے ''فنا و بقا'' سے متعلق کلام کیا۔ ۲۸۶ھ = ۸۹۹ء کو وفات پائی۔

[تاریخ بغداد ۴:۲۷۶، ترجمہ: ۲۰۲۵، الاعلام ۱:۱۹۱]

(۵) ابن عساکر [وفات: ۵۷۱ھ] ابن الجوزی [وفات: ۵۹۷ھ] نے اسے ابوسعید خزار کا قول کہہ کر اس طرح نقل کیا ہے: ذُنُوبُ الْمُقَرَّبِيْنَ حَسَنَاتُ الأَبْرَارِ. [تاریخ مدینۃ دمشق الکبیر ۵:۱۳۷، صفۃ الصفوۃ ۲:۲۶۴]......

۳۰٦-: حَسِّنُوا نَوَافِلَكُم تَكمُلُ بِهَا فَرَائِضُكُم .

''اپنے نفلوں کو اچھی طرح پڑھا کرو' اس سے تمہارے فرائض کی تکمیل ہو جائے گی۔''

ان الفاظ کے ساتھ کوئی اصل نہیں' اگرچہ یہ مضمون بلحاظِ معنیٰ صحیح ہے (۱)۔

۳۰۷-: اَلْحُسنُ مَرحُومٌ.

''حسن قابل رحم ہے۔''

یہ ابوحازم (۲) کا کلام ہے (۳)۔

......امام قرطبی محدث [وفات: ٦٥٦ھ] نے اسے جنید بغدادی کا قول کہہ کر نقل کیا ہے۔ [المفہم ا: ۴۳۵]
جب کہ محدث نورالدین سمہودی [وفات: ۹۱۱ھ] نے اسے امام زہری کا قول کہہ کر نقل کیا ہے۔
[الغمّاز علی اللُّمّاز: ۹۹' حدیث: ۹۳]

(۱) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: تَكمِلَةُ الفَرَائِضِ بِالنَّوَافِلِ ثَابِتٌ. [المقاصد الحسنۃ: ۳۰۵' بذی حدیث: ۴۰۵
''[آخرت میں] نوافل سے فرائض کی تکمیل [صحیح احادیث سے] ثابت ہے۔''

(۲) ابوحازم صاحبُ ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ثقہ محدث تھے۔ ان کا نام سلمان الکوفی ہے۔ سیدنا ابوہریرۃ' سیدنا ابن عمر اور سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہم سے روایتیں لیں اور علم حاصل کیا۔ پانچ سال تک سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے۔ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں وفات پا گئے۔ تقریباً سو سال کی زندگی پائی۔ [سیر اعلام النبلاء ۵: ۷-۸]

(۳) امام ابوعبداللہ محمد بن اسحاق الفاکہی [وفات: ۲۷۲ھ] لکھتے ہیں کہ ابوحازم حج پر گئے تھے۔ طواف کے دوران ایک ایسی حسین عورت سے مطاف میں آمنا سامنا ہوا جس نے چہرہ کھلا رکھا تھا۔ ابوحازم نے اسے چہرہ ڈھانکنے کی تلقین کی اور کہا کہ اس طرح مرد فتنہ سے محفوظ رہیں گے۔ وہ کہنے لگی کہ میں اُن لوگوں میں سے ہوں جن کے بارے میں العرجی نے کہا ہے کہ:

مِنَ اللَّائِي لَم يَحجُجنَ يَبغِينَ حِسبَةً وَلٰكِن لِّيَقتُلنَ التَّقِيَّ المُغَفَّلا

اس پر ابوحازم نے کہا: صَانَ اللّٰهُ هٰذَا الوَجهَ عَنِ النَّار.

''اللہ تعالیٰ اِس چہرے کو آگ سے محفوظ رکھے۔''

اُن سے کہا گیا: کیا آپ کا اِس پر دِل آیا؟ اُنہوں نے نفی میں جواب دیتے ہوئے کہا: ''حسن قابل رحم ہے۔''
[اخبار مکۃ فی قدیم الدہر وحدیثہ ا: ۳۱۴' حدیث: ٦۴۵]

–۳۰۸: اَلْحَسُوْدُ لَا يَسُوْدُ.

''حاسد سردار نہیں ہوتا۔''

رسالہ قشیریہ میں ہے کہ یہ سلف میں سے کسی کا کلام ہے[۱]۔

–۳۰۹: حُضُوْرُ مَجْلِسِ عَالِمٍ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاةِ أَلْفِ رَكْعَةٍ[۲].

''کسی عالم کی مجلس میں حاضر ہونا ایک ہزار رکعت نماز سے افضل ہے۔''

اس حدیث کو غزالی نے احیاء میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ عراقی کہتے ہیں: ابن الجوزی نے اس روایت کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کر کے اسے موضوعات میں شمار کیا ہے[۳]۔

عراقی کہتے ہیں: میں نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث کہیں نہیں دیکھی[۴]۔

–۳۱۰: حِفْظٌ فِي الصِّغَرِ كَالنَّقْشِ فِي الْحَجَرِ[۵].

''بچپن میں حفظ کر لینا پتھر پر نقش کی طرح ہے۔''

یہ اس طرح ثابت نہیں ہے، البتہ خطیب نے اپنی جامع میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: حِفْظُ الْغُلَامِ الصَّغِيرِ كَالنَّقْشِ فِي الْحَجَرِ، وَحِفْظُ الرَّجُلِ بَعْدَ مَا كَبِرَ كَالْكِتَابَةِ عَلَى الْمَاءِ[٦].

---

(۱) اُن کی عبارت یہ ہے: وقیل: الحَسُودُ لَا يَسُودُ. [الرسالۃ القشیریۃ: ۱۹۲]

(۲) احیاء علوم الدین ۱:۹ (۳) الموضوعات ۱:۱٦۱ (۴) المغنی عن حمل الاسفار ۱:۹

(۵) یہ حسن بصری کا قول ہے جیسا کہ امام بیہقی اور امام ابن عبدالبر نے حسن سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

[الفقیہ والمتفقہ: ۸-۵۷۹-۵۷۸، حدیث: ۸۲۱، ۸۲۲، جامع بیان العلم وفضلہ ۱: ۴۰۲-۴۰۳، حدیث: ۴۸۲]

(٦) اس روایت کی سند یہ ہے: ابوالعباس اسحاق بن محمد بن مروان، از والد، از اسحاق بن وزیر، از عبدالملک بن موسیٰ، از زہری، از عبیداللہ بن عبداللہ، از سیدنا ابن عباس مرفوعاً۔

[الفقیہ والمتفقہ: ۸-۵۷۸، حدیث: ۸۲۰، الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع: ۲۰۵، حدیث: ٦٦۷]

یہ روایت ضعیف ہے اس لیے کہ:

–اس کا ایک راوی عبدالملک بن موسیٰ ہے جسے محدثین نہیں جانتے۔ امام ازدی اسے منکر الحدیث کہتے ہیں۔

[میزان الاعتدال ۳: ٦٦۵، ترجمہ: ۵۲۵٦]

–اس کا ایک اور راوی اسحاق بن وزیر مجہول ہے۔ [الجرح والتعدیل ۲: ۲۳٦، ۸۳۳] ......

''چھوٹے بچے کا یاد کر لینا پتھر پر نقش کی طرح ہے اور بڑے ہو جانے کے بعد یاد کرنا ایسا ہے جیسے پانی پر لکھنا۔''

۳۱۱- حُكْمِي عَلَى الْوَاحِدِ كَحُكْمِي عَلَى الْجَمَاعَةِ (۱).

''میرا حکم ایک پر بھی ایسا ہے جیسا کہ جماعت پر''

اس کی کوئی اصل نہیں۔ جیسا کہ عراقی کا قول ہے۔ نیز مزنی نے بھی اس کا انکار کیا ہے (۲)۔ زرکشی ہیں: یہ حدیث معلوم نہیں (۳)۔

-اس کا ایک اور راوی اسحاق بن محمد بن مروان کوفی القطان ہے جس کی روایت امام دارقطنی کی تصریح کے مطابق نا قابل استدلال ہوتی ہے۔ [میزان الاعتدال ۱:۲۰۰، ترجمہ: ۷۹۰]

(۱) منہاج الوصول الیٰ علم الاصول مع الشرح ۱:۴۲۱

(۲) حافظ ابن کثیر [وفات: ۷۷۴ھ] لکھتے ہیں: لم أربهذا قَطُّ سَنَداً، وسألتُ عنه شيخنا الحافظ جمالُ الدِّين أباالحجاج و شيخنا الحافظ أباعبدالله الذهبي مراراً فلم يعرفاهُ بالكلِيَّة.

[تحفۃ الطالب بمعرفۃ احادیث مختصر ابن الحاجب: ۲۸۶، بذیل حدیث: ۱۸۰]

''میں نے اس روایت کو اِن الفاظ میں باسند کہیں نہیں دیکھا اور میں نے کئی بار اپنے شیخ حافظ جمال الدین ابوالحجاج مزی اور شیخ حافظ ابوعبداللہ ذہبی سے اس کے بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے اس کو بالکل نہیں جانا۔''

حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی [وفات: ۸۰۶] کا ارشاد اُن کی کتاب ''تخریج احادیث المنہاج'' کے صفحہ: ۵۸ پر موجود ہے۔

(۳) امام زرکشی کی کتاب التَّذكِرَة في الأحاديثِ المشتَهرة میں یہ روایت نہیں ملتی۔

لَا يُعْرَفُ کا مطلب یہ ہے کہ اِن الفاظ میں نہیں ملتی۔ اس سے ملتی جلتی ایک حدیث سیدہ اُمیمہ بنت رُقیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں کہ: أتيتُ النبيﷺ في نِسوَةٍ من الأنصار نُبايِعُهُ فقلنا: يارسول الله! نُبَايِعُكَ على أن لَّا نُشرِكَ باللهِ شيئاً ولا نَسرِقَ ولا نَزنِيَ ولا نَأْتِيَ بِبُهتَانٍ نَفترِيهِ بين أيدينا وأرجُلِنَا و لانَعصِيكَ في معروفٍ. قال: فيما استطَعْتُنَّ وأَطَقْتُنَّ. قالت: قُلنا: اللهُ و رسوله أرحَمُ بِنَا هَلُمَّ نُبَايِعُكَ يا رسولَ الله! فقال رسول اللهﷺ: إِنِّي لَاأُصَافِحُ النِّسَآءَ، إِنَّمَا قَولِي لمائَةِ إمرأَةٍ كقولي إمرأةٍ واحدةٍ.

[سنن ترمذی، کتاب السیر [۲۲] باب ما جاء فی بیعۃ النساء [۳۷] حدیث: ۱۵۹۷، سنن نسائی، کتاب البیعۃ [۳۹] باب بیعۃ النساء [۱۸] حدیث: ۴۱۸۱، واللفظ لہ]

''میں کچھ اَنصار عورتوں کی معیت میں نبی اکرمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ہم آپ سے بیعت ہونا......

۳۱۲- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رِدَآءُ الرَّحْمٰنِ .

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کا کلمہ اللہ تعالیٰ کی چادر ہے۔''

اس کی کوئی اصل نہیں پائی جاتی (۱)۔

۳۱۳- حَمَلَ عَلِيٌّ بَابُ خَيْبَرَ.

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خیبر کے دروازے کو اٹھالیا تھا۔''

اسے ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں نقل کیا ہے (۲)۔

بعض علماء نے اسے منکر کہا ہے۔ سخاوی کہتے ہیں: اس کے تمام طرق کم زور ہیں (۳)۔

...... چاہتی تھیں۔ ہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہم آپ سے بیعت کرتی ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی، اپنی طرف سے جھوٹ گھڑ کر کسی پر بہتان طرازی نہیں کریں گی اور کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔ آپ نے فرمایا: اپنی طاقت اور وسعت کے مطابق [تم پابند ہوں گی]۔ ہم نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول ہم پر [ہم سے بھی] زیادہ مہربان اور رحم فرمانے والے ہیں۔ اللہ کے رسول! ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم آپ کے دست مبارک پر بیعت کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا۔ میرا زبانی طور پر سو عورتوں سے [بیعت کی] بات چیت کرنا ایسے ہی ہے جیسے ہر ہر عورت سے الگ طور پر بات چیت کروں۔''

۞ یہ وہی حدیث ہے جس کی بنیاد پر امام دارقطنی نے شیخین پر اعتراض کیا ہے کہ یہ اُن کے شروط پر پوری اترتی ہے مگر اُنھوں نے اس کو اپنی کتابوں میں درج نہیں کیا۔ [الالزامات والتتبع: ۱۱۴]

۞ علامہ خازن اور علامہ عبدالحی کتانی نے حافظ ابن الجوزی کے حوالے سے لکھا ہے کہ: جملةُ مَن أُحصِيَ من المبايَعات له عليه السلام من النساء: أربعُ مئةَ و سبعٌ و خمسون امرأة، لم يصافح على البيعة امرأة منهن، و إنما بايعهنَّ بالكلام. [زاد المسير ۴: ۴۷۲، تفسیر الخازن ۴: ۲۸۴، واللفظ له، التراتيب الادارية: ۲۵۷]

''رسول اللہ ﷺ سے ۴۵۷ عورتوں نے بیعت کی تھی۔ ان ساری عورتوں سے بیعت بالکلام تھا۔ آپ نے کسی عورت سے ہاتھ ملا کر بیعت نہیں لی۔''

(۱) المَصنوع في مَعرِفَةِ الحديثِ المَوضُوع: ۹۶، حدیث: ۱۱۶

(۲) السيرة النبوية: ۶: ۴۷

(۳) ''بعض علماء'' سے لے کر اس جملہ تک پوری عبارت حافظ سخاوی کی ہے۔
[المقاصد الحسنة ۳۱۳، بذیل حدیث: ۴۱۸]

زرکشی کہتے ہیں: حاکم نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مختلف طرق سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ: إنَّ عَلِيًّا لَمَّا انتَهَى إلى الحِصنِ اجْتَبَذَ أَحَدُ أبوابه فألقاهُ بالأرضِ فاجتمع عليهِ بَعدُ مِنَّا سَبعُونَ رجلاً فكان جُهدُهُم أن أعادوا البابَ (۱).

---

(۱)التّذكرة في الأحاديث المشتهرة:۱۱۹،بذیل حدیث:۱۵۲

-اس سلسلہ کی مزید روایتیں-

۞ امام زرکشی نے امام حاکم کے حوالے سے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے: أنَّ عليًّا حمل الباب يوم خيبروأنه جُرِّبَ بعد ذلك فلم يح مله أربعون رجلاً.[التّذكرة :۱۱۹،بذیل حدیث:۱۵۲]

اس میں کئی خامیاں ہیں:

-اس کا راوی اسماعیل بن موسیٰ فزاری ابواسحاق کوفی سدی صدوق ہونے کے ساتھ خطأ کا شکار ہوا کرتا تھا اور رافضی تھا۔[تقریب التہذیب:۱۴۹،ترجمہ:۴۹۱]

- اس کا ایک راوی لیث بن ابی سلیم اگرچہ ثقہ تھا لیکن اخیر عمر میں شدید اِختلاط کا شکار ہوگیا اور اس کی قبل از اختلاط اور بعد از اختلاط کی روایتیں آپس میں اس طرح گڈ مڈ ہوگئیں جن میں جدائی مشکل ہوگئی اس لیے اس کی روایات بالکلیہ متروک ہیں۔[تقریب التہذیب:۴۹۵،ترجمہ:۵۶۸۵]

-اس میں ساٹھ یا ستر اَفراد کے بجائے چالیس اَفراد کا ذکر ہے کہ وہ اس دروازے کو اُٹھا نہ سکے!!

۞ امام زرکشی نے امام حاکم کے حوالے سے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ روایت بھی نقل کی ہے: أنَّ عليًّا لما انتهى إلى الحِصن اجتبذ أحد أبوابه فألقاهُ بالأرضِ فاجتمع عليهِ بَعْدُ مِنَّا سبعون رجلاً فكان جهدهم أن أعادوا الباب.[التّذكرة في الأحاديث المشتهرة:۱۱۹،بذیل حدیث:۱۵۲]

یہ روایت بھی چنداں قابل اعتماد نہیں ہے اس لیے کہ اس کا ایک راوی حرام بن عثمان ہے جس کے بارے میں امام ابن حبان لکھتے ہیں: مدینہ منورہ سے تعلق تھا۔سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے دونوں فرزندوں سے روایت لیتے ہیں۔ غالی شیعہ تھے۔منکر روایات نقل کرتے ہیں۔اسانید میں قلب[ہیر پھیر] کرتے ہیں اور مرسَل روایات کو مرفوع کرکے بیان کرتے ہیں۔[المجروحین ۱:۳۳۲،ترجمہ:۲۸۰]

۞ ایک روایت امام ابن جریر طبری نے اس طرح نقل کی ہے: فلَمَّا دَنا من الحِصنِ خرج إليه أهله فقاتلهم فضربه رَجُلٌ من اليهود فطرح ترسه من يده فتَنَاوَلَ عليٌّ رضی اللہ عنہ باباً كان عندالحصن فَتَتَرَّسَ به عن نفسه فلم يزل في يده وهو يُقاتِلُ حتى فتح اللّٰه عليه ثم ألقاهُ من يده حين فرغ فلقد رأيتُني في نفرٍ سبعةٍ أنا ثامنهم نجهد على أن نُقَلِّبَ ذلك الباب فما نقلبه.[تاریخ الطبری ۲:۳۰۱]

اس روایت کی سند میں کئی ایسی خامیاں ہیں جو اس کو درجہ استدلال سے گرا دیتی ہے، جیسے: ......

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کے دروازوں میں سے ایک دروازے کو زمین سے اکھاڑ لیا بعد میں ستر مردوں نے اسے اٹھانے کی کوشش کی تو پوری کوشش کے ساتھ اسے صرف الٹا دیا۔''

ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں نقل کیا ہے کہ سات آدمی اسے ہٹا نہ سکے (۱)۔

......۱: اس کا راوی محمد بن حمید رازی ہے جس کے متعلق امام جوزجانی فرماتے ہیں: بدمذہب اور غیر ثقہ ہے جس کی بات کا کچھ بھی اعتبار نہیں۔ [احوال الرجال' ترجمہ: ۳۸۲]

محدث اسحاق بن منصور فرماتے ہیں: میں اللہ تعالیٰ کے سامنے گواہی دوں گا کہ محمد بن حمید جھوٹا تھا۔

[تاریخ بغداد ۲: ۲۶۳' تہذیب الکمال ۲۵: ۱۰۳]

۔۲: ایک راوی سلمۃ بن فضل ابرش ہے جو ''رے'' کا قاضی تھا۔ امام بخاری فرماتے ہیں: اس کے پاس منکر حدیثیں ہیں۔ [التاریخ الکبیر ۴: ۸۴]

امام علی بن المدینی فرماتے ہیں: ہم لوگ سلمۃ بن الفضل کی بیان کی ہوئی حدیثوں کو پھینک کر شہر ''رے'' سے نکل گئے تھے۔ [التاریخ الکبیر ۴: ۸۴]

۔۳: اس کا ایک راوی محمد بن اسحاق امام المغازی ہے جو سچا تو تھا لیکن مدلس تھا۔

[تقریب التھذیب: ۴۹۸' ترجمہ: ۵۷۲۵]

اور یہ روایت مُعَنعَن ہے، جب کہ مصطلح الحدیث کا مشہور قاعدہ ہے کہ صحیحین سے باہر مدلس راوی کی مُعَنعَن روایت مردود ہوتی ہے' البتہ صحیحین میں وارد مدلس کی مُعَنعَن روایت دوسری جہات سے درست تسلیم کی جاتی ہے:

ما كان في الصحيحين وغيرهما من الكتب الصحيحة عن المدلسين بعَنُ محمولٌ على ثبوت سماعه من جهةٍ أُخرى.

[ارشاد طُلاب الحقائق ۱: ۲۱۱' نوع: ۱۲]

۔۴: ایک راوی حسن بصری ہیں جو مشہور فقیہ اور فاضل تھے لیکن تھے مدلس اور تدلیس قبیح کے شکار تھے۔ سند میں ایسے راویوں کے نام لیتے تھے جن سے روایت نہیں سنی ہوتی۔ [تقریب التھذیب: ۱۹۷' ترجمہ: ۱۲۲۷]

۔۵: حسن بصری کے استاذ عبداللہ بن حسن اس روایت کو عَنْ بَعْضِ أَهْلِهِ عن أبي رافع کی سند سے نقل کرتے ہیں۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ بَعْضُ أَهْلِهِ کون ہیں؟ ایسا راوی مجہول ہوتا ہے جب کہ مصطلح الحدیث کا قاعدہ ہے کہ مجہول الاسم راوی کی روایت قابل قبول نہیں اس لیے کہ جب اُس کا نام ہی معلوم نہیں تو اُس کا عادل وضابط ہونا اور نہ ہونا کیسے معلوم ہوگا؟ [شرح نخبۃ الفکر: ۹۹]

(۱) امام محمد بن اسحاق کی عبارت یہ ہے: فلقد رأيتُني في نفر سبعةٍ معي أنا ثامنهم نجهدُ على أن ......

۳۱۴- حِینَ تَقْلِي تَدْرِي .

''جب کڑاہی کے پاس جاؤ گے تو جان لو گے۔''

یہ حدیث نہیں ہے اور اس کا معنیٰ صحیح ہے (۱) ۔اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس جانب اشارہ کرتا ہے:

وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيلًا. [سورۃ الفرقان ۲۵:۴۲]

''اور عن قریب جب یہ عذاب کو دیکھیں گے تو یہ جان لیں گے کہ کون راہ سے بھٹکا ہوا تھا۔''

......نقلب ذلك الباب فما نقلبه. [السیرۃ النبویۃ ۶:۴۷]

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آٹھ مرد اُسے اُٹھا نہ سکے!!

امام محمد بن اسحاق کی اس روایت کی سند میں بریدۃ بن سفیان بن فروۃ اسلمی ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: قوی نہیں اور اس میں رفض ہے۔ [تقریب التہذیب: ۱۶۰، ترجمہ: ۶۶۱]

(۱) یہ اصل میں ایک ضرب المثل ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: حِينَ تَقْلِينَ تَدْرِينَ اور اس کا شان ورود جیسا کہ ابوالفضل احمد بن محمد بن احمد بن ابراہیم میدانی نے لکھا ہے کہ: أنَّ رَجُلاً دخلَ إلى قَحْبَة و تمتَّعَ بها و أعطاها جذرها و سرق مِقْلَى لها فلما أراد الإنصراف قالت له: قد غَبَنْتُكَ لأني كنتُ إلى ذلك العمل أحوَجَ منك و أخذتُ دراهمَكَ، فقال لها: حِينَ تَقْلِينَ تَدْرِينَ !! يُضرَبُ للمغبون يَظُنُّ أنه الغابن غيره.

[مجمع الامثال ۱: ۲۶۳، ضرب المثل: ۱۰۸۵]

''ایک شخص نے قحبہ [بدکار عورت] سے منہ کالا کیا اور اُسے اُس کا معاوضہ دیا اور ساتھ ہی اس کی کڑاہی چوری کی اور جب یہ شخص وہاں سے جانے لگا تو عورت کہنے لگی: میں نے تمہارے ساتھ دھوکہ کیا اس لیے کہ میں بڑی شدت سے اس عمل کی محتاج تھی اور پھر بھی میں نے تم سے معاوضہ لے لیا جس کے جواب میں اُس شخص نے کہا: حِينَ تَقْلِينَ تَدْرِينَ ''کڑاہی کے پاس جاؤ گی تو جان لوگی۔'' یعنی یہ کہ کس کے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ اس ضرب المثل کو اُس وقت کہا جاتا ہے جب کہ خود دھوکے کا شکار شخص کسی دوسرے کو دھوکہ دے۔''

حرف الخاء

۳۱۵- خَابَ قَوْمٌ لَا سَفِيهَ لَهُم.

''وہ قوم ناکام ہوئی جس میں کوئی بیوقوف نہ ہو۔''

یہ مکحول شامی (۱) کا قول ہے۔ اور ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے: ذَلَّ مَنْ لَّا سَفِيهَ لَهٗ.

''وہ قوم ذلیل ہوئی جس میں کوئی بے وقوف نہ ہو۔''

اسے ابن ابی الدنیا نے اَلْحُلْمُ (۲) میں روایت کیا ہے (۳)۔

۳۱۶- خَازِنُ الْقُوْتِ مَمْقُوْتٌ.

''غلے کو روکے رکھنے والا عذاب کا مستحق ہے۔''

یہ حدیث نہیں ہے لیکن اس کا معنی اس حدیث کی بنا پر صحیح ہے کہ: اَلْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ (۴).

''ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے۔''

---

(۱) مکحول بن ابی مسلم شہراب بن شاذل ابوعبداللہ ہذلی۔ حافظ حدیث اور اپنے زمانے میں شام کے فقیہ تھے۔ فارِس سے تعلق تھا۔ کابل میں پیدا ہوئے۔ وہاں پلے بڑھے۔ بزورغلام بنائے گئے۔ مصر میں بنوہذیل کی ایک عورت نے اسے خریدا اس لیے اس کی طرف منسوب ہو کر ہذلی کہلائے۔ اُس عورت نے اُنہیں آزاد کیا۔ عراق اور مدینہ منورہ میں حدیث کا علم حاصل کیا۔ دمشق میں سکونت اختیار کی اور وہیں ۱۱۲ھ=۷۳۰ء کو وفات پائی۔

[تذکرۃ الحفاظ ۱:۱۰۷' ترجمہ: ۹۶' الاعلام ۷: ۲۸۴]

(۲) الحُلُم' مندرج موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا ۲: ۶۷-۶۸' حدیث: ۱۰۰

الاسرار المرفوعۃ: ۱۹۸ میں الحُلُم کے بجائے اَلْحِکَمُ لکھا ہے۔

(۳) یہ پوری حافظ سخاوی کی ہے۔ [المقاصد الحسنۃ: ۳۱۷' بذیل حدیث: ۴۲۵]

(۴) المستدرک ۲: ۱۱۔ حافظ ذہبی نے اس پر لکھا: اس کا راوی علی بن سالم ضعیف ہے۔ [تلخیص المستدرک ۲: ۱۱]

اس کے بجائے یہ حدیث لکھنا زیادہ مناسب تھا: لَا یَحْتَکِرُ إِلَّا خَاطِئٌ.

[صحیح مسلم' کتاب المساقاۃ [۲۲] باب تحریم الاحتکار فی الاقوات [۲۶] حدیث: ۱۳۰-[۱۶۰۵]]

۳۱۷- خَالِفُوا الْيَهُوْدَ فَلَا تُصَمِّمُوْا فَإِنَّ تَصْمِيْمَ الْعَمَائِمِ مِنْ زِيِّ الْيَهُوْدِ.

''یہودیوں کی مخالفت کرو عمامہ کو ایسا نہ باندھو کہ اُس کا ایک سرا شانوں کے درمیان نہ لٹکتا ہو کیونکہ عمامہ کا ایک سرا شانوں کے درمیان نہ لٹکانا یہود کی عادت ہے۔''

اس کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ سیوطی نے کہا ہے (۱)۔

۳۱۸- خُذُوْا شَطْرَ دِيْنِكُمْ عَنِ الْحُمَيْرَآءَ.

''اپنے دین کا کچھ حصہ حمیرا سے حاصل کرو۔''

حمیراء سے مراد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ حُمَيْرَآء، حَمْرَآء کی تصغیر ہے جو سفید کے معنیٰ میں آتا ہے جیسا کہ النِّهَايَة (۲) میں ہے۔

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: نہ میں اس کی سند پہچانتا ہوں اور نہ میں نے اسے کسی حدیث کی کتاب میں دیکھا ہے۔ ہاں ابن اثیر نے النِّهَايَة میں اس کا ذکر ضرور کیا ہے اور انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ یہ حدیث کس کتاب میں ہے اور حافظ عماد الدین ابن کثیر نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے مزی اور ذہبی سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے اس کو نہیں پہچانا (۳)۔

اسے الفاظ کے اختلاف کے ساتھ مسند الفردوس میں بغیر سند کے اس طرح ذکر کیا ہے:

خُذُوْا ثُلُثَ دِيْنِكُمْ مِّنْ بَيْتِ الْحُمَيْرَآءَ.

''اپنے دین کا تہائی حصہ حمیراء کے گھر سے حاصل کرو۔''

صاحبِ مسند فردوس نے اس کے لیے جگہ خالی چھوڑی ہے اور کوئی سند بیان نہیں کی۔

ایسے ہی سخاوی نے بھی اسے ذکر کیا ہے۔

سیوطی کہتے ہیں: میں اس سے واقف نہیں۔

---

(۱) الحاوی للفتاویٰ ۱:۳۰۳، بذیل سورۃ آل عمران

(۲) النهاية فی غریب الحدیث والاثر: ۳۲۹

(۳) یہ عبارت حافظ ابن حجر کی کتاب موافقة الخُبرِ الخَبَر في تخريج أحاديث المختصر ۱:۱۴۹، مجلس: ۳۷ میں پڑھی جاسکتی ہے۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر تخریج احادیث مختصر ابن الحاجب میں فرماتے ہیں: یہ حدیث سخت غریب، بلکہ منکر ہے۔ میں نے اس حدیث کے بارے میں اپنے شیخ حافظ مزی سے سوال کیا لیکن وہ اسے نہ پہچان سکے اور فرمایا: میں آج تک اس کی سند پر واقف نہیں ہو سکا۔ ہمارے استاذ ذہبی فرماتے ہیں: یہ اُن واہی [کم زور] روایات میں سے ہے جس کی سند معلوم نہیں (۱)۔

لیکن مسند فردوس میں بلا سند سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اِن الفاظ میں مروی ہے:

خُذُوا ثُلُثَ دِيْنِكُمْ مِنْ بَيْتِ عَائِشَةَ

''اپنے دین کا تہائی حصہ عائشہ کے گھر سے حاصل کرو۔''

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: اس کا معنیٰ صحیح ہے اس لیے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس دین کا آدھا حصہ باعتبار استناد موجود تھا۔ اسی طرح یہ حدیث بھی مشہور ہے کہ:

كَلِّمِيْنِي يَا حُمَيْرَآءَ.

عائشہ! مجھ سے بات کرو۔''

لیکن اس کی بھی علماء کے نزدیک کوئی اصل نہیں۔

—۳۱۹: خَصْمِي حَاكِمِي.

''میرا خصم [مد مقابل] میرا حاکم ہے۔''

یہ کسی کا کلام ہے۔ حدیثِ نبوی نہیں ہے (۲)۔

—۳۲۰: اَلْخُمُوْلُ نِعْمَةٌ وَّكُلٌّ يَأْبَاهَا.

---

(۱) حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: هو حديثٌ غريبٌ جِدًّا، بل هو منكرٌ، سألتُ عنه شيخنا الحافظ أبا الحجاج المزي فلم يعرفه و قال: لم أقف له على سندٍ إلى الآن، وقال شيخنا أبو عبد الله الذهبي: هو من الأحاديث الواهيةِ التي لايُعرفُ لها إسنادٌ.

[تحفۃ الطالب بمعرفۃ احادیث مختصر ابن الحاجب: ۱۷۰، حدیث: ۵۴]

(۲) المَصنُوع في مَعرِفةِ الحديثِ المَوضُوع: ۹۹، حدیث: ۱۲۲

حافظ سخاوی کہتے ہیں: یہ عبداللہ بن اُبی بن سلول کی بات معلوم ہو رہی ہے۔ اُس نے یہ بات اُس وقت کی تھی جب رسول اللہ ﷺ نے اُس کی بات نہیں مانی۔ [المقاصد الحسنۃ: ۳۲۳، بذیل حدیث: ۴۳۹]

’’گم نامی ایک نعمت ہے جسے کوئی نہیں چاہتا۔‘‘

یہ حدیث نہیں بلکہ بعض سلف کلام ہے۔ہاں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مرفوعا ثابت ہے کہ:إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْخَفِيَّ التَّقِيَّ (۱).

’’اللہ تعالیٰ گوشہ نشین متقی بندے کو پسند فرماتے ہیں۔‘‘

اسے سخاوی نے ذکر کیا ہے(۲)۔

–۳۲۱:اَلْخُمُوْلُ رَاحَةٌ وَالشُّهْرَةُ آفَةٌ .

’’گم نامی راحت ہے اور شہرت آفت ہے۔‘‘

یہ بعض مشائخ کا کلام ہے۔

–۳۲۲:خِيَارُ نِسَاءِ أُمَّتِي أَحْسَنُهُنَّ وَجْهاً وَأَرْخَصُهُنَّ مَهْراً.

’’میری امت کی بہترین عورتیں وہ ہیں جو حسین بھی ہوں اور جن کی مہر بھی کم ہوں۔‘‘

سخاوی کہتے ہیں:اسے دیلمی نے مرفوعاً بلا سند نقل کیا ہے(۳)۔

–۳۲۳:خَيْرُ تِجَارَتِكُمُ الْبَزُّ،وَخَيْرُ صِنَاعَتِكُمُ الْخَرْزُ.

’’تمہاری بہترین تجارت ریشم ہے اور تمہارا بہتر پیشہ موچی کا کام ہے۔‘‘

عراقی کہتے ہیں میں اس کی سند سے واقف نہیں۔ہاں صاحب فردوس نے اسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے

---

(۱) حدیث میں ہے کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے اونٹوں کے پاس تھے کہ اُن کے بیٹے عمر بن سعد ان کے پاس آئے۔جب سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو کہا:میں اس سوار کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں،وہ اترے اور ان سے کہا:آپ اپنے اونٹوں اور بکریوں کے پاس رہائش پذیر ہو گئے ہیں اور لوگوں کو چھوڑ دیا ہے کہ وہ سلطنت کے بارے میں باہم لڑ رہے ہیں[آپ بھی اپنا حصہ مانگیں]سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے اُن کے سینے پر ضرب لگائی اور فرمایا:خاموش رہو!میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ.[صحیح مسلم،کتاب الزہد والرقائق[۵۳]حدیث:۱۱-[۲۹۶۵]

’’اللہ تعالیٰ اپنے اُس بندے سے محبت رکھتے ہیں جو متقی ہو،غنی ہو اور گم نام[گوشہ نشین]ہو۔‘‘

(۲) یہ پوری عبارت حافظ سخاوی کی ہے۔[المقاصد الحسنۃ:۳۲۴،بذیل حدیث:۴۵۸]

(۳) المقاصد الحسنۃ:۳۳۰،بذیل حدیث:۴۵۳

بلاسند روایت کیا ہے[۱]۔

۳۲۴۔ خَيرُ الْبِرِّ عَاجِلُهُ[۲].

''بہترین نیکی اسے جلدی کرنا ہے۔''

الفاظ کے اعتبار سے یہ صحیح نہیں۔ سیدنا عباس سے اس کا معنیٰ اس طرح مروی ہے:

لَايَتِمُّ الْمَعْرُوفُ إلَّا بِتَعْجِيلِهِ فَإنَّهُ إذَا عَجَّلَهُ هَنَّاهُ.

''نیکی جلدی کیے بغیر مکمل نہیں ہوتی کیونکہ اسے جلدی سے کرنے میں آسانی رہتی ہے۔''

اور یہ اس مشہور ضرب المثل کا معنیٰ ہے کہ: أنَّ الإنتظار أشدُّ من الموتِ.

''انتظار موت سے زیادہ سخت ہے۔''

اس لیے کہ انتظار کبھی کبھار موت تک لے جاتی ہے۔

۳۲۵۔ خَيرُ الأسْمَآءِ مَاعُبِّدَ وَمَا حُمِّدَ.

''بہترین نام وہ ہیں جن میں عبودیت یا حمد پائی جائے۔''

سیوطی کہتے ہیں میں اس سے واقف نہیں ہوں[۳]۔

---

(۱) یہ پوری عبارت حافظ عراقی کی ہے۔ [المغنی عن حمل الاسفار ۲: ۸۴]

(۲) حافظ سخاوی نے لکھا ہے کہ اس قسم کی ایک روایت پہلے گزر گئی ہے۔ [المقاصد الحسنۃ: ۳۲۷، حدیث: ۴۴۸]
انہوں نے اُس روایت کا حوالہ دیا ہے جسے انہوں نے شہاب قضاعی کے حوالے سے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

اِسْتِتْمَامُ الْمَعْرُوفِ خَيرٌ مِّنْ اِبْتِدَائِهِ.

[مسند الشہاب ۲: ۲۳۸، حدیث: ۱۲۶۸، المقاصد الحسنۃ: ۲۶۵، حدیث: ۳۴۷]

''نیکی کا پورا کرنا اُس کے شروع کرنے سے بہتر ہے۔''

اور امام طبرانی کے حوالے سے ان الفاظ میں لکھا ہے: اِسْتِتْمَامُ الْمَعْرُوفِ أَفْضَلُ مِنْ اِبْتِدَائِهِ.

[المعجم الصغیر: ۳۱۷، حدیث: ۴۳۲، المقاصد الحسنۃ: ۲۶۵، حدیث: ۳۴۷]

''نیکی کا پورا کرنا اُس کے شروع کرنے سے افضل ہے۔''

شہاب قضاعی اور طبرانی کی روایتوں کا دارومدار عبدالرحمٰن بن قیس الضبی ابومعاویہ الزعفرانی پر ہے جس کے بارے میں حافظ ابوزرعۃ کہتے ہیں: متروک اور کذاب ہے۔ [تقریب التھذیب: ۳۸۱، ترجمہ: ۳۹۸۹]

(۳) الدُّرَرُ الْمُنْتَثَرَة في الأحادِيثِ الْمُشْتَهِرَة: ۱۱۵، بذیل حدیث: ۲۱۷۔ حافظ سخاوی کا حوالہ دینا چاہیے......

معجم طبرانی میں سیدنا ابوزہیر ثقفی رضی اللہ عنہ (۱) سے مروی ہے کہ: إِذَا سَمَّيْتُم فَعَبِّدُوا (۲) .

''جب تم نام رکھو تو عبودیت کے ساتھ رکھو۔''

نیز سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے: أَحَبُّ الأسْمَاءِ إِلى اللّٰه مَا تُعُبِّدَ لَهٗ (۳) .

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین نام وہ ہے جس میں اس کی عبودیت ہو۔''

اس کی سند ضعیف ہے۔ اور ابونعیم نے باسند مرفوعاً روایت کی ہے کہ:

قال اللّٰه تعالى : وعِزَّتِي وَجَلَالِي لَا عَذَّبْتُ أحَدًا يُسَمَّى بِإِسْمِكَ فِي النَّارِ (۴) .

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میری عزت اور جلال کی قسم! میں اس شخص کو دوزخ کا عذاب نہ دوں گا جو تیرے نام پر اپنا نام رکھے۔''

۳۲۶- خَيرٌ خَيرٌ. ''خیر ہے خیر ہے۔''

یہ حدیث نہیں بلکہ نیک فال کی ایک قسم ہے جیسا کہ ابن الدیبع نے ذکر کیا ہے جو کوے کی آواز

......تھا' جو لکھتے ہیں: وأمَّا مايُذْكَرُ على الألسنةِ مِن: خيرُالأسماءِ مَا حُمِّدَ وَمَا عُبِّدَ فما عَلِمتُهٗ .

[المقاصد الحسنۃ: ۸۷' بذیل حدیث: إذاسَمَّيتُم فَعَبِّدُوا: ۶۵]

''خَيرُالأسماءِ مَا حُمِّدَ وَمَا عُبِّدَ والی جو روایت زبان زد ہے، میں اسے نہیں پہچانتا۔''

(۱) معاذ بن رباح ابوزہیر ثقفی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ طائف میں رہائش تھی۔ [الاستیعاب: ۸۰۰' ترجمہ: ۱۴۲]

(۲) المُعجَمُ الكَبِير ۲۰: ۱۷۹' حدیث: ۳۸۳؛ حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اس کی سند میں ابوامیہ بن یعلیٰ ہے جو شدید ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد ۸: ۵۰]

(۳) المُعجَمُ الكَبِير ۱۰: ۷۴' حدیث: ۹۹۹۲' المُعجَمُ الأوسط ۱: ۲۰۵' حدیث: ۶۹۴۔

حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اس کا راوی مُحَمَّد بن مِحصِنُ العُكَّاشِي ہے جو متروک الحدیث ہے۔

[مجمع الزوائد ۸: ۵۰]

(۴) یہ روایت موضوع ہے کیونکہ اس کا راوی احمد بن اسحاق بن ابراہیم بن نبیط بن شریط اپنے باپ دادا سے ایک ایسے نسخہ کی روایت کرتا ہے جس میں ازحد ''بلایا'' ہیں' اس کی کوئی بھی روایت قابلِ اِستدلال نہیں کیونکہ کذاب تھا۔ [میزان الاعتدال ۱: ۸۲' ۸۳' لسان المیزان ۱: ۱۳۶]

حافظ ابوالعباس تقی الدین ابن تیمیہ الحرانی فرماتے ہیں: محمد نام رکھنے کی فضیلت کے بارے میں جو روایات ہیں وہ سب کے سب موضوع ہیں۔ [تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ۱: ۱۷۴]

سننے پر کہا جاتا ہے[1]۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: یہ ایک نیک فال ہے۔ بدفال نہیں۔ نہ اس کا حال سے تعلق ہے اور نہ مآل سے۔

۳۲۷۔ خَيرُ السُّودَانِ ثَلَاثَةٌ: لُقمَانُ وَبِلَالٌ وَمِهجَعٌ مَولَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ[2]۔

''کالے رنگ والوں میں تین بہتر ہیں: لقمان، بلال اور رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام مِهجَع[3]۔''

ابن الدیبع نے کہا ہے کہ اسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں سیدنا واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے[4] لیکن ''صحیح'' کے ساتھ ''بخاری'' کا قول صحیح نہیں اس لیے کہ صحیح بخاری میں یہ روایت موجود نہیں، یہ یا تو ناسخ [کاتب] کی غلطی ہے اور یا مصنف کی۔ المقاصد الحسنۃ میں حاکم کی طرف

---

(۱) عکرمہ بربری کہتے ہیں: ہم سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی تشریف فرما تھے کہ ہمارے قریب ایک کوا کائیں کائیں کرتے ہوئے اڑا۔ مجلس میں شامل ایک شخص نے خَيرٌ خَيرٌ کہا جس پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
لَا خَيرٌ وَلَا شَرٌّ۔ [عیون الاخبار ۱: ۲۳۳، المجالسۃ وجواہر العلم ۱: ۳۶۴، المقاصد الحسنۃ: ۳۳۳، بذیل حدیث: ۴۵۷]
''اس میں نہ کوئی خیر ہے اور نہ شر۔''

(۲) مستدرک ۳: ۲۸۴؛ امام حاکم اسے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ روایت صحیح ہے، جس پر حافظ ذہبی نے یہ تبصرہ لکھا: كَذَا قالَ مَولَى رسولِ اللّٰه ﷺ، ولاأعرِفُ ذَا۔ [تلخیص المستدرک ۳: ۲۸۴]
''امام حاکم نے سیدنا مہجع رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا آزاد کردہ غلام کہا ہے لیکن میں اس سے واقف نہیں ہوں۔''
حافظ ذہبی نے اس روایت میں امام حاکم کے استاذ اسماعیل بن محمد بن فضل شعرانی کے بارے میں امام حاکم کی زبانی نقل کیا ہے کہ: مجھے شک ہے کہ اُن کی ملاقات بعض شیوخ سے ثابت نہیں [اور یہ اس کے باوجود اُن کی سند سے روایت نقل کرتے ہیں۔ [میزان الاعتدال ۱: ۲۴۸، ترجمہ: ۹۳۹]

(۳) مِهجَع رضی اللہ عنہ: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ یمن سے تعلق تھا۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے سب سے پہلے شہید ہیں۔ ایک نامعلوم طرف سے چلنے والی تیر لگنے سے شہادت پائی۔
[اسد الغابۃ ۵: ۱۷۵، ترجمہ: ۵۱۴۲]

(۴) امام ابن الدیبع کی مطبوعہ کتاب میں یہاں یہ عبارت لکھی ہے: رواه الحاكم في صحيحه.
[تمییز الطیب من الخبیث: ۸۶، بذیل حدیث: ۵۹۲]

منسوب کر کے اسے ذکر کیا گیا ہے (۱)۔ منوفی نے کہا ہے کہ سیدنا مہجع رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام کہنا ایک وہم ہے۔ آپ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے اور غزوۂ بدر میں مسلمانوں میں سے سب سے پہلے وہی شہید ہوئے وہ دونوں صفوں کے درمیان کھڑے تھے کہ ایک تیر آیا جس نے ان کی شہادت ہوئی۔ اہلِ یمن سے تعلق رکھتے تھے۔

اور المقاصد میں ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ أَنَّهُ لَيُرَى بَيَاضُ السُّوْدِ فِي الْجَنَّةِ مِنْ مَسِيرَةِ أَلْفِ عَامٍ (۲).

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ سیاہ رنگ والوں کی سفیدی جنت میں ایک ہزار سال کی مسافت سے نظر آئے گی۔''

منوفی کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص کا ذکر کر رہے ہیں جس کا رنگ دنیا میں سیاہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ سیاہ رنگ والے لوگ اس حال میں جنت میں داخل ہوں گے کہ اُن کے رنگ سفید ہوئے ہوں گے۔ عسقلانی نے شرح بخاری میں اسی کی تصریح کی ہے۔

–۳۲۸: اَلْخَيْرُ فِيَّ وَفِي أُمَّتِي إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

''خیر، قیامت تک مجھ میں اور میری امت میں ہے۔''

---

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۳۳۴، بذیل حدیث: ۴۶۰

(۲) المُعجَم الکبیر ۱۲: ۳۳۴، حدیث: ۱۳۵۹۵، معرفۃ الصحابۃ ۱: ۲۶۰، بذیل ترجمہ: ۱۴۱، حدیث: ۹۲۱، حلیۃ الاولیاء ۳: ۳۱۹-۳۲۰، المقاصد الحسنۃ: ۳۳۴، بذیل حدیث: ۴۶۰

اس حدیث کی سند یہ ہے: علی بن عبدالعزیز از محمد بن عمار موصلی از عفیف بن سالم از ایوب بن عتبۃ از عطاء از سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ یہ سند دو وجوہ سے ضعیف ہے:

–۱: عفیف بن سالم اکثر و بیشتر خطأ کا شکار ہوتے ہیں لیکن قابل ترک نہیں۔

[میزان الاعتدال ۳: ۸۴، ترجمہ: ۵۶۸۰، المغنی فی الضعفاء ۲: ۴۳۶، ترجمہ: ۴۱۴۸]

امام دارقطنی نے اُن کی ای روایت نقل کر کے لکھا ہے: وہ اس میں وہم کا شکار ہوئے ہیں۔

[العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ ۲: ۶۸۴، بذیل سوال: ۵۶۳]

–۲: ایوب بن عتبۃ یمامی قاضی کو محدثین نے کثرتِ مناکیر کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔

[المغنی فی الضعفاء ۱: ۹۷، ترجمہ: ۸۲۱]

ہمارے شیخ فرماتے ہیں: میں اسے نہیں جانتا(۱)۔

-۳۲۹: خَيْرَةُ اللّٰهِ لِلْعَبْدِ خَيْرٌ مِّنْ خِيَرَتِهٖ لِنَفْسِهٖ.

''بندہ کے لیے وہ بھلائی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ اسے دے' اُس بھلائی کے مقابلے میں جسے بندہ خود اپنے لیے چاہتا ہے۔''

ان الفاظ میں اس کی کوئی اصل نہیں پائی جاتی' البتہ اس کا معنیٰ صحیح ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے اخذ کیا جاسکتا ہے: وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. [سورۃ البقرۃ ۲:۲۱۶]

''اور شاید تم کسی چیز کو برا سمجھو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور جس شے کو تم اچھا سمجھو وہ تمہارے لیے بری ہو۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

یہیں سے نمازِ استخارہ اور دعاءِ استخارہ کا حکم ہوا۔ ایک حدیث میں وارِد ہے کہ:

مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ وَ مَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ(۲).

---

(۱) حافظ سخاوی نے لکھا ہے: قال شيخنا: لا أعرفه' ولكن معناه صحيحٌ' يعني: في حديث: لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ من أمتي ظاهرين على الحق إلى أن تقوم الساعة. [صحیح بخاری' کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ [۹۷] باب قول النبی ﷺ: لَاتَزَالُ طَائِفَة من أمتي ظاهرين على الحق [۱۰] حدیث: ۷۳۱۱].

[المقاصد الحسنۃ: ۳۳۷' بذیل حدیث: ۴۶۸]

''ہمارے استاذ کہتے ہیں: میں اسے نہیں جانتا لیکن اس کا معنیٰ صحیح ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک اور روایت میں ہے کہ میری امت میں سے ایک گروہ حق لے کر قیامت تک غالب رہے گا۔''

(۲) المعجم الصَّغیر: ۶۷۴' حدیث: ۹۸۰' المعجم الأوسط ۵: ۷۷' حدیث: ۶۶۲۷؛ اس کی سند یہ ہے:

محمد بن عبداللہ بن محمد بن عثمان بن حماد بن سلیمان بن حسن بن ابان بن نعمان بن بشیر بن سعد انصاری' از عبدالقدوس بن عبدالسلام بن عبدالقدوس' از والدِ اُو' از جدِ اُو' از حسن از سیدنا انس بن مالک مرفوعاً۔

یہ روایت اسی سند کے ساتھ موضوع ہے اس لیے کہ:

– عبدالقدوس بن عبدالسلام موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ [المجروحین ۲: ۱۳۵' ترجمہ: ۷۶۱]

– عبدالقدوس بن عبدالسلام کا دادا عبدالقدوس بن حبیب کلاعی ہے جو: احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

[المجروحین ۲: ۱۱۳] ....

''جس نے استخارہ کیا وہ ناکام نہ ہوا اور جس نے مشورہ کیا وہ نادِم نہ ہوا۔''

اور ایک دعا میں بھی ثابت ہے کہ: أَللّٰهُمَّ خِرْ لِيْ وَاخْتَرْ لِيْ وَلَا تَكِلْنِيْ إِلَى اخْتِيَارِيْ (۱).

''اے اللہ! میرے لیے خود پسند فرما اور میرے اختیار پر نہ چھوڑ۔''

دراصل یہ زبان زدِ عام ہے کہ: اَلْخَيْرُ فِيْمَا اخْتَارَهُ اللّٰهُ. ''بھلائی وہ ہے جسے اللہ پسند کرے۔''

بلکہ مشایخ کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ بندہ کے لیے کوئی اختیار نہیں (۲) کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ. [سورۃ القصص ۲۸: ۶۸]

''تیرا رب جو چاہے پیدا کرتا ہے اور پسند کرتا ہے ان لوگوں کے لیے کوئی اختیار نہیں۔''

سید ابوالحسن الشاذلی (۳) سے مروی ہے کہ: لَا تَخْتَارْ! فَإِنْ كَانَ لَابُدَّ أَنْ تَخْتَارَ فَاخْتَرْ أَنْ لَّا تَخْتَارَ، فَإِنَّ رَبَّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ.

''کسی چیز کو پسند نہ کرو اور اگر تیرے لیے پسند کرنا ضروری ہو تو اس بات کو پسند کرو کہ کچھ پسند نہ کرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا اور پسند فرماتا ہے۔''

...... امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس کی روایات منکر و مقلوب ہوتی ہیں۔

[التاریخ الصغیر ۲: ۱۸۵، التاریخ الکبیر ۶: ۱۲۰]

امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: کذاب تھا۔ [میزان الاعتدال ۲: ۶۴۳]

(۱) سنن ترمذی، کتاب الدعوات [۴۹] بابٌ [۸۶] حدیث: ۳۵۱۶؛ امام ترمذی لکھتے ہیں: یہ حدیث ضعیف ہے اور یہ صرف زَنفَل عَرَفی کی سند سے مروی ہے۔ یہ راوی حدیث کے علماء کے ہاں ضعیف ہے۔ یہ عرفات میں رہا کرتا تھا۔ یہ اس روایت میں بالکل منفرد ہیں اور اس کا کوئی تابع و شاہد نہیں۔ [سنن ترمذی ۵: ۵۰۰]

(۲) مصنف علام کی یہ بات علی الاطلاق درست نہیں اس لیے کہ یہ براہِ راست مسئلہ قضاء و قدر سے متعلق ہے۔ اصل میں کسی مکلّف شخص کے اختیار کے دو دائرے ہیں۔ ایک میں اس کا اختیار بالکل نہیں چلتا، مثلاً کوئی شخص طویل القامت ہے اور کوئی کوتاہ قد، اسی طرح کوئی گورا ہے اور کوئی کالا۔ اس معاملے میں انسان بالکل بے بس ہے جب کہ دوسرے میں انسان کو جزوی اختیار حاصل ہے جیسے نیکی یا بدی کرنا وغیرہ۔ پہلی قسم کے بارے میں کوئی باز پرس نہیں اور دوسری قسم میں انسان مسئول ہوگا۔

(۳) علی بن عبداللہ بن عبدالجبار شاذلی مغربی۔ ۵۹۱ھ = ۱۱۹۵ء کو پیدا ہوئے۔ تصوف کی شاخ شاذلیہ کے بانی ہیں۔ ۶۵۶ھ = ۱۲۵۸ء کو صحراءِ عیذاب میں وفات پائی۔ [نکت الهمیان: ۲۱۳، الاعلام ۴: ۳۰۴]

﴿حرف الدال﴾

۳۳۰- دَارُ الظَّالِمِ خَرَابٌ وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ (۱).

''ظالم کا گھر خراب ہوتا ہے۔ چاہے ایک مدت کے بعد ہو۔''

سخاوی المقاصد میں کہتے ہیں: میں اس سے واقف نہیں ہوں لیکن اس کی شہادت یہ آیت دیتی ہے (۲): فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةٌ بِمَا ظَلَمُوا. [سورۃ النمل ۲۷:۵۲]

''سو یہ پڑے ہیں اُن کے گھر ڈھے ہوئے ان کے ظلم کی وجہ سے۔''

۳۳۱- دَارِهِمْ مَادُمْتَ فِيْ دَارِهِمْ (۲).

''ان کی خاطر مدارات کرو جب تک اُن کے گھر میں رہو۔''

سخاوی کہتے ہیں: میں اس حدیث کو نہیں جانتا لیکن بیوی کے بارے میں آیا ہے کہ:

دَارِهَا تَعِشْ بِهَا (۳).

''اس کی خاطر مدارات کرو جب تک اس کے پاس رہو۔''

---

(۱) نجم الدین غزی لکھتے ہیں: کعب الاحبار کہتے ہیں: إِنَّ فِي التَّوراةِ مَنْ يَّظْلِمُ يَخْرِبُ.

[إتقانُ ما يُحسنُ من الأخبار الدائرة على الألسُن: ۲۵۷، بذیل حدیث: ۷۶۲]

''توراۃ میں ہے جو ظلم کرتا ہے وہ اپنا گھر خراب کرتا ہے۔''

(۲) یہ حدیث نہیں ہے بلکہ ایک نظم کا ایک مصرعہ ہے، پورا شعر اس طرح ہے:

إِنْ تَرِمِكَ الْغُرْبَةُ فِيْ مَعْشَرٍ قَدْ جُبِلَ الطَّبْعُ عَلَى بُغْضِهِمْ
فَدَارِهِمْ مَا دُمْتَ فِيْ دَارِهِمْ وَأَرْضِهِمْ مَا دُمْتَ فِيْ أَرْضِهِمْ

[معجم الادباء ۱۹:۳۸]

''اگر تمہیں کسی ایسے معاشرے میں جا کر مسافر ہونا پڑے جس سے تم طبعی بغض رکھتے ہو، تو جب تک اُن کے گھر میں ہو تب تک اُن کی مدارات کرو اور جب تک اُن کی زمین میں ہو تب تک اُنہیں راضی رکھو۔''

(۳) المقاصد الحسنۃ: ۳۳۹، بذیل حدیث: ۴۷۳

اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں سیدنا سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۳۳۲- دَارُوا سُفَهَاءَ كُمْ.

''اپنے کم عقلوں کی مدارات کرو۔''

یہ ان الفاظ میں زبان زد ہے: دَارُوا سُفَهَاءَ كُمْ بِثُلُثِ أموالِكُم[1].

''تہائی مال کے ساتھ اپنے کم عقلوں کی مدارات کرو۔''

ابن حجر عسقلانی سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا[2]۔

۳۳۳- دَاوِمِي قَرْعَ بَابِ الْجَنَّةِ، قَالَهُ لِعَائِشَةَ، قالت: بِمَاذَا؟ قَالَ: بِالْجُوعِ.

''ہمیشہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہو۔ آپ نے یہ بات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دی انہوں نے پوچھا: کس چیز سے؟ آپ نے فرمایا: بھوک کے ساتھ!''

اسے غزالی نے الاحیاء میں ذکر کیا ہے۔ عراقی کہتے ہیں مجھے اس کی کوئی اصل نہیں ملی[3]۔

۳۳۴- دُخُولُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حَمَاماً بِالْجُحْفَةِ[4].

''رسول اللہ ﷺ کا جُحفہ میں حمام میں داخل ہونا۔''

دمیری نے شرح المنہاج میں گرم پانی پر کلام کرتے ہوئے اس کو ذکر کیا ہے[5]۔ نووی شرح المہذب میں فرماتے ہیں: یہ بے انتہا ضعیف ہے[6]۔ ابن حجر مکی شرح الشمائل میں کہتے ہیں:

---

(۱) مصنف نے اسے ان الفاظ میں لکھ کر یہ رائے دی ہے کہ: لَا يُعْرَفُ لَهُ أَصْلٌ. [المصنوع: ۱۰۰]

(۲) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: وَقَدْ بَيَّضَ لَهُ شَيْخُنَا حِينَ سُئِلَ عَنْهُ. [المقاصد الحسنۃ: ۳۴۱، بذیل حدیث: ۴۷۹]
''ہمارے شیخ سے جب اس کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنہوں نے اس کے جواب کے لیے جگہ خالی چھوڑ دی۔''

(۳) اِحیاء علوم الدین ۱: ۲۳۲، المغنی عن حمل الاسفار ۱: ۲۳۲

(۴) مسند الشافعی، ترتیب سنجر ۲: ۲۱۶، حدیث: ۸۶۳، السنن الکبریٰ، بیہقی ۵: ۶۳، النجم الوہاج فی شرح المنہاج ۱: ۲۳۳

(۵) مصنف نے تسامح سے ''دمیری'' کے بجائے ''ترمذی'' لکھا ہے۔ تصحیح کشف الخفاء ۱: ۵۰۰ سے کی۔

(۶) امام نووی لکھتے ہیں: هٰذَا ضَعِيفٌ، لأنَّه مِن رواية ابن أبي يحيَى، وهو ضعيفٌ عندالمحدثين.
[شرح المہذب ۸: ۵۲۵] ......

وَخبرُ أنَّهُ ﷺ دَخلَ حمام الجُحفَةِ موضوعٌ بإتفاق الحُفَّاظِ وإن وقع في كلامه ولم تعرف العربُ الحمام إلّا بعد موته ﷺ (١).

''یہ حدیث کہ رسول اللہ ﷺ جُحفَة میں حمام میں تشریف لے گئے۔ باتفاق حفاظ موضوع ہے اگرچہ یہ حدیث دمیری کے کلام میں پائی جاتی ہے۔ عرب اپنے شہروں میں حمام کو جانتے بھی نہ تھے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حمام کا علم ہوا۔''

لیکن ابن حجر کا یہ کلام صحیح نہیں کیونکہ یہ باتفاق حفاظ موضوع نہیں ہے بلکہ حافظ دمیری نے اسے لکھا ہے اور نووی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور ضعیف وموضوع میں بہت زیادہ فرق ہے۔ کیوں کہ بلحاظ اصل اِثبات، نفی پر مقدم ہے (٢)۔

–٣٣٥: اَلدَّرجَةُ الرَّفِيعَةُ، جو اذان کے بعد دعاء میں کہا جاتا ہے۔ سخاوی کہتے ہیں: میں نے اسے روایات میں کہیں نہیں پایا (٣)۔

–٣٣٦: اَلدَّمُ مِقدَارُالدِّرهَمِ يُغسَلُ وَتُعَادُ مِنهُ الصَّلاَةَ (٤).

''خون جب درہم کے برابر ہو تو اسے دھویا جائے گا اور نماز کا بھی اعادہ کیا جائے گا۔''

...... ''یہ ضعیف ہے اس لیے یہ ابن ابی یحییٰ کی روایت سے ہے جو محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(١) أشرف الوسائل إلى فهم الشمائل: ١٠١

(٢) درست عبارت وہ ہے جسے امام عجلونی نے نقل کیا ہے، یعنی: أنَّ الإثبات مقدَّمٌ على النفي المصنوع.
[کشف الخفاء ١: ٥٠٠، بذیل حدیث: ١٣٢٩]
''اِثبات، مصنوع اور جعلی نفی پر مقدم ہے۔''
لیکن مصنف کا صرف دمیری کی وجہ سے ایک بات کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا بھی نہایت کمزور ہے۔

(٣) اذان کی دعاء میں وَالدَّرجَةَ الرَّفِيعَةَ کا اضافہ اگرچہ ابن السنی کی عمل الیوم واللیلۃ: ٤٩، حدیث: ٩٥ میں موجود ہے، لیکن محققین کے نزدیک ثابت نہیں۔
[تلخیص الحبیر ١: ٥١٨، بذیل حدیث: ٣٠٩، المقاصد الحسنۃ: ٣٤٣، حدیث: ٤٨٤، مرقاۃ المفاتیح ٢: ٣٥٣، رد المحتار، شامی ١: ٢٩٣]

(٤) تاریخ بغداد ٩: ٣٣٠

اس کا راوی نوح (۱) کذاب ہے۔ جیسا کہ اللآلئ میں ہے (۲)۔

۳۳۷۔ اَلدُّنیا سَاعَةٌ فَاجعَلْهَا طَاعَةٌ .

"دنیا ایک گھڑی کی ہے تم اس کو اطاعت بنا لو۔"

لفظاً اس کی کوئی اصل نہیں (۳) لیکن یہ معنیً اللہ تعالیٰ کے اس اِرشاد سے اخذ کیا جا سکتا ہے:

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ. [سورة الاحقاف ۴۶: ۳۵]

"گویا کہ جب وہ اس دن دیکھیں گے جس کا ان وعدہ کیا گیا تھا، وہ دنیا میں دن کا ایک حصہ ٹھہرے ہیں۔"

---

(۱) ابو عصمۃ نوح بن ابی مریم عرف نوح الجامع مراد ہے، جو کذاب ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں: احادیث وضع کیا کرتا تھا' اس کی روایت صحیح نہیں ہوتی۔ شدید ذاہب الحدیث ہے۔ معلیٰ بن ہلال کی طرح احادیث وضع کرتا ہے۔ [التاریخ الکبیر ۸: ۱۱۱' ترجمہ: ۲۳۸۳' التاریخ الصغیر ۲: ۱۶۵' ۲۱۰]

امام ابن حبان لکھتے ہیں: اَسانید میں قلب [ہیر پھیر] کیا کرتا تھا۔ ثقات کے سند سے ایسی روایات روایت کرتا تھا جو اَثبات سے مروی نہ ہوتیں۔ کسی بھی حال میں اُس کی روایت سے استدلال واحتجاج درست نہیں۔ [المجروحین ۲: ۳۹۰' ترجمہ: ۱۱۰۱]

امام دارقطنی فرماتے ہیں: متروک ہے۔ [الضعفاء والمتروکین' ترجمہ: ۵۳۹]

امام حاکم فرماتے ہیں: ہر چیز کا جامع تھا' اسے ہر چیز میں سے ایک وافر حصہ ملا تھا البتہ سچ بولنے سے محروم تھا۔ ہم اللہ تعالیٰ کے ہاں رسوائی سے پناہی مانگتے ہیں۔ [المَدْخَل إلَى الصَّحيح ۱: ۲۲۸' ترجمہ: ۲۰۹]

امام احمد فرماتے ہیں: منکر الحدیث تھے' جب کہ امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں: ان کی وہ روایتیں محل نظر ہوتی ہیں جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی سند سے منقول ہوں' یہ پرہیز گار آدمی تھے مگر ان کی روایات بناوٹی ہوتی ہیں۔ [الجرح والتعدیل ۹: ۴۸۲' ترجمہ: ۱۰۵۳]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: بہت سے علوم وفنون کا ماہر تھا اس لیے جامع کہلایا لیکن محدثین حدیث کے معاملے میں اسے جھوٹا جانتے ہیں۔ امام عبداللہ بن مبارک کی تصریح کے مطابق یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ [تقریب التہذیب: ۵۹۶' ترجمہ: ۷۲۱۰]

(۲) الموضوعات ۲: ۳-۴' اللآلی المصنوعۃ ۲: ۴' نصب الرایۃ ۱: ۲۱۲' المصنوع: ۱۰۱

(۳) يَدورُعلى الألسنةِ ولا يَصِحُّ رفعه إلى رسول اللهﷺ. [تمییز الطیب من الخبیث: ۹۱]

"یہ زبانوں پر جاری اور ساری ہے۔ مرفوعاً یہ روایت صحیح نہیں ہے۔"

اور یہ اُس روایت کے منافی نہیں جو اِن الفاظ میں ثابت ہے: عُمُرُ الدُّنیا سَبعَۃُ آلَافِ سَنَۃٍ (۱).

''دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔''

اس لیے کہ یہ جتنا زمانہ گزرے گا یہ محسوس ہوگا کہ ایک ساعت میں ختم ہوگیا۔

۳۳۸- اَلدُّنیَا مَزرَعَۃُ الآخِرَۃِ.

''دنیا کی آخرت کی کھیتی ہے۔''

سخاوی کہتے ہیں: میں اس سے واقف نہیں اگرچہ غزالی نے اس کا الاحیاء میں ذکر کیا ہے (۲)۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: معنوی لحاظ سے یہ بات ثابت اور قرآن مجید سے مستنبط ہے:

مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ حَرۡثَ الۡاٰخِرَةِ نَزِدۡ لَهٗ فِىۡ حَرۡثِهٖ ۚ [سورۃ الشوریٰ ۴۲:۲۰]

''جو آخرت کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے، ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیتے ہیں۔''

۳۳۹- اَلدِّیکُ الأَبیَضُ صِدِیقِي وَصِدِیقُ صِدِیقِي وَعَدُوٌّ عَدُوِّي (۳).

''سفید مرغ میرا دوست ہے۔ میرے دوست کا دوست ہے۔ اور میرے دشمن کا دشمن ہے۔''

اس کی کئی سندیں ہیں۔ ابن الجوزی نے اس کا موضوعات میں ذکر کیا ہے (۴)۔ عسقلانی فرماتے ہیں: مجھ پر اس متن کے موضوع ہونے کا حکم ظاہر نہیں ہوا (۵)۔

سخاوی کہتے ہیں: اس کے اکثر الفاظ میں اوچھا پن ہے اور ان میں کوئی رونق پائی جاتی (۶)۔

---

(۱) مصنف نے نہیں لکھا کہ یہ روایت کہاں ثابت ہے۔ مشہور صحیح حدیث: مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا مِنَ السَّآئِلِ کے صریح خلاف کوئی حدیث کس طرح ثابت ہو سکتی ہے؟

(۲) اِحیاء علوم الدین ۴:۱۹، المقاصد الحسنۃ: ۳۵۱، بذیل حدیث: ۴۹۷

(۳) معجم الصحابۃ، ابن قانع ۱:۴۸، حدیث: ۸۵؛ خطیب بغدادی لکھتے ہیں: اس کا راوی اثوب بن عتبۃ مجاہیل میں سے ہے۔ یہ روایت منکر ہے اور اس کی سند صحیح نہیں۔ [تلخیص المتشابہ فی الرسم ۱:۴۶۴، بذیل ترجمہ: ۷۷۴]

(۴) الموضوعات ۲:۲۰۸-۲۰۹

(۵) المقاصد الحسنۃ: ۳۵۳، بذیل حدیث: ۴۹۹، تمییز الطیب من الخبیث: ۹۲، بذیل حدیث: ۶۳۲

(۶) المقاصد الحسنۃ: ۳۵۳، بذیل حدیث: ۴۹۹

حافظ ابونعیم نے مرغ کی احادیث ایک جزو(۱) میں جمع کی ہیں (۲)۔ میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں پھر تو یہ موضوع نہ ہوئی (۳)۔ سیوطی کہتے ہیں اسے ابن ابی اسامہ اور ابوالشیخ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور یہ منکر ہے (۴)۔

۳۴۰-اَلدَّیْنُ وَلَوْ دِرْھَماً، وَالْعَائِلَةُ وَلَوْ بِنْتاً، وَالسَّائِلُ وَلَوْ کَیْفَ الطَّرِیْقُ؟

''قرض قرض ہے' چاہے ایک درہم کیوں نہ ہو۔ خاندان خاندان ہے' چاہے ایک بیٹی کیوں نہ ہو اور سائل سائل ہے چاہے جس طریقہ سے بھی ہو۔''

سخاوی کہتے ہیں: میں مرفوعاً اسے کہیں نہیں پاتا مگر اس کا معنیٰ صحیح ہے (۵)۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: مشہور یہ ہے: اَلسُّؤَالُ ذُلٌّ وَلَوْ أَیْنَ الطَّرِیْقُ.

''سوال کرنا ذلت ہے چاہے جس طرح بھی ہو۔''

---

(۱) جزو کا اطلاق اُس کتاب پر ہوتا ہے جس میں صرف ایک شخص کی مروی احادیث کو جمع کیا گیا ہو' خواہ وہ شخص صحابہ کے طبقے میں ہو' یا اُن کے بعد کے طبقے میں اُس کا شمار ہوتا ہے مثلاً جزو حدیث ابی بکر رضی اللہ عنہ اور جزو حدیث مالک رحمۃ اللہ علیہ۔ [الحطۃ: ۷۳]

ایک عنوان سے متعلق احادیث کے مجموعے کو بھی جزو کہتے ہیں جیسے: جزؤ رفع الیدین اور جزؤ القراءۃِ خلفَ الإمام.

(۲) المقاصد الحسنۃ: ۳۵۳' بذیل حدیث: ۴۹۹

(۳) حافظ سخاوی کے قول کے مطابق جب اس کے الفاظ کے رکیک ہیں' اس کی سند منکر وضعیف ہے اور اس میں کوئی نور اور روشنی نہیں تو یہ موضوع کے دائرے سے کیوں کر نکل سکتی ہے؟

پھر یہ بھی ہے کہ حافظ عراقی نے زیر بحث روایت کو جابر بن مالک کے ترجمہ میں نقل کر کے لکھا ہے کہ جابر نے اسے ہارون بن نجید سے لیا ہے اور پھر لکھا ہے: آفته أحدهما' فإن رجال إسناده کُلُّهم معروفون إلّا جابر وهارون. [ذیل میزان الاعتدال ۱: ۶۹-۷۰' بذیل ترجمہ: ۲۴۳]

(۴) شعب الایمان ۴: ۳۰۰' بذیل حدیث: ۵۱۷۶' اللآلی المصنوعۃ ۲: ۱۹۴

(۵) المقاصد الحسنۃ: ۳۵۴' بذیل حدیث: ۵۰۱

حرف الذال

۳۴۱- ذَکَاةُ الأَرْضِ یُبْسُهَا.

''زمین کی پاکی اس کا خشک ہو جانا ہے۔''

ابن الدیبع کہتے ہیں: احناف اس سے حجت پکڑتے ہیں حالانکہ مرفوعاً اس کی کوئی اصل نہیں۔ ہاں اسے ابن ابی شیبہ (۱) نے مرفوعاً ابوجعفر محمد الباقر (۲) سے روایت کیا ہے (۳)۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: اس سند کی عمدگی ظاہر ہے جو اِن بڑے امام سے مروی ہے۔ یہ سند تو سونے کی لڑی ہے جو اس مذہب کے صحیح ہونے کے لیے کافی ہے۔

مجتہد جب کسی حدیث سے کسی حکم کا استدلال کرتا ہے تو اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ حدیث صحیح یا حسن نہ ہو۔ پھر اس سند میں ضعف یا وضع کا وجود نقصان دہ نہیں ہوتا (۴)۔

---

(۱) عبداللہ بن محمد بن قاضی ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خُواستی العبسی، مولاہم، الکوفی، ابوبکر، ۱۵۹ھ = ۷۷۶ء کو پیدا ہوئے۔ حافظ حدیث اور حنفی فقیہ تھے۔ ۲۳۵ھ = ۸۴۹ء کو وفات پائی۔ امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ اور امام علی ابن المدینی کے اَقران میں سے تھے۔ [سیر أعلام النبلاء ۱۱: ۱۲۲، الاعلام ۴: ۱۱۷]

(۲) محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین، طالبی، ہاشمی، قرشی، ابوجعفر۔ شیعہ امامیہ کے نزدیک پانچویں امام ہیں ۵۷ھ = ۶۷۶ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ناسک اور عابد تھے۔ قرآن مجید کے مفسر تھے۔ ۱۱۳ھ = ۷۳۲ء کو حمیمہ میں وفات پائی۔ مدینہ منورہ میں دفن کیے گئے۔ [وفیات الاعیان ۴: ۱۷۴، الاعلام ۶: ۲۷۰]

(۳) المقاصد الحسنۃ: ۳۵۵، بذیل حدیث: ۵۰۴، تمییز الطیب من الخبیث: ۹۳، بذیل حدیث: ۶۴۱

(۴) مصنف کی یہ بات اس لیے محل نظر ہے کہ کسی حدیث کی صحت اور عدم صحت کا تعلق اُس کی سند سے ہوتا ہے نہ کہ کسی فقیہ مجتہد کے استدلال سے۔ اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے ائمہ کے تلامذہ بسا اوقات اپنے امام کے قول کو اس وجہ سے چھوڑتے ہیں کہ اُس کے خلاف کوئی صحیح حدیث موجود ہوتی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ: إذا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِيْ. [مجموعہ رسائل ابن عابدین ۱: ۲۴] اور امام شافعی فرماتے ہیں: إذا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِيْ وَاضْرِبُوْا بِقَوْلِيْ عَلَی الْحَائِطِ. [سیر اعلام النبلاء ۱۹: ۲۴]

زرکشی کہتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں اور یہ محمد بن حنفیہ [(۱)] کا قول ہے جیسا کہ ابن جریر نے اسے تہذیب الآثار میں روایت کیا ہے [(۲)]۔

سیوطی کہتے ہیں: ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں محمد بن حنفیہ، ابو جعفر اور ابو قلابہ سے یہ ان کا قول نقل کیا ہے [(۳)]۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں اس کا مرفوع ہونا گزر چکا ہے اور یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے موقوفاً بھی مروی ہے۔ اس کی اصل ہدایہ میں مرفوعاً موجود ہے [(۴)] اگرچہ ہدایہ کے احادیث کی تخریج کرنے والے نے لکھا ہے کہ میں نے یہ روایت نہیں دیکھی ہے [(۵)]۔

یہ بات معلوم ہے کہ موقوفاتِ صحابہ ہمارے نزدیک حجت ہیں اور ایسے ہی حدیث منقطع بھی جب کہ اس کی سند صحیح ہو [(۶)]۔

ہمارے مذہب کی تائید وہ حدیث کرتی ہے جو سنن ابی داود میں اس باب کے تحت ذکر ہے کہ جب زمین خشک ہو جائے تو پاک ہو جاتی ہے اور انہوں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

---

(۱) محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ہاشمی، قرشی، ابو القاسم ابن الحنفیہ۔ سادات حسنین رضی اللہ عنہما کے دوسری ماں سے بھائی ہیں۔ والدہ کا نام سیدہ خولہ بنت جعفر حنفیہ رضی اللہ عنہما ہے۔ ۲۱ھ=۶۴۲ء کو مدینۃ النبی ﷺ میں پیدا ہوئے۔ فرمایا کرتے تھے: حسنین مجھ سے افضل ہیں اور میں علم میں اُن سے زیادہ ہوں۔ عالم، فاضل، قوی الجُثۃ، متقی اور شجاع و بہادر تھے۔ ۸۱ھ=۷۰۰ء کو طائف میں وفات پائی۔

[وفیات الاعیان ۴:۱۶۹، ترجمہ: ۵۵۹، الاعلام ۶:۲۷۰]

(۲) یہ پوری عبارت امام زرکشی کی ہے۔ [التَّذْكِرَة في الأحاديث المُشتَهرة: ۳۳، بذیل حدیث: ۱۴]

(۳) مصنف ابن ابی شیبۃ ۱:۴۳۱، روایات: ۶۲۹ - ۶۳۰، الدُّرر المنتَثَرة: ۱۲۱، بذیل حدیث: ۲۳۳۔

مصنف ابن ابی شیبۃ میں زَكَاةُ الأرضِ اور زَكتُ کے الفاظ ہیں۔

(۴) الهدایۃ، کتاب الذبائح ۷:۱۲۶

(۵) حافظ زیلعی لکھتے ہیں: قُلتُ: غريبٌ. [نصب الرایۃ ۱:۲۱۱، بذیل حدیث: ۸۸۲]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: لَمْ أرهُ مرفوعاً. [الدرایۃ ۱:۹۲، بذیل حدیث: ۸۳]

(۶) سمجھ میں نہیں آتا کہ جب کسی روایت کے راوی سرے سے مذکور اور معلوم نہ ہوں، وہ کیسے صحیح اور حجت ہو سکتی ہے؟ يَا للعَجب!!

كُنتُ أبِيتُ فِي المسجدِ فِي عَهدِ رسولِ اللهِ ﷺ و كُنتُ فَتَى شَابًّا عَزِبًا، و كانَتِ الكِلَابُ تَبُولُ و تُقبِلُ و تُدبِرُ في المسجدِ فلم يكونوا يَرُشُّونَ شيئًا مِن ذلك(۱).

''میں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسجد میں سویا کرتا تھا۔ میری بھرپور جوانی کے دن تھے اور ابھی شادی نہیں ہوئی تھی۔ کتے مسجد میں آتے جاتے اور پیشاب بھی کرتے تھے مگر وہ [صحابہ رضی اللہ عنہم] اس پر کوئی پانی نہ چھڑکتے تھے۔''

اگر نجاست خشک ہونے سے زمین کے پاک ہونے کا اعتبار نہ ہوتا تو انہیں اس بات سے احتراز کرنا چاہیے تھا جب کہ وہ جانتے تھے کہ یہاں نجاست موجود ہے اور اس کے باوجود وہ مسجد میں نماز پڑھتے تھے، جب کہ مسجد چھوٹی تھی اور نمازی زیادہ تھے اس لیے بوقت نزاع واختلاف یہ بمنزلہ اجماع کے ہوا۔

سخاوی کہتے ہیں ابو قلابہ سے یہ الفاظ بھی روایت کیے گئے ہیں:

جُفُوفُ الأرضِ طُهُورُهَا(۲).

''زمین کا خشک ہو جانا، اس کا پاک ہو جانا ہے۔''

یہ حدیث سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث معارض ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اَعرابی کے پیشاب پر پانی ڈالنے کا حکم دیا تھا بلکہ گڑھا کھودنے کا بھی ذکر موجود ہے(۳)۔ اور حدیث سے مراد یہ ہے کہ خشک ہونا بھی نجاست سے پاکی کا ایک طریقہ ہے۔ اس سے حصر مراد نہیں کہ صرف یہی ایک طریقہ ہے پس ہمارا قول پانی سے پاک کرنے کے منافی نہیں۔

---

(۱) سنن ابی داود، کتاب الطہارۃ [۱] باب فی طہور الارض اذا یبست [۱۳۹] حدیث: ۳۸۲

(۲) المقاصد الحسنۃ: ۳۵۵، بذیل حدیث: ۵۰۴

(۳) صحیح بخاری، کتاب الوضوء [۴] باب صب الماء علی البول فی المسجد [۵۹] احادیث: ۲۲۰-۲۲۲ کی طرف اشارہ ہے۔

حرف الراء

۳۴۲-: رَأَيتُ رَبِّي بِمِنَى يَوْمَ النَّفرِ (۱) عَلَى جَمَلٍ أَوْرَقَ، عَلَيْهِ جُبَّةُ صُوفٍ، أَمَامَ النَّاسِ (۲).

''مِنیٰ سے کوچ کے روز میں نے اپنے رب کو ایک خاکستری اونٹ پر سوار دیکھا۔ اُس نے صوف کا جبہ پہنے ہوئے تھا اور لوگوں کے سامنے تھا۔''

یہ روایت موضوع ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ الذیل میں اس کا ذکر ہے (۳)۔

اللآلي المَصنوعة میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ:

رَأَيتُ رَبِّي فِي صُورَةِ شَابٍّ لَهُ وَفْرَةٌ (۴).

---

(۱) عیدالاضحیٰ کے تیسرے روز حجاج، مِنیٰ سے مکہ مکرمہ واپس آنا شروع ہو جاتے ہیں اس لیے اس روز کو یَوْمُ النَّفرِ کہتے ہیں۔

(۲) تاریخ مدینۃ دمشق ۲۷: ۳۹۶، بذیل ترجمہ: ابومحمد عبداللہ بن حسن: ۳۲۴۷؛ امام ابن عساکر نے اسے نقل کر کے لکھا ہے کہ: هو حديثٌ موضوعٌ، لا أصلَ له......وأبومحمد هذا وابن أبي السنديان غيرمعروفي العدالة، والأهوازي مُتَّهَمٌ. [تاریخ مدینۃ دمشق ۲۷: ۳۹۶]

''یہ حدیث موضوع اور بے اصل ہے۔ اس کے راوی ابومحمد عبداللہ بن حسن اور احمد بن علی بن حسن بن ابی السندیان دونوں مجہول العدالۃ ہیں جب کہ ابوعلی اہوازی مُتَّہَم [جھوٹ بولنے سے بدنام] ہے۔''

ابن عساکر نے اپنی کتاب تبیین کذب المفتری کے صفحات: ۳۷۷، ۳۹۶، ۴۱۵ میں کذاب لکھا ہے۔

حافظ ذہبی کو ابوبکر الخطیب سے شکوہ ہے۔ لکھتے ہیں: قد روى أبوبكر الخطيب بِقِلَّةِ وَرعٍ عن الأهوازي.

[میزان الاعتدال ۱: ۵۱۳، ترجمہ: ۱۹۱۶]

''ابوبکر خطیب نے لااُبالی پن میں اَہوازی سے یہ روایت نقل کی ہے۔''

(۳) الزيادات على الموضوعات ويُسَمَّى: ذيل اللآلي المَصنوعة ۱: ۳۵، حدیث: ۲

(۴) اللآلی المصنوعۃ ۱: ۳۳؛ حافظ سیوطی نے اس روایت کو امام طبرانی کی سند سے ذکر کیا ہے مگر اُن کی مطبوعہ کتابوں میں یہ نہیں ملتی۔ ممکن ہے یہ اُن کی كِتَابُ السُّنَّة میں ہو جو ابھی تک مفقود ہے۔ امام بیہقی نے اس کو......

''میں نے اپنے رب کو ایک جوان کی صورت میں دیکھا' اس کے لمبے بال تھے۔''

ایک اور روایت میں فِي صُورَةٍ شَابٍ أَمْرَدَ کے الفاظ بھی وارِد ہیں' یعنی ''ایسے جوان کی صورت میں جس کی نہ مونچھیں تھیں نہ داڑھی۔''

ابن صدقۃ (۱)' ابوزرعۃ (۲) سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا

...... ذکر کر کے ابوعبداللہ الثَّلْجِي کے حوالے سے اِن الفاظ میں اپنی رائے ظاہر کی ہے: إِنَّ حَمَّاد بن سلمة كان لايحفظُ' وكانوا يقولون : إِنَّهَا دُسَّتْ في كتبه ' وقد قيل: إنَّ ابن أبي العوجاء كان ربِيبهٗ' وكان يَدُسُّ في كتبه هذه الأحاديث. [الاسماء والصفات ۳: ۱۱۰۹]

''حماد بن سلمۃ کو احادیث یاد نہیں تھے اور لوگ کہا کرتے تھے کہ اس قسم کی روایتیں اُن کی کتاب میں کسی اور نے داخل کی ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابن ابی العوجاء ان کا ربیب تھے، جو اِن احادیث کو ان کی کتابوں میں گھسیڑا کرتا تھا۔''

پھر امام بیہقی نے امام ابن عدی کے حوالے سے اس کہانی کے راوی ابوعبداللہ الثَّلْجِي کے بارے میں لکھا ہے کہ: أبو عبدالله الثَّلجي كذابٌ ' وكان يضع الحديث ' ويَدُسُّهٗ في كتب أصحاب الحديث بأحاديث كُفرِيَّاتٍ مِن تدسيسه. [الکامل فی ضعفاء الرجال ۳: ۴۷' ترجمہ: ۴۳۱/۶۲' اسماء اللہ وصفاتہ ۳: ۱۱۰۹]

''ابوعبداللہ الثَّلْجِي جھوٹا تھا۔ کافرانہ احادیث وضع کر کے اُن کو محدثین کی کتابوں میں داخل کرتا تھا۔''

اصل میں یہ روایت منکر ہے جیسا کہ حافظ ذہبی نے ابن ابی داود کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

هٰذَا مِن أنكرِ ما أتَى به حماد بن سلمة. [میزان الاعتدال ۱: ۵۹۴' ترجمہ: ۲۲۵۱]

''حماد بن سلمۃ کی روایات میں یہ سب سے منکر روایت ہے۔''

حافظ صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ: وهو خبرٌ منكرٌ' نسألُ اللّٰه السَّلامةَ في الدين. [سیر اعلام النبلاء ۱۰: ۱۱۳]

''یہ روایت منکر ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دین میں سلامتی چاہتے ہیں۔''

(۱) ابوبکر احمد بن محمد بن عبداللہ بن صدقۃ بغدادی۔ امام احمد کے شاگرد رہے ہیں۔ ثقہ اور متقن حافظ حدیث اور فقیہ تھے۔ ۲۹۳ھ کو وفات پائی۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۴: ۸۳' ترجمہ: ۴۳]

(۲) عبیداللہ بن عبدالکریم بن یزید بن فروخ المخزومی بالولاء ابوزرعۃ الرازی۔ ۲۰۰ھ = ۸۱۵ء کو پیدا ہوئے۔ ''رے'' سے تعلق تھا۔ بغداد گئے جہاں درس حدیث دیتے رہے۔ امام احمد کے ہم نشین رہے ہیں۔ انہیں سو ہزار احادیث زبانی یاد تھیں۔ یہ بات زبان زد تھی کہ وہ روایت ہی بے اصل ہے جس کی ابوزرعۃ کو معرفت نہ ہو۔ ۲۶۴ھ = ۸۷۸ء کو ''رے'' میں وفات پائی۔ [تاریخ بغداد ۱۰: ۳۲۶' الاعلام ۴: ۱۹۴]

کوئی معتزلی(۱) ہی انکار کرسکتا ہے(۲)۔ بعض روایات میں فُؤَاد ''دل'' کے ساتھ بھی مروی ہے۔ اور حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اگر رویت سے مراد خواب کی رویت ہے تو اس میں کوئی اشکال نہیں اور اگر اس دیکھنے سے مراد جاگتے ہوئے دیکھنا ہے تو ابن ہمام نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حجابِ صورت ہے۔ گویا کہ ان کے کلام کا منشا یہ ہے کہ اسے تجلی صورت پر مبنی قرار دیا جائے گا نہ کہ تجلی حقیقی پر کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ذات وصفات کے لحاظ سے مختلف قسم کی تجلیات ہیں اسی طرح اسے قدرت کاملہ اور وہ قوت حاصل ہے جو فرشتوں وغیرہ سے تبدیلی اشکال میں زیادہ ہے حالانکہ وہ باعتبار جسم، صورت اور ذات سے منزہ ہے۔ اس طرح پر بہت سے شبہات اور بہت سی مشکل احادیثِ صفات حل ہو جائیں گی اور اللہ تعالیٰ خود مقامات کے حقائق سے زیادہ واقف ہے اور اس سے سبکی وغیرہ کا وہ اعتراض ختم ہو گیا جو وہ اس حدیث پر کرتے ہیں کہ:

---

(۱) معتزلہ: علم کلام کا ایک مدرسہ فکر جس نے عقل اور نقل کے مابین تطابُق و توافُق کی کوشش کی۔ اِعتزال کے معنی کسی شخص یا گروہ سے الگ ہو جانے کے ہیں۔ معتزلہ کو اس نام سے کیوں موسوم کیا گیا؟ اس میں اختلافِ رائے ہے۔ مشہور خیال یہ ہے کہ حسن بن یسار بصری اپنے حلقہ درس میں بیٹھے طلبہ کو پڑھا رہے تھے کہ واصل بن عطاء نے کھڑے ہو کر کہا کہ ایک گروہ [خوارج] ایسا پیدا ہوا ہے جس کا کہنا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے [یہ لوگ خوارج کے وعید یہ ہیں] دوسرا گروہ [جو مرجئہ کہلاتا ہے] اس بات کا قائل ہے کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مؤخر الذکر کا خیال ہے کہ اگر ایمان صحیح ہے تو گناہ کبیرہ سے کفر لازم نہیں آتا، یعنی یہ لوگ فرد کو اس حد تک چھوڑ دیتے تھے کہ گناہ سے کسی قسم کا نہ ایمان پر ضرر پڑتا ہے اور نہ اُس کے مستقبل پر، ان دونوں فرقوں میں برحق کون ہے؟ حسن بصری ابھی جواب نہیں دے پائے تھے کہ اُس شخص نے خود ہی کہا کہ میری رائے میں ایسا شخص نہ کافر ہے نہ مؤمن بلکہ اس کے بین بین [مَنزِلَةٌ بین المنزلتین] ہے، اُس نے نہ صرف یہ کہا بلکہ حسن بصری کے تلامذہ میں اس عقیدہ کی تلقین بھی شروع کر دی، اس پر حسن بصری نے کہا: هٰذَا الرَّجُلُ اِعْتَزَلَ عَنَّا ''یہ شخص ہم سے الگ ہو گیا ہے۔'' اس حوالے سے اس کا اور اس کے ہم خیالوں کا نام معتزلہ مشہور ہو گیا۔

[اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۲۱: ۳۰۹]

(۲) اس سے مراد کسی مزید تفصیل کے بغیر ''رَأَيْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ اور إِنَّ مُحَمَّداً رأى رَبَّهُ'' والی روایتیں ہیں جیسا کہ یہ بات واضح طور پر اُس واقعہ میں مذکور ہے جس کا ذکر المنتخب من العلل للخلال: ۲۸۳، بذیل حدیث: ۱۸۲ موجود ہے۔ اس لیے کہ اس میں دوسری وارد تفصیلات کو محققین منکر کہتے ہیں۔

رأيتُ رَبّي في صورة شاب أمردَ[(۱)].

''میں نے اپنے رب کو مردِ جوان کی صورت میں دیکھا۔''

یہ حدیث عام صوفیوں کی زبان پر مشہور ہے مگر یہ رسول اللہ ﷺ پر موضوع اور مکذوب ہے[(۲)]۔
اس لیے اگر اُن کے موضوع کہنے کی بنیاد سند پر ہے تو ٹھیک اور مسلّم ہے۔ ورنہ ویسے تاویل کا دروازہ تو کھلا ہوا ہے[(۳)]۔

–۳۴۳: اَلرَّابِحُ فِي الشَّرِّ خَاسِرٌ.

''برائی میں جیتنے والا نقصان میں ہے۔''

یہ بعض حکماء کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَالْعَصْرِ○اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ○اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ. [سورۃ العصر۱۰۳:۱-۳]

''زمانہ گواہ ہے کہ بے شک انسان خسارے میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے۔''

یہ بھی ارشادِ ربانی ہے کہ: فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ. [سورۃ البقرۃ۲:۱۶]

''اور ان کی تجارت نے انہیں کچھ نفع نہ پہنچایا۔''

شیخ بستی[(۴)] نے کیا خوب کہا ہے:

زِيَادَةُ الْمَرْءِ فِي دُنْيَاهُ نُقْصَانُ وَرِبْحُهٗ غَيْرَ مَحْضِ الْخَيْرِ خُسْرَانُ

[دیوان ابی الفتح البستی: ۱۸۶، قصیدہ: ۳۹۸]

---

(۱) موضوع حدیث کا کوئی کیا جواب دے گا؟ علامہ سبکی لکھتے ہیں: وحديثُ في صورة شاب أمردَ موضوعٌ مكذوبٌ على رسول الله ﷺ. [طبقات الشافعیۃ الکبریٰ۲:۳۱۲]

(۲) یہ عبارت ابن الدیبع کی ہے جو لکھتے ہیں: دَائِرٌ على ألسِنَةِ عوام المُتَصَوِّفَةِ وهو موضوعٌ مفترًى على رسول الله ﷺ كما قاله التاج السبكي. [تمییز الطیب من الخبیث: ۹۵، بذیل حدیث: ۶۵۰]

(۳) یہ حدیث جب موضوع ٹھہری تو اس میں تأویل کا دروازہ کون کھولنے دے گا؟ اہل علم موضوع روایت کو موضوع ہی کہتے ہیں۔ اس میں تأویل کی گنجائش نہیں ہوتی۔

(۴) علی بن محمد بن حسین بن یوسف بن محمد بن عبدالعزیز ابوالفتح، اپنے زمانے کے کاتب اور شاعر تھے۔ ......

''کسی شخص کی دنیاوی مال ومتاع کی کثرت سراسر نقصان ہے اور خیرِ محض [خالص نیکی] کے سوا سارا منافع نقصان ہی نقصان ہے۔''

۳۴۴- رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الأَكْبَرِ، قَالُوا: وَمَا الْجِهَادُ الأَكْبَرُ؟ قال: جِهَادُ الْقَلْبِ (۱).

''ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جہاد اکبر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: دل سے جہاد۔''

ابن حجر عسقلانی تسدید القوس میں کہتے ہیں: یہ لوگوں کی زبان پر مشہور ہے اور یہ ابراہیم بن عبلہ کا قول ہے جسے نسائی نے الکُنیٰ میں نقل کیا ہے۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: غزالی نے احیاء میں اسے ذکر کیا ہے۔ عراقی نے اسے بیہقی از سیدنا جابر کی طرف اس کی نسبت کی ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند میں ضعف ہے (۲)۔

...... بست [سجستان] میں پیدا ہوئے اس لیے بُستی کہلاتے ہیں۔ خراسان کے دولتِ سامانیہ میں ملازم تھے۔ امیر سبکتگین انہیں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے' پھر اُن پر غصہ ہوئے اور شہر بدر کر دیا۔ ۴۰۰ھ=۱۰۱۰ء کو اوز جند [بخارا] میں وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۳: ۳۷۶' ترجمہ: ۴۷۰' الاعلام ۴: ۳۲۶]

(۱) الکاشف عن حقائق السنن ۲: ۴۳۷' الجامع الصغیر حدیث: ۶۱۰۷' اِحیاء علوم الدین ۳: ۷' السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ ۲: ۱۶۹]

اس کی سند میں خلف بن محمد بن اسماعیل الخیام ہے' جو اِختلاط کا شکار تھا۔ شدید ضعف تھا اور غیر معروف متون کی روایت کرتا تھا۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۶: ۲۰۴' میزان الاعتدال ۱: ۶۶۲]

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: أما الحديث الذي يرويه بعضهم أنه ﷺ قال في غزوة تبوك: رجعنا من الجهاد الأصغر إلى الجهاد الأكبر، فلا أصل له، ولم يروِهِ أحدٌ من أهل المعرفة بأقوال النبي ﷺ وأفعاله، وجهادُ الكفار من أعظم الأعمال، بل هو أفضل ما تطوع به الإنسان. [مجموع الفتاوی ۱۱: ۹۳-۹۴]

''بعض لوگ یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الأَصْغَرِ فرمایا تو اس کی کوئی اصل نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے اَقوال و افعال کی معرفت رکھنے والے کسی عالم نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔ کفار سے جہاد کرنا افضل ترین عبادات و اعمال میں سے ہے۔''

(۲) الزہد الکبیر: ۱۶۵' حدیث: ۳۷۳۔ امام بیہقی نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

سیوطی کہتے ہیں: خطیب نے اپنی تاریخ میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تو فرمایا:

قَدِمْتُمْ خَيْرَ مَقْدَمٍ، وَقَدِمْتُمْ مِّنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ (۱).

''تم بہتر کام کر کے آئے ہو اور تم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹ آئے ہو۔''

لوگوں نے دریافت کیا کہ جہادِ اکبر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

مُجَاهَدَةُ الْعَبْدِ هَوَاهُ (۲).

''بندے کا اپنی خواہش سے جہاد کرنا۔''

۳۴۵- رَحِمَ اللّٰهُ أَخِي الْخَضِرَ لَوْ كَانَ حَيًّا لَّزَارَنِي.

''اللہ تعالیٰ میرے بھائی خضر [علیہ السلام] پر رحم فرمائے اگر وہ زندہ ہوتے تو میری ملاقات کرتے۔''

عسقلانی کہتے ہیں: مرفوعاً ثابت نہیں (۳)۔

۳۴۶- رَحِمَ اللّٰهُ مَنْ زَارَنِي وَزِمَامُ نَاقَتِهِ بِيَدِهِ.

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے۔ جو میری زیارت اس حالت میں کرے کہ اس کی ناقہ کی لگام اس کے ہاتھ میں ہو۔''

عسقلانی کہتے ہیں: ان الفاظ کے ساتھ اس کی کوئی اصل نہیں (۴)۔

---

(۱) تاریخ بغداد ۱۳: ۵۲۳-۵۲۴، الدُّرَرُ الْمُنْتَثِرَة: ۱۲۶، بذیل حدیث: ۴۲۵

(۲) حافظ عراقی لکھتے ہیں: یہ حدیث ضعیف ہے۔ [المغنی عن حمل الاسفار ۳: ۷]

(۳) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: قال شيخنا: لا يثبت مرفوعاً، وإنما هو من كلام بعض السَّلَفِ ممن أنكر حياة الخضر. [المقاصد الحسنۃ: ۳۶۳، بذیل حدیث: ۵۱۳]

''ہمارے شیخ [حافظ ابن حجر] کہتے ہیں: یہ مرفوعاً ثابت نہیں۔ یہ بعض سلف کا کلام ہے جو حیاتِ خضر علیہ السلام کے قائل نہیں۔

(۴) المقاصد الحسنۃ: ۳۶۴، بذیل حدیث: ۵۱۴

۳۴۷- رَدُّ دَانِقٍ عَلٰی أَهْلِهٖ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَبْعِیْنَ سَنَةٍ.

"اصلی مالک کو اُس کا معمولی رقم ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔"

ابن حجر کہتے ہیں: میں لفظاً اس کی اصل کو نہیں پہچانتا[1]۔ ویسے معنیٰ کے لحاظ سے یہ صحیح ہے اس لیے کہ حق کو اس کے مالک کے پاس لوٹانا فرض ہے جو ستر سال کی نفلی عبادت سے بہتر ہے[2]۔

سخاوی کہتے ہیں: یہ قول یحییٰ بن عمر بن یوسف بن عامر الاندلسی المالکی[3] کا ہے۔ جب انہوں نے قیروان سے قرطبہ کوچ کرنے کا ارادہ کیا' جہاں ایک دوکان دار کے ان کے ذمہ کچھ قرضہ تھا۔ انہوں نے یہ قرضہ اسے دیتے وقت یہ بات کہی[4]۔

ابن جماعۃ نے اپنی منسلک کبیر میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رَدُّ دَانِقٍ مِّنْ حَرَامٍ یَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ سَبْعِیْنَ حَجَّةٍ[5].

"حرام مال [اُس کے مالک] کو لوٹانا اللہ کے نزدیک ستر حج کے برابر ہے۔"

اور اَلدَّانِقُ [نون کے زیر کے ساتھ' جسے کبھی کبھی فتحہ بھی دیا جاتا ہے] درہم کے چھٹے حصے کو بولتے ہیں۔"

۳۴۸- رَدُّ الشَّمْسِ عَلٰی عَلِیٍّ[6].

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر سورج لوٹا دیا گیا۔"

امام احمد فرماتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں۔ ابن الجوزی نے ان کی مطابعت میں اسے اپنی

---

(۱) لسان المیزان ۶: ۲۷۱' بذیل ترجمہ: ۹۵۰

(۲) جب اس حدیث کی کوئی اصل ثابت نہیں تو ستر سال کی قید کیسے ثابت ہوگی؟

(۳) یحییٰ بن عمر بن یوسف بن عامر اندلسی' مالکی فقیہ تھے۔ عرصہ تک قیروان میں رہے' پھر سوسۃ میں رہائش اختیار کی' جہاں ۱۳۸۹ھ کو ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ عابد اور زاہد تھے۔

[لسان المیزان ۶: ۲۷۰-۲۷۲' ترجمہ: ۹۵۰]

(۴) لسان المیزان ۶: ۲۷۱' بذیل ترجمہ: ۹۵۰' المقاصد الحسنۃ: ۳۶۵' بذیل حدیث: ۵۱۸

(۵) ہدایۃ السالک الی المذاہب الاربعۃ فی المناسک ۱: ۲۸۹

(۶) اس روایت پر مفصّل بحث حدیث: ۲۰۸ کے تحت ملاحظہ ہو۔ نیز ملا علی قاری نے آئندہ چل کر حافظ ابن قیم کے حوالے سے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

موضوعات[۱] میں داخل کیا ہے[۲]۔

لیکن طحاوی اور صاحب الشفاء نے اسے صحیح قرار دیا ہے[۳]۔

ابن مندۃ' ابن شاہین نے اور طبرانی نے اوسط میں حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

إِنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَمَرَالشَّمْسَ فَتَأَخَّرَتْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ[۴].

''رسول اللہ ﷺ نے سورج کو حکم دیا۔ وہ دن کی ایک ساعت پیچھے ہٹ گیا۔''

اس کی تفصیل سیر میں موجود ہے۔

۔۳۴۹: رَسُوْلُ الْمَرْءِ دَالٌّ عَلٰى عَقْلِهٖ.

''آدمی کا قاصد اس کی عقل پر دلالت کرتا ہے۔''

یہ یحیٰی بن خالد[۵] کا قول ہے جیسا کہ الدینوری نے اپنی اَلْمُجَالَسَة میں ذکر کیا ہے[۶]۔

۔۳۵۰: رِيْقُ الْمُؤْمِنِ شِفَآءٌ.

''مومن کا تھوک بھی شفاء ہے۔''

---

(۱) الموضوعات ۱: ۲۶۶

(۲) المقاصد الحسنۃ: ۳۶۵' بذیل حدیث: ۵۱۹

(۳) شرح مشکل الآثار ۳: ۹۴' حدیث: ۱۰۶۸

(۴) المُعجم الکبیر ۲۴: ۱۴۴-۱۴۵' حدیث: ۳۸۲

(۵) یحیٰی بن خالد بن برمک ابوالفضل۔ ہارون الرشید عباسی کے مؤدب' معلم اور مربی تھے۔ ۱۲۰ھ = ۷۳۸ء کو پیدا ہوئے۔ ان کی بیوی، فضل کی والدہ، ہارون الرشید کی رضاعی ماں تھی۔ اس لحاظ سے یحیٰی برمکی، ہارون الرشید کے رضاعی والد ٹھہرے۔ ہارون جب خلیفہ ہوئے تو اپنی مہر یحیٰی کے حوالے کر دی۔ ہارون نے جب برامکہ کی سرکوبی شروع کی تو یحیٰی برمکی کے بھی برے دن شروع ہوئے۔ انہیں جیل میں ڈالا گیا جہاں ۱۹۰ھ = ۸۰۵ء کو وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۶: ۲۱۹-۲۲۹' ترجمہ: ۸۰۶' الاعلام ۸: ۱۴۴]

(۶) المقاصد الحسنۃ: ۳۶۷-۳۶۸' بذیل حدیث: ۵۲۳؛ اس روایت کے اصل الفاظ یہ ہیں:

ثلاثةُ أشياءَ تَدُلُّ على عُقول أربابها: الكتابُ' والرَّسولُ' والهَدِيَّةُ.

[المُجَالَسَةُ و جواهِرُالعِلم ۲: ۳۵۸' حدیث: ۲۳۲۴' تاریخ بغداد ۱۲۹' بذیل ترجمہ: ۷۴۵۹]

''تین چیزیں کسی شخص کی عقل پر دلالت کرتی ہے: خط' پیغام لے جانے والا اور تحفہ۔''

اس کا معنیٰ صحیح ہے اور اس کی تائید رسول اللہ ﷺ کی اس صحیح حدیث سے ہوسکتی ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ، تُرۡبَۃُ أَرۡضِنَا، بِرِیقَۃِ بَعۡضِنَا، یُشۡفٰی سَقِیۡمُنَا، بِإِذۡنِ رَبِّنَا (۱).

''اللہ کے نام سے، ہماری زمین کی مٹی، ہم میں سے کسی کے لعابِ دہن سے مل کر ہمارے رب کے حکم سے ہمارے مریض کی شفایابی کا ذریعہ ہوگی۔''

اور یہ جو لوگوں کی زبان پر مشہور ہے کہ: سُؤرُ المؤمنِ شِفآءٌ (۲).

''مؤمن کا جھوٹا بھی شفاء ہے۔''

وہ اس حدیث کی بنا پر ہے جسے دارقطنی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ:

مِنَ التَّوَاضُعِ أَنۡ یَّشۡرَبَ الرَّجُلُ مِنۡ سُؤۡرِ أَخِیۡہِ [أي المؤمن] (۳).

''تواضع میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی شخص اپنے مؤمن بھائی کا جھوٹا پی لے۔''

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب السلام [۳۹] باب استحباب الرقیۃ من العین والنملۃ والحمرۃ والنظرۃ [۲۱] حدیث: ۵۴-[۲۱۹۴]

(۲) اس روایت کو امام ابن امیر الحاج نے بلا سند اور حافظ سخاوی نے نوح بن ابی مریم، از ابن جریج از عطا از ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً نقل کیا ہے۔ [المدخل ۱: ۲۱۶، المقاصد الحسنۃ: ۳۷۳، بذیل حدیث: ۵۳۴]

لیکن یہ سند نہایت کمزور ہے اس لیے کہ:

- اس کا راوی نوح بن ابی مریم متروک الحدیث ہے۔ [میزان الاعتدال ۴: ۲۷۹]
- ابن جریج [عبدالملک بن عبدالعزیز] مدلس تھا۔ [تقریب التھذیب: ۳۹۵، ترجمہ: ۴۱۹۳]

جب کہ اس کی یہ روایت معنعن ہے۔

- عطاء بن ابی رباح ثقہ، فقیہ اور فاضل تھے لیکن کثرت سے اِرسال کیا کرتے تھے۔

[تقریب التھذیب: ۴۲۲، ترجمہ: ۴۵۹۱]

(۳) اطرافُ الغرائب والافراد من حدیث رسول اللہ ۳: ۲۸۰-۲۸۱، حدیث: ۲۶۵۹

یہ روایت بھی ناقابل التفات ہے اس لیے کہ اس کا راوی نوح بن ابی مریم اس کو نقل کرنے میں منفرد ہے۔ اس کی تصریح امام دارقطنی نے محولہ بالا کتاب میں کی ہے۔ اور یہ بات پہلے سے معلوم ہے کہ نوح بن ابی مریم متروک الحدیث، کذاب اور وَضّاع تھا۔

﴿حرف الزاء﴾

۳۵۱- زَامِرُ الْحَيِّ لَا يُطْرِبُ.

''اپنے گاؤں کا بانسری بجانے والا دل کو خوش نہیں کرتا۔''

یہ حدیث نہیں ہے لیکن اکثر اوقات یہ بات صحیح بھی ہو جاتی ہے[۱]۔ اس لیے کہ گانے والے کی مختلف ''لے'' کے مسلسل سننے کے باعث سننے والے کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا جیسا کہ طبلہ بجانے والے کا گھوڑا اگر ٹھوکر بھی مارے تو طبلہ کی آواز میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔

اسی بنا پر اکابر صوفیا پر ظاہر سماع کا کوئی اثر نہیں ہوتا اگرچہ وہ تاثیر سے خالی نہیں ہوتا۔ جنید سے پوچھا گیا کہ آپ تو شروع شروع میں وجد کیا کرتے تھے' اب کیوں چھوڑ دیا؟ تو انہوں نے جواب میں یہ آیت کریمہ پڑھی:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ. [سورۃ النمل ۲۷:۸۸]

''تو پہاڑوں کو جما ہوا دیکھے گا حالانکہ وہ بادلوں کی طرح دوڑتے ہوں گے۔''

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب ایک نئے ایمان قبول کرنے والے شخص کو دیکھا کہ رو رہے ہیں تو فرمایا: ہم بھی شروع شروع میں ایسے ہی تھے۔ اب ہمارے دل سخت، یعنی مضبوط اور طاقت ور ہو گئے[۲]۔

۳۵۲- اَلزَّحْمَةُ رَحْمَةٌ.

''ہجوم، رحمت ہے۔''

یہ حدیث نہیں ہے مگر اس لحاظ سے اس کا معنیٰ صحیح ہے کہ نماز میں کھڑا ہونے' صف میں خالی جگہوں

---

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۳۷۵' بذیل حدیث: ۵۳۵' تمییز الطیب من الخبیث: ۹۹' بذیل حدیث: ۶۸۰

(۲) یہ دونوں کہانیاں احیاء علوم الدین ۲: ۳۰۳ میں بغیر کسی سند کے درج ہیں جب کہ دینی امور کا دارومدار اِسناد پر ہوتا ہے۔ پھر قَسَتْ بمعنی قَوِيَتْ وَاشْتَدَّتْ بھی دلیل کا طالب ہے!!

کو بھر دینے، ذکر و علم کی مجلسوں میں بیٹھنے اور برکتوں کی ساعتوں میں طواف کرنے میں اگر چہ بہت ہجوم ہوتا ہے لیکن کثرتِ ہجوم رحمت کا سبب ہے۔

۳۵۳- زَكَاةُ الْجَاهِ: إِغَاثَةُ اللَّهْفَانِ (۱).

''جاہ کی زکوٰۃ مظلوموں کی مدد کرنا ہے۔''

یہ ان الفاظ کے ساتھ نہیں پہنچانی جاتی۔ ہاں! اس معنیٰ میں کئی احادیث موجود ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ: أَفْضَلُ صَدَقَةِ اللِّسَانِ: اَلشَّفَاعَةُ، تَفُكُّ بِهَا الْأَسِيرُ، وَتَحْقِنُ بِهَا الدِّمَاءَ، وَتَجُرُّ بِهَا الْمَعْرُوفَ، وَالْإِحْسَانَ إِلَى أَخِيكَ، وَتَدْفَعُ عَنْهُ الْكَرِيهَةَ (۲).

''زبان کا افضل صدقہ سفارش ہے جس کے ذریعے قیدی کو چھڑایا جائے۔ خون روکے جائیں۔ جس سے بھلائی کمائی جائے، اپنے بھائی کے ساتھ احسان کیا جائے اور اس سے تکلیف دور کی جائے۔''

اسے طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں سیدنا سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (۳)۔

۳۵۴- زَكَاةُ الْحُلِيِّ: عَارِيَتُهُ (۴).

''زیور کی زکوٰۃ، اُس کا کسی کو عاریۃً دینا ہے۔''

یہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے۔ امام بیہقی کہتے ہیں: آپ سے یہ باطل اور بے اصل روایت بھی مرفوعاً روایت کی جاتی ہے کہ: لَيْسَ فِي الْحُلِيِّ زَكَاةٌ (۵).

''زیور میں زکوٰۃ نہیں۔''

---

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۳۷۶، بذیل حدیث: ۵۳۶

(۲) مکارم الاخلاق، خرائطی: ۲۱۹، حدیث: ۶۶۹، مکارم الاخلاق، طبرانی: ۳۶۱، حدیث: ۱۳۱

(۳) المُعجَمُ الکبیر ۷: ۲۳۰، حدیث: ۶۹۶۲، شعب الایمان ۶: ۱۲۴، حدیث: ۷۶۸۲۔
حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اس کی سند میں ابوبکر ہذلی ہے جو ضعیف تھا۔ [مجمع الزوائد ۸: ۱۹۴]

(۴) المقاصد الحسنۃ: ۳۷۸، حدیث: ۵۳۹

(۵) معرفۃ السنن والآثار ۳: ۲۹۸، بذیل حدیث: ۲۳۶۲

۳۵۵-:اَلزَّیْدِیَّۃُ مَجُوسُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ .

''زیدیہ(۱) اس امت کا مجوس(۲) ہے۔''

---

(۱) زید بن علی بن حسین کی طرف منسوب فرقہ۔ زید بن علی بن حسین، فاطمی اور علوی خانوادے کے جید عالم اور فرقہ زیدیہ کے امام تھے، جن کے پیروکار خاصی تعداد میں یمن میں موجود ہیں۔ وہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے پوتے سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے اور مؤرخ ابن عساکر کی تصریح کے مطابق ۷۸ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ [تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ۱۶:۶]

اُن کا خیال تھا کہ: علي رضی اللہ عنہ أفضل من أبي بكر الصديق رضی اللہ عنہ و من بقية الصحابة رضی اللہ عنہم إلّا أن أبا بكر رضی اللہ عنہ فُوِّضَت إليه الخلافة لمصلحة رآها الصحابة رضی اللہ عنہم وقاعدة دينية راعوها مِن تسكين الفتنة و تطييب قلوب الرعية، و كان يُجَوِّزُ امامة المفضول مع قيام الأفضل للمصلحة.

[فوات الوفیات ۱: ۴۲۷-۴۲۸]

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر صدیق اور دوسرے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل تھے لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام کے مشورہ سے دینی مصلحت کی بنیاد پر خلافت کی ذمہ داری سونپ دی گئی اور اس وجہ سے بھی کہ فتنہ سر نہ اٹھائے اور رعایا خوش رہے۔ آپ مصلحت کی خاطر افضل کے مقابلہ مفضول کی امامت کو جائز سمجھتے تھے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ آپ تفضیلی شیعہ تھے۔ آپ پر یہ الزام عائد کیا گیا ہے کہ: تَتَلْمَذَ للواصل بن عطاء رأس المعتزلة فقرأ عليه و اقتبس منه علم الإعتزال وصار زيد و جميع أصحابه معتزلة في المذهب و الإعتقاد. [الملل والنحل، شہرستانی، علی ہامش الفصل ۱: ۲۰۷-۲۰۸، فوات الوفیات، واللفظ لہ ۱: ۴۲۶-۴۲۷]

''رئیس معتزلہ واصل بن عطاء کے شاگرد رہ کر اُن کے اثر سے اعتزال کے شکار ہوئے اور آپ خود اور اُن کے سب ساتھی مذہب و اعتقاد میں معتزلہ ہو گئے۔''

لیکن ہمارے نزدیک امام زید بن علی کا دامن اس الزام سے بالکل پاک ہے، اس لیے کہ ان مصنفین نے اُن کے اعتزال کے بارے میں کوئی ٹھوس شہادت مہیا نہیں کی ہے، بلکہ وہ ''رُوِيَ أَنَّ و اصِلاً'' جیسی عبارت سے اُن کے معتزلی ہونے کا قول نقل کرتے ہیں، حالانکہ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ تمریض [کمزوری] کا صیغہ ہے اور اس کی بنیاد پر کسی شرعی حکم کا ثبوت نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) آتش پرست، جو روشنی اور تاریکی کے دو خدا مانتے تھے اور اپنے آپ کو زرتشت کا پیروکار کہتے تھے، لیکن وہ عملاً توحید کے بجائے دو اِلٰہوں کے قائل ہیں۔ ایک یزدان، نور اور خیر کا اِلٰہ۔ دوسرا اہرمن، ظلمت اور شر کا اِلٰہ۔ ان کا خیال ہے کہ یہ کائنات انہیں دونوں کی کش مکش کی رزم گاہ ہے۔ ان کے مذہب و اخلاق کو مُزدَک نے بری طرح مسخ کر کے رکھ دیا ہے، حتّٰی کہ سگی بہن سے نکاح تک اُن میں رواج پا گیا تھا۔

سخاوی کہتے ہیں: میں نے اس حدیث کونہیں دیکھا۔ ہاں ابوداوداورطبرانی کی روایت میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اِن الفاظ میں مروی ہے: اَلْقَدَرِيَّةُ مَجُوْسُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ (۱).

''قدری (۲)، میری امت کے مجوس ہیں۔''

ابن الدیبع کہتے ہیں کہ اَلزَّيْدِيَّةُ مَجُوْسُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ موضوع ہے۔اس کوروایت کرنا بھی حلال نہیں۔زیدیہ فرقہ اس غلط نسبت سے پاک ہے (۳)۔

میں [ملاعلی قاری] ہوں: اگروہ قدریہ کے مذہب پر ہیں تو پھرتو اس کا معنیٰ صحیح ہے کیوں کہ وہ قضیہ میں مشترک ہوں گے۔ چاہے وہ بطریق کلی ہویا جزئی' اس کی علت اثباتِ ثنویت [دو اِلٰہ] ہے کیوں کہ مجوس نور کا مرتبہ الوہیت میں ثابت کرتے ہیں اور ظلمت کو اصنافِ مخلوق میں ثابت کرتے ہیں' اس طرح وہ نور کی عبادت کرتے ہیں' چاہے وہ سورج کا نور ہو یا چاند کا یا آگ میں کسی صنف کا اور وہ اس بات سے غافل ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے نور وظلمت اور تمام اشیاء کو جو عالم میں نظر آتی ہیں' پیدا فرمایا ہے اور اس بات کا خیال نہیں کیا کہ یہ تمام اشیاء مخلوق ہیں۔ اسی لیے اہل سنت والجماعت میں سے اہل حق کا قول یہ ہے کہ بھلائی و برائی اور نفع وضرر تمام کی تمام اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور وہ ہر چیز کا صانع ہے جیسا کہ اس حدیث میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے' اور اسی پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ. [سورۃ الصافات ۳۷:۹۶]

---

(۱) سنن ابی داود' کتاب السنۃ [۳۴] باب فی القدر [۱۷] حدیث: ۴۶۹۱

(۲) قدریہ؛ ایک توصیفی نام یا لقب جو عموماً معتزلہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے لیکن یہ اصطلاح معتزلہ سے پہلے اس دور کی طرف رہنمائی کرتی ہے جب مسلمانوں کے دل میں چند مسائل الٰہیات کی بارے میں سوالات پیدا ہونا شروع ہوئے تھے' اُس دور میں وہ لوگ بھی تھے جن کا دل جبر کے اس متشددانہ نظریے کو صحیح ماننے سے گھبراتا تھا جو ابتدائی زمانہ میں رائج تھا۔ متاخر معتزلہ کو اس نام سے چڑ تھی اور وہ اس کا استعمال ان لوگوں کے لیے زیادہ موزوں سمجھتے تھے جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہر اچھی اور بری چیز کو مقدر کرتا ہے' نہ کہ معتزلہ کے لیے۔ معتزلہ کا خیال صرف یہ تھا کہ انسان کو اپنے اَفعال پر ایک خاص حد تک قدرت حاصل ہے۔

[اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۶/ ۱:۲۹۴]

(۳) تمیز الطیب من الخبیث: ۱۰۰' بذیل حدیث: ۶۹۲

''اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو بھی۔''

پس جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ اس کے لیے کوئی مستقل فعل ہے اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جہل مستقل کو بھی شریک ٹھہرایا۔

حدیث میں ہے کہ:

اَلْقَدَرِيَّةُ مَجُوسُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، إِنْ مَرِضُوا فَلَا تَعُودُوهُمْ، وَإِنْ مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ (۱).

''قدری اس امت کے مجوسی ہیں، اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے میں شرکت نہ کرو۔''

قزوینی (۲) نے اس روایت کو موضوع کہا ہے لیکن اُن کی بات درست نہیں، اُنہوں نے ذیل کی حدیث کو بھی موضوع کہا ہے لیکن یہ بھی غلط ہے اور ہم نے اَلْمِرْقَاة میں ان کے مآخذ کو ذکر کیا ہے۔

صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَيْسَ لَهُمَا فِي الْإِسْلَامِ نَصِيبٌ: اَلْقَدَرِيَّةُ وَالْمُرْجِئَةُ (۳).

''میری امت میں سے دو جماعتوں کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں: قدریہ اور مرجئہ (۴)۔''

---

(۱) سنن ابی داود، کتاب السنۃ [۳۴] باب فی القدر [۱۷] حدیث: ۴۶۹۱، المستدرک ۱: ۸۵

(۲) علی بن محمد بن احمد ابوالحسن تاج الدین قزوینی۔ شافعی فقیہ تھے۔ نثر، نظم اور ادب میں بڑے ماہر تھے۔ قزوین سے تعلق تھا۔ رہائش بغداد میں تھی۔ اپنی وفات ۷۴۵ھ = ۱۳۴۴ء تک وہاں مدرسہ نظامیہ میں پڑھاتے رہے۔ [نکت الهمیان: ۲۰۳-۲۰۴، الاعلام ۵: ۶]

(۳) سنن ترمذی، کتاب القدر [۳۳] باب ما جاء فی القدر [۱۳] حدیث: ۲۱۴۹، سنن ابن ماجۃ، المقدمۃ، بابٌ فی الایمان [۹]، حدیث: ۶۲؛ یہ روایت ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا راوی نزار بن حیان اسدی ضعیف تھے۔ [تقریب التهذیب: ۵۸۹، ترجمہ: ۷۱۰۴]

(۴) امام ابن اثیر [وفات: ۶۰۶ھ] لکھتے ہیں: هُم فرقةٌ من فِرَقِ الإسلام يَعتقدونَ أنه لا يَضُرُّ مع الإيمان معصيةٌ، كما أنه لا يَنفَعُ مع الكفر طاعةٌ، سُمُّوا مُرجِئَةً لإعتقادهم أن الله أرجأَ تعذيبهم على المعاصي، أي: أَخَّرَه عنهم. [النهاية فی غریب الحدیث والاثر: ۲۷۹]

''یہ مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے جن کا عقیدہ ہے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی معصیت مضر نہیں جیسا کہ کفر کے ہوتے ہوئے کوئی طاعت مفید نہیں، انہیں مُرجِئہ ان کے اس عقیدہ کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے معاصی کے عذاب کو اُن سے مؤخر کیا ہے۔''

﴿حرف السین﴾

۳۵۶-سَبُّ أَصُحَابِيُ ذَنُبٌ لَا يُغُفَرُ.

''میرے صحابہ کو برا بھلا کہنا نا قابل معافی گناہ ہے۔''

ابن تیمیہ (۱) کہتے ہیں: یہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ لَايَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَ يَغۡفِرُمَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ (۲).

''اللہ اپنی ذات کے ساتھ شرک کو تو معاف نہ کرے گا اور اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے معاف کردے گا۔''

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: اگر اس کے الفاظ ثابت ہوں تو اس کی یہ توجیہ کی جائے گی کہ یہ ایک ایسا گناہِ عظیم ہے جس کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق سے' بلکہ سید الاحباب ﷺ سے تعلق ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ برا بھلا کہنے والا عمومی طور پر ایسا کرنے کو جائز اور حلال سمجھتا ہے اور اس سے ثواب کی توقع کرتا ہے اس بنا پر اس شخص کی تکفیر کی جائے گی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتا ہے اور وہ عذاب کا مستحق ہوگا۔ رہی آیت کریمہ کہ ''اللہ جسے چاہے، اُسے معاف کرسکتا ہے۔'' سو یہ اس کے منافی نہیں۔ میں نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے (۳)۔

---

(۱) حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: حدیث کا علم رکھنے والوں کے نزدیک یہ روایت جھوٹی اور قرآن وسنت اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ [مجموع الفتاوی ۳:۱۶۱، ۴:۲۷۵، ۲۸۲، ۷:۳۶۷]

(۲) سورۃ النساء ۴:۴۸

(۳) اس رسالہ میں لکھتے ہیں: وأمَّا مَن سَبَّ أحداً من الصَّحابةِ فهوفاسقٌ ومبتدعٌ بالإجماع إذااعتقَد أنه مباحٌ كما عليه بعضُ الشيعةِ وأصحابهم، أو يَتَرتَّبُ عليه ثوابٌ كما هو دأبُ كلامهم، أو اعتقَدَ كفرالصَّحابةِ وأهل السُّنَّة في فصل خطابهم فإنَّهٗ كافرٌ بالإجماع، ولايُلتَفَتُ إلى خلافِ مخالَفتِهِمُ في مقام النِّزَاع. [شَمُّ الُعَوَارِضِ فِيُ ذَمِّ الرَّوَافِضِ:۲۸]

''جو کوئی مباح جان کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہے، وہ بالاجماع فاسق ہے، جیسا کہ بعض شیعہ ایسا کرتے......

یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ اس کا معنیٰ یہ ہو کہ میرے صحابہ کو گالی دینا ایسا گناہ ہے جس کی مغفرت نہیں۔ اس کی تائید وہ حدیث کرتی ہے جس میں مذکور ہے کہ:

مَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَاضْرِبُوْهُ وَ مَنْ سَبَّنِي فَاقْتُلُوْهُ (۱).

''جو میرے صحابہ کو برا کہے اسے مارو اور جو مجھے برا کہے اسے قتل کردو۔''

۳۵۷–: سَبَابَةُ النَّبِيِّ ﷺ کَانَتْ أَطْوَلَ مِنَ الْوُسْطٰی (۲).

''نبی کریم ﷺ کی شہادت کی انگلی درمیانی انگلی سے بڑی تھی۔''

جس شخص نے یہ روایت بیان کی اس نے غلطی کھائی۔ اصل میں یہ بات آپ کے پیروں کے انگلیوں میں پائی جاتی تھی۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں یہ لوگوں کی زبان پر بہت مشہور ہے اور سلف میں سے دمیری کو غلطی ہوئی' انہوں نے روایت کو اعتماد کے ساتھ مطلقاً بیان کیا اور اس سے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کی انگلیاں مراد لے کر اسے آپ کی خصوصیت ٹھہرایا حالانکہ یہ حدیث مسند احمد بن حنبل میں پاؤں کی قید کے ساتھ موجود ہے۔

...... ہیں۔ اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ اُنہیں برا بھلا کہنے میں ثواب ملتا ہے جیسا کہ اُن کے کلام سے معلوم ہوتا ہے یا صحابہ کرام ﷺ اور اہل سنت کے بارے میں کافر ہونے کا عقیدہ رکھے تو وہ بالاجماع کافر ہے اور اسی محل نزاع میں کسی کی مخالفت کرنا قابلِ التفات نہیں ہے۔''

(۱) اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: مَن سَبَّ الأنبياءَ قُتِلَ و من سَبَّ أصحابي جُلِدَ .

[المُعجَم الصَّغير :۲:۷۴' حدیث :۶۵۹' المُعجَم الأوسَط ۳ :۲۸۵' حدیث :۴۶۰۲]

''جو شخص انبیاء کو برا بھلا کہے وہ قتل کیا جائے اور جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہے' اسے کوڑے مارے جائیں۔''

انبیائے کرام علیہم السلام کو برا بھلا کہنا گناہِ کبیرہ ہے' یہی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے اور اس میں کسی دو مسلمانوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں' لیکن یہ روایت موضوع ہے' اس کا راوی عبیداللہ بن محمد عمری قاضی ہے جو امام نسائی کی تصریح کے مطابق کذاب تھا۔ [مجمع الزوائد ۶ :۲۶۰]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر دونوں نے امام نسائی کی اس تصریح کے بعد زیر بحث روایت اس راوی کے مناکیر میں سے پیش کی ہے۔ [میزان الاعتدال ۳:۱۵' لسان المیزان ۴:۱۱۲]

(۲) النجم الوہاج فی شرح المنہاج ۲:۱۵۸

(۳) مسند احمد ۶:۳۶۶

سیدہ میمونہ بنت کردم رضی اللہ عنہا[1] فرماتی ہیں:

فَمَا نَسِيتُ فِيمَا نَسِيتُ طُولَ أُصبُعِ قَدَمِهِ السَّبَابَةِ عَلى سائر أصابعه[2].

''میں کئی باتیں بھول چکی ہوں مگر اس بات کو نہیں بھولی کہ رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک کی انگلیوں میں انگوٹھے کے قریب والی انگلی سب سے بڑی تھی۔''

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اسی طرح روایت کیا ہے[3]۔

حافظ ابن حجر سے قرطبی کے اس قول کی تشریح پوچھی گئی کہ نبی کریم ﷺ کی انگلی شہادت درمیان کی انگلی سے بڑی تھی[4] تو انہوں نے اس کا یہی جواب دیا[5]۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: دمیری اور قرطبی وغیرہ کو یہ غلط فہمی اس لیے ہوئی کہ سبابہ فی الواقع ہاتھ کی انگلی کو کہتے ہیں لیکن کبھی کبھی مجازاً پیر کی انگلی پر بھی بولا جاتا ہے انہوں نے اس کو حقیقت پر محمول کیا۔ ویسے پیر کی انگلی کا اور انگلیوں سے بڑا ہونا اس بات کے منافی بھی نہ تھا۔

۳۵۸- اَلسِّرُّ عِندَ الأحرَارِ.

''راز، آزاد لوگوں کے پاس ہوتا ہے۔''

اسی طرح یہ بھی لوگوں کا قول ہے کہ: صُدُورُ الأحرَارِ قُبُورُ الأسرَارِ.

''آزاد لوگوں کے سینے رازوں کی قبریں ہیں۔''

یہ کسی نیک شخص کا کلام ہے۔ حدیث نہیں ہے[6]۔ بعض مشائخِ کبار کا قول ہے کہ:

---

(۱) میمونہ بنت کردَم بن سفیان یسار یہ ثقفیہ رضی اللہ عنہا۔ صحابیہ ہیں۔ سنن ابی داود اور سنن ابن ماجۃ میں ان کی روایتیں لی گئی ہیں۔ [تہذیب الکمال ۳۵: ۳۱۳-۳۱۴]

(۲) مسند احمد ۶: ۳۶۶

(۳) دلائل النبوۃ، بیہقی ۱: ۲۴۶

(۴) امام قرطبی لکھتے ہیں: ورُوِيَ عن أصابعِ رسولِ اللہ ﷺ أنَّ المشيرةَ كانت أطولَ من الوُسطىٰ.
[تفسیر القرطبی ۲: ۱۸، بذیل تفسیر سورۃ البقرۃ ۲: ۸۲]

(۵) المقاصد الحسنۃ: ۳۸۲-۳۸۳، بذیل حدیث: ۵۵۲، تمییز الطیب من الخبیث: ۱۰۱، بذیل حدیث: ۷۰۳

(۶) المقاصد الحسنۃ: ۳۸۷، بذیل حدیث: ۵۵۹

مَنْ اطَّلَعُوْهُ عَلٰى سِرٍّ فَنَمَّ بِهٖ لَمْ يَأْمَنُوْهُ عَلَى الأسرارِ ماعَا شَا(۱)

''جس نے کسی کو کوئی راز کی بات بتلادی، اور اُس نے اس کا اِفشاء کیا تو رہتی زندگی تک لوگ اس پر کسی بات کا اعتبار نہیں کریں گے۔''

۳۵۹-: اَلسَّعِيْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَيْرِهٖ(۲).

''نیک بخت وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت حاصل کرے۔''

زرکشی کہتے ہیں: ابن الجوزی کہتے ہیں: یہ ثابت نہیں۔ رامہرمزی نے اپنی امثال میں ابن خالد از سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے(۳)۔

سیوطی کہتے ہیں(۴): سیدنا عقبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بہت طویل ہے۔ اسے دیلمی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ اور ان الفاظ کے ساتھ یہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے جیسا کہ ابن ماجہ نے سنن میں اور بیہقی نے اپنی مدخل میں اسے بیان کیا ہے(۵)۔

سعید بن منصور نے بھی اسے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔

۳۶۰-: اَلسَّفَرُ يُسْفِرُ عَنْ أَخْلَاقِ الرِّجَالِ.

''سفر لوگوں کے اخلاق سے پردہ اُٹھاتا ہے۔''

---

(۱) الشَّبكة العَنْكَبُوتية پر 'المَوسُوعةُ العالَمِيَّة للشِّعر العربي adab.com کے تحت اسے حسین بن منصور حلاج کے قصیدہ ۶۵۴۵ کے تحت ان الفاظ میں لکھا ہے:

مَنْ اطَّلَعُوْهُ عَلٰى سِرٍّ فَنَمَّ بِهٖ فَذَاكَ مِثْلُ بَيْنَ النَّاسِ طَيَّاشاً

''جس نے کسی کو کوئی راز کی بات بتلادی، اور اُس نے اس کا اِفشاء کیا تو اس کی مثال یہ ہے کہ اُس نے سارے لوگوں کو یہ بات ظاہر کردی۔''

(۲) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت ہے۔ [صحیح مسلم، کتاب القدر [۴۶] باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ [۱] حدیث: ۳- [۲۶۴۵]]

(۳) التَّذكرة في الأحاديث المشتهرة: ۶۶-۶۷، بذیل حدیث: ۶۹

(۴) الدُّرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة: ۱۲۹، بذیل حدیث: ۲۵۳

(۵) سنن ابن ماجۃ، مقدمۃ، باب اجتناب البدع والجدل [۷] حدیث: ۴۶، المدخل الی السنن الکبریٰ: ۱۸۵، حدیث: ۲۰۳

یہ حدیث نہیں بلکہ بہت پہلے سے ایک عام بات ہے جو کہی جا رہی ہے' اور مقصد یہ ہے کہ چونکہ سفر میں قدم قدم پر خطرات اور خوف پیش آتے ہیں تو کسی شخص کے وہ اخلاق جو مختلف وجوہات کی بنا پر حضر میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں، وہ ظاہر ہو جاتے ہیں (۱)۔

-۳۶۱: سُفَهَآءُ مَكَّةَ حَشْوُ الْجَنَّةِ.

''مکہ کے بے وقوف جنت کی زینت ہوں گے۔''

عسقلانی کہتے ہیں: میں اس سے واقف نہیں (۲)۔ ابن ابی الصیف (۳) کہتے ہیں: ہوسکتا ہے یہ لفظ اُسُفَهَاء ہو یعنی مکہ کے وہ لوگ جو اپنے گناہوں پر نادم اور پریشان ہیں۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: پہلے تخت بناؤ' تب نقش ونگار کرو۔ سارا دار و مدار صحت لفظی پر ہے۔ جب یہ ثابت ہو جائے تب ہی اس پر معنیٰ بھی متفرع ہو سکے گا۔ اگر صحت لفظی کو تسلیم کر لیا جائے تو کہا جائے گا کہ یہ اہل مکہ کی تعریف میں مبالغہ ہے کیوں کہ کعبہ معظم اور ذی شان ہے تو اس کے مکینوں کی عزت بھی زیادہ ہوگی اور جب مکہ کے بے وقوف جنت کی زینت ہے' تو اس کے فقہاء کا کیا حال ہوگا؟ اس میں شک نہیں کہ وہ دوسروں کے مقابلہ میں اعلیٰ مقام میں ہوں گے۔

-۳۶۲: اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِي الْقُنُوتِ.

''قنوت میں نبی کریم ﷺ پر سلام پڑھنا۔''

سخاوی کہتے ہیں: میں اس سے واقف نہیں اگر یہ تمام فقہاء کے کلام میں پایا جاتا ہے جیسا کہ

---

(۱) ایک شخص نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی شخص کی تعریف میں کہا: بہت سچا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُس سے پوچھا: کہیں اُس کا ہم سفر رہے ہو؟ اُس نے نفی میں جواب دیا۔ پھر پوچھا: تمہارا آپس میں کوئی معاملہ یا کوئی لین دین ہوا ہے؟ اُس نے پھر نفی میں جواب دیا۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے بس اُسے مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ تم اسے نہیں پہچانتے۔ [المجالسۃ وجواہر العلم ۱: ۲۸۵' حدیث: ۷۰۸]

(۲) المقاصد الحسنۃ: ۳۸۹' بذیل حدیث: ۵۶۴

(۳) محمد بن اسماعیل بن علی بن ابی الصیف ابو عبد اللہ یمنی شافعی' نزیل مکہ۔ دین داری' علم دوستی اور مخلوق کو نفع رسانی میں شہرت رکھتے تھے۔ ذی الحجہ ۶۱۹ھ کو وفات پائی۔ [تاریخ الاسلام ۱۳: ۲۲۳' ترجمہ: ......]

میں نے اسے القول البدیع (۱) میں بیان کیا ہے (۲)۔

۳۶۳- السَّلَامَةُ فِي الْعُزْلَةِ.

''گوشہ نشینی میں سلامتی ہے۔''

یہ بات تو درست اور صحیح ہے لیکن یہ حدیث نبوی نہیں ہے (۳)۔

۳۶۴- سَلِّمُوا عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَىٰ، وَلَا تُسَلِّمُوا عَلَىٰ يَهُودِ أُمَّتِي، قِيلَ: وَمَنْ يَهُودُ أُمَّتِكَ؟ قَالَ: تُرَّاكُ الصَّلَاةِ.

''یہود نصاریٰ کو سلام کرو لیکن میری امت کے یہود کو سلام نہ کرو۔ کہا گیا آپ کی امت کے یہود کون ہیں؟ فرمایا: نماز چھوڑنے والے!!''

سیوطی کہتے ہیں: میں اس سے واقف نہیں ہوں (۴)۔

فردوس میں یہ ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے: وَلَا تُسَلِّمُوا عَلَىٰ شَارِبِ الْخَمْرِ.

''اور شراب پینے والے کو سلام نہ کرو۔''

ان کے بیٹے نے مسند میں اس کے لیے خالی جگہ چھوڑی ہے مگر کوئی سند بیان نہیں کی۔

۳۶۵- سَوْدَاءُ وَلُودٌ خَيْرٌ مِّنْ حَسْنَاءَ لَا تَلِدُ.

''بچے جننے والی کالی عورت حسین بانجھ سے بہتر ہے۔''

---

(۱) القول البدیع فی الصّلاۃ علی الحبیب الشفیع ﷺ: ۳۷۳-۳۷۴

(۲) المقاصد الحسنۃ: ۳۹۰، بذیل حدیث: ۵۶۵

(۳) امام خطابی نے لکھا ہے کہ: العُزلةُ عندَ الفِتنةِ سُنَّةُ الأنبياءِ، وعِصمَةُ الأولياءِ، وسِيرةُ الحُكماءِ والألباءِ، فلا أعلمُ لمن عابَها عذراً، ولا أفهَمُ لِمَن تَجَنَّبَهَا فَخراً، لاسيما في هذا الزمانِ، القليلُ خيره، البَكِي ءُ دَرُّهُ. [العزلة: ۶۳]

''فتنہ کے زمانے میں گوشہ نشینی انبیاء علیہم السلام کی سنت، اولیاء کی عصمت اور ہوشیاروں کی عادت ہے۔ جو لوگ اسے بری نظر سے دیکھتے ہیں، اُن کا کوئی عذر نہیں۔ میں نہیں جانتا کہ لوگ فخر و مباہات کی وجہ سے اسے کیوں چھوڑ بیٹھے ہیں، خصوصاً اس زمانے میں جس میں خیر بہت کم اور شر بہت زیادہ ہے؟''

(۴) الحاوی للفتاوی ۱: ۳۳۲

اسی طرح اِحیاء میں ہے [۱]۔ عراقی کہتے ہیں: اسے ابن حبان نے ضعفاء میں براویت بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ نقل کیا ہے [۲] لیکن یہ حدیث صحیح نہیں [۳]۔

کہا جاتا ہے کہ اِن الفاظ کے ساتھ یہ النہایۃ میں بھی موجود ہے [۴]۔

ازہری [۵] نے اس کو مرفوعاً روایت کیا ہے [۶] اور دیگر محدثین نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً۔

۳۶۶- اَلسِّوَاكُ يَزِيْدُ الرَّجُلَ فَصَاحَةً [۷].

''مسواک کسی شخص کی فصاحت میں اضافہ کرتی ہے۔''

صغانی کہتے ہیں: اس کا موضوع ہونا ظاہر ہے [۸]۔

---

(۱) اِحیاء علوم الدین ۲:۲۶، اخبار اصبہان ۱:۱۴۴، المُعجَمُ الکَبِیر ۱۹:۴۱۶، حدیث: ۱۰۰۴

(۲) حافظ ابن حبان لکھتے ہیں: هذا حديثٌ منكرٌ، لاأصل له من حديث بهزبن حكيم.
[المجروحین ۲:۸۷، بذیل ترجمہ: علی بن الربیع: ۶۸۳]
''یہ حدیث منکر ہے اور بہز بن حکیم کی احادیث میں اس کی کوئی اصل نہیں۔''

(۳) المغنی عن حمل الاسفار ۲:۲۶

(۴) امام ابن الاثیر نے اسے دوبار اِن الفاظ میں نقل کیا ہے: سَوْءَ اءُ وَلُوْدٌ خيرٌ مِّنْ حسنَاءَ عَقيمٍ، السَّوءَ اءَ: القَبِيحَةُ. [النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر: ۶۱۰، ۸۴۰]

(۵) محمد بن احمد بن ازہر الہروی، ابو منصور، لغت و ادب کے ائمہ میں سے ہیں۔ ۲۸۲ھ = ۸۹۵ء کو ''ہرات'' میں پیدا ہوئے۔ ابتدا میں فقہ سے شغل رہا اور اس میں مہارت اور شہرت حاصل کی، پھر عربیت کی طرف متوجہ ہوئے جس میں اتنی مہارت حاصل کی کہ سند و حجت بن گئے۔ ۳۷۰ھ = ۹۸۱ء کو ''ہرات'' میں وفات پائی۔ اپنے دادا ازہر کی طرف منسوب ہونے سے ازہری کہلائے۔ [وفیات الاعیان ۴:۳۳۴، ترجمہ: ۶۳۹، الاعلام ۵:۳۱۱]

(۶) ابو منصور ازہری لکھتے ہیں: ورُوِيَ عن النبي ﷺ أنه قال: سَوْءُ وَلُوْدٌ خيرٌ مِّنْ حَسْنَآءَ عَقِيمٍ.
[تہذیب اللغۃ ۱۳:۸۹]

(۷) امام عقیلی نے اسے عمر بن داود کے ترجمہ کے تحت نقل کر کے لکھا ہے: سنان بن ابی سنان سے روایت لیتا ہے یہ دونوں یعنی عمر بن داود اور سنان بن ابی سنان مجہول ہیں۔ یہ حدیث منکر اور غیر محفوظ ہے اور اس کا ایک اور راوی معلیٰ بن میمون ضعیف ہے۔ [الضعفاء الکبیر ۳:۱۵۶، ترجمہ: ۱۱۴۴]

(۸) صغانی کی موضوعات میں یہ روایت نہیں ملی۔

-٣٦٧: سَيِّدُ طَعَامِ أَهْلِ الدُّنيَا وَالآخِرَةِ: اَللَّحُمُ.

''دنیا اور آخرت کے کھانوں کا سردار گوشت ہے۔''

اسے ابن ماجۃ اور ابن الدنیا نے سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے (۱)۔ اس کی سند ضعیف ہے کیوں کہ اس کو سلیمان بن عطاء نے مسلمۃ الجہنی سے روایت کیا ہے۔ سلیمان بن عطاء کے بارے میں ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ مسلمۃ سے موضوع احادیث روایت کرتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ یہ غلطی سلیمان کی ہے یا مسلمۃ کی (۲)؟

عقیلی کہتے ہیں اس مضمون کی کوئی حدیث صحیح نہیں (۳)۔

ابن الجوزی نے اسے موضوعات میں داخل کیا ہے (۴)۔

عسقلانی کہتے ہیں: اس حدیث کا موضوع ہونا مجھ پر ظاہر نہ ہو سکا اس لیے کہ مسلمۃ غیر مجروح ہے اور ابن عطاء ضعیف ہے (۵)۔

سخاوی کہتے ہیں: اس کے کئی شواہد ہیں جن میں سے ایک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی یہ مرفوع روایت ہے:

سَيِّدُ طَعَامِ الدُّنيَا: اَللَّحُمُ ثُمَّ الأَرُزُّ.

''دنیا کے کھانوں کا سردار گوشت، پھر چاول ہیں۔''

---

(۱) سنن ابن ماجۃ، کتاب الاطعمۃ [۲۹] باب اللحم [۲۷] حدیث: ۳۳۰۵

(۲) المجروحین ۱: ۴۱۴، ترجمہ: ۴۰۷

(۳) حافظ عقیلی لکھتے ہیں: أفضلُ طعام الدُّنيا و الآخرةِ: اَللَّحُمُ...... و لا يُثبَتُ في هذا المتن عن النبي ﷺ شيءٌ. [الضعفاء الکبیر ۳: ۲۵۸، ترجمہ: ۱۲۶۴]

اس روایت کو حافظ ابونعیم نے نقل کر کے لکھا ہے کہ: غريبٌ من حديثِ ربيعةَ وعمر، تَفَرَّدَ به محمد بن داود الرملی. [حلیۃ الاولیاء ۵: ۳٦٢]

''ربیعۃ اور عمر کی حدیث ہے۔ غریب یعنی ضعیف ہے۔ محمد بن داود رملی اس کو نقل کرنے میں منفرد ہے۔''

(۴) الموضوعات ۲: ۲۰۳-۲۰۴

(۵) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: وقال شيخُنا: إنَّه لم يتبَيَّن لي الحُكم بالوضع على هذا المتن، فإن مسلمة غير مجروح، و ابن عطاء ضعيف. [المقاصد الحسنۃ: ۳۹۴، بذیل حدیث: ۵۷۷]

اسے ابونعیم نے الطب النبوی میں بیان کیا ہے[1]۔

اور سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

سَيِّدُ الطَّعَامِ فِي الدُّنيَا وَالآخِرَةِ: اَللَّحمُ ثُمَّ الأُرُزُّ[2].

''دنیا اور آخرت کے کھانوں کا سردار گوشت پھر چاول ہیں۔''

اسے دیلمی نے حاکم کی طرف منسوب کر کے روایت کیا ہے۔

۳۶۸- سَيِّدُ الْعَرَبِ عَلِيٌّ.

''عرب کے سردار، علی [رضی اللہ عنہ] ہیں۔''

اسے حاکم نے صحیح میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما[3] سے مرفوعا روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَعَلِيٌّ سَيِّدُ الْعَرَبِ[4].

''میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں اور علی [رضی اللہ عنہ] عرب کے سردار ہیں۔''

اس کے بہت سے شواہد ہیں اور سب کے سند ضعیف ہیں بلکہ ذہبی نے اس پر موضوع کہا ہے۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ذہبی نے الفاظ کے بجائے معنیٰ کو دیکھ کر فیصلہ کیا ہے۔

---

(۱) اس روایت کی سند یہ ہے: عبداللہ بن محمد بن عثمان، از عبداللہ بن احمد بن عامر الطائی، از والدِ اُو، از علی بن موسیٰ، از والدِ اُو موسیٰ، از جعفر بن محمد، از والدِ اُو محمد، از والدِ اُو علی، از والدِ اُو حسین از والدِ اُو سیدنا علی رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔
[موسوعۃ الطب النبوی، ابونعیم اصفہانی: ۲/۶۳۵-۶۳۶، حدیث: ۸۴۹]
اس کے راوی عبداللہ بن احمد بن عامر الطائی کے بارے میں حافظ ذہبی نے لکھا ہے:
له عن أبيه عن أهل البيت نسخَةٌ بَاطِلَةٌ. [دیوان الضعفاء والمتروکین: ۲۱۰، ترجمہ: ۲۱۱۲]
''اپنے والد کی سند سے اہل بیت سے ایک باطل نسخہ روایت کرتا ہے۔''

(۲) سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نہ مل سکی۔

(۳) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نہیں بلکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

(۴) امام حاکم اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس کی اِسناد صحیح ہے۔ حافظ ذہبی اُن کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اسے ابن علوان نے وضع کیا ہے اور اس کا راوی عمر بن موسیٰ وجیہی وضّاع تھا۔
[تلخیص المستدرک ۳: ۱۲۴]

زرکشی نے اس کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے اسے ابو نعیم نے حلیہ میں سیدنا حسن بن سیدنا علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (۱)۔

سیوطی کہتے ہیں: اسے حاکم نے مستدرک میں سیدہ عائشہ اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ذہبی اپنی مختصر میں کہتے ہیں: یہ موضوع ہے (۲)۔

ابن عساکر نے قیس بن ابی حازم سے مرسلاً ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

أنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ، وَأبُو بَكْر سَيِّدُ كُهُوْلِ الْعَرَبِ، وَعَلِيٌّ سَيِّدُ شَبَابِ الْعَرَبِ (۳).

''میں ساری اولادِ آدم کا سردار ہوں۔ ابوبکر [رضی اللہ عنہ] عرب کے بوڑھوں کے سردار اور علی [رضی اللہ عنہ] عرب کے جوانوں کے سردار ہیں۔''

اس طرح اشکال ختم ہو گیا اس لیے کہ اس میں جمیع احوال میں عرب جنسیت مراد نہیں لی گئی۔

۳۶۹- سِيْرُوْا عَلَى سَيْرِ أضْعَفِكُمْ .

''اپنے کمزوروں کی چال پر چلو۔''

سخاوی، المقاصد میں کہتے ہیں: میں ان الفاظ کے ساتھ اسے نہیں پہچانتا لیکن اس کا معنیٰ اس حدیث میں پائے جاتے ہیں: أمِّ النَّاسَ وَاقْتَدِ بِأضْعَفِهِمْ (۴).

''لوگوں کی اِمامت کرا اور ان کے سب سے کمزور کے پیچھے چلو۔''

۳۷۰- سِيَاسَةُ النَّاسِ أشَدُّ مِنْ سِيَاسَةِ الدَّوَآبِّ .

''لوگوں کو سدھانا چوپاؤں کے سدھانے سے زیادہ مشکل ہے۔''

---

(۱) التَّذكِرَة في الأحاديث المشتهرة: ۱۱۳، حديث: ۱۵۰

(۲) الدُّرَرُ المنتثرة في الأخبار المشتَهَرَة: ۱۳۰، حديث: ۲۵۵

(۳) تاریخ مدینۃ دمشق ۴۲: ۳۰۵

(۴) ملا علی قاری نے حافظ سخاوی کی عبارت کا خلاصہ لکھا ہے۔ یہ روایت اُنہوں نے اِن الفاظ میں لکھی ہے:

إذا كنتَ إماماً فَقِسُ النَّاسَ بِأضْعَفِهِمْ، وفي لفظٍ: فَاقْتَدِبِأَضْعَفِهِمْ.

[المقاصد الحسنۃ: ۳۹۷، بذیل حدیث: ۵۸۰]

''جب تو اِمام ہو تو لوگوں کو اُن میں سے سب سے کمزور پر قیاس کرو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ: اُن کے سب سے کمزور کے پیچھے چلو۔''

اس کی نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں امام شافعی کا قول کہہ کر نقل کیا ہے (۱)۔

۳۷۱- سَیُکْذَبُ عَلَيَّ.

''عن قریب مجھ پر جھوٹ بولا جائے گا۔''

ابن ملقن تخریج بیضاوی میں فرماتے ہیں: اس طرح میں نے اسے کہیں نہیں پایا (۲)۔

---

(۱) مناقب الشافعی وآدابہ' ابن ابی حاتم: ۲۰۷' تہذیب الاسماء واللغات ۱: ۶۰

امام فخر الدین رازی نے اس قول کی وضاحت اس طرح کی ہے: لأنَّ الإنسانَ الجاهل يعتَقِدُ في نفسه أنه عالِمٌ فلايقبلُ قول الأستاذ المشفق. [مناقب الامام الشافعی: ۳۳۷]

''اس لیے کے بے علم انسان خود کو عالم جانتا ہے اس لیے وہ کسی مشفق استاذ کی بات پر دھیان نہیں دیتا۔''

(۲) تذکرۃ المحتاج الیٰ احادیث المنہاج: ۴۸' حدیث: ۴۸؛ امام تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی لکھتے ہیں:

واعلم أن هذاالحديث لايُعرفُ' ويُشبِهُ أن يكون موضوعاً. [الابہاج فی شرح المنہاج ۲: ۳۲۹]

''خوب سمجھو کہ یہ ایک غیر معروف اور موضوع جیسی روایت ہے۔''

اس سلسلے کی چند روایتیں یہ ہیں:

۞ أعرضوا حديثي على كتاب اللّٰه فماوافقه فهو مني وأنا قلته [المعجم الكبير ۲: ۹۷' حدیث: ۱۴۲۹]

''میری حدیث کتاب اللہ پر پیش کرو، اُس کے موافق ہوئی تو میری طرف سے ہے اور وہی بات میری کہی ہوئی ہے۔''

یہ روایت موضوع ہے' اور اس کا دارومدار یزید بن ربیعہ پر ہے جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ [التاریخ الکبیر ۸: ۳۳۲' ترجمہ: ۳۲۱۰]

امام نسائی اور امام دارقطنی اسے متروک الحدیث بتاتے ہیں۔

[الضعفاء والمتروکین' نسائی' ترجمہ: ۶۴۳' الضعفاء والمتروکین' دارقطنی' ترجمہ: ۵۹۰]

امام جوزجانی لکھتے ہیں: اس کی روایات بواطیل ہوتی ہیں۔ [اَحوال الرجال' ترجمہ: ۱۶۰]

۞ إنه سيفشوا عني أحاديث' فماأتاكم من حديثي فاقرأوا كتابَ اللّٰهِ واعتبروه فماوافَقَ كتابَ اللّٰهِ فأنا قلتُهُ' ومالم يوافق كتابَ اللّٰهِ فلم أقلهُ. [المعجم الكبير ۱۲: ۲۴۴' حدیث: ۱۳۲۲۴]

''میری طرف منسوب کر کے بکثرت احادیث ہوں گی، پس جو روایت میری منسوب کر کے تمھیں معلوم ہو جائے تو اُس کا قرآن سے مقارَنہ کرو، اُس کے موافق ہوئی تو میرا ہی قول ہے اور اُس کے ناموافق ہوئی تو میں نے نہیں کہی ہے۔''

یہ روایت قطعاً ناقابل استدلال ہے' اس لیے کہ: ....

۱- اس کا راوی ابو حاضر عبدالملک بن عبدربہ منکرالحدیث ہے۔ [مجمع الزوائد: ۱۷۰]
۲- اس کا ایک راوی وضین بن عطا بن کنانۃ ہے، جو سیئ الحفظ اور قدری تھا۔
[تقریب التہذیب: ۶۱۰، ترجمہ: ۷۴۰۸]

علامہ محمد طاہر ہندی لکھتے ہیں: قدوردت في هذاالمعنى أحاديث كثيرةٌ كلها موضوع وضعته=الزنادقة.
[تذکرۃ الموضوعات: ۲۸]

''اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں، جو سب کے سب زنادقہ نے وضع کی ہیں۔''

اس تناظر میں مفتی محمد طاہر صاحب مہتمم جامعہ مدینۃ العلوم کا یہ لکھنا کس حد تک درست ہے کہ:

''احادیث اور روایات کو پرکھنے کے لیے ایک میزان، ایک پیمانہ اور ایک کسوٹی موجود ہے جو نبی کریم ﷺ نے خود ہی بنا دی ہے۔ حدیث بخاری کے الفاظ ہیں: تكثرلكم الأحاديث بعدي فما روي لكم حديث عني فأعرضوه على كتاب الله فما وافقه فاقبَلوه و ما خالفه فردوه.

''میرے بعد حدیثوں کی بڑی کثرت ہو گی تو جو حدیث میری طرف منسوب کر کے تمہارے سامنے روایت کی جائے اُس کو کتاب اللہ [قرآن مجید] کے سامنے پیش کرو، اگر اُس کے موافق پاؤ تو قبول کر لو اور اگر اس کے خلاف پاؤ تو رد کر دو۔'' [انتظار مہدی و مسیح فن رجال کی روشنی میں، از امام تمنا عمادی، ابتدائیہ از مفتی محمد طاہر: ۸-۹]

صحیح بخاری اٹھائیے، اُس میں اول سے لے کر آخر تک اس روایت کا نام و نشان تک نہیں ملے گا۔

۞ ماجاء كم عني فأعرضوهُ على كتاب اللّٰهِ، فما وافقَهُ فأنا قُلتهُ، وماخالَفَهُ فلم أقله.
[الرسالۃ: ۲۲۴، فقرہ: ۶۱۷]

''میری جو حدیث تمہیں پہنچے تو اُسے قرآن کریم پر پیش کرو۔ اگر اُس کے موافق ہوئی تو میرا ہی فرمودہ ہے اور اگر اُس کے خلاف ہے تو میرا فرمودہ نہیں ہے۔''

امام شافعی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: ما روَى هذاأحدٌ يثبتُ حديثه في شيءِ صَغُرَ ولا كبُرَ، وهذه روايةٌ منقطعةٌ عن رجلٍ مجهولٍ، ونحنُ لانقبلُ مثلَ هذه الروايةِ في شيءٍ.
[الرسالۃ: ۲۲۵، فقرات: ۶۱۸-۶۱۹]

''اسے حدیث کے کسی چھوٹے بڑے مستند راوی نے نقل نہیں کیا بلکہ یہ ایک مجہول راوی کی منقطع روایت ہے، جب کہ ہم دین کے معاملے میں کسی مجہول راوی کی روایت قابل اعتنا نہیں سمجھتے۔''

امام بیہقی لکھتے ہیں: قال أحمد: هذه الرواية منقطعةٌ، وكأنه أراد بالمجهول خالد بن أبي كريمة، فلم يُعرف من حاله مايثبت به خبره، وقد رُوِيَ من أوجهٍ أُخر كلها ضعيفٌ، قدبَيَّنتُ ضعف كل واحد منها في كتاب المدخل. [معرفۃ السنن والآثار: ۶۹]

''امام احمد فرماتے ہیں: یہ روایت منقطع ہے، اور مجہول سے اُن کی مراد خالد بن ابی کریمہ ہے جس کی اتنی......

ہاں اوائل مسلم میں سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ (۱).

''اخیر زمانہ میں دجال اور کذاب ہوں گے۔''

۳۷۲- سِيْنُ بِلَالٍ عِنْدَ اللّٰهِ شِيْنٌ .

''بلال کی سین، اللہ کے نزدیک شین ہے۔''

ابن کثیر کہتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے (۲)۔

......حالت معلوم نہیں جو کسی راوی کی روایت کے قبول کرنے کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ یہ روایت کئی دیگر اَسناد سے بھی منقول ہے جو سب کے سب ضعیف ہیں، جن کا ضعیف ہونا میں نے اپنی کتاب ''المدخل'' میں واضح کیا ہے۔''

(۱) صحیح مسلم، مقدمۃ، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء والاحتیاط فی تحملہا [۴] حدیث: ۷- [۷]

امام زرکشی لکھتے ہیں: لعله مرويٌّ بالمعنى من حديث أبي هريرة في صحيح مسلم: سيكونُ في آخر الزمان دَجَّالونَ كَذَّابونَ يأتونكم من الأحاديث بما لم تسمعوا أنتم ولاآباؤكم فإيَّاكم وإيَّاهم، لا يُضِلُّونَكم ولا يفتنونكم. [المعتبر فی تخریج احادیث المنہاج والمختصر: ۱۴۱]

(۲) ملاحظہ ہو حدیث: ۲۰۷: إنَّ بِلالًا كَانَ يُبَدِّلُ الشِّيْنَ فِي الأذَانِ سِيْنًا.

حرف الشین

۳۷۳- شَاوِرُوهُنَّ وَخَالِفُوهُنَّ (۱).

''عورتوں سے مشورہ کرو پھر ان کے مشورہ کے خلاف کرو۔''

یہ ان الفاظ کے ساتھ ثابت نہیں۔ چاہے معنوی لحاظ سے اس کے لیے وجہ موجود ہو۔ سخاوی کہتے ہیں: میں اسے مرفوعاً نہیں جانتا لیکن سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ:

لَا يَفْعَلَنَّ أَحَدُكُمْ أَمْرًا حَتّٰى يَسْتَشِيرَ، فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ مَنْ يَّسْتَشِيرُ فَلْيَسْتَشِرْ إِمْرَأَةً ثُمَّ لِيُخَالِفُهَا، فَإِنَّ فِي خِلَافِهَا الْبَرَكَةُ (۲).

''تم میں سے کوئی بغیر مشورہ کے کام نہ کرے۔ اگر مشورہ کرنے کے لیے کوئی نہ ملے تو عورت سے مشورہ کر لے پھر اس کی مخالفت کرے کیوں کہ اس کی مخالفت میں برکت ہے۔''

اس کی سند میں ضعف بھی ہے اور انقطاع بھی (۳)۔

دیلمی، عسکری اور قضاعی (۴) نے سیدہ عائشہ رضی اللہ سے مرفوعا روایت کیا ہے:

طَاعَةُ النِّسَآءِ نَدَامَةٌ (۵).

---

(۱) اِحیاء علوم الدین ۲:۴۴؛ ملا علی قاری لکھتے ہیں: لَا يَثْبُتُ بِهٰذَا اللفظ. [المصنوع: ۱۱۳، حدیث: ۱۶۰]
''اِن الفاظ میں ثابت نہیں۔''

(۲) المقاصد الحسنۃ: ۴۰۰، بذیل حدیث: ۵۸۵

(۳) اس میں عیسیٰ بن ابراہیم ہاشمی شدید ضعیف ہے۔ [المقاصد الحسنۃ: ۴۰۰، بذیل حدیث: ۵۸۵]

(۴) محمد بن سلامۃ بن جعفر بن علی بن حکمون ابوعبداللہ قضاعی، شافعی۔ مؤرخ اور مفسر تھے۔ مصر میں وزیر علی بن احمد جرجرائی کے منشی تھے۔ انہوں نے روم میں سفارت کے لیے بھیجا اور کچھ عرصہ قسطنطنیہ میں اِقامت پذیر رہے پھر مصر میں آ کر عہدۂ قضاء پر فائز ہوئے۔ ۴۵۴ھ = ۱۰۶۲ء کو مصر میں وفات پائی۔
[وفیات الاعیان ۴: ۲۱۲-۲۱۳، ترجمہ: ۵۸۴، الاعلام ۶: ۱۴۶]

(۵) مسند شہاب ۱: ۱۶۰، ترجمہ: ۱۵۶، حدیث: ۲۲۶، الکامل فی ضعفاء الرجال ۴: ۲۴۹

"عورتوں کی اطاعت باعث شرمندگی ہے۔"

ابن عدی کہتے ہیں: اسے ہشام سے روایت کرنے والا ضعیف ہے[۱]۔ ابن الجوزی نے اسے موضوعات میں داخل کیا ہے، انہوں نے ایسا کر کے اچھا نہیں کیا[۲]۔

سیوطی کہتے ہیں: یہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں لیکن اس معنیٰ میں یہ حدیث موجود ہے[۳]:

طَاعَةُ النِّسَآءِ نَدَامَةٌ[۴].

"عورتوں کی اطاعت باعث ندامت ہے۔"

اسے ابن عدی، ابن لال اور دیلمی نے روایت کیا ہے۔

---

(۱) الکامل فی ضعفاء الرجال ۴: ۲۴۹

(۲) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: ولِذَا كان إدخال إبن الجوزي لحديث عائشة في الموضوعات ليس بِجَيِّدٍ. [المقاصد الحسنة: ۴۰۱]

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ اس کا راوی محمد بن سلیمان بن ابی کریمہ ہے جس کے بارے میں امام عقیلی لکھتے ہیں: ہشام بن عروۃ کے نام سے بے اصل اور موضوع روایات نقل کرتا ہے جن میں سے ایک زیر بحث روایت ہے۔ [الضعفاء الکبیر ۴: ۷، ترجمہ: ۱۶۲۸]

حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: اس کے راوی سلیمان بن ابی کریمہ کی تمام روایتیں منکر ہوتی ہیں۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۴: ۲۵۰]

نیز یہ صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے۔ صلح حدیبیہ کے فوراً بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ حدیبیہ میں قربانی کریں لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قدر دل شکستہ تھے کہ ان میں سے ایک شخص بھی نہ اٹھا۔ تین دفعہ بار بار کہنے پر بھی کوئی آمادہ نہ ہوا تو آپ گھر تشریف لے گئے اور ام المؤمنین سیدہ ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی، انہوں نے کہا: آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں بلکہ باہر نکل کر خود قربانی کریں اور احرام اتارنے کے لیے بال منڈوائیں، آپ نے ان کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے خود قربانی کر لی اور اپنے بال منڈوائے، اب جب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اس فیصلہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی تو سب نے قربانیاں کیں اور احرام اتارے۔

[صحیح بخاری، کتاب الشروط [۵۴] باب الشروط فی الجہاد [۱۵] احادیث: ۲۷۳۱-۲۷۳۲]

(۳) الدُّرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة: ۱۳۴، بذیل حدیث: ۲۶۷

(۴) امام ابن عدی نے اسے عنبسۃ بن عبدالرحمٰن کے ترجمہ میں نقل کر کے لکھا ہے کہ: عنبسۃ منکر الحدیث اور متروک ہے۔ [الکامل فی ضعفاء الرجال ۶: ۴۵۹-۴۶۳، ترجمہ: ۱۴۰۶/۴۳۸]

طبرانی اور حاکم نے سیدنا ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ (۱) سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

هَلَكَتِ الرِّجَالُ حِينَ أَطَاعَتِ النِّسَآءَ (۲).

''جب مردوں نے عورتوں کی اطاعت کی تو ہلاک ہوئے۔''

عسکری نے اَمثال میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

خَالِفُوا النِّسَاءَ فَإِنَّ فِي خِلَافِهِنَّ الْبَرَكَةُ (۳).

''عورتوں کی مخالفت کرو کیوں کہ اُن کی مخالفت کرنے میں برکت ہے۔''

اور معاویہ (۴) سے روایت کیا ہے کہ: عَوِّدُوا النِّسَآءِ لأَنَّهَا ضَعِيفَةٌ إِنْ أَطَعْتَهَا أَهْلَكَتْكَ (۵).

---

(۱) نُفَیع بن حارِث بن کلدۃ ثقفی ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ۔ طائف سے تعلق تھا۔ اُن سے ۱۳۲ اَحادیث مروی ہیں۔ ۵۲ھ = ۶۷۲ء کو بصرہ میں وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس طائف کے ایک قلعہ سے صبح سویرے اترے اس لیے ابوبکرۃ کہلائے۔ جنگِ جمل اور جنگِ صفین سے الگ تھلگ رہے۔

[الاستیعاب: ۷۷، ترجمہ: ۴۹، الاعلام ۸: ۴۴]

(۲) رسول اللہ نے کچھ جانباز ایک سریہ میں بھیجے تھے۔ کچھ روز بعد ایک مجاہد نے فتح کی خوش خبری سنائی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ اُن کی سربراہ ایک عورت ہے تو رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ یہ لفظ دہرائے: هَلَكَتِ الرِّجَالُ حِينَ أَطَاعَتِ النِّسَآءَ. [مسند احمد ۵: ۴۵، المستدرک ۴: ۲۹۱، المعجم الأوسط ۱: ۱۳۴، حدیث: ۴۲۵]

جب کہ امام بزار کے الفاظ یہ ہیں: هَلَكَتِ الرِّجَالُ حِينَ مَلَكَتِ النِّسَآءَ.

[مسند البزار ۹: ۱۳۷، حدیث: ۳۶۹۲]

(۳) عسکری کی اَمثال میں یہ روایت نہ مل سکی، جب کہ مسند ابن الجعد: ۱۰۶۶، حدیث: ۳۰۸۱ میں موجود ہے، مگر بے اصل ہے جس کی دو علتیں ہیں:

-۱: اس کا راوی حفص بن عثمان بن عبیداللہ مجہول ہے۔ امام ابن ابی حاتم نے اُن کا تذکرہ بغیر کسی جرح وتعدیل کے کیا ہے۔ [الجرح والتعدیل ۳: ۱۸۴، ترجمہ: ۷۹۵]

-۲: اس کا ایک راوی ابوعقیل ہے جس کا نام یحییٰ بن متوکل عمری ہے جو ضعیف ہے۔

[تقریب التہذیب: ۶۲۷، ترجمہ: ۷۶۳۳]

(۴) معاویہ بن قُرَّۃ بن ایاس۔ [سنن سعید بن منصور ۳: ۱۱۵۱]

(۵) سنن سعید بن منصور ۳: ۱۱۵۱، حدیث: ۵۶۲؛ کسی نے ''عَوِّدُوا'' پر اِعراب نہیں لگائی۔ یہ عادت سے عَوِّدُوا ہوسکتا ہے: عَوَّدْتُهٗ فَاعْتَادَ وَتَعَوَّدَ، اس صورت میں معنیٰ ہوگا: عورتوں میں مال کو درست مقامات میں خرچ......

’’عورتوں سے حساب کتاب کیا کرو اس لیے کہ وہ کمزور ہیں‘ اگر تو ان کی اتباع کرے گا تو تجھے ہلاک کردیں گے۔‘‘

بعض شعراء کہتے ہیں کہ: وَتَرْكُ خِلَافِهِنَّ مِنَ الْخِلَافِ.

’’ان کے اختلاف کو چھوڑنے میں بھی اختلاف ہے۔‘‘

۳۷۴۔ شِبْهُ الشَّيْئِ مُنْجَذِبٌ إِلَيْهِ(۱).

’’کسی شے کی شبیہ اس کی جانب کھنچتی ہے۔‘‘

یہ ’’اَلْجِنْسُ إِلَى الْجِنْسِ يَمِيْلُ‘‘ کی طرح ہے‘ یعنی ’’کند جنس با ہم جنس پرواز‘‘۔

اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: اَلْجِنْسِيَّةُ عِلَّةُ الضَّمِّ.

’’ہم جنس ہونا ملاپ کی وجہ ہے۔‘‘

اور کہا جاتا ہے کہ: اَلصُّحْبَةُ مَعَ غَيْرِ الْجِنْسِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ.

’’غیر جنس کے ساتھ بیٹھنا بھی ایک سخت عذاب ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيْدًا. [سورۃ النمل ۲۷:۲۱]

’’میں ضرور اُسے سخت سزا دوں گا۔‘‘

اس کی تفسیر اس طرح کی گئی ہے کہ: لأجعلَنَّهُ مَعَ غَيْرِهِ فِي قَفَصٍ.

’’میں اسے غیر جنس کے ساتھ پنجرے میں بند کردوں گا۔‘‘

اور یہ سارے اس حدیث سے مستفاد ہیں: اَلأَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ(۲).

’’روحیں ترتیب دی ہوئی لشکر ہیں۔‘‘

اس روایت کا شانِ وُرود یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کو سیدہ عائشہ رضی اللہ

...... کرنے کی عادت ڈالو۔ اور اگر اسے عُوْدُوْا پڑھا جائے تو اس صورت میں معنیٰ ہوگا: عورتوں سے مالی معاملات میں حساب کتاب کیا کرو تا کہ وہ مال خرچ کرنے میں بے احتیاطی کا شکار نہ ہوں۔ سنن سعید بن منصور میں اس روایت کے الفاظ یہ ہیں: عودُوا النِّسَآء فإنَّهَا سَفِيهَةٌ إنْ أطَعْتَهَا أهْلَكَتْكَ.

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۴۰۲‘ حدیث: ۵۸۷

(۲) صحیح مسلم‘ کتاب البر والصلۃ [۴۵] باب الارواح جنود مجندۃ [۴۹] حدیث: ۱۵۹- [۲۶۳۸]

عنہا کے پاس دیکھا تو دریافت فرمایا: کون ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ مکہ کی ایک ہنسانے والی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کہاں ٹھہری ہے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ مدینہ منورہ کی ایک ہنسانے والی کے پاس (۱)۔

اور اس ارشادِ ربانی میں بھی اِس کی طرف اِشارہ ہے:

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ. [سورۃ بنی اسرائیل ۱۷:۸۴]

''کہہ دو کہ ہر ایک اپنی روِش پر عمل کرتا ہے۔''

–۳۷۵: شِرَارُكُمْ عُزَّابُكُمْ (۲). ''تمہارے بدمعاش تمہارے مجرد ہیں۔''

---

(۱) یہ روایت نہ مل سکی۔ البتہ ابوالشیخ اصبہانی اور امام بیہقی نے لکھا کہ: كانتْ بِمَكَّةَ امرأةٌ مَزَّاحَةٌ فنزلت على امرأةٍ مثلها فبلغ ذلك عائشة فقالت: صَدَقَ حِبِّي، سمعتُ رسول اللّٰهﷺ يقول............

[کتاب الامثال فی الحدیث النبوی ۱:۸۲، حدیث: ۱۰۰، شعب الایمان ۶:۴۹۷، حدیث: ۹۰۳۹]

''مکہ مکرمہ میں ایک مزاحیہ خاتون تھی۔ وہ مدینہ منورہ آکر اپنی جیسی ایک خاتون کے گھر ٹھہر گئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب اس کی خبر ہوئی تو فرمایا: میرے محبوب نے درست فرمایا۔ میں نے رسول اللہﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ......۔''

(۲) یہ روایت دو طرق سے مروی ہے:

–**طریق سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ:** ابوعلی الحسین بن حسن الشیلمانی، از خالد بن اسماعیل المخزومی، از عبیداللہ بن عمر، از صالح مولی التوأمۃ، از سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

[مسند ابن ابی یعلیٰ ۴:۳۸، حدیث: ۶۲۷۔[۳۰۴۲] المعجم الأوسط ۳:۲۴۵، حدیث: ۶۴۷۶]

اس کی سند ضعیف ہے اس لیے کہ:

–اس کا ایک راوی ابوعلی الحسین بن حسن بن یسار الشیلمانی ہے۔ امام ابوحاتم اسے مجہول کہتے ہیں۔

[الجرح والتعدیل ۳:۴۹، ترجمہ: ۲۱۸]

–اس کی سند میں خالد بن اسماعیل مخزومی ہے جو متروک الحدیث تھا۔ [مجمع الزوائد ۴:۲۵۱]

–**طریق سیدنا عطیہ بن بسر رضی اللہ عنہ:** بقیۃ بن ولید، از معاویہ بن یحییٰ، از سلیمان بن موسیٰ، از مکحول، از غضیف بن الحارث، از سیدنا عطیۃ بن بسر المازنی رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

[مسند ابی یعلیٰ ۱۲:۲۶۰، حدیث: ۱۔[۶۸۵۶] المعجم الکبیر ۱۸:۸۶، حدیث: ۱۵۸

اس کی سند بھی ضعیف ہے اس لیے کہ: ......

اسے ابن الجوزی نے موضوعات (۱) میں شمار کر کے غلطی کھائی ہے (۲)۔
سیوطی کہتے ہیں: اسے احمد اور طبرانی نے سیدنا عطیۃ بن بسر رضی اللہ عنہ (۳) ابن عدی نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اور ابو یعلیٰ نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (۴)۔
سخاوی کہتے ہیں: اسے ابو یعلیٰ اور طبرانی نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے (۵)۔

......اس میں ایک راوی بقیۃ بن ولید مدلس تھا اور اکثر و بیشتر ضعفا و مجاہیل کے ناموں میں تدلیس کیا کرتا تھا۔
[تعریف اہل التقدیس: ۱۲۱' ترجمہ: ۱۱۷-[ا]
بقیۃ بن ولید کے بارے میں محدثین کا یہ متفق علیہ فیصلہ ہے کہ اُس کی روایات ناصاف ہوتی ہیں لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔[الجرح والتعدیل ۲: ۴۳۵]
-نیز مکحول مدلس ہیں۔[میزان الاعتدال ۴: ۱۷۷' تعریف اہل التقدیس: ۱۱۳]
اور یہ روایت معنعن ہے جب کہ اصول حدیث کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ مدلس کی معنعن روایت ضعیف ہوتی ہے۔
[اختصار علوم الحدیث: ۶۳]
(۱) الموضوعات ۲: ۱۶۴؛ امام ابن عدی نے اسے دوسری روایات کے ساتھ خالد بن اسماعیل کے ترجمہ لکھ کر یہ فیصلہ سنایا ہے کہ: وعامة حديثه كماذَكرتُ وتَبَيَّنتُ أنها موضوعاتٌ كُلَّهَا.
[الکامل فی ضعفاء الرجال ۳: ۴۷۹]
"اس کی عام روایتیں، جیسا میں نے انہیں ذکر کیا، ساری کی ساری موضوع ہیں۔"
اور یوسف بن السفر ابوالفیض کاتب الاوزاعی شامی کے ترجمہ میں لکھ کر بتایا ہے کہ یہ شخص جھوٹا تھا اور:
هذه الأحاديثُ التي رواها يوسف عن الأوزاعي بواطيلٌ كلها.
[الکامل فی ضعفاء الرجال ۸: ۴۹۷-۵۰۱' ترجمہ: ۱۵/ ۲۰۶۸]
"یوسف نے اوزاعی سے جتنی روایتیں روایت کی ہیں ساری کی ساری باطل ہیں۔"
(۲) یعنی اسے موضوع کہنا نادرست ہے۔ مصنف کے نزدیک یہ ضعیف ہے، موضوع نہیں ہے۔ یہ بھی سیوطی کی عبارت ہے۔[الدُّرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة: ۱۳۵' بذیل حدیث: ۲۶۸]
(۳) عطیہ بن بسر مازنی رضی اللہ عنہ۔ سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ شام میں رہائش تھے۔
[اسد الغابۃ: ۸۵۱' ترجمہ: ۳۶۸۷]
(۴) الدُّرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة: ۱۳۵' بذیل حدیث: ۲۶۸
(۵) المقاصد الحسنۃ: ۴۰۳' بذیل حدیث: ۵۸۹

۳۷۶- :شِرَارُكُمْ مُعَلِّمُو صِبْيَانِكُمْ، أَقَلُّهُمْ رَحْمَةً عَلَى الْيَتِيمِ، وَأَغْلَظُهُمْ عَلَى الْمِسْكِينِ.

''تمہارے بچوں کے استاذ تمہارے شریر ہیں جو یتیم پر کم رحم کرتے اور مسکین پر سختی کرتے ہیں۔''

یہ موضوع ہے جیسا کہ اللآلئ المصنوعہ میں ہے (۱)۔

۳۷۷- :شَرُّ الْحَيَاةِ وَلَا الْمَمَاتُ.

''زندگی کا شر، نہ کہ موت [کا شر]۔''

یہ حدیث نہیں بلکہ بعض قدیم داناؤں کا کلام ہے۔ عسقلانی کہتے ہیں: یہ معنیٰ کے لحاظ سے صحیح نہیں کیوں کہ اگر کسی کی برائیاں اُس کی بھلائیوں پر غالب آ جاتی ہیں تو اس کے لیے موت بہتر ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے ثابت ہوتا ہے:

طُوبَى لِمَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ، وَوَيْلٌ لِّمَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَسَآءَ عَمَلُهُ (۲).

''خوشی ہے اس کے لیے جس کی عمر لمبی ہو اور اُس کے اعمال اچھے ہوں اور اس کے لیے ہلاکت ہے جس کی عمر لمبی اور اُس کے اعمال برے ہوں۔''

اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی ثابت ہوتا ہے:

(۱) سیف بن عمر کہتے ہیں کہ میں سعد بن طَرِیف کے پاس بیٹھا تھا اس کا لڑکا مدرسہ سے روتے ہوئے آیا، اس نے لڑکے سے رونے کی وجہ پوچھی۔ لڑکے نے کہا مجھے استاذ نے پیٹا ہے، اس نے کہا میں آج انہیں رسوا کر کے چھوڑوں گا۔ مجھے عکرمہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سن کر مرفوعاً بتایا ہے:

شِرَارُكُمْ مِنْ مُّعَلِّمِيكُمْ: أَقَلُّهُمْ رَحْمَةً عَلَى الْيَتِيمِ وَأَغْلَظُهُمْ عَلَى الْمِسْكِينِ.

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۴: ۳۸۷، ۷: ۵۰۷، ۵۲، المجروحین ۱: ۷۶]

''تمہارے بچوں کے وہ استاد بدترین لوگ ہیں جو یتیم پر بہت کم رحم دل اور مسکین کے لیے بہت سنگ دل ہوتے ہیں۔''

سعد بن طریف کے بارے میں امام ابن حبان فرماتے ہیں: فی البدیہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔
[المجروحین ۱: ۳۵۳]

جب کہ سیف بن عمر الضبي کے متعلق امام حاکم فرماتے ہیں: زندیق تھا اور احادیث کے سلسلے میں ساقط الاعتبار تھا۔ [المدخل إلى الصحيح ۱: ۱۵۹، ترجمہ: ۷۷]

(۲) المقاصد الحسنۃ: ۴۰۴، بذیل حدیث: ۵۹۱

وَلَا یَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّمَا نُمۡلِیۡ لَهُمۡ خَیۡرٌ لِّاَنۡفُسِهِمۡ اِنَّمَا نُمۡلِیۡ لَهُمۡ لِیَزۡدَادُوۡۤا اِثۡمًا.

[سورۃ آل عمران ۳:۱۷۸]

''اور جو کافر ہیں یہ خیال نہ کریں کہ ہم اُنہیں جو ڈھیل دے رہے ہیں یہ ان کے لیے بہتر ہے ہم تو اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں کہ یہ گناہوں میں اِضافہ کرتے رہیں۔''

۳۷۸-اَلشَّفَقَةُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰهِ تَعْظِیْمٌ لِأَمْرِ اللّٰهِ (۱).

''مخلوق پر شفقت و مہربانی کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم ہے۔''

سخاوی کہتے ہیں: میں ان الفاظ کے ساتھ اسے نہیں پہچانتا مگر اس کا معنیٰ صحیح ہے (۲)۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: یہ بعض مشائخ کا کلام ہے جیسا کہ کہتے ہیں:

مَدَارُ الْأَمْرِ عَلٰی شِیْئَیْنِ: اَلتَّعْظِیْمُ لأَمْرِ اللّٰهِ وَالشَّفَقَةُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰهِ.

''سارے کاموں کا دار و مدار دو چیزوں پر ہے: اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم کرنا اور اُس کی مخلوق پر مہربانی کرنا۔''

۳۷۹-اَلشُّکْرُ فِي الْوَجْهِ مَذَمَّةٌ.

''منہ پر [کسی کا] شکر ادا کرنا [اصل میں] مذمت ہے۔''

تمییز میں ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے (۳)۔ یہ حدیث بھی اسی کی طرح ہے:

قَطَعْتَ عُنُقَ أَخِیْكَ .

''تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی۔''

یہ جملہ اُس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی کسی کے منہ پر اُس کی تعریف کرے۔

۳۸۰-شَهَادَةُ الْبِقَاعِ لِلْمُصَلِّيْ.

''نمازی کے لیے زمین کی شہادت!۔''

---

(۱) نجم الدین غزی کہتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ [إتقانُ ما یُحسن: ۳۱۰، بذیل حدیث: ۹۵۳]

(۲) المقاصد الحسنۃ: ۴۰۷، بذیل حدیث: ۵۹۸

(۳) تمییز الطیب من الخبیث: ۱۰۷، حدیث: ۷۵۴

یہ سیدنا ابوالدرداء اور دوسرے صحابہ وتابعین سے مروی ہے اور قرآن بھی اس کی گواہی دیتا ہے:

يَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا ۝ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰى لَهَا۝ [سورۃ الزلزال ۹۹:۴-۵]

''جس روز زمین اپنے حالات بیان کرے گی اس لیے کہ تیرے رب نے زمین کو حکم دیا ہوگا۔''

—۳۸۱: شَهَادَةُ الۡمَرۡءِ عَلٰى نَفۡسِهٖ بِشَهَادَتَيۡنِ .

''کسی شخص کی اپنی ذات پر گواہی دینا، دو گواہیاں ہیں۔''

یہ حدیث نہیں ہے لیکن اس کا معنیٰ اس لحاظ سے صحیح ہے کہ اِسے اِقرار کے تناظر میں دیکھا جائے۔ اسی طرح درجِ ذیل قول بھی بے اصل ہے' البتہ مبالغہ کی بنیاد پر اس کا معنیٰ درست ہے:

شَهَادَةُ الۡمَرۡءِ عَلٰى نَفۡسِهٖ بِسَبۡعِيۡنَ.

''کسی شخص کی اپنی ذات پر گواہی، ستر گواہیاں ہیں۔''

—۳۸۲: شَهَادَةُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ جَائِزَةٌ' وَلَا تَجُوۡزُ شَهَادَةُ الۡعُلَمَآءِ بَعۡضِهِمۡ عَلٰى بَعۡضٍ لِأَنَّهُمۡ حُسَّدٌ (۱).

''مسلمانوں کی ایک دوسرے پر گواہی درست ہے لیکن علماء کی ایک دوسرے پر گواہی جائز نہیں۔ اس لیے کہ وہ حاسد ہیں۔''

یہ حدیث نہیں ہے اور اس کی سند مختلف وجوہ کی بنیاد پر فاسد ہے۔ جیسا کہ اللآلی المصنوعۃ میں ہے (۲) اور اگر اسے صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اس سے مراد دنیا دار علماء لیے جائیں گے جو آخرت کی راہ کو چھوڑے ہوئے ہیں جیسا کہ مذکورہ علت جو حدیث میں پائی جاتی ہے، اس جانب اشارہ کرتی

---

(۱) حافظ ابن الجوزی لکھتے ہیں: **قال الحاكم**: ليس هذا من كلام رسول اللهﷺ وإسناده فاسدٌ من أوجهٍ كثيرةٍ يطول شرحها. **قلتُ**: منها أنَّ في إسناده مجاهيلٌ وضعفاء منهم أبوهارون العبدي.

[الموضوعات ۲:۲۸۷]

''حاکم نے کہا ہے: یہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں ہے اور اِس کی سند کئی وجوہ سے فاسد اور بے کار ہے۔ اگر اس کی وضاحت کی جائے تو طویل ہوگی' میں [حافظ ابن الجوزی] کہتا ہوں: بنیادی سبب یہ ہے کہ اس کی سند میں ضعیف اور مجہول راوی ہیں جن میں سے ایک ابو ہارون العبدی ہے۔''

(۲) اللآلی المصنوعۃ ۲:۱۵۵

ہے'اس لیے کہ حسد حرام ہے اور غبطہ مرام [مقصود و مطلوب] ہے۔

۳۸۳-:اَلشُّهْرَةُ فِي قِصَرِ الثِّيَابِ (۱).

''شہرت، مختصر کپڑوں میں ہے۔''

یہ بطورِ حدیث صحیح نہیں کیوں کہ مختصر کپڑے پہننا اسبابِ شہرت میں سے ہے' جب وہ اتباع سنت کی غرض سے نہ ہو۔

۳۸۴-:شَيَاطِيْنُ الإِنْسِ تَغْلِبُ شَيَاطِيْنَ الْجِنِّ.

''انسانی شیطان، جناتی شیطانوں پر غالب ہوتے ہیں۔''

یہ مالک بن دینار کا کلام ہے۔شاید انہوں نے اسے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے اخذ کیا ہو:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ. [سورۃ الانعام ۶:۱۱۲]

''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے انسانی اور جناتی شیطانوں کو دشمن بنایا۔''

اس آیت میں انسانی شیطانوں کا ذکر جناتی شیطانوں سے پہلے کیا ہے اور اس لیے کہ جناتی شیطان تو وسوسہ ڈالتے ہیں جو تعوذ پڑھنے سے ختم ہو جاتا ہے بخلاف انسانی شیطانوں کے کہ وہ تعوذ پڑھنے سے چلے نہیں جاتے اور اتحادِ جنس کی بنا پر انسانی شیطانوں کی قوت تاثیر بہت زیادہ ہوتی ہے۔

۳۸۵-:شَيْبٌ وَعَيْبٌ.

''بڑھاپا اور عیب۔''

یہ لفظاً صحیح نہیں ہے لیکن اس کا معنیٰ ایک حدیث میں موجود ہے:

مَنْ لَّمْ يَرْعَوِ عِنْدَ الشَّيْبِ' وَلَمْ يَسْتَحِ مِنَ الْعَيْبِ' وَلَمْ يَخْشَ اللّٰهَ فِي الْغَيْبِ' فَلَيْسَ فِيْهِ لِلّٰهِ

---

(۱) معمر کہتے ہیں: میں نے ایوب سختیانی کو دیکھا کہ اُن کی قمیص اُن کے پیچھے پیچھے زمین کو چھو رہی تھی۔ میں نے اس بارے میں اُن سے بات کی تو آپ نے فرمایا: ابو عروة! كَانَتِ الشُّهْرَةُ فِيمَا مَضَى فِي تَذْيِيْلِهَا' فَالشُّهْرَةُ اَلْيَوْمَ فِي تَشْمِيْرِهَا. [طبقات ابن سعد ۷:۲۴۸' المجالسة وجواہر العلم ۲:۲۳۲' حدیث:۱۹۱۹]

''ماضی میں کپڑا اپنے پیچھے کھینچنا غرور و تکبر تھا اور آج کل مختصر کپڑے پہننا تکبر ہے۔''

حَاجَةٌ[(۱)].

''جو بڑھاپے کے وقت نہ ڈرے۔عیب[گناہ] سے نہ شرمائے۔اور غیب[تنہائی] میں اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرے تو اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی حاجت نہیں۔''

اس حدیث کو دیلمی نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بلا سند روایت کیا ہے۔

ابو یزید[(۲)] سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنا چہرہ آئینہ میں دیکھا تو بولے:

ظَهَرَ الشَّيْبُ، وَلَمْ يَذْهَبِ الْعَيْبُ، وَلَا أَدْرِي مَا فِي الْغَيْبِ.

''بڑھاپا ظاہر ہو گیا۔عیب نہیں گیا اور میں نہیں جانتا کہ غیب میں کیا ہے۔''

–۳۸۶: اَلشَّيْخُ فِي قَوْمِهِ كَالنَّبِيِّ فِي أُمَّتِهِ[(۳)].

''شیخ اپنی قوم میں ایسا ہوتا ہے، جیسے نبی اپنی امت میں ہوتا ہے۔''

---

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۶۶۹، حدیث: ۱۱۷۷

(۲) طیفور بن عیسیٰ بن آدم بن عیسیٰ بن علی بَسطامی، ابو یزید۔مشہور صوفی اور زاہد ہیں۔۱۸۸ھ=۸۰۴ء کو پیدا ہوئے۔بَسطامی الاصل ہونے کی وجہ سے بَسطامی کہلائے جو خراسان اور عراق کے درمیان ایک قصبہ تھا۔۲۶۱ھ =۸۷۵ء کو بَسطام ہی میں وفات پائی۔[وفیات الاعیان ۲: ۵۳۱، ترجمہ: ۳۱۲، الاعلام ۳: ۲۳۵]

(۳) الفردوس، حدیث: ۳۲۲۲، الجامع الصغیر، حدیث: ۴۹۷۰، اِحیاء علوم الدین ۱: ۸۳

– اس کی ایک سند میں عبداللہ بن عمر بن غانم قاضی افریقہ ہے جس نے امام مالک کا نام لے کر اس روایت کو نقل کیا ہے، اس راوی کے متعلق امام ابن حبان فرماتے ہیں: امام مالک کا نام لے کر ایسی روایات ان سے منسوب کرتا ہے جسے امام مالک نے قطعاً روایت نہیں کیا ہے، اس کی روایت کو نقل کرنا درست نہیں۔

[المجروحین ۱: ۵۲۶، ترجمہ: ۵۶۶]

– اس کی ایک سند میں محمد بن عبدالملک قناطری ہے۔کثرت سے جھوٹ بولنے کے باعث اس نام سے مشہور ہوا یعنی: ڈھیروں جھوٹ بولنے والا۔

–امام خلیلی فرماتے ہیں: اسے صخر بن محمد حاجبی کذاب نے امام مالک کا نام لے کر وضع کیا ہے۔

[الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث: ۴۲۰، حدیث: ۱۰۶، لسان المیزان ۳: ۱۸۴]

اس صخر کے بارے میں امام حاکم فرماتے ہیں: اس نے مالک بن انس، لیث بن سعد اور ابن لہیعہ کے اسناد سے کئی روایات وضع کی ہیں۔[المَدخل إلى الصَّحيح ۱: ۱۶۱، ترجمہ: ۸۳]

اس روایت کے بارے میں امام زرکشی فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں بلکہ بعض اہل علم کا قول ہے۔ =

المقاصد میں ہے کہ ہمارے شیخ اور اُن کے علاوہ دوسرے محدثین اسے یقینی طور پر موضوع کہتے ہیں۔ یہ بعض سلف کا کلام ہے (۱)۔ کبھی کبھار اِسے اِن لفظوں میں بھی بیان کیا جاتا ہے:

اَلشَّيْخُ فِيْ جَمَاعَتِهٖ كَالنَّبِيِّ فِيْ قَوْمِهٖ' يَتَعَلَّمُوْنَ مِنْ عِلْمِهٖ وَيَتَأَدَّبُوْنَ مِنْ أَدَبِهٖ (۲).

''شیخ اپنی جماعت میں ایسا ہی ہے جیسا کہ نبی اپنی قوم میں ہوتا ہے کہ اس سے لوگ علم حاصل کرتے اور ادب سیکھتے ہیں۔''

یہ سب کی سب باطل ہیں۔ ابن تیمیہ اسے موضوع قرار دیتے ہیں لیکن ابن حبان نے اپنی ضعفاء میں ابورافع سے اسے مرفوعاً روایت کیا ہے (۳)۔

سیوطی کہتے ہیں: اسے دارمی نے باسند ذکر کیا ہے (۴)۔ اور جامع الصغیر میں یہ ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے: اَلشَّيْخُ فِيْ أَهْلِهٖ كَالنَّبِيِّ فِيْ أُمَّتِهٖ.

''کوئی شیخ اپنے گھر میں ایسا ہی ہے جیسا کہ نبی اپنی امت ہے۔''

...... [التَّذكِرة في الأحاديث المشتهرة: ۱۴۰' حديث: ۱۸۷]

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: یہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں' بلکہ بعض نامعلوم لوگوں کا مقولہ ہے۔

[مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ۱۸: ۱۲۳]

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یہ روایت باطل ہے۔

[میزان الاعتدال ۳: ۶۳۲' لسان المیزان ۵: ۲۶۷]

(۱) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: وممَّنْ جَزَمَ بِكونِهٖ موضوعاً شَيخُنا' ومِن قبله التَّقِيُّ ابن تيميه' فقال: إنَّهٗ ليس مِن كلام النبي ﷺ وإنما يقوله بعض أهل العلم. [المقاصد الحسنۃ: ۴۱۲' بذیل حدیث: ۶۰۹]

(۲) المقاصد الحسنۃ: ۴۱۲' بذیل حدیث: ۶۰۹

(۳) امام ابن حبان نے ابورافع کی سند سے نہیں بلکہ نافع از سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً اِن الفاظ میں نقل کیا ہے:

اَلشَّيْخُ فِيْ بَيْتِهٖ كَالنَّبِيِّ فِيْ قَوْمِهٖ. [المجروحین ۱: ۵۳۳' ترجمہ: ۵۶۶]

اور ساتھ ہی اس کے راوی عبداللہ بن عمر بن غانم قاضی افریقیا کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ امام مالک کا نام لے کر بے بنیاد اور بے اصل روایات نقل کرتا ہے۔ ان سے روایت لینا حلال اور جائز نہیں ہے۔

(۴) یہ روایت سنن دارمی میں نہیں ملتی۔ حافظ سیوطی نے ''دارمی'' کے بجائے ''دیلمی'' کا نام لیا ہے۔

[الدُّرَرُ المنتثرة في الأحاديث المشتهرة: ۱۳۳' بذیل حدیث: ۲۶۶]

خلیلی (۱) نے اپنی مَشْیَخت (۲) میں اور ابن النجار (۳) نے بھی اسے ابورافع سے روایت کیا ہے۔ یہ ان الفاظ میں بھی مروی ہے: اَلشَّیْخُ فِيْ أَهْلِهٖ كَالنَّبِيِّ فِيْ قَوْمِهٖ.

''کوئی شیخ اپنے گھر میں ایسا ہی ہے جیسا کہ نبی اپنی قوم میں۔''

اسے ابن حبان نے الضعفاء میں اور شیرازی (۴) نے الالقاب میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ معنیٰ کے اعتبار سے یہ حدیث اس کی تائید کرتی ہے کہ:

اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَآءِ (۵).

''علماء، انبیاء کے وراث ہیں۔''

اسی طرح یہ ارشادِ ربانی بھی اس کی تائید کرتی ہے:

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. [سورة النحل ۱۶:۴۳]

''اہل ذِکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔''

---

(۱) خلیل بن عبداللہ بن احمد بن ابراہیم بن خلیل قزوینی ابویعلی خلیلی، قاضی اور حافظِ حدیث تھے۔ رجال حدیث سے خوب واقفیت رکھتے تھے۔ ۴۴۶ھ=۱۰۵۴ء کو وفات پائی۔ [الرسالۃ المستطرفۃ: ۱۰۵، الاعلام ۲:۳۱۹]

(۲) الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث: ۴۲۰، حدیث: ۱۰۶

(۳) محمد بن محمود بن حسن بن ہبۃ اللہ بن محاسن ابوعبداللہ محبّ الدین ابن النجار۔ ۵۷۸ھ=۱۱۸۳ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ مؤرخ اور حافظ حدیث تھے۔ شام، مصر، حجاز مقدس اور فارس وغیرہ کے سفر کیے۔ ۲۷ سال تک مسلسل سفر میں رہے۔ ۶۴۳ھ=۱۲۴۵ء کو بغداد میں وفات پائی۔
[فوات الوفیات ۲:۴۳۴، ترجمہ: ۴۹۴، الاعلام ۷:۸۶]

(۴) احمد بن عبدالرحمٰن بن احمد بن موسیٰ ابوبکر الفارسی الشیرازی، حافظِ حدیث تھے۔ شیراز سے تعلق تھا۔ بکثرت سفر کیے۔ ۴۰۷ھ=۱۰۱۷ء کو وفات پائی۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۷:۲۴۲، ترجمہ: ۱۴۹، الاعلام ۱:۱۴۶]

(۵) سنن ابی داود، کتاب العلم [۱۹] باب الحث علیٰ طلب العلم [۱] حدیث: ۳۶۴۱

﴿حرف الصَّاد﴾

۳۸۷-:صَاحِبُ الْحَاجَةِ أَعْمٰى.

''ضرورت مند اندھا ہوتا ہے۔''

سخاوی کہتے ہیں میں اسے مرفوعاً نہیں پہچانتا(۱)۔

میں [ملاعلی قاری] کہتا ہوں: اسی طرح یہ قول بھی معنوی لحاظ سے صحیح نہیں:

الْغَرِيبُ كالأعْمٰى.

''مسافر اندھے کی طرح ہے۔''

۳۸۸-:صَاحِبُ الشَّيْئِ أَحَقُّ بِحَمْلِهِ إِلَّاأَنْ يَّكُونَ ضَعِيفًايُعجِزُعَنْهُ فَيُعِينُهُ أَخُوهُ الْمُسلِمُ

''کسی چیز کا مالک اس کے اٹھانے کا زیادہ حق دار ہے' البتہ اگر وہ ضعیف ہو اور اسے اٹھانے سے قاصر ہو تو اس کا مسلمان بھائی اس کی مدد کرے۔''

یہ روایت ضعیف ہے۔ ابن الجوزی نے مبالغہ سے کام لے کر اسے موضوعات میں شمار کیا ہے(۲) انہوں نے ایسا کر کے غلطی کی اس لیے کہ اسے ابویعلیٰ نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً' طبرانی نے اوسط میں' دارقطنی نے افراد میں' عقیلی نے ضعفاء میں اور قاضی عیاض نے شفاء میں بغیر کسی نسبت کے روایت کیا ہے(۳)۔

---

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۴۱۵' حدیث: ۶۱۱ (۲) الموضوعات ۲: ۲۴۴

(۳) مسند ابی یعلیٰ ۱۱: ۲۵' حدیث: ۳۲۲-[۶۱۶۲] المُعجَم الأوسَط ۵: ۶۵' حدیث: ۴۵۹۴' الضعفاء الکبیر ۴: ۴۵۴' بذیل ترجمہ: ۲۰۸۳' الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ: ۷۷' برقم: ۲۷۶

حافظ ابن الجوزی نے امام دارقطنی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس کا راوی یوسف بن زیاد اباطیل نقل کرنے میں شہرت رکھتے ہیں۔ [الموضوعات ۲: ۲۴۴]

حافظ سخاوی لکھتے ہیں: اس کی سند شدید ضعیف ہے۔ [الاجوبۃ المرضیۃ ۲: ۸۲۹' بذیل سوال: ۲۱۵]

۳۸۹-اَلصَّبرُ کَنزٌمِّن کُنُوزِالْجَنَّةِ (۱).

''صبر، جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔''

اس کو غزالی نے الاحیاء میں بیان کیا ہے۔عراقی کہتے ہیں: غریب ہے۔ مجھے کہیں نہیں ملی (۲)۔

۳۹۰-صَرِیرُالأقْلَامِ عِنْدَ الأحَادِیْثِ یَعدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ اَلتَّکْبِیرَ الَّذِيْ یُکَبَّرُفِي رِبَاطِ عَسقَلَانَ وَعَبَّادَانَ (۳).

''اَحادیث لکھتے وقت قلموں کی آواز اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس تکبیر کے برابر ہے جو عسقلان (۴) اور عبادان (۵) کی چھاونی میں کہی گئیں۔''

اوراسی طرح یہ حدیث:

مَنْ کَتَبَ أرْبَعِینَ حَدِیْثاً أُعْطِيَ ثَوَابَ الشُّهَدَآءِ الَّذِینَ قُتِلُوابِعَبَّادَانَ وَعَسْقَلَانَ .

''جس نے چالیس حدیثیں لکھیں اس کو ان شہداء کا ثواب ملا جو عبادان اور عسقلان میں شہید ہوئے۔''

یہ دونوں خبر باطل ہیں جیسا کہ میزان میں ہے۔

۳۹۱-صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. ''رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا۔''

عوام اِسے صبح کی اذان میں اَلصَّلَاۃُ خَیرٌمِنَ النَّوْمِ کے جواب میں کہتے ہیں۔اس کی کوئی اصل نہیں اسی طرح اَلصَّلَاۃُ خَیرٌمِنَ النَّوْمِ کے جواب میں جو صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ وَبِالْحَقِّ نَطَقْتَ کہا جاتا ہے، یہ بھی بے اصل ہے (۶)۔

---

(۱) اِحیاءعلوم الدین۴:۶۱ (۲) المغنی عن حمل الاسفار۴:۶۱

(۳) میزان الاعتدال۱:۳۵۶، بذیل ترجمہ:۱۳۳۲

(۴) فلسطین کے جنوبی ساحل پر ایک شہر ہے۔اس کا عبرانی نام عشقلون ہے۔اسے ۱۹ھ=۶۴۰ء کو سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے کسی جنگ کے بغیر فتح کیا تھا۔[اردو دائرہ معارف اسلامیہ۱۳:۳۳۹]

(۵) شط العرب کے بائیں کنارے پر اسی نام کے ایک جزیرے کی جنوب مغربی جانب واقع ہے۔کسی زمانے میں مرتاض درویشوں کا مرکز رہا ہے۔[اردو دائرہ معارف اسلامیہ۱۲:۴۲۷]

(۶) جیسا کہ ردالمحتار ۱:۲۹۳ میں ہے، لیکن اس کی کوئی اصل نہیں۔[تلخیص الحبیر ۱:۵۲۱، بذیل حدیث ۳۱۰]

اسے شافعیہ نے مستحب قرار دیا ہے۔ دمیری کہتے ہیں ابن الرفعة [(۱)] کا دعویٰ ہے کہ اس میں حدیث تو موجود ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ کس نے اسے روایت کیا ہے [(۲)]۔

بَرِرُتَ: پہلی راء کے کسرہ اور دوسری کے سکون کے ساتھ ہے۔

—۳۹۲: صَدَقَةُ الْقَلِيْلِ تَدْفَعُ الْبَلَاءَ الْكَثِيْرَ.

''تھوڑا سا صدقہ بہت سی بلاؤں کو دور کر دیتا ہے۔''

اور ایک روایت میں صَدَقَةُ الْقَلِيْلِ کے بجائے صَدَقَةُ الْيَسِيْرِ کا لفظ ہے۔ یہ حدیث نہیں ہے لیکن اس کا معنیٰ صحیح ہے۔

—۳۹۳: صَغِّرُوا الْخُبْزَ وَأَكْثِرُوا عَدَدَهٗ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيْهِ [(۳)].

''روٹی چھوٹی کر کے بناؤ اور تعداد میں اضافہ کرو اس میں تمہارے لیے برکت ہوگی۔''

اس کی سند کمزور ہے۔ ابن الجوزی نے اسے موضوعات میں شمار کیا ہے [(۴)]۔

زرکشی نے نووی [(۵)] کے حوالے سے لکھا ہے کہ چھوٹا لقمہ بنانے اور اسے خوب چبانے کی روایت صحیح نہیں [(۶)]۔

---

(۱) احمد بن محمد بن علی انصاری، ابوالعباس، نجم الدین المعروف بابن الرفعة۔ شافعی فقیہ اور مصر کے فضلاء میں سے تھے۔ ۶۴۵ھ = ۱۲۴۷ء کو فسطاط میں پیدا ہوئے۔ قاہرۃ میں محتسب اور نائب حاکم کے عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ اَن گنت مفید علمی کتابیں لکھیں۔ ۷۱۰ھ = ۱۳۱۰ء کو مصر میں وفات پائی۔

[حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ ۱: ۲۷۶-۲۷۷، الاعلام ۱: ۲۲۲]

(۲) النَّجمُ الوهَّاج في شرح المنهاج ۲: ۶۴

(۳) المُعجَم في أسامي شيوخ أبي بكر الإسماعيلي ۲: ۵۶۹-۵۷۰، حدیث: ۲۰۲

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: أخرجه الإسماعيلي في معجمه من هذا الوجه، وهذا خَبَرٌ منكرٌ، لا شَكَّ فيه. [لسان المیزان ۲: ۸۶، بذیل ترجمہ: ۳۵۳]

''اسماعیلی نے اسے اسی سند کے ساتھ اپنی معجم میں نقل کیا ہے۔ بغیر کسی شک وشبہ کے یہ روایت منکر ہے۔''

(۴) الموضوعات ۲: ۱۹۵

(۵) فتاوی الامام النووی: ۶۶، سوال: ۱۲۷

(۶) التَّذكِرَةُ في الأحاديث المشتهَرة: ۱۰۸، حدیث: ۱۴۳

-۳۹۴:صَلَاةٌ بِخَاتَمٍ تَعْدِلُ سَبْعِيْنَ بِغَيْرِ خَاتَمٍ.

''انگوٹھی کے ساتھ پڑھی گئی نماز اُن ستر نمازوں کے برابر ہے جو انگوٹھی پہنے بغیر پڑھی گئی ہوں۔''

یہ موضوع ہے' جیسا کہ ابن حجر نے کہا ہے [۱]۔

-۳۹۵:صَلَاةٌ بِعِمَامَةٍ تَعْدِلُ خَمْساً وَّعِشْرِيْنَ صَلَاةً' وَ جُمُعَةٌ بِعِمَامَةٍ تَعْدِلُ سَبْعِيْنَ جُمُعَةً' وَالصَّلَاةُ فِي الْعِمَامَةِ بِعَشْرَةِ آلَافِ حَسَنَةٍ [۲].

'' پگڑی میں پڑھی ہوئی ایک نماز اُن پچیس نمازوں کے برابر ہے جو پگڑی کے بغیر پڑھی گئی ہوں' گئی ہوں، اور عمامہ میں پڑھی ہوئی ایک نماز کے بدلے دس ہزار نیکیوں کا اجر ملے گا۔''

منوفی کہتے ہیں یہ سب کی سب باطل ہیں۔

-۳۹۶:اَلصَّلَاةُ فِي الْعِمَامَةِ بِعَشْرَةِ آلَافِ حَسَنَةٍ .

'' پگڑی میں نماز پڑھنے سے دس ہزار نیکیاں ملتی ہیں۔''

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں : یہ روایت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جیسا کہ سیوطی نے الجَامِعُ الصَّغِیر میں ابن عساکر سے نقل کیا ہے [۳] حالانکہ انہوں نے اس کا وعدہ کیا ہے کہ اس کتاب میں کوئی موضوع روایت نقل نہیں کریں گے۔

-۳۹۷:اَلصَّلَاةُ خَلْفَ الْعَالِمِ بِأَرْبَعَةِ آلَافٍ وَّأَرْبَعِ مِائَةٍ وَّأَرْبَعِيْنَ صَلَاةً.

''عالم کے پیچھے ایک نماز پڑھنے سے چار ہزار چار سو چالیس نمازوں کا اجر ملتا ہے۔''

---

(۱) المقاصد الحسنۃ:۴۲۳' بذیل حدیث:۶۲۴

(۲) لسان المیزان ۳:۲۴۴' ترجمہ عباس بن کثیر' مرقاۃ المفاتیح ۸:۱۴۷' بذیل حدیث:۴۳۴۰
حافظ ابن حجر اس روایت کو اسی صفحہ پر موضوع کہتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کے تقریباً تمام راوی مجہول ہیں۔ اس کے راویوں میں عباس بن کثیر، ابو بشر بن سیار اور محمد بن مہدی مروزی کا کوئی اتا پتا نہیں اس لیے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ روایت کس نے گھڑی ہے۔

(۳) تاریخ مدینۃ دمشق الکبیر ۳۷:۳۵۵' بذیل ترجمہ عبدان بن زرّین:۴۳۹۹' الجامِع الصَّغیر' حدیث:۵۱۰۱

یہ باطل ہے جیسا کہ مختصر میں ہے[۱]۔

اسی طرح ہدایہ کی یہ حدیث: مَنْ صَلّٰی خَلْفَ تَقِيٍّ فَكَأَنَّمَا صَلّٰی خَلْفَ نَبِيٍّ[۲].

''جس نے کسی نیک شخص کے پیچھے نماز پڑھی تو گویا کہ اُس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔''

یہ بھی غیر معروف ہے جیسا کہ اس کی تخریج کرنے والے نے کہا ہے[۳]۔ سخاوی کہتے ہیں: میں ان الفاظ کے ساتھ اس سے واقف نہیں[۴]۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: اس کا معنیٰ صحیح ہے' جیسا کہ دیلمی نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: قَدِّمُوا خِيَارَكُمْ تُزَكُّوا أَعْمَالَكُمْ[۵].

''اپنے بہتر لوگوں کو آگے کرو' تا کہ تمہارے اعمال پاکیزہ ہوں۔''

اور حاکم اور طبرانی[۶] نے ضعیف سند کے ساتھ سیدنا مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ[۷] سے مرفوعاً روایت کیا ہے: إِنْ سَرَّكُمْ أَنْ تُقْبَلَ صَلَاتُكُمْ فَلْيَؤُمَّكُمْ خِيَارُكُمْ[۸].

---

(۱) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: هُوَ بَاطِلٌ كما قال شيخنا. [المقاصد الحسنة: ۴۲۶' بذیل حدیث: ۶۲۹]

(۲) انہوں نے یہ روایت اِن الفاظ میں لکھی ہے: مَنْ صَلّٰی خَلْفَ عَالِمٍ تَقِيٍّ فَكَأَنَّمَا صَلّٰی خَلْفَ نَبِيٍّ.
[الهدایة ۱: ۱۰۱' باب الامامة' بدائع الصنائع ۱: ۱۵۸' فصل: من هو احق بالامامة]
''جس نے کسی متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی گویا اس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی۔''

(۳) حافظ زیلعی لکھتے ہیں: یہ روایت غریب [ضعیف] ہے۔ [نصب الرایة ۲: ۲۶]
حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: مجھے یہ روایت نہیں ملی۔ [الدرایة ۱: ۱۶۸]

(۴) المقاصد الحسنة: ۴۸۶

(۵) اسے دیلمی نے سیدنا جابر کی سند سے روایت کیا ہے۔ [المقاصد الحسنة: ۴۸۶]

(۶) المستدرک ۳: ۲۲۲' المعجم الكبير ۲۰: ۳۲۸' حدیث: ۷۷۷

(۷) مرثد بن ابی مرثد: کنّاز بن الحصین بن یربوع غنوی رضی اللہ عنہما۔ صحابی ابن صحابی ہیں۔ بدری ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا اوس بن صامت رضی اللہ عنہ اور ان کے درمیان مؤاخات قائم کی تھی۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک رہے ہیں۔ قیدیوں کا لے آنا اور اُنہیں لے جانا ان کی ذمہ داری تھی۔ ۴ھ = ۶۲۵ء کو وفات پائی۔
[الاستیعاب: ۶۶۱' ترجمہ: ۱۳۸۱' الاعلام ۷: ۲۰۱]

(۸) یہ روایت دو طرق سے مروی ہے: ......

’’اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری نمازیں قبول ہوں تو تمہارے بہتر لوگوں کو امام بنایا کرو۔‘‘

۳۹۸۔ صَلَاةُ الْمُدِلِّ لَا تَصْعَدُ فَوْقَ رَأْسِهِ(۱).

’’متکبر کی نماز اُس کے سر سے اوپر نہیں چڑھتی۔‘‘

...... **پہلا:** یحییٰ بن یعلیٰ اسلمی، از عبداللہ بن موسیٰ، از قاسم السامی، از سیدنا مرثد بن ابی المرثد الغنوی رضی اللہ عنہما۔

[سنن الدار قطنی: ۴۲۵، باب نہی رسول اللہ ﷺ ان یقوم الامام فوق شیئ والناس خلفہ، المستدرک ۳: ۲۲۲، المعجم الکبیر ۲۰: ۳۲۸، حدیث: ۷۷۷]

امام دارقطنی لکھتے ہیں: اِس کی سند ثابت نہیں اس کا راوی عبداللہ بن موسیٰ ضعیف ہے۔ [سنن الدار قطنی: ۴۲۵]

۔ یہ عبداللہ بن موسیٰ بن ابراہیم بن محمد بن طلحۃ بن عبید اللہ تیمی مدنی ہیں جن کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

صدوق تھے اور بکثرت غلطیاں کرتے تھے۔ [تقریب التہذیب: ۳۵۹، ترجمہ: ۳۶۴۵]

۔ عبداللہ بن موسیٰ کے استاذ قاسم السامی کا ترجمہ کہیں نہیں ملتا کہ ثقہ تھے یا ضعیف!!

۔ یحییٰ بن یعلیٰ اسلمی بھی ضعیف ہیں۔ [تقریب التہذیب: ۶۳۰، ترجمہ: ۷۶۷۷]

دوسرا طریق: ابوالولید خالد بن اسماعیل، از ابن جریج، از عطاء از سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

[سنن الدار قطنی: ۲۸۸، باب ذکر الرکوع والسجود وما یجزی فیہما]

اس کا راوی ابوالولید خالد بن اسماعیل ضعیف ہے۔ [سنن الدار قطنی: ۲۸۸]

اس راوی کے بارے میں حافظ ابن عدی نے لکھا ہے کہ یہ مسلمان ثقہ راویوں پر احادیث گھڑتا تھا۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۳: ۴۷۵، ترجمہ: ۳۰/۶۰۰]

اس روایت کو ابوالولید خالد بن اسماعیل سے چوری کر کے اس سند سے نقل کیا: محمد بن اسماعیل بن موسیٰ رازی از ابو عامر عمرو بن تمیم بن سیار طبری از ہوذۃ بن خلیفہ بکراوی از ابن جریج از عطاء از سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

[تاریخ بغداد ۲: ۵۰-۵۱، بذیل ترجمہ محمد بن اسماعیل رازی: ۴۴۸]

خطیب بغدادی نے اسے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ: هذا حديثٌ منكرٌ بهذا الإسنادِ، ورجاله كلهم ثقات، والحمل فيه على الرازي. [تاریخ بغداد ۲: ۵۱، بذیل ترجمہ محمد بن اسماعیل رازی: ۴۴۸]

’’یہ روایت اس سند کے ساتھ منکر ہے۔ اس کے سارے راوی ثقہ ہیں اور اس کی ساری ذمہ داری محمد بن اسماعیل ابن موسیٰ رازی پر ہے۔‘‘

(۱) ابن ابی شیبۃ نے اسے وہب بن منبہ کی سند سے ایک راہب کا قول کہہ کر نقل کیا ہے جب کہ امام غزالی نے اسے قتادۃ کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے۔

[مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۹: ۳۶۰، حدیث: ۳۶۳۱۵، اِحیاء علوم الدین ۳: ۳۷۱]

یہ کہیں نہیں پائی جاتی [۱]۔

۳۹۹- صَلَاۃُ النَّهَارِ عَجْمَاءَ [۲].

''دن کی نماز گونگی ہوتی ہے۔''

اس لیے کہ اس میں قراءت جہر سے نہیں کی جاتی جیسا کہ النِّهایَة میں ہے [۳]۔

نووی نے شرح المہذب میں کہا ہے: یہ باطل ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں اور اسی طرح دارقطنی نے کہا ہے کہ: یہ رسول اللہ ﷺ کا اِرشاد نہیں بلکہ بعض فقہاء کا قول ہے [۴]۔

زرکشی نے کہا ہے: دارقطنی اور نووی کہتے ہیں: باطل اور بے اصل ہے۔ یہ ابوعبیدۃ بن عبداللہ بن مسعود [۵] کا کلام ہے [۶]۔

سیوطی کہتے ہیں: اسے ابن ابی شیبۃ نے اَلْمُصَنَّف [۷] میں حسن بصری کی روایت سے نقل کیا ہے

---

(۱) حافظ عراقی کہتے ہیں: مجھے اس کی کوئی اصل نہیں ملی۔ [المغنی عن حمل الاسفار ۳: ۳۷۱]

(۲) فضائل القرآن: ۸۳، باب القاریٔ یجہر علیٰ اصحابہ بالقرآن

(۳) النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر: ۷۸۵

(۴) امام نووی لکھتے ہیں: قال الدارقطني وغيره من الحُفَّاظِ: هذا ليس من كلام النبي ﷺ ولم يُروَ عنه وإنما هو قول بعض الفقهاء. قال الشيخ أبو حامد: و سألتُ عنه أباالحسن الدارقطني فقال: لاأعرفه عن النبي ﷺ صحيحاً ولا فاسداً مع أنَّ المراد: مُعَظَّمُ صلوات النهار، ولهذا يُجهرُ في الجمعة والعيد. [المجموع شرح المہذب ۴: ۳۷، باب مواقیت الصَّلاۃ]

''دارقطنی اور اُن کے علاوہ دوسرے حفاظِ حدیث کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی نہیں ہے اور نہ اُن سے اس کی روایت کی جاتی ہے بلکہ یہ بعض فقہاء کا قول ہے۔ شیخ ابوحامد کہتے ہیں: میں نے ابوالحسن دارقطنی سے اس روایت کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا میں اسے کسی صحیح یا فاسد سند سے رسول اللہ ﷺ سے نہیں جانتا اس سے مراد یہ ہے کہ دن کی اکثر نمازوں میں سوائے جمعہ اور عیدین کے جہر نہیں کی جاتی۔''

(۵) عامر بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہذلی کوفی۔ ابوعبیدۃ سے شہرت تھی۔ اپنے والد محترم اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ ۸۱ھ کو وفات پائی۔ [سیر اعلام النبلاء ۴: ۳۶۳، ترجمہ: ۱۴۱]

(۶) التَّذكرة في الأحاديث المشتهرة: ۳۹، بذیل حدیث: ۲۵

(۷) مصنف ابن ابی شیبۃ ۳: ۲۴۸، حدیث: ۳۶۸۵

جس کا باقی حصہ یہ ہے: صَلَاۃُ اللَّیُلِ تُسُمِعُ أُذُنَیُكَ.

''رات کی نماز کو تیرے کان سنتے ہیں۔''

اسے سعید بن منصور نے حماد بن ابی سلیمان سے اس اضافہ کے بغیر روایت کیا ہے۔

اس طرح عبدالرزاق نے مجاہد اور حسن بصری سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

صَلَاۃُ النَّھَارِ عَجُمَآءَ، لَا یُرُفَعُ فِیُھَا الصَّوُتُ إِلَّا الُجُمُعَۃَ وَالصُّبح (۱).

''دن کی نماز گونگی ہے، اس میں آواز سوائے جمعہ اور صبح کے بلند نہیں ہوتی۔''

۴۰۰: صَلَاۃٌ بِسِوَاكٍ خَیُرٌ مِّنُ سَبُعِیُنَ صَلَاۃٍ بِغَیُرِ سِوَاكٍ (۲).

''جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ اُس نماز سے جو بلا مسواک پڑھی جائے ستّر درجہ افضل ہے (۳)۔''

ابن عبدالبر نے اَلتَّمُھِیُد میں یحییٰ بن معین سے روایت کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے (۴)۔

سخاوی کہتے ہیں کہ یہ انہوں نے اس نسبت سے فرمایا جو ان کے پاس سندات پہنچی تھیں (۵)۔

---

(۱) مصنف عبدالرزاق ۲:۴۹۳، روایات: ۴۱۹۹-۴۲۰۰، الدُّرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة: ۱۳۷، حدیث: ۲۷۴

(۲) صحیح ابن خزیمۃ ۱:۷۱، حدیث: ۱۳۷؛ امام ابن خزیمہ اس روایت کی سند اس طرح لکھتے ہیں: عن محمد بن إسحاق، قال: فذكر محمد بن مسلم بن عبيدالله بن شهاب الزهري اور اس روایت سے متعلق اپنا تحفظ اس طرح لکھتے ہیں: إنُ صَحَّ الخبر، یعنی: ''اگر روایت صحیح ہو تو''۔

اور محمد بن اسحاق کے ذَکَرَ فلانٌ کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں کہ جس روایت میں محمد بن اسحاق یہ الفاظ استعمال کرے، وہ روایت اُس راوی سے اُس نے نہیں سنی ہوتی۔ [المنار المنیف: ۲۱]

امام ابن خزیمہ مزید لکھتے ہیں: أنا استثنيتُ صحة هذا الخبر لأني خائفٌ أن يكون محمد بن اسحاق لم يسمع من محمد بن مسلم، وإنما دَلَّسَهُ عنه. [صحیح ابن خزیمہ ۱:۷۱]

''میں نے اس روایت کے صحیح نہ ہونے کی استثنا اس وجہ سے کی ہے کہ اس کا راوی محمد بن اسحاق اسے زہری کی سند سے نقل کرتے ہیں اور وہ اُن کی روایت میں تدلیس کرتے ہیں۔''

(۳) فضائل نماز: ۸

(۴) التَّمهيد لِما في الموطَّأ من المعاني والأسانيد ۳:۳۹۱، بذیل حدیث: ۱۶۹-[۳]

(۵) المقاصد الحسنة: ۴۲۴، بذیل حدیث: ۶۲۵

سیوطی کہتے ہیں: حارث نے اپنی مسند میں [1] ابو یعلیٰ [2] اور حاکم [3] نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور دیلمی نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے بھی اسے روایت کیا ہے [4]۔

ابن قیم الجوزی کہتے ہیں: اسے امام احمد، ابن خزیمہ اور حاکم نے اپنی صحیحین میں اور بزار نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے [5]۔

۴۰۱-: اَلصَّلَاۃُ عَلَی النَّبِيِّ أَفْضَلُ مِنْ عِتْقِ الرِّقَابِ [6].

''رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھنا غلاموں کے آزاد کرنے سے افضل ہے۔''

عسقلانی اپنے بعض فتاویٰ میں کہتے ہیں: یہ من گھڑت جھوٹ ہے۔ شاید ان کی مراد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف اس کی نسبت جھوٹی ہے [7]۔ ورنہ اصبہانی [8] نے اپنی ترغیب میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے [9]۔ اسی طرح تیمی اور ابن عساکر نے بھی [10]۔

---

(۱) بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث: ۲۷۷، حدیث: ۱۶۰؛ جس کی سند میں محمد بن عمر واقدی ہے، جو وسیع علم رکھنے کے باوجود متروک تھا۔ [تقریب التہذیب: ۵۲۹، ترجمہ: ۶۱۷۵]

(۲) مسند ابی یعلیٰ ۸: ۱۸۲، حدیث: ۴۷۳۸-[۴۷۳۸] جس کے الفاظ یہ ہیں:

كان رسول اللہ ﷺ يُفَضِّلُ الصَّلَاةَ التي يَستاكُ لها على الصَّلَاةِ التي لَا يَستاك سَبْعِينَ ضعفاً.

اس کی سند ضعیف ہے اس لیے کہ اس میں معاویہ بن یحییٰ ابو روح الدمشقی الصدفی ہے، جو ضعیف تھا۔ [تقریب التہذیب: ۵۶۸، ترجمہ: ۶۷۷۲]

(۳) المستدرک ۱: ۱۴۶

(۴) الدُّرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة: ۱۳۸، حدیث: ۲۷۶

(۵) المنار المنيف في الصَّحيح و الضعيف: ۱۹-۲۰

(۶) الترغیب والترہیب، قوام السنۃ ۲: ۳۲۵، حدیث: ۱۶۸۳

(۷) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: وقول شيخنا في بعض فتاويه عن هذا: إنه كذبٌ مختلقٌ، يعني به: إضافته إلى النبي ﷺ. [المقاصد الحسنۃ: ۴۲۷، بذیل حدیث: ۶۳۰]

(۸) اسماعیل بن محمد بن فضل بن علی قرشی طلیحی تیمی اصبہانی، ابو القاسم۔ قِوام السنۃ کے لقب سے مشہور تھے۔ اَعلام حفاظ میں سے تھے۔ ۴۵۷ھ = ۱۰۶۵ء کو پیدا ہوئے۔ تفسیر، حدیث اور لغت میں امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔ امام سمعانی نے حدیث اُن سے سنی۔ ۵۳۵ھ = ۱۱۴۱ء کو وفات پائی۔ [شذرات الذہب ۴: ۱۰۵، الاعلام ۱: ۳۲۳]

(۹) الترغیب والترہیب، اصبہانی ۲: ۳۲۵، حدیث: ۱۶۸۳

(۱۰) القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع: ۲۶۳؛ دھیان رہے کہ تیمی اور اصبہانی ایک ہی ہیں۔

۴۰۲- اَلصَّلاۃُ عَلَی النَّبِيِّ ﷺ لَا تُرَدُّ.

''رسول اللہ ﷺ پر پڑھی ہوئی درود کورد نہیں کیا جائے گا۔''

اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں۔ یہ ابو سلیمان دارانی (۱) کا قول ہے جیسا کہ ابن الجزری (۲) نے حِصنؒ میں ذکر کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

إذا سألت اللّٰہ حاجۃً فَابْدَأْہُ بِالصَّلاۃِ عَلَی النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ ادْعُ بِمَاشِئتَ، ثُمَّ اخْتِمْ بِالصَّلاۃِ عَلَیْہِ، فَإِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ بِکَرَمِہٖ یَقْبَلُ الصَّلاتَیْنِ، وَھُوَ أَکْرَمُ مِنْ أَنْ یَّدَعَ مَابَیْنَھُمَا (۳).

''جب تو اللہ تعالیٰ سے کسی حاجت کا سوال کرے تو پہلے درود پڑھو پھر جو تیرا جی چاہے دعاء مانگ' پھر درود ہی پر ختم کر کیوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے کرم سے دونوں درودوں کو قبول فرمائے گا اور یہ اس کے شان سے بعید ہے کہ وہ درمیان [یعنی دعاء] کو چھوڑ دے۔''

غزالی نے اس کو اِحیاء میں ذکر کیا ہے۔ سخاوی کہتے ہیں میں اس سے واقف نہیں اور یہ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے موقوفاً اس طرح مروی ہے: إذا سَأَلْتُمُ اللّٰہَ حَاجَۃً فَابْدَؤُوا بِالصَّلاۃِ عَلَی النَّبِيِّ ﷺ فَإِنَّ اللّٰہَ أَکْرَمُ مِنْ أَنْ یُّسْأَلَ حَاجَتَیْنِ فَیَقْضِي إِحْدَاھُمَا وَیَرُدَّ الأُخْرَی (۴).

''جب تم اللہ سے سوال کرو تو پہلے رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھو کیوں کہ اللہ تعالیٰ ایسا کبھی نہ کرے گا

---

(۱) عبدالرحمٰن بن عطیہ' داران دمشق کا ایک گاؤں کا نام ہے۔ اُنہوں نے ۲۱۵ھ کو وفات پائی۔ [الرسالۃ القشیریۃ:۴۰]

(۲) محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف ابوالخیر شمس الدین مصری' دمشقی' شیرازی' شافعی' ابن الجزری۔ اپنے دور میں قاریوں کے شیخ تھے۔ حافظ حدیث تھے۔ ۷۵۱ھ=۱۳۵۰ء کو دمشق میں پیدا ہوئے۔ وہیں پلے بڑھے وہاں ''دارُالقرآن'' کے نام سے ایک مدرسہ بنایا۔ کئی بار مصر گئے۔ تیمور لنگ کی معیت میں ماوراء النہر کا سفر کیا پھر شیراز گئے۔ وہاں کے قاضی بنے۔ ۸۳۳ھ=۱۴۲۹ء کو شیراز ہی میں وفات پائی۔ موصل کے جزیرۂ ابن عمر کی نسبت سے جزری کہلاتے ہیں۔ [الضوء اللامع ۹:۲۲۵' ترجمہ:۲۵۰۵' الاعلام ۷:۴۵]

(۳) اِحیاء علوم الدین ۱:۳۰۷؛ حافظ عراقی لکھتے ہیں: یہ روایت مجھے مرفوعاً نہیں ملی۔ یہ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔ [المغني عن حمل الاسفار ۱:۳۰۷]

(۴) المقاصد الحسنۃ:۴۲۷' بذیل حدیث:۶۳۱

کہ اُس سے دو حاجتیں مانگی جائیں تو ایک حاجت کو پوری کرے اور دوسری کو رد کر دے۔''

۴۰۳- اَلصَّلَاۃُ عِمَادُ الدِّیۡنِ .

''نماز دین کا ستون ہے۔''

ابن الصَّلاح مشکل الوسیط کہتے ہیں: یہ غیر معروف ہے[1]۔ نووی تنقیح میں کہتے ہیں یہ منکر اور باطل ہے[2] لیکن دیلمی نے اسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جیسا کہ سیوطی کہتے ہیں اور بیہقی نے شعب الایمان میں سیدنا عمر صلی اللہ علیہ وسلم سے ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے[3]۔

(۱) شرح مشکل الوسیط ۲:۵

(۲) التنقیح في شرح الوسیط ۲:۵

(۳) شعب الایمان ۲:۳۹، حدیث: ۲۸۰۷؛ امام بیہقی نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے راوی عکرمۃ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اسے نقل کیا ہے لیکن انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث نہیں سنی۔

حرف الضّاد

۴۰۴- ضَاعَ الْعِلْمُ فِي أَفْخَاذِ النِّسَآءِ /وَفِي لَفْظٍ: بَيْنَ أَفْخَاذِ النِّسَآءِ (۱).

''علم عورتوں کی رانوں میں ضائع ہو گیا۔''

یہ بشر الحافی (۲) کا قول ہے۔ وہ کہتے ہیں: وہ شخص کامیاب نہیں ہو سکتا جسے عورتوں کی رانوں کی عادت پڑ چکی ہو۔

۴۰۵- اَلضَّبُّ وَشَهَادَتُهُ لَهُ عليه السلام (۳).

''گوہ اور اس کا رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی گواہی دینا۔''

---

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۴۳۱، حدیث: ۶۴۰

(۲) ان کا تعلق ''مرو'' سے تھا۔ بغداد میں سکونت اختیار کی تھی۔ علی بن خشرم کے بھانجے تھے۔ ۲۲۷ھ کو وفات پائی۔ [الرسالۃ القشیریۃ: ۳۰]

(۳) یہ ایک لمبی روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ قبیلہ بنو سُلیم کا ایک اَعرابی وہاں آیا جس نے آستین میں ایک گوہ کو چھپائے رکھا تھا۔ اُس نے آ کر برا بھلا کہا جس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اُس کو قتل کرنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے انکار کیا اور اُس اعرابی کو دینِ متین کو قبول کرنے کی دعوت دی۔ اُس نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہ گوہ آپ کی نبوت کی گواہی دے تو پھر میں بھی قبول کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے گوہ کو کلام کرنے کا حکم دیا اس پر وہ فصیح عربی زبان میں بولنے لگی، جسے ساری قوم سنتی تھی۔ گوہ نے کہا: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يا رسولَ رَبِّ العَالَمِيْن! آپ نے اُس سے پوچھا: تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ اُس نے کہا: اُس ذات کی جس کا عرش آسمانوں میں ہے اور زمین میں اُس کی سلطنت، دریا میں اُس کا راستہ، جنت میں اُس کی رحمت اور آگ میں اُس کی عذاب ہے۔ آپ نے پھر پوچھا: میں کون ہوں؟ اُس نے کہا: آپ رب العالمین کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ جو آپ پر ایمان لائے وہ کامیاب ہوا اور جس نے آپ کو جھٹلایا وہ رسوا ہوا۔ اس پر اُس اعرابی نے بھی اسلام قبول کیا۔ [المُعجَم الأوسط ۴: ۲۸۳-۲۸۴، حدیث: ۵۹۹۶، المُعجَم الصَّغیر: ۶۵۳-۶۵۴، حدیث: ۹۴۸، دلائل النبوۃ، ابو نعیم: ۳۷۷-۳۷۹، حدیث: ......

یہ موضوع ہے۔ مزی کہتے ہیں نہ اس کی سند صحیح ہے نہ متن' لیکن بیہقی نے اسے ضعیف سند کے ساتھ اور قاضی عیاض نے اسے شفا(۱) میں روایت کیا ہے' اسے ضعیف کہا جائے گا' نہ کہ موضوع۔

۴۰۶-: اَلضَّامِنُ غَارِمٌ.

''ضامن، تاوان بھی بھرتا ہے۔''

یہ لفظاً صحیح نہیں۔ ہاں اس کے معنیٰ میں امام احمد اور اصحاب سنن (۲) نے سیدنا ابوامامہ سے مرفوعا روایت کیا ہے: اَلزَّعِیُمُ غَارِمٌ (۳).

''ضامن شخص تاوان بھی بھرتا ہے۔''

اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے (۴)۔ یہ قرآن مجید کی اس آیت سے مستنبط ہے:

وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ . [سورۃ یوسف ۱۲:۷۲]

''جو شخص اسے [شاہی پیمانہ] لے آئے اُسے ایک اونٹ کے بوجھ کا غلہ ملے گا اس وعدے کا میں ضامن ہوں۔''

......۲۷۵' دلائل النبوۃ' بیہقی ۶:۳۶-۳۸' البدایۃ والنہایۃ ۶:۱۴۳-۱۴۵۔
حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ روایت باطل ہے۔ [میزان الاعتدال ۳:۶۵۱' بذیل ترجمہ: ۷۹۶۴' لسان المیزان ۵:۲۹۲' بذیل ترجمہ: ۹۹۲]
اس کا راوی محمد بن علی بن الولید السلمی منکر الحدیث ہے۔ [المعجم في أسامي شيوخ أبي بكر الإسماعيلي ۱:۴۵۸' ترجمہ: ۱۱۲' سؤالات حمزۃ بن یوسف السہمی للدارقطنی: ۱۱۰' ترجمہ: ۷۱]
(۱) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ: ۳۷۷' برقم: ۷۹۳
(۲) اُن کتابوں کو کہتے ہیں جو ابواب فقہیہ پر مرتب ہوں' اور اُن میں ایمانیات سے لے کر وصایا تک ہر ایک باب ہوتا ہے' جیسے: سنن ابی داود' سنن ترمذی' سنن ابن ماجۃ وغیرہ۔
(۳) مسند احمد ۵:۲۶۷' ۲۹۳' سنن ابی داود' کتاب البیوع والاجارات [۱۷] باب فی تضمین العاریۃ [۹۰] حدیث: ۳۵۶۵' سنن ترمذی' کتاب البیوع [۱۲] باب ماجاء فی ان العاریۃ مُؤَدَّاۃٌ [۳۹] حدیث: ۱۲۶۵' سنن ابن ماجۃ' کتاب الصدقات [۱۵] باب الکفالۃ [۹] حدیث: ۲۴۰۵
(۴) المقاصد الحسنۃ: ۴۳۱' حدیث: ۶۴۲؛ صحیح ابن حبان میں یہ روایت نہ مل سکی۔

۴۰۷-:اَلضَّرُورَاتُ تُبِيحُ الْمَحْظُورَاتُ.

''ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔''

یہ حدیث نہیں ہے۔البتہ اس کا معنیٰ صحیح ہے (۱)۔

۴۰۸-:ضَعِيفَانِ يَغْلِبَانِ قَوِيًّا .

''دو کمزور ایک طاقتور پر غالب آ جاتے ہیں۔''

یہ حدیث نہیں ہے (۲)۔

۴۰۹-:الضِّيَافَةُ عَلَى أَهْلِ الْوَبَرِ لَيْسَتْ عَلَى أَهْلِ الْمَدَرِ.

''ضیافت،اہل وبر (۳) کے ذمہ ہے،اہلِ مدر پر نہیں۔''

یہ روایت بے اصل ہے۔قاضی عیاض نے شرح صحیح مسلم کے ابتداء میں حدیث:مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ (۴) پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ زیر بحث روایت حدیث کا علم رکھنے والے علماء کے نزدیک موضوع ہے۔امام نووی نے بھی اس قول کو تسلیم کیا ہے (۵)۔

---

(۱) المقاصد الحسنة:۴۳۱،حدیث:۶۴۳

(۲) حافظ سخاوی لکھتے ہیں:اس کا معنیٰ اس حدیث سے مأخوذ ہے:إنَّ الشيطان أبعد من الإثنين و أقرب إلى الواحدِ،و إنما يأخُذُ الذِّئبُ من الغَنَمِ القاصية،و الجماعةُ رحمةٌ،و الفُرقةُ عذابٌ.

[المقاصد الحسنة:۴۳۲،بذیل حدیث:۶۴۵]

''شیطان دو لوگوں سے دور اور ایک فرد کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔بھیڑیا اُس بکری سے اُٹھا کر لے جاتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہو۔جماعت رحمت ہے اور فرقہ بندی عذاب!''

(۳) اونٹ اور خرگوش وغیرہ کے اون کو ''وبر'' کہا جاتا ہے۔[تہذیب اللغة ۱۵:۱۸۹]

خشک مٹی کے ٹکڑوں کو مَدَر کہا جاتا ہے جس کا واحد مَدَرَة ہے۔[تہذیب اللغة ۱۴:۸۶]

اصطلاح میں اہل وبر سے مراد اَعرابی[دیہاتی] اور اہل مدر سے مراد شہری عرب ہیں۔

[المفصّل فی تاریخ العرب قبل الاسلام،ڈاکٹر جواد علی ۴:۲۷۱]

(۴) صحیح مسلم،کتاب الایمان[۱] باب الحث علی اکرام الجار والضیف[۱۹] حدیث:۷۴-[۴۷]

(۵) إكمال المعلم بفوائد مسلم ۱:۲۸۶،شرح صحیح مسلم،نووی ۲:۱۹

حرف الطّاء

۴۱۰۔طَابَ حَمَّامُكُمَا .

''تمہارے حمام عمدہ ہیں۔''

یہ بات رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے [اُس وقت] کہی تھی [جب وہ دونوں نہا دھو کر حمام سے باہر نکل آئے] (۱)۔

ابوسعید المتولی (۲) کہتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں ہے (۳)۔

---

(۱) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: وَمِمَّا يُوهِيُ هٰذَا الخبر أنه لم يكن لهم إذ ذَاكَ حَمامٌ، وكُلُّ ما جَآءَ فيه ذكر الحمام فهو محمولٌ على الماءِ السَّخُنِ خَاصَّةً مِن عَيْنٍ أو نَحْوُها.

[المقاصد الحسنۃ: ۴۳۳، بذیل حدیث: ٦٤٧]

''اس روایت کے ضعیف ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اُس زمانے میں حمام نہیں تھے۔ اگر کہیں حمام کا ذکر موجود ہے تو اُسے گرم پانی اور بالخصوص چشمہ کے گرم پانی پر محمول کیا جائے گا۔''

(۲) عبدالرحمٰن بن مأمون نیشاپوری ابوسعد المعروف بالمتولی۔ فقیہ، مناظر اور اصول کے عالم تھے۔ ۴۲۶ھ = ۱۰۳۵ء کو نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ مرو میں علم حاصل کیا۔ بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں پڑھاتے رہے جہاں ۴۷۸ھ = ۱۰۸٦ء کو وفات پائی۔

[سیر اعلام النبلاء ۱۸: ۵۸۵، ترجمہ: ۳۰٦، الاعلام ۳: ۳۲۳]

(۳) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: وقد قال أبو سعيد المتولي: التَّحِيَّةُ عند الخروجِ من الحمام بأن يقول له: طَابَ حَمَّامُكَ. ولا أصل له، ولكن رُويَ أنَّ عليًّا قال لرجُلٍ خَرَجَ من الحمام: طَهُرْتَ فلا نَجسْتَ. [المقاصد الحسنۃ: ۴۳۳، بذیل حدیث: ٦٤٧]

''ابوسعید متولی نے کہا ہے کہ حمام کر کے باہر نکلنے والے شخص کو 'طَابَ حَمَّامُكَ'' سے دعاء دینا بے اصل ہے لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی جاتی ہے کہ ایک شخص نہا دھو کر حمام سے باہر آیا تو اُنہوں نے اسے اِن الفاظ میں دعاء دی: تو پاک وصاف رہے اور نجس نہ ہو۔''

نووی کہتے ہیں: اس موقع ومحل میں کوئی شے صحیح نہیں ہے[(۱)]۔ اسے دیلمی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بلا سند نقل کیا ہے۔ ابن حجر مکی کا یہ قول گزر چکا ہے کہ عرب حمام کو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جانتے بھی نہ تھے۔ ان میں نبی کریم ﷺ کی وفات پا جانے کے بعد حمام کا رواج ہوا۔

—۴۱۱: طَاعَةُ النِّسَآءِ نَدَامَةٌ .

''عورتوں کی اطاعت ندامت ہے۔''

یہ حدیث پہلے ''شَاوِرُوْهُنَّ'' کے تحت گزر چکی ہے۔ صاحب تحفۃ العروس نے حسن بصری سے روایت کیا ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے عورت کی خواہشات کی اتباع کی تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ ڈالے گا[(۲)]۔

یہ اس اطاعت پر محمول ہے جو برائیوں میں کی جاتی ہے۔ مباحات اور جائز اُمور میں اتباع اس بحث سے خارج ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ مباح میں بھی اتباع جائز نہیں اس لیے کہ وہ منکر کی جانب لے جاتی ہے۔

—۴۱۲: طَعَامُ الْبَخِيلِ دَآءٌ وَطَعَامُ السَّخِيِّ شِفَآءٌ[(۳)] .

''بخیل کا کھانا بیماری اور سخی کا کھانا شفاء ہے۔''

عسقلانی کہتے ہیں: یہ حدیث منکر ہے اور ذہبی کہتے ہیں جھوٹ ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں: یہ

---

(۱) امام نووی لکھتے ہیں: هذا المَحَلُّ لم يصح فيه شيئٌ، ولو قال إنسانٌ لصاحبه على سبيل المَوَدَّةِ والمُؤَالَفَةِ واستجلابِ الوُدِّ: أدام الله لك النَّعيم ونحو ذلك من الدعاء فلا بأس به. [الاذکار ۱: ۳۰۱، بابٌ فی مسائل تتفرع علی السلام]
''اس موقع ومحل میں کوئی شے صحیح ثابت نہیں اور اگر کوئی اپنے دوست سے محبت، الفت اور محبت میں اضافہ کے لیے اس قسم کی دعاء دے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔''

(۲) اِحیاء علوم الدین ۲: ۴۴، ارشاد الساری ۸: ۷۹

(۳) المُعجم في أصحاب القاضي أبوعلي حسين بن محمد لإبن الأبّار: ۹۲، بذیل ترجمہ: خلف بن عبدالملک بن مسعود بن بشکوال: ۷۰

مالک سے مروی اور باطل ہے[1]۔

۴۱۳۔ اَلطَّلَاقُ یَمِیْنُ الْفُسَّاقِ.

’’طلاق، فاسقوں کی قسم ہے۔‘‘

یہ مالکیہ کی متعدد کتابوں میں پائی جاتی ہے۔ سخاوی کہتے ہیں: میں اس سے مرفوعاً واقف نہیں اور میں اسے مدرج[2] خیال کرتا ہوں[3]۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں اس کی تائید یہ حدیث کرتی ہے:

مَا حَلَفَ بِالطَّلَاقِ مُؤْمِنٌ، وَلَا اسْتَحْلَفَ بِهِ إِلَّا مُنَافِقٌ[4].

’’مؤمن طلاق کی قسم نہیں کرتا اور طلاق کی قسم سوائے منافق کے کوئی نہیں لیتا۔‘‘

ابن عساکر نے اسے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۲: ۳۴۶، بذیل ترجمہ مقداد بن داود: ۱۶۱، المقاصد الحسنۃ: ۴۳۶، بذیل حدیث: ۶۵۳؛ ابن عدی کی الکامل میں یہ روایت نہیں ملتی۔

(۲) مُدْرَج: لغت میں أدرجتُ الشيء في الشيء سے اسم مفعول ہے جس کے معنی ہیں: داخل کیا ہوا، شامل کیا ہوا۔ اصطلاح میں وہ روایت ہے جس کی سند یا متن میں راوی ایسا اضافہ کرے جسے سننے والا حدیث کا جزو تصور کرے۔ [اختصار علوم الحدیث: ۷۹، نوع: ۲۰]

(۳) المقاصد الحسنۃ: ۴۳۷-۴۳۸، بذیل حدیث: ۶۵۶

(۴) امام ابن عساکر نے اسے نقل کر کے ’’غَرِیْبٌ جِدًّا‘‘ کہا ہے۔ [تاریخ مدینۃ دمشق ۵۷: ۳۹۳]

﴿حرف الظّاء﴾

۴۱۴-: اَلظَّالِمُ عَدْلُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ يَنْتَقِمُ بِهِ مِنَ النَّاسِ ثُمَّ يَنْتَقِمُ مِنْهُ .

''ظالم لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کا انصاف ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کے ذریعہ لوگوں سے انتقام لیتا ہے پھر اس سے انتقام لیتا ہے۔''

زرکشی کہتے ہیں مجھے یہ روایت کہیں نہیں ملی (۱)۔ عسقلانی کہتے ہیں: یہ مجھے مستحضر نہیں (۲)۔

سیوطی کہتے ہیں: اس معنیٰ میں وہ حدیث ہے جو طبرانی نے اوسط میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے:

إنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ: أَنْتَقِمُ مِمَّنْ أُبْغِضُ بِمَنْ أُبْغِضُ ثُمَّ أُصَيِّرُ كُلًّا إِلَى النَّارِ (۳).

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں اپنے دشمنوں سے، اپنے دشمنوں کے ذریعے انتقام لیتا ہوں پھر دونوں کو دوزخ میں پہنچا دیتا ہوں۔''

---

(۱) التَّذكِرَة في الأحَادِيثِ المُشتَهَرة: ۱۲۶، حدیث: ۱۶۴

(۲) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: قد قَرَأْتُ بِخَطِّ شَيخِنَا في بعضِ فَتَاوِيهِ: هذا الحديثُ لا أَسْتَحضِرُهٗ و معناهُ دائرٌ على الألسِنَةِ. [المقاصد الحسنة: ۴۴۸، بذیل حدیث: ۲۶۸]

''میں نے اپنے شیخ [حافظ ابن حجر عسقلانی] کے ایک فتویٰ میں اُن کے خط میں پڑھا ہے: یہ روایت میرے علم میں نہیں، اس کا معنیٰ زبان زد ہے۔''

(۳) المُعجَمُ الأوسط ۲: ۳۰۲، حدیث: ۳۳۵۸، الدُّرَرُ المنتثرة في الأحايث المشتَهَرة: ۱۴۵، حدیث: ۲۸۸؛ یہ روایت ضعیف ہے اس لیے کہ:

- اس کا راوی احمد بن بکر البالسی ضعیف تھا۔ [مجمع الزوائد ۷: ۲۹۲]
- اس کا ایک اور راوی عروۃ بن مروان بھی ضعیف ہے۔ [میزان الاعتدال ۳: ۶۴، ترجمہ: ۵۶۱۰]
- اس کا ایک راوی حجاج بن ارطاۃ ہے جو صدوق ہونے کے باوجود بکثرت خطاً کا شکار ہوا کرتے تھے اور بکثرت تدلیس کیا کرتے تھے۔ [تقریب التہذیب: ۱۹۰، ترجمہ: ۱۱۱۹]

اسے دیلمی نے فردوس میں بلا سند سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

ابن عساکر نے علی بن عثّام سے روایت کیا ہے کہ کہا جاتا تھا کہ:

مَا انْتَقَمَ اللّٰهُ مِنْ قَوْمٍ إِلَّا بِشَرِّ مِنْهُمْ (۱).

''اللہ تعالیٰ کسی بھی قوم سے اُن کے بدترین شخص کے ذریعے انتقام لیتے ہیں۔''

عبداللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد الزہد میں مالک بن دینا سے روایت کیا ہے کہ: میں نے زبور پڑھا کہ: إِنِّي أَنْتَقِمُ مِنَ الْمُنَافِقِ بِالْمُنَافِقِ، ثُمَّ أَنْتَقِمُ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ جَمِيْعاً (۲).

''میں منافق سے منافق کے ذریعہ انتقام لیتا ہوں پھر تمام منافقین سے انتقام لیتا ہوں۔''

مالک بن دینار کہتے ہیں اس کی نظیر کتاب اللہ میں بھی موجود ہے:

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: اس کی تائید اس آیت کے عموم سے بھی ہوتی ہے:

وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ . [سورۃ البقرۃ ۲:۲۵۱]

''اور اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ دفع نہ کرتا رہتا تو زمین میں فساد پھیل چکا ہوتا۔''

اس مفہوم میں یہ حدیث بھی وارد ہے کہ: كَمَا تَكُوْنُوْنَ يُوَلَّى عَلَيْكُمْ (۳).

''جیسے تم ہو گے ویسے ہی ہم تم پر والی بنائیں گے۔''

---

(۱) تاریخ مدینۃ دمشق ۳۵:۴۱۵

(۲) تفسیر ابن ابی حاتم ۴:۱۳۸۹، نص: ۷۹۰۱، بذیل تفسیر سورۃ الانعام ۶:۱۲۹

(۳) اس کی سند یہ ہے: ہبۃ اللہ بن ابی غسان الفارسی، از عبدالملک بن حسان البکاری، از محمد بن ابراہیم بن عمران الجوری، از احمد بن ابراہیم بن عثمان بن المثنیٰ ابو المثنیٰ الباہلی، از والد و عم اُو محمد بن یحییٰ، از کرمانی بن عمرو، از مبارک بن فضالۃ، از حسن بصری، از سیدنا ابو بکرۃ صلی اللہ علیہ وسلم مرفوعاً۔

[مسند الشہاب ۱:۳۳۶، حدیث: ۵۷۷، الطیوریات: ۱۳۵۸، حدیث: ۱۳۱۸، تفسیر الکشاف ۱:۳۵۱، بذیل تفسیر سورۃ آل عمران ۳:۲۶]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ابتدا سے لے کر مبارک بن فضالۃ تک کے سارے راوی مجہول ہیں۔

[الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۱:۳۵۱]

تاریخی حقائق بھی اس کے خلاف ہیں۔ بسا اوقات نیک لوگوں پر برے لوگ اور برے لوگوں پر نیک لوگ حکمران رہے ہیں۔

۴۱۵- ظَهرُ المُؤمِنِ قِبلَةٌ .

''مومن کی پشت قبلہ ہے۔''

سخاوی کہتے ہیں: میں اسے نہیں جانتا۔ اس کا معنیٰ اس لحاظ سے درست ہے کہ یہ سترہ کے لیے کافی ہے۔ اور عسکری نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا روایت کیا ہے:

ظَهرُ المُؤمِنِ حِمًى إلاَّفِي حَدٍّ مِّنْ حُدُودِ اللّٰهِ تَعَالىٰ (۱) .

''مؤمن کی پشت محفوظ ہے مگر اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد میں نہیں۔''

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۴۴۹' بذیل حدیث: ۶۷۲

امام بخاری نے کتاب الحدود: ۸۶ میں ظَهرُ المُؤمِنِ حِمًى إلاَّفِي حَدٍّ أو حَقٍّ کے عنوان سے باب: ۱۰ قائم کیا ہے۔

حرف العین

-۴۱۶: اَلْعَارُ خَیْرٌ مِّنَ النَّارِ.

''ذلت، دوزخ کی آگ سے بہتر ہے۔''

یہ جملہ سیدنا حسن بن سیدنا علی رضی اللہ عنہما نے بولا تھا جب انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دست برداری کا اعلان کیا اور اُن کے رفقاء بولے: اے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والے' تو انہوں نے فرمایا: ذلت، دوزخ کی آگ سے بہتر ہے (۱)۔

رہا عوام میں مشہور یہ قول کہ: اَلنَّارُ وَ لَا الْعَارُ کہنا' سو یہ کفار کا کلام ہے' جس سے اگر مبالغۃً دنیا کی آگ مراد لی جائے تو پھر درست ہوگا۔ ویسے یہ بھی وارد ہے کہ:

فُضُوحُ الدُّنْیَا أَھْوَنُ مِنْ فُضُوحِ الْآخِرَۃِ (۲).

''دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے کم ہے۔''

جیسا کہ طبرانی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ از سیدنا فضل رضی اللہ عنہ (۳) مرفوعاً روایت کیا ہے بلکہ یہ مضمون قرآن مجید کی اس آیت میں بھی موجود ہے:

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَۃِ اَشَدُّ وَاَبْقٰی. [سورۃ طٰہٰ۲۰: ۱۲۷]

''اور آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔''

---

(۱) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ۲۱۸' بذیل ترجمہ سیدنا حسن بن سیدنا علی رضی اللہ عنہما: ۶۰۰

(۲) المُعجَم الأوسط ۲: ۹۱' حدیث: ۲۶۲۹' المُعجَم الکبیر ۱۸: ۲۸۱' حدیث: ۷۱۷

(۳) فضل بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہاشمی قرشی۔ شجاع صحابہ کرام سے تھے۔ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ غزوۂ حنین میں ثابت قدم رہے تھے۔ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا تھا اس لیے رِدفُ رسول اللہ ﷺ سے مشہور ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۳ھ = ۶۳۴ء کو فلسطین میں واقعہ اَجنادین یا اُردن میں طاعون عمواس میں وفات پائی۔ [طبقات ابن سعد ۴: ۳۷' الاعلام ۵: ۱۴۹]

۴۱۷- اَلْعَارِيَةُ مَرْدُوْدَةٌ .

''مانگی ہوئی چیز واپسی کے لیے ہے۔''

اسے رافعی نے ذکر کیا ہے۔ عسقلانی نے تخریج احادیث الرافعی میں کہا ہے: میں نے ان الفاظ کے ساتھ جس کا ذکر مصنف نے کیا ہے اس حدیث کو کہیں نہیں پایا (۱)۔

احمد اور اصحاب سنن نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: اَلْعَارِيَةُ مُؤَدَّاةٌ (۲) .

''مانگی ہوئی چیز واپس کی جائے گی۔''

۴۱۸- عَالِمُ قُرَيْشٍ يَمْلَأُ الْأَرْضَ عِلْمًا .

''قریش کا عالم زمین کو علم سے بھر دے گا۔''

صغانی کہتے ہیں: یہ موضوع ہے۔ عراقی نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے: یہ موضوع نہیں اور ہاں ضعیف سے خالی نہیں۔ اسے طیالسی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے' جس کی سند میں راوی مجہول ہے (۳)۔ اس کے دوسرے شواہد بھی موجود ہیں۔

۴۱۹- اَلْعَدَاوَةُ فِي الْقَرَابَةِ' وَالْحَسَدُ فِي الْجِيْرَانِ' وَالْمَنْفَعَةُ فِي الإِخْوَانِ .

''عداوت، اہل قرابت میں' حسد پڑوسیوں میں اور منفعت بھائیوں میں ہوتی ہے۔''

سخاوی کہتے ہیں: میں اس سے بلحاظ حدیث واقف نہیں بلکہ اسے بیہقی کی شعب الایمان میں بشر بن حارث کا قول کہہ کر نقل کیا گیا ہے (۴)۔

---

(۱) تلخیص الحبیر ۳: ۱۱۷' بذیل حدیث: ۱۲۵۱

(۲) مسند احمد ۳: ۲۸۷؛ ۴: ۲۲۲؛ ۵: ۲۶۷' ۲۹۳' سنن ابی داود' کتاب البیوع [۱۷] باب فی تضمین العاریۃ [۹۰] حدیث: ۳۵۶۵' ۳۵۶۶' سنن ترمذی' کتاب البیوع [۱۲] باب ماجاء فی ان العاریۃ مؤداۃ [۳۹] حدیث: ۱۲۶۵' سنن ابن ماجۃ' کتاب الصداقات [۱۵] باب العاریۃ [۵] حدیث: ۲۳۹۸

(۳) ابوداود طیالسی کے الفاظ یہ ہیں: لا تَسُبُّوا قريشاً فإنَّ عالمها يملأ طباق الأرض عِلمًا.
[مسند ابی داود طیالسی: ۴۰' حدیث: ۳۰۹]

(۴) شعب الایمان ۵: ۲۷۳-۲۷۴' حدیث: ۶۶۳۶؛ ۲۷۸' حدیث: ۶۶۵۷

۴۲۰-:اَلْعَدُوُّ الْعَاقِلُ وَلَا الصَّدِّيقُ الْجَاهِلُ .

''عاقل دشمن نہ کہ جاہل دوست[1]۔''

اسے وکیع نے ''اَلْغُرَر'' میں سفیان سے روایت کیا ہے۔سفیان کہتے ہیں۔ابو حازم کہا کرتے تھے:

لَأَنْ يَكُوْنَ لِيْ عَدُوٌّ صَالِحٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَّكُوْنَ لِيْ صَدِيْقٌ فَاسِدٌ[2].

''اگر میرا کوئی نیک دشمن ہو تو وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میرا کوئی بے کار دوست ہو۔''

۴۲۱-:عَدَاوَةُ الْعَاقِلِ، وَلَا صُحْبَةُ الْمَجْنُوْنِ .

''عقل مند کی دشمنی، بے وقوف کی دوستی سے بہتر ہے۔''

یہ حدیث نہیں ہے[3]۔

۴۲۲-:عَدُوُّ الْمَرْءِ مَنْ يَّعْمَلُ بِعَمَلِهِ[4].

''کسی شخص کا دشمن وہ ہے جو اُس کی طرح کام کرے۔''

یہ حدیث نہیں ہے' البتہ ابونعیم نے سفیان بن عیینہ سے روایت کیا ہے کہ وہ مکہ مکرمہ گئے۔ وہاں آل منکدر میں سے کوئی شخص فتویٰ دیا کرتا تھا۔سفیان فتویٰ دینے بیٹھے تو منکدری نے کہا: یہ کون شخص ہے جو ہمارے شہر میں آ کر فتویٰ دے رہا ہے؟ سفیان نے اسے جواباً لکھا: مجھ سے محمد بن دینار نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت بیان کی ہے کہ تورات میں یہ لکھا ہوا ہے کہ:

عَدُوِّيْ الَّذِيْ يَعْمَلُ بِعَمَلِيْ.

''میرا دشمن وہ ہے جو میرا کام کرے۔''

منکدری کو جب یہ جواب پہنچا تو وہ فتویٰ دینے سے باز آ گیا۔

---

(۱) عاقل دشمن، جاہل دوست سے بہتر ہے۔

(۲) کشف الخفاء ۲:۲۷ بذیل حدیث: ۱۷۱۶ میں فَاسِدٌ کے بجائے فَاسِقٌ لکھا ہے۔

(۳) تمییز الطیب من الخبیث: ۱۱۹' بذیل حدیث: ۸۴۷

(۴) ملا علی قاری نے ''عَدُوُّ الْمُؤْمِنِ مَنْ يَّعْمَلُ بِعَمَلِهِ'' لکھا ہے۔صحیح عبارت المقاصد الحسنۃ: ۴۵۳' حدیث: ۶۸۴ سے لی گئی۔

– ۴۲۳: عُذْرُهٗ أَشَدُّ مِنْ ذَنْبِهٖ.

’’اس کا عذر اس کے گناہ سے زیادہ سخت ہے۔‘‘

یہ حدیث نہیں ہے۔

– ۴۲۴: اَلْعَرَبُ سَادَاتُ الْعَجَمِ.

’’عرب، عجم کے سردار ہیں۔‘‘

لفظاً اس کی کوئی اصل نہیں اور اس کا معنیٰ صحیح ہے۔

– ۴۲۵: عُرِضَتْ عَلَيَّ أَعْمَالُ أُمَّتِي فَوَجَدْتُّ مِنْهَا الْمَقْبُوْلُ وَالْمَرْدُوْدُ إِلَّا الصَّلَاةُ عَلَيَّ.

’’مجھ پر میری امت کے عمل پیش کیے گئے تو میں نے ان میں مقبول بھی پائے اور مردود بھی مگر مجھ پر درود۔‘‘

سیوطی کہتے ہیں: میں اس کی سند سے واقف نہیں (۱)۔ میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں لیکن اس معنیٰ کی روایتیں پہلے سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور ابوسلیمان دارانی سے گزر چکی ہیں۔

– ۴۲۶: اَلْعِزُّ مَقْسُوْمٌ وَطَالِبُ الْعِزِّ مَغْمُوْمٌ (۲).

’’عزت مقسوم [تقسیم کی ہوئی] ہے اور عزت کا طالب مغموم ہے۔‘‘

اسے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا جاتا ہے۔ یہ لفظاً صحیح نہیں، اگرچہ اس کا معنیٰ صحیح ہے۔

– ۴۲۷: عَسْقَلَانُ أَحَدُ الْعَرُوْسَيْنِ يُبْعَثُ مِنْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۳).

’’عسقلان دو دلہنوں میں سے ایک ہے۔ جس سے قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔‘‘

---

(۱) الدُّررُالمنتَشِرة في الأحاديث المشتهرة: ۱۴۹، حدیث: ۲۹۸

(۲) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: یہ سمعان بن مہدی کے نسخہ میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے طالبُ العِزّ کے بجائے یہ عبارت لکھی ہے: طَلَبُ الْعِزِّ غُمُوْمٌ وَأَحْزَانٌ. [المقاصد الحسنة: ۴۵۶، حدیث: ۶۹۳]

(۳) مسند احمد ۳: ۲۲۵۔ یہ ایک طویل روایت ہے جس کی سند یہ ہے: ابوالیمان، از اسماعیل بن عیاش، از عمرو بن محمد، از ابوعقال از سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

اس کے راوی ابوعقال کا نام ہلال بن زید بن بسام بن بَولا ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ کسی بھی صورت میں قابل استدلال واحتجاج نہیں ہے۔ [المجروحین ۲: ۴۳۴، ترجمہ: ۱۱۴۷]

اسے امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے۔ابن الجوزی نے اسے موضوعات میں شمار کیا ہے(۱)۔

۴۲۸–: عَظِّمُوا مِقدَارَکُم بِالتَّغَافُلِ.

''اپنی قدر کو تغافل سے بڑا کرو۔''

یہ حدیث نہیں ہے(۲)۔

۴۲۹–: عُقُولُهُنَّ فِي فُرُوجِهِنَّ .

''اُن [خواتین] کی عقلیں ان کی فرجوں میں ہوتی ہیں۔''

سخاوی کہتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں(۳)۔

۴۳۰–: عَلَامَةُ الإِذنِ: اَلتَّيسِيرُ.

''[کسی چیز کی] اجازت کی علامت آسانی کرنا ہے۔''

اور ایک روایت میں ہے کہ: عَلَامَةُ الإِجَازَةِ تَيسِيرُ الأُمُورِ.

''اجازت کی علامت معاملات کو آسان کرنا ہے۔''

اس کی کوئی اصل نہیں۔

۴۳۱–: عُلَمَآءُ أُمَّتِي كَأَنبِيَآءِ بَنِي إِسرَائِيلَ(۴).

''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔''

دمیری اور عسقلانی کہتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں۔ زرکشی بھی یہی کہتے ہیں(۵)۔ سیوطی نے

---

(۱) الموضوعات ۱: ۳۵۸-۳۵۹

(۲) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: قرآن میں ہے: لَا تَسئَلُوا عَن اَشيَآءَ اِن تُبدَلَكُم تَسُؤكُم [سورۃ المائدۃ ۵: ۱۰۱]
[المقاصد الحسنۃ: ۴۵۷، بذیل حدیث: ۶۹۶]
''ایسی چیزوں کے بارے میں مت سوال کرو کہ اگر [اُن کی حقیقت] تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔''

(۳) المقاصد الحسنۃ: ۴۵۷، بذیل حدیث: ۶۹۹

(۴) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۴

(۵) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: ہمارے استاذ حافظ ابن حجر اور ان سے قبل امام دمیری نے کہا ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ [النجم الوہاج ۱: ۱۹۶، التّذكرة في الأحاديث المشتهرة: ۱۲۰، حدیث: ۱۵۴، المقاصد الحسنۃ: ۴۵۹، حدیث: ۷۰۲]

اس سے خاموشی اختیار کی ہے [1]۔

-۴۳۲: اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الأنْبِيَآءِ .

''علماء، انبیاء کے وارث ہیں۔''

یہ روایت سنن اربعہ [2] میں سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے نقل کیا گیا ہے [3]۔

-۴۳۳: اَلْعِلْمُ يُسْعٰى إِلَيْهِ [4].

''علم کی طرف دوڑا جاتا ہے۔''

یہ امام مالک کا قول ہے جو انہوں نے مہدی عباسی سے اُس وقت فرمایا تھا جب مہدی نے اُن سے کہا تھا کہ وہ آئیں اور اُس کے دونوں بیٹوں کو تعلیم دیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہارون الرشید نے امام مالک سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ سب سے الگ ہو کر مجھے احادیث سُنا دیں تو امام مالک نے جواب میں فرمایا تھا کہ: اَلْعِلْمُ أَوْلٰى أَنْ يُّوَقَّرَ وَيُؤْتٰى [5].

''علم اس بات کے زیادہ لائق و مستحق ہے کہ اس کی عزت کی جائے اور اس کے پاس آ جائے۔''

بخاری کے قول: اَلْعِلْمُ يُؤْتٰى وَلَا يَأْتِيْ ''علم کے پاس آیا جاتا ہے علم نہیں آتا۔'' کا بھی یہی مقصد ہے۔ اور عرب کے اَمثال میں ہے کہ: فِيْ بَيْتِهٖ يُؤْتَى الْحَكَمُ [6].

''حکم کے گھر میں آیا جاتا ہے۔''

---

(۱) خاموش تو نہیں رہے بلکہ لکھا ہے: لَا أَصْلَ لَهٗ.

[الدُّرَرُ المنتثرة في الأحاديث المشتهرة: ۱۴۸، حدیث: ۲۹۴]

(۲) سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجۃ

(۳) سنن ابی داود، کتاب العلم [۱۹] باب الحث علیٰ طلب العلم [۱] حدیث: ۳۶۴۱، سنن ترمذی، کتاب العلم [۴۲] باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ [۱۹] حدیث: ۲۶۸۲، سنن ابن ماجۃ، المقدمۃ، باب فضل العلماء و الحث علیٰ طلب العلم [۱۷] حدیث: ۲۲۳

(۴) العِلمُ أهلٌ لأن يُّوَقَّرَ وَيُؤْتٰى. [ترتیب المدارک ۱: ۷۹]

(۵) العِلمُ يُزارُ، ولا يزورُ، وإنَّ العِلمَ يُؤْتٰى ولا يأتِي. [ترتیب المدارک ۱: ۸۰]

(۶) مجمع الامثال ۲: ۴۴۲، مثال: ۲۷۴۲

یہ عن قریب حرف فاء میں آئے گا۔

۴۳۴۔اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ :عِلْمُ الْأَدْیَانِ وَعِلْمُ الأَبْدَانِ (۱).

''علم [اصل میں] دو ہیں: ایک دین کا علم' دوسرا بدن کا علم۔''

یہ موضوع ہے' جیسا کہ الخلاصۃ میں ہے (۲)۔

اور الذّیل (۳) میں ایک مسلسل (۴) روایت میں حسن بصری' از سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ النبيَّ ﷺ عن علم الباطن:ماھُوَ؟فقال:سَأَلْت جبریل عنه'فقال عن اللّٰه:ھُوَ سِرٌّ بَیْنِيْ وبَین أَحِبَّائي وأولِیَائي وأصفیائي'أُوْدِعُهٗ فِي قُلُوبِهم'لایَطَّلِعُ علیه مَلَكٌ مُقَرَّبٌ و لا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ.

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: علم باطن کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''میں نے جبرئیل سے دریافت کیا تھا' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا: یہ میرے اور میرے دوستوں' اولیاء اور نیک لوگوں کے درمیان ایک راز ہے جو میں ان کے دل میں ودیعت کرتا ہوں جس پر نہ تو کوئی مقرب فرشتہ مطلع ہوتا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل۔''

عسقلانی کہتے ہیں: یہ موضوع ہے۔ حسن بصری کی سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں (۵)۔

---

(۱) حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اس کی روایت رسول اللہ ﷺ سے کی جاتی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ یہ امام شافعی کا قول ہے جسے اُن سے محمد بن سہل طوسی نے بوساطہ ربیع نقل کیا ہے۔ [الطب النبوی:۲۱۹]

(۲) الخلاصۃ فی اصول الحدیث:۸۰

(۳) الزیادات علی الموضوعات ویُسمّٰی ذیل اللآلی المصنوعۃ ۱:۱۹۲-۱۹۳' حدیث:۲۲۴

(۴) لغت میں ''مسلسل'' متصل اور پیوست کو کہتے ہیں۔ زنجیر کو سِلْسِلَةُ الْحَدِیْدِیَّۃ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی کڑیاں ایک دوسرے سے متصل اور پیوست ہوتی ہیں۔

اصطلاح میں وہ حدیث ہے جس کے سارے راوی ایک صفت میں متفق اور مشترک ہوں۔ [الموقظۃ:۴۳]

زیر بحث روایت میں ہر راوی ''سَأَلْتُ'' کہتا ہے اس لیے اسے حدیث مسلسل بالسؤال کہیں گے۔

(۵) تسدید القوس علیٰ ہامش فردوس الاخبار' ابن حجر عسقلانی ۲:۴۴۲' بذیل حدیث:۳۲۲۹

۴۳۵-عَلَی الْخَبِیْرِ سَقَطْتَّ .

''تو باخبر شخص کے پاس آیا ہے۔''

یہ اہل علم میں سے کئی لوگوں کا قول ہے جن میں سیدنا ابن عباس اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں(۱)۔

۴۳۶-عَلٰی کُلِّ خَیْرٍ مَانِعٌ.

''ہر بھلائی کا ایک مانع ہوتا ہے۔''

یہ حدیث نہیں ہے مگر اس کا معنیٰ صحیح ہے(۲)۔

۴۳۷-عَلَیْکُمْ بِدِیْنِ الْعَجَائِزِ(۳).

''بوڑھی عورتوں کے دین کو لازم پکڑلو۔''

سخاوی کہتے ہیں: ان الفاظ کے ساتھ اس کی کوئی اصل نہیں۔ اس مضمون کی بہت سی احادیث وارِد ہیں جو ضعف سے خالی نہیں(۴)۔

زرکشی کہتے ہیں: اسے دیلمی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

إذا کان آخِرُ الزَّمَانِ وَاخْتَلَفَتِ الأھوَاءُ فعَلَیکُم بِدِیْنِ الْبَادِیَةِ وَالنِّسَآءِ(۵).

---

(۱) المقاصد الحسنة: ۴۶۳، حدیث: ۷۱۰، تمییز الطیب من الخبیث: ۱۲۲، حدیث: ۸۷۹

(۲) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: هُوَ کَلَامٌ صَحِیْحٌ بِالنَّظَرِ لِلشَّیْطَانِ وَمَکَائِدِہٖ وَحِیَلِهٖ.

[المقاصد الحسنة: ۴۶۳، حدیث: ۷۱۱]

''شیطان اور اُس کے مکائد اور حیلوں کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ ایک درست کلام ہے۔''

(۳) إحیاء علوم الدین ۳: ۷۸؛ امام مقدسی فرماتے ہیں: اس روایت کا ثبوت نہ کسی صحیح حدیث میں ہے اور نہ کسی ضعیف حدیث میں، البتہ محمد بن عبدالرحمٰن بیلمانی کی اس سے ملتی جلتی ایک روایت ہے مگر یہ راوی مُتَّهَمْ [جھوٹ بولنے سے بدنام] ہے۔ [معرفة التذکرة: ۱۶۶]

(۴) المقاصد الحسنة: ۴۶۴-۴۶۵، حدیث: ۷۱۴

(۵) امام زرکشی کی کتاب میں یہ روایت نہیں ملی۔ ملا علی قاری نے حافظ سیوطی کے الفاظ کو نقل کیا ہے۔ پڑھیے اُن کی کتاب: الدُّرر المنتثرة في الأحادیث المشتھرة: ۱۵۰، حدیث: ۳۰۱

''جب اخیر زمانہ ہوگا اور خواہشیں مختلف ہوجائیں گی تو تم گاؤں والے اور عورتوں کے دین کو لازم پکڑ لینا۔''

۴۳۸- اَلْعِنَبُ دُوْ دُوْ يَعْنِي: ثِنْتَيْنِ ثِنْتَيْنِ وَالتَّمْرُ يَكْ يَكْ يَعْنِي: وَاحِدَةً وَاحِدَةً .

''انگور دو دو اور کھجور ایک ایک۔''

اس کی کوئی اصل نہیں (۱)۔

۴۳۹- عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ (۲).

''نیک لوگوں کے ذکر کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے۔''

عسقلانی کہتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں۔ عراقی تخریج الاحیاء میں کہتے ہیں: یہ سفیان بن عیینہ کا قول ہے (۳)۔

ابن الصّلاح علوم الحدیث میں فرماتے ہیں: اسمٰعیل بن جنید سے روایت کیا ہے کہ وہ ابوجعفر احمد بن عبدان کے پاس گئے۔ یہ دونوں صلحاء میں سے تھے۔ اسمٰعیل نے احمد سے دریافت کیا: میں کس نیت سے حدیث لکھوں؟ انہوں نے کہا:

أَلَسْتُمْ تُرَوْنَ أَنَّ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ؟

''کیا تم نہیں جانتے کہ صلحاء کے ذکر کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے؟''

انہوں نے جواب دیا: ہاں! احمد نے فرمایا: تو رسول اللہ ﷺ صلحاء کے سردار ہیں (۴)۔

---

(۱) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: هو مشهورٌ بين الأعاجم و لا أصل له. [المقاصد الحسنة: ۴۶۷، حدیث: ۷۱۸]
''یہ عجمیوں میں مشہور ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔''

(۲) اِحیاء علوم الدین ۲: ۲۳۱؛ حافظ عراقی لکھتے ہیں: ليس له أصلٌ في الحديث المرفوع، وإنما هو من قول سفيان بن عيينة، كذا رواه ابن الجوزي في مقدمة صفة الصفوة. [المغنی عن حمل الاسفار ۲: ۲۳۱]
''مرفوع حدیث میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ سفیان بن عیینۃ کا قول ہے جسے ابن الجوزی نے صفۃ الصفوۃ کے مقدمہ [۱: ۱۵] میں ذکر کیا ہے۔''

(۳) یہ پوری عبارت حافظ سخاوی کی ہے۔ [المقاصد الحسنۃ: ۴۶۷، بذیل حدیث: ۷۲۰]

(۴) مقدمۃ ابن الصّلاح: ۲۵۰، نوع: ۲۸: معرفۃ آداب طالب الحدیث

یہاں ایک نکتہ ہے جس پر عراقی نے متنبہ نہیں کیا۔ وہ نکتہ یہ ہے کہ اگر یہ دو ''واوں'' کے ساتھ یعنی تَـرُوُوْنَ پڑھا جائے جو روایت سے ہے تو یہ فی الجملہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ اس کی کوئی نہ کوئی اصل ہے اور اگر اسے اَلرُّؤْیَۃُ سے تُـرَوْنَ یا تَـرَوْنَ یعنی مجہول یا معروف پڑھا جائے جس کا معنیٰ عقیدہ رکھنا اور جاننا ہے تو پھر اس میں کوئی دلالت نہیں۔

۴۴۰-عَنِ اللَّوْحِ سَمِعْتُ اللّٰهَ مِنْ فَوْقِ الْعَرْشِ يَقُوْلُ لِلشَّيْئِ: كُنْ'فَلَا تَبْلُغُ الْكَافُ النُّوْنَ إِلَّا يَكُوْنُ الَّذِيْ يَكُوْنُ (۱).

''لوح سے روایت ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرش کے اوپر سے سنا۔ وہ جس چیز کے وجود کے بارے میں فرماتے ہیں: ''کُنْ'' یعنی ہوجا' وہ ہوجاتی ہے۔ ابھی کاف سے نون پر نہیں پہنچا ہوتا کہ وہ چیز ہوجاتی ہے۔''

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: یہ موضوع ہے۔

۴۴۱-اَلْعَيْنُ الرَّمِدَةُ لَا تُمَسُّ (۲).

''دکھتی آنکھ کو چھوا نہ جائے۔''

اسے ابونعیم نے طب میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کیا ہے کہ:

مَثَلُ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ مَثَلُ الْعَيْنِ'وَدَوَاءُ الْعَيْنِ تَرْكُ مَسِّهَا (۳).

---

(۱) حافظ ابن عراق نے اسے حافظ ذہبی کی کتاب العرش کے حوالے سے لکھ کر بتایا ہے کہ: ثم قال: هذا حديثٌ باطلٌ'وأحمد المكي كذّابٌ'رَوَيتهٗ للتَّحذِيرِ منه. [تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ ۱: ۱۴۸' حدیث: ۴۱]

''پھر حافظ ذہبی نے کہا: یہ باطل حدیث ہے۔ اس کا راوی احمد المکی کذاب تھا۔ میں نے اسے اس لیے درج کیا ہے کہ اس سے بچا جا سکے۔''

(۲) المقاصد الحسنۃ: ۴۶۹' حدیث: ۷۲۵

(۳) اس روایت کی سند یہ ہے: احمد بن محمد از عمر بن سہل از ابوالعیناء محمد بن القاسم از الاصمعی از سفیان بن عیینۃ از ابوہارون العبدی از سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ [موسوعۃ الطب النبوی' ابونعیم ۱: ۳۴۷' حدیث: ۲۷۹]

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ:

-اس کا ایک راوی ابوالعیناء محمد بن القاسم بصری ہے' جس کے بارے میں امام دارقطنی کہتے ہیں: حدیث ......

''اصحاب محمد ﷺ کی مثال آنکھ کی مانند ہے' اور آنکھ کی دواء یہ ہے کہ اسے چھوا نہ جائے۔''

یہ روایت ضعیف ہے۔

...... کے باب میں قوی نہیں۔ [میزان الاعتدال ۴:۱۳۰' ترجمہ: ۸۰۷۰]

خطیب بغدادی لکھتے ہیں: اس نے نہایت قلیل مقدار میں مسند روایتیں لکھیں اُس کی غالب روایتیں اخبار اور حکایات پر مبنی ہیں۔ [تاریخ بغداد ۳:۱۷۰' ترجمہ: ۱۲۱۵]

امام حاکم نے ابوالعیناء کے بارے میں لکھا ہے کہ: ''میں اور جاحظ نے حدیث فدک وضع کی۔ اُسے بغداد کے سارے شیوخ کے سامنے پیش کیا تو سوائے ابن شیبۃ علوی کے سب نے قبول کیا۔ انہوں نے انکار کی یہ وجہ بتائی کہ اس روایت کا اول و آخر ایک جیسا نہیں۔ ابوالعیناء توبہ کرنے کے بعد اس روایت کو لوگوں کے سامنے پڑھتا تھا۔ [المدخل الیٰ معرفۃ کتاب الاکلیل: ۱۳۰' ترجمہ: ۳۷]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس قصہ کو نقل کیا ہے لیکن اُنہوں نے بعدَما تابَ کے بجائے بعدَما مات جاحِظ لکھا ہے۔ [لسان المیزان ۵:۳۴۶' ترجمہ: ۱۱۳۶]

-اس کا ایک راوی ہارون العبدی ہے' جس کا نام عُمارۃ بن جُوَین ہے جو ہیں تو تابعی لیکن حدیث کے معاملہ میں نہایت کمزور ہے۔ محدث حماد بن زید نے اسے کذاب کہا ہے۔ امام شعبہ کہتے ہیں: میں ابوہارون سے روایت لینے کے مقابلہ میں اس بات کو ترجیح دوں گا کہ مجھے قتل کیا جائے۔ امام نسائی کہتے ہیں: متروک الحدیث ہے۔ امام دار قطنی اسے متلون [رنگین مزاج] خارجی اور شیعہ کہتے ہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں: کذاب ومفتری ہے۔
[میزان الاعتدال ۳:۱۷۳' ترجمہ: ۶۰۱۸]

حرف الغین

–۴۴۲: اَلْغُرَبَآءُ وَرَثَةُ الأنبِيَاءِ، وَلَمْ يَبْعَثِ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا وَهُوَ غَرِيبٌ فِي قَوْمِهِ.

''اَن جان لوگ، انبیاء کے وارث ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جو اپنی قوم میں اَن جان نہ ہو۔''

اسے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا جاتا ہے۔ یہ حدیث باطل ہے (۱)۔ قرآن مجید اس کی تردید کرتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ:

–اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ . [سورۃ نوح ۷۱:۱]

''ہم نے نوح کو اس کی قوم کے پاس بھیجا۔''

–وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا. [سورۃ الاعراف ۷:۶۵، سورۃ ہود ۱۱:۵۰]

''اور [ہم نے] عاد کی جانب اُن کے بھائی ہود کو [بھیجا]۔''

–وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا. [سورۃ الاعراف ۷:۷۳، سورۃ ہود ۱۱:۶۱]

''اور [ہم نے] ثمود کی جانب ان کے بھائی صالح کو [بھیجا]۔''

–وَلَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ. [سورۃ ہود ۱۱:۹۱]

''اور اگر تیرا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے۔''

اسی طرح سیدنا موسیٰ، سیدنا عیسیٰ اور تمام انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام اور ہمارے نبی اکرم ﷺ اپنی اپنی قوموں کی طرف مبعوث کیے گئے اگرچہ رسول اللہ ﷺ کے لیے غربت ہجرت کے بعد حاصل ہوئی۔

---

(۱) المقاصد الحسنة: ۴۷۳، بذیل حدیث: ۷۲۷

–۴۴۳:غَمزُ الْقَدَمِ وَنَحوَہٗ .

”قدم وغیرہ کو دبانا۔“

اس کو دارقطنی نے الأفراد میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے پاؤں دبا رہا تھا‘ پھر انہوں نے ایک حدیث بیان کی (۱)۔

اِحیاء میں ہے کہ:أنَّ رسولَ اللّٰہِ ﷺ نزل منزلاًفي بعضِ أسفارہ فنام علی بطنہ وعبدٌ أسود یغمزُ ظھرہ (۲).

”رسول اللہ ﷺ ایک مقام پر اپنے بعض سفروں میں ٹھہرے تو آپ پیٹ کے بل سو گئے۔ایک سیاہ فام غلام آپ کی کمر دبا رہا تھا۔

عراقی کہتے ہیں:اسے طبرانی نے اوسط (۳) میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے (۴)۔

–۴۴۴:اَلْغِنَاءُ یُنبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ کَمَا یُنبِتُ الْمَآءُ الْبَقْلَ (۵).

”گانا دل میں نفاق کو ایسے اگاتا ہے جیسے پانی،سبزہ کو اگاتا ہے۔“

نووی کہتے ہیں:یہ صحیح نہیں (۶)۔سیوطی کہتے ہیں:اسے دیلمی نے سیدنا انس اور سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (۷)۔

---

(۱) اطراف الغرائب والافراد ا:۳۸۳‘ حدیث:۵۸۸

(۲) اِحیاءعلوم الدین ا:۱۴۰

(۳) المُعجَم الأوسط ۶:۸۱‘ حدیث:۵۸۰۷‘ المُعجَم الصَّغیر:۱۸۸‘ حدیث:۲۲۶‘ تاریخ بغداد ۶:۲۱۱‘ بذیل ترجمہ:۳۲۶۶

(۴) المغنی عن حمل الاسفار ا:۱۴۰؛ لیکن حافظ مقدسی لکھتے ہیں:اس کی اِسناد حسن ہے۔ [الاحادیث المختارۃ ا:۱۸۳‘ برقم:۹۱]

(۵) شعب الایمان ۴:۲۷۸-۲۷۹‘ احادیث:۵۰۹۸-۵۱۰۰

(۶) فتاوی الامام النووی:۱۵۸‘ سوال:۳۳۹

(۷) یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے: **پہلا طریق**:سَلَّام بن مسکین ایک شیخ سے روایت کرتے ہیں جو ......

۴۴۵- اَلْغِنَاءُ رُقْيَةُ الزِّنَا.

''گانا زنا کا زینہ ہے۔''

...... ابو وائل کے ساتھ ایک ولیمے میں حاضر تھا۔ وہ لوگ آپس میں کھیلنے کھلانے اور گانے لگے تو ابو وائل نے اپنی کمر سے اپنا کپڑا کھولا اور کہا: میں نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا ہے' وہ فرماتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرمار ہے تھے: إِنَّ الغِنَاءَ يُنبِتُ النِفَاقَ فِي القَلْبِ.

[سنن ابی داود' کتاب الادب[۳۵] باب کراہیۃ الغناء والمز امیر[۶۰] حدیث: ۴۹۲۷]

اس کی سند اس لیے ضعیف ہے کہ اس میں ایک شیخ کا نام مذکور نہیں اس لیے مجہول ہوا۔

دوسرا طریق: ابو ثابت صوفی'' از جعفر ابہری' از علی بن احمد جزری' از احمد بن عبدالرحمٰن بن الجارود' از ہشام بن عمار' از مسلمۃ بن علی' از عمر مولیٰ غُفرۃ از سیدنا انس مرفوعاً: الْغِنَاءُ واللَّهوُ يُنبِتانِ النِفاقَ فِي القلب كما يُنبِتُ الماءُ العَشَبَ. [الغرائب الملتقطۃ من مسند الفردوس' حدیث: ۲۱۹۷]

''گانا اور لہو ولعب دل میں نفاق کو اس طرح پیدا کرتے ہیں جیسا کہ پانی' گھاس کو اُگاتا ہے۔''

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ:

- اس کا ایک راوی احمد بن عبدالرحمٰن بن الجارود ہے۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں: کذاب تھا۔

[الضعفاء والمتروکین' ابن الجوزی ۱: ۷۵' ترجمہ: ۱۹۶' میزان الاعتدال ۱: ۱۱۶' ترجمہ: ۴۵۰]

- اس کا ایک راوی مسلمۃ بن علی الخشنی ہے جس کی روایتیں غیر محفوظ ہوتی ہیں۔

[الکامل فی ضعفاء الرجال ۸: ۲۱' ترجمہ: ۱۷۸/۱۷۹۹]

تیسرا طریق: محمد' از حسین' از عبداللہ' از علی بن الجعد' از محمد بن طلحہ' از سعید بن کعب مرادی' از محمد بن عبدالرحمٰن بن یزید' از سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ موقوفاً: الْغِنَاءُ يُنبِتُ النِّفاقَ فِي القلب كما يُنبِتُ الماءُ الزَّرْعَ.

[ذم الملاہی' مندرج موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا ۵: ۲۸۳]

یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ محمد بن عبدالرحمٰن بن یزید کا شمار طبقہ سادسہ کے رواۃ میں ہوتا ہے۔

[تقریب التہذیب: ۵۲۳' ترجمہ: ۶۰۸۶]

اور طبقہ سادسہ کے بارے میں یہ طے ہے کہ: لم يثبت لهم لقاء أحدمن الصحابة. [تقریب التہذیب: ۱۱۲]

''ان میں سے کسی ایک کی بھی کسی بھی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں۔''

اس کا راوی سعید بن کعب مرادی مجہول الحال ہے۔ امام ابن حبان نے اُن کا ذکر الثقات ۸: ۲۶۲ میں کیا ہے لیکن اُن کی وثاقت محدثین کے نزدیک قابل قبول نہیں۔ امام ابن ابی حاتم نے اُن کا ذکر ضرور کیا ہے لیکن اُن کے بارے میں نہ کسی قسم کی جرح کی ہے اور نہ اُن کی تعدیل کی ہے۔ [الجرح والتعدیل ۴: ۵۷]

نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں: یہ عرب کے مشہور مثالوں میں سے ہے (۱)۔ غزالی نے اس کی نسبت فضیل بن عیاض (۲) کی طرف کی ہے (۳)۔

(۱) شرح صحیح مسلم ۱۵: ۸۱، بذیل حدیث: ۷۰- [۲۳۲۳]؛ علامہ ابن الاثیر اور علامہ بدرالدین عینی بھی اسے ضرب المثل کہتے ہیں۔

[النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر: ۷۷۹، مادۃ: ق ر؛ عمدۃ القاری ۲۲: ۱۸۶، کتاب الادب، باب ما یجوز من الشعر والرجز]

مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: یہ حدیث موضوع ہے، کسی حدیث کی کتاب میں اس کا نشان نہیں۔

[مجموعۃ الفتاویٰ، طبع شہزاد لاہور: ۱۵۷]

(۲) فضیل بن عیاض بن مسعود تمیمی، یربوعی، ابوعلی، شیخ الحرم۔ عابد اور صالح تھے۔ حدیث میں ثقہ تھے۔ امام شافعی کے استاذ رہے ہیں۔ ۱۰۵ھ=۷۲۳ء کو سمرقند میں پیدا ہوئے۔ ابیورد میں پلے بڑھے۔ جب بڑے ہوئے تو کوفہ چلے گئے۔ بنیادی طور پر تعلق کوفہ ہی سے تھا۔ مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کی اور وہاں ۱۸۷ھ=۸۰۳ء کو وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۴: ۴۷-۵۰، ترجمہ: ۵۳۱، الاعلام ۵: ۱۵۳]

(۳) احیاء علوم الدین ۲: ۲۸۷

﴿حرف الفاء﴾

۴۴۶- اَلْفَاتِحَةُ لِمَا قُرِئَتْ لَهٗ.

''سورۃ الفاتحۃ اُس کام کے لیے ہے جس کے لیے پڑھی جائے۔''

زرکشی نے اسے بیہقی کی جانب منسوب کرکے کہا ہے کہ انہوں نے اسے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے(۱)۔

سیوطی نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ شعب الایمان میں اس کا وجود نہیں' اس میں یہ حدیث ہے کہ: فَاتِحَةُ الْكِتَابِ شِفَآءٌ مِّنْ كُلِّ دَآءٍ(۲).

''سورۃ الفاتحۃ ہر بیماری کی شفا ہے۔''

اسے بیہقی نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ابوالشیخ ابن حیان کی کتاب الثواب میں عطاء سے مروی ہے کہ:

---

(۱) اَلتّذکرة في الأحاديث المشتهرة ۱۰۳' بذیل حدیث: ۱۳۳

(۲) سنن دارمی' حدیث: ۳۳۷۰' شعب الایمان' حدیث: ۲۳۷۰' الدرر المنتثرة: ۱۵۵' حدیث: ۳۱۲

امام بیہقی فرماتے ہیں: یہ روایت منقطع ہے اور روایت ماقبل کا شاہد ہے۔ [شعب الایمان ۲: ۴۵۰]

لیکن اس شاہد کی اسنادی حیثیت اتنی کمزور ہے کہ اسے شاہد ہی نہیں کہا جاسکتا۔ اس لیے کہ:

- اس کے راوی عبدالملک بن عمیر کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں کہ: قلیل الروایۃ ہونے کے ساتھ مضطرب الحدیث بھی ہے اور اکثر وبیشتر روایات میں غلطی کرتا ہے۔ [تہذیب الکمال ۱۸: ۳۷۳]

جب کہ امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں: اگرچہ صالح تھا مگر حافظ نہیں تھا۔ مرنے سے پہلے اس کا حافظہ متغیر ہوگیا تھا۔ [الجرح والتعدیل ۵: ۳۶۱]

- عبدالملک بن عمیر مدلس بھی تھے۔ [تقریب التہذیب: ۳۹۶' ترجمہ: ۴۲۰۰]

یہ روایت معنعن ہے اور اصولی قاعدہ ہے کہ: صحیحین سے باہر مدلس کی معنعن روایت نامعتبر ہوتی ہے۔

- اس کا ایک راوی محمد بن ہندہ اصبہانی سچا راوی نہیں تھا۔ [الجرح والتعدیل ۸: ۱۰۷]

إذَا أردُتَّ حاجةً فاقرأ بفاتحةِ الكتاب حتّٰى تختمها تُقْضٰى إن شآء اللّٰه.

''جب تو کسی کام کا ارادہ کرے تو سورۃ الفاتحۃ پڑھ لو۔ اِن شآء اللہ کام پورا ہو جائے گا۔''

یہی وہ اصل ہے جس کے باعث لوگ قضائے حاجات اور حصولِ مہمات کے لیے سورۃ الفاتحۃ پڑھتے ہیں۔

۴۴۷۔ فَازَ بِاللَّذَّةِ الْجَسُوْرُ[1].

''لا پرواہ لذت حاصل کر کے کامیاب ہوتے ہیں۔''

سخاوی کہتے ہیں: میں اسے نہیں جانتا[2]۔

۴۴۸۔ فَازَالْمُخِفُّوْنَ.

''کم ساز و سامان والے کامیاب ہو گئے۔''

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: نَجَا الْمُخِفُّوْنَ وَهَلَكَ الْمُثْقَلُوْنَ.

''کم ساز و سامان والوں نے نجات پائی اور زیادہ ساز و سامان والے ہلاک ہوئے۔''

یہ اس حدیث کا معنیٰ ہے جو سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ:

أَمَامَكُمْ عَقَبَةٌ كَؤُوْدٌ لَا يَجُوْزُهَا الْمُثْقَلُوْنَ[3].

''تمہارے آگے گہری گھاٹی ہے جسے بوجھ والے عبور نہ کر سکیں گے۔''

میں چاہتا ہوں کہ اس گھاٹی کے لیے ہلکا ہو جاؤں۔

حاکم کہتے ہیں: یہ صحیح الاسناد ہے۔

---

(۱) یہ حدیث نہیں بلکہ مشہور شاعر ''سلم الخاسر'' کا شعر ہے جس کا اگلا مصرعہ یہ ہے:

مَنْ رَاقَبَ النَّاسَ مَاتَ هَمًّا فَازَ بِاللَّذَّةِ الْجَسُوْرُ

''جو صرف لوگوں کی رعایت کرتا رہے [اور اپنا خیال نہ رکھے] وہ غم سے مر جائے گا۔ لا پرواہ لوگ لذت حاصل کر کے کامیاب ہو جاتے ہیں۔''

(۲) المقاصد الحسنۃ: ۴۷۸، حدیث: ۷۳۵

(۳) المستدرک ۴: ۵۷۴؛ سیدہ ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر سے کہا کہ اور لوگوں کی طرح مہمانوں کے لیے کچھ ساز و سامان اکٹھا کریں جس پر اُنہوں نے زیر بحث روایت سنائی۔

۴۴۹-اَلْفَالُ مُوَكَّلٌ بِالْمَنْطِقِ.

''فال بولنے کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔''

ان الفاظ کے ساتھ یہ موجود نہیں۔ ہاں سنن ابی داود میں یہ روایت ہے کہ:

أَخَذْنَافَالَكَ مِنْ فِيكَ (۱).

''ہم نے تمہاری فال تمہارے منہ [کے الفاظ] سے لی ہے۔''

اور بزار کے ہاں اس کے شواہد موجود ہیں (۲)۔

۴۵۰-فَدَى اللّٰهُ إِسْمَاعِيلَ عليه السلام بِالْكَبْشِ .

''اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل علیہ السلام کے بدلے قربانی کے لیے مینڈھا دیا۔''

سخاوی کہتے ہیں: یہ درست اور صحیح کلام ہے۔ قرآن میں بھی ہے کہ:

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ. [سورۃ الصافات ۳۷:۱۰۷]

''اور ہم نے اسے فدیہ میں ایک بڑی ذبح عطا فرمائی۔''

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: اس بات میں اختلاف ہے کہ ذبیح کون تھے؟ سیدنا اسماعیل یا سیدنا اسحاق علیہما السلام؟ سیوطی نے اس بات پر خاموشی اختیار کی ہے (۳)۔

---

(۱) سنن ابی داود، کتاب الطب [۲۲] باب فی الطیرۃ [۲۴] حدیث: ۳۹۱۷؛ اس کی سند یہ ہے: موسیٰ بن اسماعیل، از وہیب، از سہیل، از رجل، از سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ اس میں ''رجل'' کا نام نہیں لیا گیا اور اسی ابہام و عدم واقفیت کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ٹھہری۔

(۲) بزار کے علاوہ صحیحین میں بھی اس کے شواہد موجود ہیں، مثلاً صحیح بخاری کی یہ مرفوع روایت:

لَا طِيَرَةَ، وَخَيْرُهَا الْفَالُ، قَالُوْا: وَمَا الْفَالُ؟ قَالَ: اَلْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا أَحَدُكُمْ.

[صحیح بخاری، کتاب الطب [۷۶] باب الطیرۃ [۴۳] حدیث: ۵۷۵۴]

''بدشگونی کی کوئی حیثیت نہیں البتہ نیک فال لینا کچھ برا نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نیک فال کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: کوئی اچھا کلمہ جو تم میں سے کوئی سنتا ہے۔''

(۳) نصوص شرعیہ اور جمہور علماء کے خلاف حافظ سیوطی کی اس رائے کی کیا حیثیت ہے؟

قرآن عزیز کے اسلوب بیان اور روایات کی قوت وصحت کے لحاظ سے راجح اور صحیح یہی ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اُن کے فرزند سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم ملا تھا، جس کے دلائل یہ ہیں: ......

– قرآن کریم نے سورۃ الصافات ۳۷:۱۰۰-۱۱۱ میں بیٹے کی قربانی کا پورا واقعہ نقل کر کے ارشاد فرمایا ہے:

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ . [سورۃ الصافات ۳۷:۱۱۲]

''اور ہم نے اس کو اسحاق کی خوش خبری دی' ایک نبی کی زمرۂ صالحین میں سے۔''

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا تھا وہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام تھے اور سیدنا اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی بشارت اُن کی قربانی کے واقعہ کے بعد دی گئی۔

– سیدنا اسحاق علیہ السلام کی اس بشارت میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نبی ہوں گے۔

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ . [سورۃ الصافات ۳۷:۱۱۲]

یہ بھی قرآن عزیز ہی میں ہے کہ: فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ . [سورۃ ہود ۱۱:۷۱]

''ہم نے اُسے اسحاق [علیہ السلام] اور اسحاق [علیہ السلام] کے بعد یعقوب [علیہ السلام] کی خوش خبری سنائی۔''

ظاہر ہے کہ جس فرزند کی پیدائش کے ساتھ ہی اُس کے نبی ہونے کی تصریح کی جاتی ہے اور اس کی اولاد کی خوش خبری بھی سنائی دی جاتی ہے' اس کا صاف مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ بڑی عمر تک زندہ رہیں گے یہاں تک کہ نبی اور صاحبِ اولاد ہوں گے' پھر انہی کو بچپن میں ذبح کرنے کا حکم کیوں کر دیا جاتا؟

– یہ بات اہل کتاب کے ہاں مسلّم ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنا اکلوتا بیٹا ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور بائیبل کے علاوہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہی اُن کے اکلوتے فرزند تھے۔ انہوں نے اپنے وطن سے ہجرت کرتے وقت بیٹا پیدا ہونے کی دعاء کی تھی' جس کے جواب میں انہیں ''غلام حلیم'' ملنے کی بشارت دی گئی۔ اور جب وہ اپنے والد کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے تو اُنہیں ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ واقعے کا یہ سارا تسلسل بتا رہا ہے کہ ذبیح سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔ پڑھئے سورۃ الصافات ۳۷:۹۹-۱۰۱۔

– یہ بات طے شدہ ہے کہ بیٹے کی قربانی کا واقعہ مکۃ المکرّمۃ کے آس پاس پیش آیا ہے اور اسی لیے لیے اہلِ عرب میں برابر حج کے دوران قربانی کا طریقہ رائج رہا ہے' بخلاف شام کے کہ وہاں سیدنا اسحاق علیہ السلام رہائش پذیر تھے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے فرزند کے فدیہ میں جو مینڈھا جنت سے بھیجا گیا اُس کے سینگ سالہا سال تک کعبۃ اللہ میں لٹکے رہے ہیں۔ اُنہوں نے اس کی تائید میں کئی روایتیں نقل کی ہیں اور امام شعبی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ اُنہوں نے اس مینڈھے کے سینگ کعبہ میں خود دیکھے ہیں اور سفیان کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ اس مینڈھے کے سینگ مسلسل کعبہ میں لٹکے رہے یہاں تک کہ حجاج کے زمانہ میں کعبۃ اللہ میں آتش زدگی ہوئی جس میں یہ سینگ جل گئے ان سینگوں کا کعبۃ اللہ میں موجود ہونا اس کا واضح ثبوت ہے کہ قربانی کا واقعہ مکۃ المکرّمۃ میں خانہ کعبہ کے آس پاس پیش آیا ہے اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہی اسی علاقہ میں تشریف لائے ہیں' جب کہ سیدنا اسحاق علیہ السلام کا مسکن شام تھا اور اُن کا مکۃ المکرّمۃ میں آنا ثابت نہیں۔ [البدایۃ والنہایۃ ۱:۱۶۸-۱۶۹]

...... اس باب سے متعلق حافظ ابن قیم کی إغاثة اللهفان من مصائد الشيطان ۲: ۳۵۵-۳۵۸ اور حافظ ابن کثیر کی البداية و النهاية ۱: ۱۶۷-۱۷۰ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

سوال: حدیث میں ہے: الذبِيحُ إسحاق عليه السلام.

[تاریخ کبیر ۲: ۲۹۲، ترجمہ: ۲۵۱۳، المستدرک ۲: ۵۵۹]

''سیدنا اسحاق رضی اللہ عنہ ذبیح ہیں۔''

جواب: تاریخ کبیر کی روایت کا راوی حسن بن دینار ہے جو امام ابن معین امام ابن مہدی، امام وکیع اور امام عبداللہ بن المبارک کی تصریح کے مطابق متروک ہے۔ امام ابن معین کے نزدیک لیس بشيئ تھا۔

[التاریخ ۲: ۱۱۳، نص: ۴۱۵۷]

—اسی روایت کا ایک راوی علی بن زید بن جُد عان ہے جو اگر صحیح مسلم کا راوی ہے لیکن رافضی تھا اور بڑھاپے میں اختلاط کا شکار ہو گیا تھا۔ [میزان الاعتدال ۳: ۱۲۷، ۱۲۸]

اس کے متعلق امام جوزجانی لکھتے ہیں: واہی بتاہی ہے۔ ضعیف ہے۔ سیدھے راستہ سے بھٹکا ہوا ہے اس کی روایت سے استدلال درست نہیں۔ [احوال الرجال: ۱۱۴ ترجمہ ۱۸۵]

حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اسے بزار نے مبارک بن فضالہ کے سند سے نقل کیا ہے جو جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد ۸: ۲۰۲]

—امام حاکم کی روایت میں سنید بن داود ہے جو ثقہ نہیں تھا اور اس کی کئی روایتیں منکر ہیں۔

[میزان الاعتدال ۲: ۲۳۶، ترجمہ: ۳۵۶۷]

حافظ ابن تیمیہ سے پوچھا گیا کہ ذبیح اسماعیل علیہ السلام تھے یا اسحاق علیہ السلام؟ تو انہوں نے جواب دیا:

الذي يجب القطع عليه به أنه اسماعيل عليه السلام و هذا الذي عليه الكتاب و السنة، و هو الذي تدل عليه التوراة التي بأيدى أهل الكتاب ، فإنَّ فيها أنه قال لإبراهيم عليه السلام : إذبح إبنك و حيدك، وفى ترجمةٍ أخرى: بكرك، و إسماعيل عليه السلام هو الذي كان وحيده وبكره بإتفاق المسلمين و أهل الكتاب لكن أهل الكتاب حرفوا فزادوا إسحاق عليه السلام فتلَقّى ذلك عنهم مَن تلقاهُ و شاعَ عند بعض المسلمين أنه إسحاق عليه السلام و أصله من تحريف أهل الكتاب . [مجموع الفتاوی ۴: ۱۷۰]

''اس بارے میں قطعی اور یقینی بات یہ ہے کہ ذبیح سیدنا اسماعیل علیہ السلام تھے۔ اسی پر قرآن اور سنت کی گواہی موجود ہے اور اہل کتاب کے پاس جو تورات ہے وہ بھی اس بات کی دلالت کرتی ہے، اس لیے کہ تورات میں ہے کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرو۔ لیکن اہل کتاب نے اس کے ساتھ اسحاق علیہ السلام کا اضافہ کر دیا اور لوگوں نے اُن کا یہ اضافہ قبول کیا یہاں تک کہ بعض مسلمانوں کے نزدیک بھی اسحاق علیہ السلام ہی ذبیح ہیں حالانکہ یہ اہل کتاب کی تحریف ہے۔''

......

......امام ابن تیمیہ کا اشارہ اس عبارت کی طرف ہے:

''اِن باتوں کے بعد یوں ہوا کہ خدا نے ابر ہام کو آزمایا اور اُسے کہا اَے ابر ہام! اُس نے کہا میں حاضر ہوں' تب اُس نے کہا کہ تو اپنے بیٹے اِضحاق کو جو تیرا اِکلوتا ہے اور جسے تو پیار کرتا ہے ساتھ لے کر مُوریاہ کے ملک میں جا اور وہاں اُسے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا سوختنی قربانی کے طور پر چڑھا۔''

[کتاب مقدس:۲۱' کتاب پیدائش ۲۲:۱-۳]

جب کہ یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہی اکلوتے ہیں اس لیے کہ سیدنا اسحاق علیہ السلام اُن سے چودہ برس بڑے تھے۔ کتاب مقدس ہی میں ہے:

''اور جب ابرام سے ہاجرہ کے اسماعیل پیدا ہوا تب ابرام چھیاسی برس کا تھا۔''

[کتاب مقدس:۱۶' کتاب پیدائش ۱۶:۱۷]

پھر اسی کتاب ہی میں ہے کہ: ''اور جب اُس کا بیٹا اِضحاق اُس سے پیدا ہوا تو ابر ہام سو برس کا تھا۔''

[کتاب مقدس:۲۰' کتاب پیدائش ۲۱:۵]

اس باب میں اہل کتاب جس تحریف کے مرتکب ہوئے ہیں اُن کی تفصیل استاذ حمید الدین فراہی کی کتاب ''الرأي الصحيح في مَن هو الذبيح'' کے اردو ترجمہ ''ذبیح کون ہے'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے' جو بڑے سائز کے چھیاسی صفحات پر مشتمل نہایت دقیق، علمی اور قیمتی کتاب ہے اور بہترین معلومات کی حامل ہے۔

حافظ ابن تیمیہ آگے لکھتے ہیں: و مما يدلُّ على أنه اسماعيل علیہ السلام قصة الذبيح المذكورة في سورة الصافات......فهذه القصةُ تدلُّ على أنه اسماعيل علیہ السلام من وجوهٍ: أحدها : أنه بشره بالذبيح وذكر قصته أولاً' فلما استوفى ذلك قال : وَ بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ وَ بٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَ عَلٰى اِسْحٰقَ [سورۃ الصافات ۳۷:۱۱۲-۱۱۳] فبيَّنَ أنهما بشارتان: بشارةٌ بالذبيح و بشارةٌ ثانيةٌ باسحاق علیہ السلام.

[مجموع الفتاوی ۴:۱۷۱]

''سورۃ الصافات کی آیات ۱۰۱-۱۱۳ میں اس بات کی ٹھوس دلیل ہے کہ ذبیح سیدنا اسماعیل علیہ السلام تھے' اس لیے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو پہلے ذبیح کی خوش خبری دی گئی' اُس کا واقعہ پہلے سنایا اور جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام اُس آزمائش میں پورے اُترے تو انہیں اسحاق علیہ السلام کی خوش خبری سنائی گئی۔''

آگے لکھتے ہیں: أنه لم يذكر قصة الذبيح في القرآن إلّا في هذا الموضع' وفي سائر المواضع يذكر البشارة بإسحاق علیہ السلام خاصةً كما في سورة هود ۷۱ ' وسورة الذّٰريٰت ۲۸-۲۹' وسورة الحجر: ۵۳-۵۵' ولم يذكر أنه الذبيح ثم لما ذكر البشارتين جميعاً البشارة بالذبيح والبشارة بإسحاق علیہ السلام بعده كان هذا من الأدلة على أن إسحاق علیہ السلام ليس هو الذبيح. [مجموع الفتاوی ۴:۱۷۱]

''قرآن مجید میں سورۃ ہود ۷۱' سورۃ الذاریات: ۲۸-۲۹' اور سورۃ الحجر: ۵۳-۵۵ میں سیدنا اسحاق علیہ السلام ......

...... کا واقعہ مذکور ہے' لیکن ان سورتوں میں ان کے ذبیح ہونے کا اشارہ تک نہیں جب کہ سورۃ الصافات میں دونوں بشارتیں یک جا کی گئیں تو پہلے ذبیح کا واقعہ اور اُن کے بعد سیدنا پہلے ذبیح کا واقعہ اور اُن کے بعد سیدنا اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی گئی جو اِس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا اسحاق علیہ السلام ذبیح نہیں تھے۔''

آ گے لکھتے ہیں: أنه ذكر في الذبيح أنه غلامٌ حليم' ولما ذكر البشارة بإسحاق ذكر البشارة بغلام عليم في غير هذا الموضع ' و التخصيص لابُدَّ لَهٗ من حكمة ' وهذا مما يقوي اقتران الوصفين' والحلم هو مناسب للصبر الذى هو خُلق الذبيح . [مجموع الفتاوی ۴:۱۷۱]

''قرآن کریم میں سیدنا اسحاق علیہ السلام کی خوش خبری ''غلام علیم'' کہہ کر دی گئی ہے۔ جیسے سورۃ الحجر ۱۵:۵۳' اور سورۃ الذاریات ۵۱:۲۸۔ لیکن سورۃ الصافات ۳۷:۱۰۱ میں ذبیح کے تذکرہ میں ''غلام حلیم'' کہہ کر خوش خبری سنائی گئی ہے۔ ذبح اور حلم وبردباری کے مابین جو تعلق ہے وہ کسی صاحب عقل سے پوشیدہ نہیں۔ پھر قرآن کریم نے غلام کی صفت ''علیم'' کی جگہ ''حلیم'' تو بغیر کسی حکمت کے بیان نہیں کی ہے۔''

یہ بھی لکھتے ہیں: و مما يدلُّ على أن الذبيح ليس هو إسحاق علیہ السلام أن اللّٰه تعالى قال: فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوبَ [سورۃ ہود:۷۱] فكيف يأمر بعد ذلك بذبحه و البشارة بيعقوب تقتضي أن إسحاق علیہ السلام يعيشُ و يولد له يعقوب علیہ السلام و لا خلاف بين الناس أن قصة الذبيح كانت قبل ولادة يعقوب علیہ السلام بل إنما ولد يعقوب علیہ السلام بعد موت ابراهيم علیہ السلام وقصة الذبيح كانت في حياة إبراهيم علیہ السلام بلا ريب . [مجموع الفتاوی ۴:۱۷۱]

''جب سیدنا اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی گئی تو ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا کہ اُن کا بیٹا یعقوب بھی پیدا ہو گا جیسا کہ سورۃ ہود ۱۱:۵۱ میں مصرح ہے اور ظاہر ہے کہ جس بیٹے کے پوتے کی بھی بذریعہ وحی بشارت دی جا چکی ہو اُس کے متعلق نوجوانی میں ہی قربانی کی وحی آنا محال ہے اس لیے کہ پوتے کی بشارت پہلے دی جا چکی ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ پوتا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے بعد پیدا ہوا جب کہ ذبح کا واقعہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں وقوع پذیر ہوا ہے۔''

اس مسئلہ پر حافظ ابن قیم نے بھی زاد المعاد جلد اول ۱:۷۱-۷۲ ''فصلٌ فى نسبه صلی اللہ علیہ وسلم'' کے ذیل میں سیر حاصل بحث کی ہے' جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

سوال: حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اکرمُ الناس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: اکرم الناس یوسف بن یعقوب بن اسحاق ذبیح اللہ بن ابراہیم تھے۔

[اَلمُعجَم الكبير ۹:۱۸۶' حدیث: ۸۹۱۶' ۱۰:۱۴۹' حدیث: ۱۰۲۷۸]

جواب: یہ روایت مرفوعاً ان الفاظ میں ثابت نہیں بلکہ أكرم الناس يوسف علیہ السلام بن يعقوب علیہ السلام بن اسحق علیہ السلام بن إبراهيم علیہ السلام کے الفاظ میں وارد ہیں۔ [صحیح بخاری' کتاب احادیث الانبیاء [۶۰] باب ......

۴۵۱-اَلْفِرَارُ مِمَّا لَا یُطَاقُ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِیْنَ .

''اس شے سے بھاگنا جس کی طاقت نہ ہو۔ یہ انبیاء کرام کی سنت ہے۔''

لفظاً اس کی کوئی اصل نہیں اور معنیٰ کے لحاظ سے بھی باطل ہے اس لیے کہ جس کا یہ خیال ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے راہِ فرار اختیار کی وہ کافر ہے جیسا کہ الشفا میں اس کی تصریح کی گئی ہے (۱)۔

رہا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ: فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ. [سورۃ الشعراء ۲۶:۲۱]

''میں تم سے بھاگا جب مجھے تم سے خوف معلوم ہوا۔''

سو یہ ایک ایسے واقعہ کی جانب اشارہ ہے جو نبوت سے قبل پیش آیا تھا۔ رہا نبی کریم ﷺ کا مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمانا' سو وہ فرار کے طور پر نہ تھا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حکم تھا کہ آپ غار میں داخل ہوں اور لوگ آپ کے معجزات دیکھیں ۔ یاد رہے کہ فرار، مقابلہ' مقاتلہ اور دشمن کے غالب ہو جانے کے نتیجہ میں شکست کے بعد ہوتا ہے۔

۴۵۲- فَضْلُ شَهْرِ رَجَبَ عَلَى الشُّهُوْرِ كَفَضْلِ الْقُرْآنِ عَلٰى سَائِرِالْكَلَامِ' وَفَضْلُ شَهْرِ شَعْبَانَ عَلَى الشُّهُوْرِ كَفَضْلِيْ عَلٰى سَائِرِ الأَنْبِيَاءِ' وَفَضْلُ شَهْرِ رَمَضَانَ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰى سَائِرِ الْعِبَادِ.

''ماہ رجب کی دوسروں مہینوں میں فضیلت ایسی ہے جیسے قرآن مجید کی فضیلت تمام کتابوں پر' اور شعبان کو دوسروں مہینوں پر وہی فضیلت حاصل ہے جو مجھے تمام انبیاء پر حاصل ہے اور رمضان کو دوسرے مہینوں پر وہ فضیلت حاصل ہے جو اللہ تعالیٰ کو تمام بندوں پر حاصل ہے۔''

عسقلانی کہتے ہیں: یہ موضوع ہے (۲)۔

......قول اللہ: واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا [۸] حدیث: ۳۳۵۳

محققین کے نزدیک اس میں إسحاق ذبیح اللّٰہ کے الفاظ منکر ہیں' اس لیے کہ نص قرآنی اور صحیح حدیث کے خلاف ہیں۔

(۱) تلاش بسیار کے باوجود یہ حوالہ نہ مل سکا۔

(۲) حافظ عسقلانی لکھتے ہیں: ورجال هذا الإسناد ثقاةٌ إِلَّا السقطي فهو الآفة وكان مشهوراً بوضع الحديث وتركيب الأسانيد' ولم يحدث واحد من رجال هذا الإسناد بهذا الحديث قط. ......

۴۵۳- اَلْفَقْرُ فَخْرِيْ وَبِهٖ أَفْتَخِرُ .

''فقر میرا فخر ہے اور میں اسی کے ساتھ فخر کرتا ہوں۔''

عسقلانی کہتے ہیں: یہ باطل اور موضوع ہے (۱)۔ ابن تیمیہ کہتے ہیں: یہ جھوٹ ہے (۲)۔

۴۵۴- فَمٌ سَاكِتٌ رَبٌّ كَافٍ.

''منہ خاموش ہے تو رب کافی ہے۔''

اسی طرح یہ بھی ہے کہ: اَللّٰهُ وَلِيٌّ مَنْ سَكَتَ.

''اللہ تعالیٰ اس کا دوست ہے جو خاموش رہے۔''

ابن الدیبع کہتے ہیں: یہ حدیث نہیں لیکن اس کا معنیٰ صحیح ہے (۳) اور اس حدیث سے ماخوذ ہے:

مَنْ صَمَتَ نَجَا (۴) وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ كَفَاهُ (۵).

......[تبیین العجب بما ورد فی فضل رجب: ۲۵-۲۶، بذیل حدیث: ۱۵]

''ابوالبرکات ہبۃ اللہ بن مبارک سقطی کے علاوہ اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔ سقطی ہی اس روایت کی آفت ہے۔ یہ راوی احادیث گھڑنے اور من پسند اسانید بنانے میں شہرت رکھتا تھا۔ اس سند کے رِجال میں سے کسی ایک نے بھی ان الفاظ میں حدیث کی روایت نہیں کی۔''

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۴۸۰؛ حافظ ابن حجر عسقلانی یہ بھی فرماتے ہیں کہ: یہ بات جو مشہور ہے کہ:

إنه ﷺ اختار الفقر على الغِنَى، هذا الإختيار لا أصل له. [تلخیص الحبیر ۳: ۱۶۴]

''رسول اللہ ﷺ کا فقر اختیاری تھا اور آپ نے فقر کو غناء پر ترجیح دی تھی، یہ بات بے اصل ہے۔''

(۲) حافظ ابن تیمیہ مجموع الفتاوی ۱۱: ۵۷، ۱۸: ۶۲ میں لکھتے ہیں: یہ روایت جھوٹی اور موضوع ہے۔ حدیث کے کسی بھی عالم نے اس کی روایت نہیں کی ہے، اس کا معنیٰ بھی باطل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی کسی چیز پر فخر و غرور نہیں کیا بلکہ آپ فرمایا کرتے تھے: أنا سَيِّدُ وُلْدِ آدم ولا فَخْرَ .

[سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن [۴۸] باب: تفسیر سورۃ بنی اسرائیل [۱۸] حدیث: ۳۱۴۸]

''میں اولادِ آدم کا سردار ہوں لیکن میں اس پر فخر نہیں کرتا۔''

(۳) تمییز الطیب من الخبیث: ۱۲۹، حدیث: ۹۲۹

(۴) مسند احمد ۲: ۱۵۹، ۱۷۷، سنن ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق [۳۸] بابٌ [۵۰] حدیث: ۲۵۰۱

(۵) اس روایت کا یہ ٹکڑا مرفوع احادیث میں نہ مل سکا۔

''جو خاموش رہا اس نے نجات پائی اور جس نے اللہ پر توکل کیا۔ اللہ اسے کافی ہے۔''

پہلا کلام ظاہری ترکیب کے لحاظ سے کفر ہے ہاں! اگر عطف مقدر مان لیا جائے [تو کفر سے بچاؤ ہوگا]۔''

۴۵۵- فِي آخِرِ الزَّمَانِ يَنْتَقِلُ بَرْدُ الرُّومِ إِلَى الشَّامِ، وَبَرْدُ الشَّامِ إِلَى مِصْرَ.

''اخیر زمانہ میں روم کی برودت شام کو اور شام کی برودت مصر کو منتقل ہو جائے گی۔''

عسقلانی کہتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں (۱)۔

۴۵۶- فِي بَيْتِهِ يُؤْتَى الْحَكَمُ (۲).

''حکم [یعنی حاکم اور ثالث] کے گھر جایا جاتا ہے۔''

مشہور اَمثال میں سے ہے نہ کہ حدیث نبوی، جیسا کہ ابن الدیبع نے کہا ہے (۳)۔

زرکشی کہتے ہیں: سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ سیدنا عمر اور سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے مابین کچھ اختلاف تھا انہوں نے فیصلہ کے لیے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو متعین کیا اور دونوں ان کے گھر پہنچے۔ جب ان کے پاس گئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بولے۔ ہم تمہارے پاس اس لیے آئے ہیں کہ تم ہمارے درمیان فیصلہ کر دو۔ انہوں نے فرمایا:

فِي بَيْتِهِ يُؤْتَى الْحَكَمُ.

''لوگ فیصلہ کرنے والے کے گھر میں جاتے ہیں۔''

پھر دونوں ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے دونوں کا فیصلہ کیا۔

---

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۴۸۱، حدیث: ۷۴۹، تمییز الطیب من الخبیث: ۱۲۹، حدیث: ۹۳۰

(۲) مجمع الامثال ۲: ۴۴۲، مثال: ۲۷۴۲

(۳) المقاصد الحسنۃ: ۴۸۱، حدیث: ۷۵۰، تمییز الطیب من الخبیث: ۱۲۹، حدیث: ۹۳۱

اس مثال سے متعلق ایک عجیب وغریب قصہ بھی ہے' جسے دمیری نے اپنی حیوۃ الحیوان میں نقل کیا ہے (۱)۔

۴۵۷- فِي الْحَرَكَاتِ: الْبَرَكَاتُ.

"حرکت میں برکت ہے۔"

یہ بعض سلف کا کلام ہے۔ حدیث نہیں جیسا کہ ابن الدیبع نے کہا ہے (۲)۔

رسالہ قشیریہ میں ہے: میں نے استاذ ابو علی (۳) سے سنا وہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کا قول ہے کہ

فِي الْحَرَكَةِ بَرَكَةٌ (۴).

"حرکت میں برکت ہے۔"

اس لیے کہ ظاہری حرکات باطنی اَسرار کے برکات کا سبب بنتی ہیں۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں بھی اس کی جانب اشارہ ہے:

هُوَالَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلاً فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَاوَكُلُوْامِنْ رِّزْقِهِ.

[سورۃ الملک ۶۷:۱۵]

"وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو نرم کر دیا تو اس کی راہوں میں چلو پھرو اور اللہ [کے دیے ہوئے] رزق میں سے کھاؤ۔"

اور فرمایا کہ: وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى. [سورۃ النجم ۵۳:۳۹]

"اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔"

اور فرمایا: فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ. [سورۃ الجمعۃ ۶۲:۹]

---

(۱) ضب [گوہ] سے متعلق اُس موضوع روایت کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔

(۲) المقاصد الحسنۃ: ۴۸۱' حدیث: ۱۵۱۷' تمییز الطیب من الخبیث: ۱۳۰' حدیث: ۹۳۲

(۳) حسن بن علی بن محمد استاذ ابو علی الدقاق زاہد نیشاپوری۔ صوفیاء اور ابو القاسم قشیری کے شیخ ہیں۔ اپنے زمانے کے امام تھے۔ علم اصول کو حاصل کیا۔ "مرو" میں فقہ کا علم سیکھا۔ ابو بکر قفال مروزی کے شاگرد رہے ہیں۔ بعد میں علم کو چھوڑ کر تصوف میں لگ گئے۔ ۴۰۵ھ کو وفات پائی۔ [تاریخ الاسلام ۹:۲۹۵' ترجمہ: ۱۴۹۷۷]

(۴) الرِّسَالَةُ الْقُشَيْرِيَّةُ: ۱۳۴' باب المجاهدة

”پس اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔“

اور فرمایا: وَسَارِعُوا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ. [سورۃ آل عمران۳:۱۳۳]

”اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو۔“

اور فرمایا: فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ. [سورۃ البقرۃ۲:۱۴۸‘ سورۃ المائدۃ۵:۴۸]

”پس نیکیوں میں سبقت کرو۔“

اِن ساری آیات میں باقیاتِ صالحات‘ حصولِ درجات اور نیکی وخیرات کے حصول کی ترغیب دی گئی ہے۔

حرف القاف

۴۵۸- قَالَ لِجِبْرِيلَ: هَلْ زَالَتِ الشَّمْسُ؟ قَالَ: لَا، نَعَمْ، قَالَ ﷺ: كَيْفَ قُلْتَ: لَا، نَعَمْ؟ فَقَالَ: مِنْ حِيْنَ قُلْتُ: لَا، إِلَى أَنْ قُلْتُ: نَعَمْ! سَارَتِ الشَّمْسُ مَسِيْرَةَ خَمْسَمِائَةَ عَامٍ.

''رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا: کیا زوالِ شمس ہو گیا؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں' ہاں! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم نے یہ نہیں' ہاں کیوں کہا؟ انہوں نے جواب دیا میں نے جب نہیں کہا تو ہاں کہنے تک سورج پانچ سو سال کی مسافت پر چلا گیا۔''

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: اس کی کوئی اصل نہیں۔

۴۵۹- قُدِّسَ الْعَدَسُ عَلَى لِسَانِ سَبْعِيْنَ نَبِيًّا، آخِرُهُمْ عِيْسَى علیہ السلام (۱).

---

(۱) تفسیر القرطبی ۱:۲۹۰ تفسیر البقرۃ ۲:۶۱، المصنوع: ۱۲۹، حدیث: ۲۱۱

خطیب بغدادی لکھتے ہیں: عبداللہ بن مبارک سے مسور کھانے کے بارے میں پوچھا گیا اور یہ کہ ستر انبیاءِ کرام نے اس میں برکت کی دعاء کی ہے؟ اس پر انہوں نے فرمایا کہ ستر انبیاء تو درکنار کسی ایک نبی نے بھی اس میں برکت دینے دعا نہیں کی۔ یہ تو اذیت دینے والا ہے' بادی ہے' تمہیں یہ روایت کون سنا تا ہے؟ انہوں نے کہا: سالم اسے آپ کی سند سے ہمیں بیان کرتا ہے' وہ تعجب سے بولے: کیا مجھ سے؟ [تاریخ بغداد ۹:۱۴۳]

امام محمد طاہر پٹنی ہندی لکھتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔ پھر امام عبداللہ بن مبارک کے حوالے سے درج بالا قول لکھ کر اس پر یہ اضافہ فرمایا ہے کہ مسور مولد سودا ہے۔ ضیق النفس کا باعث ہے۔ فاسد خون پیدا کرتا ہے۔

[تذکرۃ الموضوعات: ۱۴۷]

حافظ ابن الجوزی لکھتے ہیں: اس روایت کو وضع کرنے والا عبداللہ بن احمد بن عامر یا اُس کا باپ ہے اور یہ دونوں اہل بیت کے نام سے ایک موضوع نسخہ کو روایت کرتے ہیں۔ [الموضوعات ۲:۲۹۵]

حافظ ذہبی نے عبداللہ بن عبدالحکم کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہم لیث بن سعد کی مجلس میں تھے جس میں مسور کی بحث چھڑ گئی تو مَسلَمۃ بن علی نے کہا: ستر انبیاء نے اس کے مبارک ہونے کی دعا کی ہے۔ لیث نے نماز پوری کی تو فرمایا: کسی ایک بھی نبی نے اس کے مبارک ہونے کی دعا نہیں کی یہ تو بارِد اور اذیت دینے والا ہے۔

[سیر اَعلام النبلاء ۸:۱۶۱]

"مسور کی دال کا بابرکت ہونا ستر انبیاء کی زبان سے ہوا جن میں سے آخری عیسیٰ علیہ السلام تھے۔"

زرکشی کہتے ہیں: یہ باطل ہے۔ حفاظ کی ایک جماعت نے بالاتفاق اسے باطل کہا ہے جن میں ابن المبارک، لیث بن سعد اور متاخرین میں سے ابوموسیٰ ابن المدینی (۱) داخل ہیں (۲)۔

سخاوی کہتے ہیں: اسے طبرانی نے سیدنا واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے (۳)۔

ابونعیم نے اَلْمَعْرِفَةُ میں اسے باسند بیان کیا ہے (۴)۔

اس مضمون کی ایک روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اس باب میں کوئی بھی چیز صحیح نہیں بلکہ سب کی سب باطل ہیں جیسا کہ ابن المدینی کہتے ہیں۔ ابن الجوزی نے اسے موضوعات میں

---

(۱) محمد بن عمر بن احمد بن عمر بن محمد الاصبہانی المدینی، ابوموسیٰ۔ حافظ حدیث تھے۔ ۵۰۱ھ = ۱۱۰۸ء کو اصبہان میں پیدا ہوئے۔ بغداد اور ہمذان کے سفر کیے۔ مدینۃ اصبہان کی طرف منسوب ہو کر المدینی کہلاتے ہیں۔ حدیث اور علوم حدیث میں مفید کتابیں لکھیں۔ ۵۸۱ھ = ۱۱۸۵ء کو اصبہان میں وفات پائی۔ اپنے والد اور حافظ ابونعیم کے شاگردوں اور اُن کے طبقے سے کسبِ فیض کیا۔ تین سو اساتذہ کی مرویات پر مبنی ایک معجم لکھی۔ اپنے زمانے کے امام، حافظ کبیر، ثقہ اور شیخ المحدثین تھے۔ اپنے زمانے میں حافظِ مشرق تھے۔

[وفیات الاعیان ۴:۲۸۶، ترجمہ: ۶۱۸، سیر اعلام النبلاء ۲۱:۱۵۲، ترجمہ: ۷۸، الاعلام ۶:۳۱۲]

(۲) التَّذكرة في الأحاديث المشتهرة: ۱۰۳-۱۰۴، حدیث: ۱۳۵

(۳) اس کی سند یہ ہے: حسین بن اسحاق، از عمرو بن الحصین العقیلی، از محمد بن عبداللہ بن علاثۃ، از ثور بن یزید، از مکحول، از سیدنا واثلۃ بن اسقع رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

[المُعجم الکبیر ۲۲:۶۳، حدیث: ۱۵۲، مسند الشامیین ۱:۲۶۴، حدیث: ۴۵۷]

یہ روایت موضوع ہے اس لیے کہ اس کا ایک راوی عمرو بن حصین عقیلی متروک الحدیث اور ذاہب الحدیث ہے۔

[میزان الاعتدال ۳:۲۵۳، ترجمہ: ۶۳۵۱]

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں: یہ روایت اُن یہود کی وضع کردہ معلوم ہوتی ہے جنھوں نے من وسلویٰ پر مسور کی دال اور پیاز و لہسن کو ترجیح دی تھی۔ [المنار المنیف: ۵۲، بذیل حدیث: ۵۷]

(۴) اس کی سند یہ ہے: ابوعمرو بن حمدان، از حسن بن سفیان، از عبید بن معبد بصری، از عیسیٰ بن شعیب، از حجاج بن میمون، از حمید بن ابی حمید، از عبدالرحمٰن بن دلہم مرفوعاً۔ [معرفۃ الصحابۃ ۳:۲۹۳، حدیث: ۴۶۸۹]

یہ شدید ضعیف ہے اس لیے کہ حافظ ابونعیم نے لکھا ہے کہ عبدالرحمٰن بن دلہم صحابی نہیں بلکہ کوئی مجہول شخص ہے اور اس کی روایت محل نظر ہوتی ہے۔ [معرفۃ الصحابۃ ۳:۲۹۲]

شمار کیا ہے(۱)۔

۴۶۰- اَلْقُرْآنُ کَلَامُ اللّٰہِ غَیْرُ مَخْلُوْقٍ، فَمَنْ قَالَ بِغَیْرِ ھٰذَا فَقَدْ کَفَرَ (۲).

”قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ مخلوق نہیں ہے جو اس کے علاوہ کچھ اور کہے اس نے کفر کیا۔“

صغانی کہتے ہیں یہ موضوع ہے(۳)۔ سخاوی کہتے ہیں: یہ تمام اَسناد کے ساتھ باطل ہے(۴)۔

---

(۱) الموضوعات ۲: ۱۹۷-۱۹۸

حافظ ابن تیمیہ سے مسور کے ساتھ روٹی کھانے کی فضیلت کے بارے میں استفسار ہوا تو انہوں نے فرمایا:

مَنِ اعتقَدَ أنَّ العدسَ مطلقاً فیه فضیلةٌ فهو جاهِلٌ. والحدیثُ الذي یُروَی: کُلوا العدسَ فإنه یرِقُّ القلب، وقد قدس فیه سبعون نبیاً، حدیثٌ مکذوبٌ مختلَقٌ باتفاق أهل العلم، ولکن العدس هو مما اشتهاهُ الیهود. [مجموع الفتاوی ۲۷: ۱۳-۱۴]

”جس کا خیال ہو کہ مطلق مسور میں کچھ فضیلت ہے تو وہ جاہل ہے اور اس بارے میں جو روایت پیش کی جاتی ہے کہ مسور کھاؤ اس لیے کہ یہ دل کو نرم کرتا ہے اور یا یہ روایت کہ ستر انبیاء نے اس میں برکت کی دعاء کی ہے سو اس بارے میں اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ روایتیں جھوٹی اور من گھڑت ہیں البتہ مسور ایک ایسی چیز ہے جس کا یہود نے مطالبہ کیا تھا۔“

(۲) تاریخ بغداد ۱: ۳۶۰-۳۶۱، بذیل ترجمہ: محمد بن احمد بن المہدی: ۲۹۶؛ خطیب بغدادی نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے: یہ شدید منکر ہے اور اس کی سند میں کئی مجہول راوی ہیں۔ اس قسم کی ایک اور روایت نقل کر کے لکھتے ہیں: اس کی سند میں ابو عمارۃ ہے جو امام دارقطنی کی تصریح کے مطابق شدید ضعیف ہے۔

[تاریخ بغداد ۱: ۳۶۱]

(۳) موضوعات الصغانی: ۹۶، حدیث: ۱۲۱

تنبیہ: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ مخلوق نہیں۔ ملت اسلامیہ میں قرآن مجید کو مخلوق کہنا نہایت قبیح بدعت ہے۔ قرآن مجید کے مخلوق ہونے کا یہ بدعی قول سب سے پہلے جعد بن درہم [وفات: ۱۱۸ھ = ۷۳۶ء] نے کیا جسکے بعد یہ جھنڈا جہم بن صفوان سمرقندی [وفات: ۱۲۸ھ = ۷۴۵ء] نے اٹھایا اور بشر مریسی [وفات: ۲۱۸ھ = ۸۳۳ء] نے اس فتنے کو ظاہر کر کے خوب پھیلایا۔ رہی روایت! سو اس بارے میں عرض ہے کہ اس سلسلہ میں کئی روایتیں موجود ہیں، جن کو امام قرطبی نے التذکار فی افضل الاذکار ۱۳-۱۴ میں نقل کیا ہے لیکن اس باب میں کوئی ایک بھی روایت ثابت نہیں۔ ہر روایت میں کوئی نہ کوئی کذاب راوی موجود ہے۔

(۴) المقاصد الحسنة: ۴۸۷، حدیث: ۷۶۷

۴۶۱-قِرَاءَةُ سُوَرِ الْقَلَاقِلِ أَمَانٌ مِّنَ الْفَقْرِ .

"قلاقل کی سورتیں پڑھنا فقر سے امان دیتی ہیں۔"

سخاوی کہتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں (۱) ۔قَلَاقِلُ سے مراد وہ سورتیں ہیں جن کی ابتدا میں لفظ قُلْ ہے جو پانچ سورتیں ہیں۔ان میں پہلی سورۃ الجن ہے جب کہ لوگوں میں مشہور یہ چار ہیں: سورۃ الکافرون' سورۃ الاخلاص' سورۃ الفلق اور سورۃ الناس۔

۴۶۲-قَصُّ الْأَظْفَارِ.

"ناخن کاٹنا۔"

ناخن کاٹنے کی کوئی خاص کیفیت یا اس کے لیے کسی خاص کا دن کا تعین رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔سخاوی کہتے ہیں: اس بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ہمارے شیخ کی جانب منسوب کر کے جو نظمیں بیان کی جاتی ہیں، وہ دونوں باطل ہیں (۲) ۔

۴۶۳-قِصَّةُ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ لَمَّا خَطَبَ فِي أَوَّلِ جُمُعَةٍ وَلِيَ الْخِلَافَةَ وَصَعِدَ الْمِنبَرَ فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ' فَأُرْتِجَ عَلَيْهِ' فَقَالَ: إِنَّ أَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ كَانَا يُعِدَّانِ لِهٰذَا الْمَقَامِ مَقَالًا' وَأَنْتُمْ إِلٰى إِمَامٍ فَعَّالٍ أَحْوَجُ مِنْكُمْ إِلٰى إِمَامٍ قَوَّالٍ ' وَسَيَأْتِيكُمُ الْخَطِيبُ ' وَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِي وَلَكُمْ' وَ نَزَلَ وَصَلّٰى بِهِمْ.

"سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا قصہ کہ جب وہ خلیفہ منتخب ہوئے اور انہوں نے پہلے جمعہ کو خطبہ دیا تو منبر پر چڑھے اور فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ! پھر منبر پر کانپنے لگے اور فرمایا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اس جگہ پر بولنے لیے تیاری کیا کرتے تھے' اور تم باتونی امام کے بنسبت کام کرنے والے امام کے زیادہ محتاج ہو۔ بہت جلد تمہارے سامنے ایک خطیب آئے گا اور میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے مغفرت چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر نیچے اتر گئے اور انہیں نماز پڑھائی۔"

ابن ہمام کہتے ہیں: اس روایت کا نہ تو حدیث کی کتابوں میں کوئی وجود ہے اور نہ فقہ کی کتابوں

---

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۴۸۸' حدیث: ۷۶۹

(۲) المقاصد الحسنۃ: ۴۸۹' حدیث: ۷۷۲

میں!(۱)۔

۴۶۴-:اَلْقَلْبُ بَيْتُ الرَّبِّ . ''دل، اللہ کا گھر ہے۔''

اس کی مرفوعاً کوئی اصل نہیں ہے جیسا کہ سخاوی کہتے ہیں (۲)۔

زرکشی کہتے ہیں: اس کی کوئی اصل نہیں (۳)۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں یہ موضوع ہے (۴)۔ الذیل میں ہے: جیسا انہوں نے کہا، درست ہے (۵)۔

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: اس کا معنیٰ صحیح ہے جیسا کہ آگے حدیث: مَا وَسَعَنِي أَرْضِي (۶) کے تحت آئے گا۔

---

(۱) ابن ہمام نے سَیَأْتِیکُمُ الْخَطِیبُ کے بجائے سَتَأْتِیکُمُ الْخَطَبُ لکھا ہے۔
[فتح القدیر۲: ۶۰' باب صلاۃ الجمعۃ]

(۲) المقاصد الحسنۃ: ۴۹۲' حدیث: ۷۷۶

(۳) امام زرکشی کی اپنی عبارت یہ ہے: إنَّ القلبَ بيتُ الإيمان بالله ومعرفته ومحبته. وليس هذا من كلام النبي ﷺ. [التَّذكرة في الأحاديث المشتهرة: ۸۹' حدیث: ۱۱۲]
''دل، اللہ تعالیٰ پر ایمان' اُس کی معرفت اور اُس کی محبت کا گھر ہے۔ رہی زیر بحث روایت سو یہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نہیں ہے۔''

(۴) حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: یہ اسرائیلیات میں سے ہے۔ نبی ﷺ سے اس کی کوئی معروف سند نہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ میری محبت اور معرفت کسی مؤمن بندے کے دل ہی کا کام ہے۔ [مجموع الفتاوی ۱۸: ۶۲]

(۵) الزیادات علی الموضوعات ۲: ۹۴۷' حدیث: ۱۰۱۸

(۶) ما وسعني أرضي ولا سمائي' ولكن وسعني قلبُ عبدي المؤمن. [اِحیاء علوم الدین ۳: ۱۴]
''مجھے اپنی زمین وآسمان اپنے اندر تو سما نہ سکے مگر میرے مؤمن بندہ کے دل مجھے سما سکا۔''
امام زرکشی نے یہاں حافظ ابن تیمیہ کا قول لکھ کر بتایا ہے کہ: وإلاَّ فمَن قال: إنَّ الله يحلُّ في قلوب الناس فهو أكفرُ من النصارى الذين خصُّوا ذلك بالمسيح ؑ وحده. [التذکرۃ: ۸۹' بذیل حدیث: ۱۱۱]
''اس کی یہی تاویل درست ہے ورنہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں حلول کر جاتے ہیں' وہ نصاری سے بڑھ کر کافر ہیں' اس لیے کہ سیدنا مسیح ؑ کے بارے میں نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ اُن کے اندر اللہ تعالیٰ حلول کر چکے ہیں۔''
امام عجلونی کا بھی اِس پر صاد ہے۔ [کشف الخفاء ۲: ۱۹۵' حدیث: ۲۲۵۶]

۴۶۵- قَلْبُ الْمُؤْمِنِ حُلْوٌ يُحِبُّ الْحَلَاوَةَ.(۱)

''مؤمن کا دل میٹھا ہوتا ہے اور مٹھاس کو پسند کرتا ہے۔''

ابن الجوزی نے اسے موضوعات میں شمار کیا ہے(۲) لیکن نبی کریم ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ میٹھی چیزیں اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔ ابن الدیبع نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس کا معنیٰ تو صحیح ہے۔ کلام الفاظ کے ثبوت میں ہے۔

سیوطی کہتے ہیں: اسے بیہقی نے شعب(۳) میں اور دیلمی نے سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

---

(۱) تاریخ بغداد ۳:۱۱۳، بذیل ترجمہ: محمد بن عباس بن سہیل ابوالحسن الضریر [۱۱۲۲] خطیب نے اس کے بعد ایک دوسری حدیث ان الفاظ میں لکھ دی ہے:

لو اغتسل اللوطي بماء البحار لم يجئ يوم القيامة إلّا جُنُبًا. [تاریخ بغداد ۳:۱۱۴]

''اگر اِغلام باز سارے دریاؤں کے پانی سے نہائے پھر بھی قیامت کے روز جنابت کی حالت میں اُٹھے گا۔''

ان دونوں روایتوں پر خطیب نے ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے: الرِّجالُ المذكورونَ في إسناد هذين الحديثَيْنِ المَذْكُورَينِ كُلُّهُم ثقاتٌ غيرابن سهيل، و هو الذي وضعهما وركبهما على الإسنادَينِ الَّذَينِ أوردَهُما. [تاریخ بغداد ۳:۱۱۴]

''مذکورہ دونوں حدیثوں کے راوی ثقہ ہیں سوائے محمد بن عباس بن سہیل کے۔ یہ دونوں حدیثیں اُس نے وضع کی ہیں اور ان دونوں کے لیے یہ صحیح سند اُس نے ترکیب دی ہے۔''

(۲) الموضوعات ۲:۲۲۰

(۳) امام بیہقی اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں: أورده شيخُنا في التاريخ في ترجمة سهل بن بشربن القاسم النيسابوري، ومتنُ الحديثِ منكرٌ، وفي إسناده من هومجهولٌ.

[شعب الایمان ۵:۹۹، بذیل حدیث: ۵۹۳۴]

''اسے ہمارے شیخ [امام حاکم] نے تاریخ میں سہل بن بشر بن قاسم نیشاپوری کے ترجمہ میں لکھا ہے۔ حدیث کا متن منکر ہے اور اس کی سند میں مجہول راوی ہیں۔''

امام بیہقی کا اشارہ سہل بن ابی سہل کی طرف ہوسکتا ہے جسے محدثین نے مجہول قرار دیا ہے۔

[میزان الاعتدال ۲:۲۳۸، ترجمہ: ۳۵۷۹]

امام بیہقی کی سند میں بقیۃ بن الولید بھی ہے جو مدلس تھا اور اکثر وبیشتر ضعفا ومجاہیل کے ناموں میں تدلیس کیا کرتا تھا۔ [تعریف اہل التقدیس: ۱۲۱، ترجمہ: ۱۱۷-[۱]]؛ جب کہ اُس کی یہ روایت معنعن بھی ہے۔ ....

ہے (۱)۔ اس کی بنا پر ابن الجوزی کا اسے موضوع کہنا غلط قرار پاتا ہے (۲)۔

دیلمی نے اسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں بھی مرفوعاً نقل کیا ہے:

اَلْمُؤمِنُ حُلْوٌ، يُحِبُّ الْحَلَاوَةَ، وَمَنْ حَرَّمَهَا عَلٰى نَفْسِهٖ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ، لَا تُحَرِّمُوْا شَيْئًا مِّنْ نِعْمَةِ اللّٰهِ وَالطَّيِّبَاتِ عَلٰى أَنْفُسِكُمْ (۳)، وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَاشْكُرُوْا، فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا لَزِمَتْكُمْ عُقُوْبَةُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.

''مؤمن میٹھا ہوتا ہے۔ مٹھاس کو پسند کرتا ہے۔ جس نے میٹھی چیز کو اپنے اوپر حرام کیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور پاکیزہ و مزیدار چیزوں میں سے اپنے اوپر کوئی چیز حرام نہ کرو۔ کھاؤ، پیو اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب تمہیں پکڑے گا۔''

اس کی سند بہت کمزور ہے (۴)۔

۴۶۶- قَلِيْلٌ مِّنَ التَّوْفِيْقِ خَيْرٌ مِّنْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْعِلْمِ (۵).

''تھوڑی سی توفیق بھی بہت سے علم سے بہتر ہے۔''

اسے غزالی نے احیاء العلوم میں بیان کیا ہے۔ عراقی کہتے ہیں: مجھے اس کی کوئی اصل نہیں ملی۔ صاحبِ فردوس نے سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے مگر انہوں نے علم کی جگہ عقل کا ذکر کیا ہے اور اس کے فرزند نے اسے اپنی مسند میں ذکر نہیں کیا (۶)۔

---

(۱) اللآلی المصنوعۃ ۲: ۲۰۲، الدُّرر المنتثرۃ في الأحاديث المشتهرۃ: ۱۵۸، حدیث: ۳۲۲

(۲) کسی کذاب راوی کی روایت موضوع ہی ہوتی ہے۔

(۳) امام دیلمی نے یہاں تک کی روایت نقل کی ہے جس کی سند یہ ہے: ابوالحسن میدانی، از ابوطالب حربی، از علی بن محمد حربی، از محمد بن عبدالرحیم شاشی، از محمد بن لیث، از ابراہیم بن اسحاق ابواسحاق، از ابوعبید اللہ مخزومی، از عبداللہ بن ولید عدنی، از سفیان، از جعفر بن محمد، از والداُو، از جداُو از سیدنا علی رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

[الغرائب الملتقطۃ من مسند الفردوس، حدیث: ۲۵۶۲]

(۴) اس لیے کہ اس کے اکثر رُواۃ کا کہیں کوئی ذکر نہیں ملتا۔

(۵) اِحیاء علوم الدین ۱: ۳۱

(۶) المغنی عن حمل الاسفار ۱: ۳۱

بعض متأخرین نے فردوس کی اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ابن عساکر نے سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ [(۱)] سے اور طبرانی نے سیدنا ابن عمرو رضی اللہ عنہ [(۲)] سے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: قَلِيلُ الْفِقْهِ خَيْرٌ مِّنْ كَثِيرِ الْعِبَادَةِ [(۳)].

''دین کی معمولی سمجھ بوجھ بہت سی عبادت سے بہتر ہے۔''

(۱) ابن عساکر کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: قَلِيلُ الْفِقْهِ خَيْرٌ مِّنْ كَثِيرِ الْعِبَادَةِ. [تاریخ مدینۃ دمشق ۶۰:۳۴۹]

(۲) ملا علی قاری نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔ یہ تصحیح مراجع سے کر لی ہے۔

(۳) المعجم الأوسط ۶:۲۵۷، حدیث: ۸۶۹۸، مسند الشامیین ۳:۲۰۷، حدیث: ۲۰۹۸

اس کی سند ضعیف ہے اس لیے کہ:

-اس کا ایک راوی عبداللہ بن صالح بن محمد بن مسلم جہنی صدوق ہونے کے باوجود کثیر الغلط تھے۔

[تقریب التہذیب: ۳۴۲، ترجمہ: ۳۳۸۸]

-اس کا ایک راوی اسحاق بن اسید انصاری ہے جس کے بارے میں امام ابوحاتم کہتے ہیں: خراسانی شیخ ہیں۔ مشہور نہیں۔ اس کے ساتھ شغل نہ رکھا جائے۔ [الجرح والتعدیل ۲:۲۱۳، ترجمہ: ۷۲۸]

حرف الکاف

۴۶۷- کَأَنَّكَ بِالدُّنيا وَلَم تَكُنْ وَبِالآخِرَةِ وَلَم تَزَل (۱) ۔

''دنیا میں ایسا رہو کہ گویا تم یہاں نہیں ہو اور ہمیشہ آخرت میں ہو۔''

سیوطی کہتے ہیں: میں اس سے مرفوعاً واقف نہیں۔ ابو نعیم نے اسے عمر بن عبدالعزیز کا قول کہہ کر نقل کیا ہے (۲)۔

۴۶۸- كَأَنَّكَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ وَّ حُنَيْنٍ (۳) ۔

''گویا کہ تو اہل بدر و حنین میں سے ہے۔''

---

(۱) امام غزالی لکھتے ہیں کہ: كتب الحسن إلى عمر بن عبدالعزيز: سلامٌ عليك، أمَّا بعد! فكأنك بآخر من كتب عليه الموت قد مات، فأجابه عمر: سلامٌ عليك: كأنك بالدُّنيا ولم تكن، وكأنك بالآخرة لم تزل. [اِحیاء علوم الدین ۳: ۲۰۹]

(۲) حافظ سخاوی، ابن الدیبع، ملا علی قاری اور حافظ سیوطی نے اسی طرح لکھا ہے۔ [المقاصد الحسنۃ: ۴۹۸، حدیث: ۷۹۰، تمییز الطیب من الخبیث: ۱۳۵، حدیث: ۹۷۶، الدُّرر المنتشرة في الأحاديث المشتهرة: ۱۶۴، حدیث: ۳۳۳، المصنوع: ۱۳۲، حدیث: ۲۱۹]

جب کہ حافظ ابو نعیم نے اسے سفیان بن عیینۃ کو منسوب کر کے نقل کیا ہے۔ [حلیۃ الاولیاء ۷: ۲۷۳]

(۳) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: هو كلامٌ يُقالُ لمن يَتَسامحُ أو يتساهلُ ونحو ذلك، لقوله ﷺ: ما يُدريك لعل الله اطَّلَعَ على أهل بدرٍ فقال: إعملوا ما شئتم قد غفرتُ لكم، ولكنه لم يرد في أهل حنين ذلك، مع مزيد التَّفاوُتِ بينهما في المسافةِ، فحنين من نواحي عرفة، وبدر معروفة.

[المقاصد الحسنۃ: ۴۹۸، بذیل حدیث: ۷۹۱]

''یہ کلام اُس شخص کے لیے ہے جو تسامح یا تساہل سے کام لیتا ہے اس کی بنیاد وہ حدیث ہے جس میں اہل بدر کے بارے میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اعلان کیا ہے کہ تم جو کرنا چاہتے ہو، کرو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ لیکن حنین کے مجاہدین کے بارے میں ایسا کوئی قول وارِد نہیں ہے۔ نیز بدر اور حنین کے مابین تفاوت اور فاصلہ بھی ہے۔ حنین، عرفات کے مضافات میں ہے جب کہ بدر معروف ہے [کہ مکہ سے بہت دور ہے]۔''

یہ کلام اُس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو متساہل ہو۔ یہ حدیث نہیں ہے۔

۴۶۹- کَانَ اللّٰہُ وَلَاشَیْئً مَعَہٗ .

''صرف اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی۔''

اور ایک روایت میں ہے کہ: کَانَ اللّٰہُ وَلَاشَیْئٌ غَیْرُہٗ.

''صرف اللہ تھا اور اس کے علاوہ کوئی چیز نہیں تھی۔''

اور ایک روایت میں ہے کہ: کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ شَیْئٌ قَبْلَہٗ.

''صرف اللہ تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔''

یہ تو ثابت ہے[1] لیکن اس میں یہ اضافہ صوفیوں کا ہے کہ: وَھُوَالْآنَ عَلٰی مَا کَانَ عَلَیْہِ.

''اور وہ ابھی اُس طرح ہے جیسے پہلے تھا۔''

ایسا دکھائی دیتا ہے کہ یہ وحدۃ الوجود والوں کی مفتریات میں سے ہے جو مرتبہ شہود میں عینیت کے قائل ہیں۔ ابن تیمیہ اور ابن حجر عسقلانی نے اس اضافے کو موضوع قرار دیا ہے۔

اگر یہ صحیح ہے تو اس کی تاویل یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کو موجودات کے پیدا کرنے کے بعد جو قوت وقدرت حاصل ہے وہ باعتبار کمال ذاتی اور بلحاظ کمال صفاتی ہے اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس کی طرف اشارہ کرتا ہے: وَلَقَدْ خَلَقْنَاالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَابَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ . [سورۃ ق ۳۸:۵۰]

''اور بے شک ہم نے زمین وآسمان اور اس کے مابین جتنی چیزیں ہیں، انہیں چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں تھکن نے ذرا بھی نہ چھوا۔''

یعنی بغیر کسی تھکان اور ملال کے اسے پیدا کیا۔

یا مطلب یہ ہوگا کہ اُس کے سوا پوری کائنات اُس سراب کی سی ہے جس کے بارے میں کسی پیاسے شخص کا خیال ہو کہ یہ پانی ہے یا وہ ایسا باریک ریت ہے جسے ہوائیں اُڑتی پھرتی ہیں اس لیے کسی عارف کی نظر میں کسی حادث موجود کی قدیم موجود کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں اس

---

(۱) کَانَ اللّٰہُ وَلَاشَیْئٌ غَیْرُہٗ، وکان العَرْشُ علی الماءِ. [المستدرک ۳۴۱:۲]

لیے کہ مخلوق کا کوئی ذاتی مستقل وجود نہیں ہے اور یہاں سے یہ بات نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا کوئی حقیقی وجود نہیں۔ یہ آیت کریمہ بھی اس کی طرف اشارہ کرتی ہے:

كُلُّ شَيْئٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ. [سورۃ القصص ۲۸:۸۸]

''اُس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔''

اور رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی اس طرف اشارہ کرتی ہے: أصدق كلمة قالها العرب قول لبید: أَلَا كُلُّ شَيْئٍ مَّا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ[۱].

''سب سے سچی بات جو کوئی شاعر کہہ سکتا تھا وہ لبید شاعر[۲] نے کہی: آگاہ رہو! اللہ کے سوا ہر چیز کو زوال ہے۔''

اور جو شخص جمع الجمع[۳] کے مقام پر پہنچ چکا ہو اور اسے حجاب منع سے چھٹکارا حاصل ہو چکا ہو تو کثرت اُس کے سامنے وحدت سے اور وحدت کثرت سے حجاب و مانع نہیں بن سکتا جیسا کہ یہ آیت کریمہ اس کی طرف اشارہ کرتی ہے:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى. [سورۃ الانفال ۸:۱۷]

''اور تو نے [کنکریاں پہنچا کر] نہیں پھینکیں اور لیکن اللہ نے پھینک [کر پہنچائیں]۔''

۴۷۰: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَجْلِسُ اِلَيْهِ أَحَدٌ وَهُوَ يُصَلِّي إِلَّا خَفَّفَ صَلَاتَهٗ وَسَأَلَ عَنْ حَاجَتِهٖ، فَإِذَا فَرَغَ عَادَ إِلَى صَلَاتِهٖ[۴].

''رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے ہوتے اور کوئی آپ کے پاس آ کر بیٹھتا تو آپ نماز ہلکی فرما

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار [۶۳] باب ایام الجاہلیۃ [۲۶] حدیث: ۳۸۴۱

(۲) لبید رضی اللہ عنہ بن ربیعۃ بن مالک ابو عقیل العامری، شاعر، شریف اور گھڑ سوار تھے۔ عالیہ نجد سے تعلق تھا۔ کوفہ میں رہائش اختیار کی تھی۔ لمبی عمر پائی تھی۔ ۴۱ھ = ۶۶۱ء کو فوت ہوئے۔

[الاستیعاب: ۶۳۸، ترجمہ: ۱۲۵۳، اسد الغابۃ: ۱۰۵۲، ترجمہ: ۴۵۲۹، الاعلام ۵: ۲۴۰]

(۳) صوفیاء کی اصطلاح میں جمع الجمع یہ ہے کہ غلبہ حقیقت کے دوران کسی شخص کے احساسات و جذبات مخلوق کے لیے بالکلیہ مٹ جائیں۔ [الرسالۃ القشیریۃ: ۱۰۱]

(۴) اِحیاء علوم الدین ۲: ۳۶۵-۳۶۶

دیتے اور اس سے اس کی حاجت پوچھتے جب اس کی حاجت سے فارغ ہو جاتے تو اپنی نماز میں مشغول ہو جاتے۔''

اسے قاضی عیاض نے الشفا میں ذکر کیا ہے (۱)۔ جلال الدین سیوطی نے تخریج احادیث الشفا میں کہا ہے کہ عراقی نے تخریج احیاء العلوم میں تحریر کیا ہے کہ میں نے اس کی کوئی اصل نہیں پائی (۲)۔

–۴۷۱: اَلْكَرِيمُ إِذَا قَدَرَ عَفَا (۳).

''شریف کو جب قدرت حاصل ہو جائے تو معاف کر دیتا ہے۔''

المقاصد میں ہے کہ بیہقی نے اسے شعب الایمان میں سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور کہتے ہیں کہ اس کی سند میں محمد بن زکریا الغلابی ہے جو متروک تھا۔ یہ موضوع ہونے کے زیادہ قریب ہے، اگر چہ یہ زہاد وغیرہ میں بہت مشہور ہے، لیکن میں اس پر کوئی حکم لگانے سے بری ہوں یعنی نہ میں اسے موضوع قرار دیتا ہوں اور نہ ثابت (۴)۔

–۴۷۲: كَفٰى بِالْمَرْءِ نُصْرَةً أَنْ يَّرٰى عَدُوَّهٗ يَعْصِي اللّٰهَ .

''ایک شخص کی مدد کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے دشمن کو اللہ کی نافرمانی کرتا دیکھے۔''

سیوطی کہتے ہیں: یہ جعفر الاحمر (۵) کا قول ہے جیسا کہ خرائطی نے مکارم الاخلاق (۶) میں روایت کیا ہے (۷)۔

---

(۱) قاضی عیاض نے صیغہ تمریض یعنی وَرُوِيَ سے اسے نقل کیا ہے۔ [الشفا: ۱۶۵، روایت: ۲۲۵]

(۲) المغنی عن حمل الاسفار ۲: ۳۶۶، مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا: ۷۰، حدیث: ۲۲۵

(۳) شعب الایمان ۱: ۲۴۷، حدیث: ۲۶۲

(۴) امام بیہقی کے اپنے الفاظ یہ ہیں: تَفَرَّدَ به محمد بن زكريا الغلابي عن عبيد الله بن محمد بن عائشة، والغلابي متروكٌ. [شعب الایمان ۱: ۲۴۷، بذیل حدیث: ۲۶۳]

(۵) جعفر بن زیاد الاحمر ابو عبد اللہ کوفی، امام احمد انہیں صالح الحدیث کہتے ہیں۔ محدث محمد بن عبد اللہ بن عمار موصلی کہتے ہیں: حجت نہیں۔ صالح اور کوفی شیعہ تھے۔ امام جوزجانی کہتے ہیں: [اہل سنت کی] راہ سے بھٹکے ہوئے تھے ۱۷۵ھ یا ۱۷۷ھ کو ۶۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ [تہذیب الکمال ۵: ۳۹-۴۱، ترجمہ: ۹۴۱]

(۶) مکارم الاخلاق، خرائطی ۲: ۶۷۳، حدیث: ۴۱۶

(۷) الدُّرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة: ۱۶۶، حدیث: ۳۴۱

۴۷۳۔ اَلْكَرِيمُ حَبِيبُ اللّٰهِ وَلَوْ كَانَ فَاسِقًا‘ وَالْبَخِيلُ عَدُوُّ اللّٰهِ وَلَوْ كَانَ رَاهِبًا .

”سخی، اللہ کا دوست ہے چاہے فاسق کیوں نہ ہو اور بخیل اللہ کا دشمن ہے چاہے راہب کیوں نہ ہو۔“

اس کی کوئی اصل نہیں (۱) بلکہ اس کا پہلا فقرہ موضوع ہے اس لیے کہ ان قرآنی نصوص کے خلاف ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ . [سورۃ البقرۃ ۲:۲۲۲]

”اور اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِينَ . [سورۃ آل عمران ۳:۱۴۰]

”اور اللہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔“

اور یہ ظاہر ہے کہ فاسق یا تو ظالم ہوتا ہے یا کافر۔

۴۷۴۔ كُفَّ عَنِ الشَّرِّ يُكَفُّ الشَّرُّ عَنْكَ.

”برائی سے رُک جا، تجھ سے بھی برائی روک دی جائے گی۔“

اس کی کوئی اصل معلوم نہیں (۲)۔

۴۷۵۔ اَلْكَلَامُ صِفَةُ الْمُتَكَلِّمِ .

”کلام، متکلم کا پرتو ہے۔“

اس کی کوئی اصل نہیں۔ اس کا معنیٰ صحیح ہے اور لوگوں کے قول کے اس قول کے مطابق ہے کہ:

---

(۱) المقاصد الحسنۃ: ۵۰۵‘ حدیث: ۸۰۰

(۲) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: مرفوع روایت نہیں اور عبداللہ بن جعفر الرقی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک چغلی کھانے والے نے سکندر کے سامنے کسی کی چغلی کھائی‘ جسے سکندر نے کہا کہ: أتُحِبُّ أن نقبل منك ما قلتَ فيه على أنَّا نقبل منه ماقال فيك؟ فقال: لا‘ فقال له: فَكُفَّ عن الشَّرِّ يُكَفَّ الشَّرُّ عَنْكَ.

[المجالسۃ وجواہر العلم ۱: ۴۳۳‘ رقم: ۱۱۲۶‘ المقاصد الحسنۃ: ۵۰۹‘ حدیث: ۸۰۸]

”کیا تم یہ پسند کرو گے کہ اُس شخص کے بارے میں تیری بات کو اس شرط پر سچ مانیں کہ اُس کی بات جو اُس نے تیرے بارے میں کی ہے‘ ہم اُسے قبول کریں؟ اُس نے نفی میں جواب دیا اس پر سکندر نے کہا: شر سے بچتے رہو تو تجھ سے شر کو روکا جائے گا۔“

كُلُّ إِنَاءٍ يَرْشَحُ بِمَا فِيهِ.

''ہر برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں اندر ہوتا ہے۔''

۴۷۶-: اَلْكَلَامُ عَلَى الْمَائِدَةِ .

''دستر خوان پر بیٹھ کر بات کرنا۔''

سخاوی کہتے ہیں میں اس بارے میں نہ تو کوئی ممانعت والی روایت اور نہ کوئی ثابت کرنے والی روایت جانتا ہوں یعنی نہ وہ حدیث جانتا ہوں جو اس کی نفی پر دلالت کرے اور نہ وہ حدیث جانتا ہوں جو اس کے اثبات پر دلالت کرے ویسے نبی کریم ﷺ کا کھانے کے دوران گفتگو کرنا بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔ مثلاً مندرجہ ذیل حدیث:

سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ (۱).

''اللہ کا نام لو۔ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور جو تمہارے قریب ہو اُس میں سے کھاؤ۔''

۴۷۷-: كُلُّ أَحَدٍ يُّؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيُرَدُّ إِلَّا صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ .

''ہر شخص کا بعض قول لیا جاتا ہے یا اسے رد کیا جاتا ہے سوائے اِس قبر والے کے۔''

یہ امام مالک کا قول ہے اور صاحبِ قبر سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں اس لیے کہ آپ خطأ سے معصوم ہیں اس لیے کہ آپ اپنی جانب سے کچھ نہیں فرماتے۔ اسی طرح دیگر انبیاء بھی ہیں۔

طبرانی نے اسے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے اِن الفاظ میں مرفوعاً نقل کیا ہے:

لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيُدَعُ غَيْرَ النَّبِيِّ ﷺ (۲).

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الاطعمۃ [۷۰] باب الاکل ممایلیہ [۳] حدیث: ۵۳۷۸، صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ [۳۶] باب آداب الطعام والشراب واحکامھما [۱۳] حدیث: ۱۰۸-[۲۰۲۲]

(۲) المعجم الکبیر ۱۱: ۲۶۹، حدیث: ۱۱۹۴۱

حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع الزوائد ۱: ۱۷۹]

امام بخاری نے اسے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مجاہد کا قول کہہ کر موقوف نقل کیا ہے۔

[جزء القراءۃ خلف الامام: ۳۲، روایت: ۴۳]

اور ایک جگہ اسے مجاہد کا قول کہہ کر نقل کیا ہے۔ [رفع الیدین فی الصّلاۃ: ۱۵۳، روایت: ۱۷۹]

''کوئی ایسا نہیں جس کا[ہر قول لیا جاتا ہو بلکہ] بعض کو قبول اور بعض کو رد کیا جاتا ہے۔''

غزالی نے احیاء میں اس کے مترادف معنیٰ میں اس طرح ذکر کیا ہے:

مَا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا يُؤْخَذُ مِنْ عِلْمِهِ وَيُتْرَكُ إِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (۱).

''رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں جس کے سارے علم کو قبول کیا جائے' بلکہ بعض کو لیا جائے گا اور بعض کو رد کیا جائے گا۔''

سیوطی کہتے ہیں: عبداللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد الزہد میں عکرمہ کی سند سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: مَا أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ إِلَّا يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيُدَعُ غَيْرَ النَّبِيِّ ﷺ (۲).

''لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کے سارے قول لیے جاتے ہوں یا بالکل چھوڑ دیے جاتے ہوں' سوائے رسول اللہ ﷺ کے [کہ اُن کے سارے قول قبول کیے جائیں گے]۔''

لیکن مناسب یہ ہے کہ روایت کے الفاظ یہ ہوں: يؤخَذُ من قوله ويودع یا یہ ہوں: تأخذ و تدع.

۴۷۸- كُلُّ الأَعْمَالِ فِيهَا الْمَقْبُوْلُ وَالْمَرْدُوْدُ إِلَّا الصَّلَاةَ عَلَيَّ' فَإِنَّهَا مَقْبُوْلَةٌ غَيْرُ مَرْدُوْدَةٌ.

''تمام اعمال میں مقبول بھی ہوتے ہیں اور مردود بھی سوائے مجھ پر درود کے کیوں کہ وہ صرف مقبول ہوتا ہے، مردود نہیں ہوتا۔''

اس پر کلام حرف صاد میں اَلصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ لَا تُرَدُّ والی حدیث میں گزر چکا (۳)۔

عسقلانی کہتے ہیں: یہ نہایت ضعیف ہے (۴) لیکن اسے نقل کرنے والے کسی محدث نے اس کی کوئی معتمد سند ذکر نہیں کی۔

---

(۱) اِحیاء علوم الدین ۱:۷۸

(۲) الدُّرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة: ۱۶۶' حدیث: ۳۳۹

(۳) ملاحظہ ہو حدیث: ۳۹۶

(۴) المقاصد الحسنة: ۵۱۳' حدیث: ۸۱۶' تمییز الطیب من الخبیث: ۱۳۸' حدیث: ۱۰۱۱

۴۷۹- كُلُّ إِنَاءٍ بِمَا فِيهِ يُطْفَحُ .

''جو کچھ برتن میں ہوتا ہے [اُس سے] وہی بہتا ہے۔''

یہ حدیث نہیں ہے۔ اور یُطْفَحُ کا معنیٰ ہے: يَفِيضُ وَيَسِيلُ' یعنی بہتا ہے۔ اور مشہور محاورہ ہے کہ:

كُلُّ إِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيهِ .

''جو کچھ برتن میں ہوتا ہے وہی ٹپکتا ہے۔''

۴۸۰- كُلُّ بَنِي آدَمَ يَنْتَمُونَ إِلَى عَصَبَةِ أَبِيهِمْ' إِلَّا وَلَدَ فَاطِمَةَ فَإِنِّي أَنَا أَبُوهُمْ وَعَصَبَتُهُمْ (۱) .

''تمام نبی آدم اپنے باپ کے قبیلہ کی جانب منسوب ہوتے ہیں سوائے فاطمہ کی اولاد کے کیوں کہ میں ہی ان کا باپ اور قبیلہ ہوں۔''

ابن الجوزی العلل المتناہیۃ میں لکھتے ہیں: یہ صحیح نہیں (۲)۔ ان پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسے طبرانی نے کبیر میں فاطمہ سے روایت کیا ہے اسی طرح ابو یعلیٰ نے بھی' لیکن اس کی سند ضعیف ہے اور یہ مرسل ہے۔ طبرانی نے اس کا ایک شاہد بھی ذکر کیا ہے (۳)۔ مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ موضوع نہیں۔

---

(۱) المعجم الکبیر ۳:۴۴' حدیث: ۲۶۳۲' مسند ابی یعلیٰ ۱۲:۱۰۹' حدیث: ۳- [۶۷۴۱] تاریخ بغداد ۱۱: ۲۸۵ زیر بحث روایت ضعیف ہے اس لیے کہ فاطمہ بنت حسین نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا۔

چنانچہ حافظ سخاوی لکھتے ہیں: فاطمہ بنت حسین کی اپنی دادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت مرسل ہوتی ہے۔ [المقاصد الحسنۃ: ۵۱۴' بذیل حدیث: ۸۲۱]

دوسری وجہ اس کے ضعف کی یہ ہے کہ حافظ ہیثمی لکھتے ہیں کہ اس کی سند میں شیبۃ بن نعامۃ ہے جس کی روایت سے احتجاج واستدلال ناجائز ہے۔ [مجمع الزوائد ۹:۱۷۳]

(۲) العلل المتناہیۃ ۱:۲۵۸' حدیث: ۴۱۸

(۳) المُعجَم الکبیر ۳:۴۳-۴۴' حدیث: ۲۶۳۰' المستدرک ۳:۱۶۴۔

حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اس کا راوی یحییٰ بن العلاء متروک ہے۔ [مجمع الزوائد ۹:۱۷۲]

امام حاکم لکھتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔ اس پر حافظ ذہبی نے یہ تبصرہ لکھا: قلتُ: ليس بصحيحٍ' فإنَّ يحييٰ' قال أحمد كان يضع الحديث؛ والقاسم متروك. [تلخیص المستدرک ۳:۱۶۴]

''میں [حافظ ذہبی] کہتا ہوں: صحیح نہیں اس لیے کہ یحییٰ بن العلاء کے بارے میں امام احمد نے فرمایا ہے کہ......

۴۸۱-: كُلُّ ثَانٍ لَابُدَّ لَهٗ مِنْ ثَالِثٍ .

''ہر دوسرے کے لیے تیسرے کا وجود ضروری ہے۔''

یہ غیر معروف ہے۔ ایسے ہی بعض لوگوں کا یہ کلام بھی بے اصل ہے:

اَلشَّيْئُ لَا يُثَنّٰى إلَّا وَقَدْ يُثَلَّثُ (۱) .

''کوئی چیز دگنی نہیں ہوتی لیکن وہ ضرور تین ہو جاتی ہیں۔''

۴۸۲-: كُلَّ عَامٍ تُرْذَلُوْنَ.

''تم ہر سال برائی کی طرف دھکیلے جاتے ہو۔''

......احادیث وضع کرتا تھا اور قاسم بن ابی شیبۃ متروک الحدیث ہے۔''

امام طبرانی نے اس کا ایک اور شاہد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے پیش کیا ہے: محمد بن زکریا الغلابی' از بشر بن مہران' از شریک بن عبداللہ از شبیب بن غرقدۃ از مستظل بن حصین از سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً: كُلُّ بَنِي أُنْثٰى فَإِنَّ عُصُبَتَهُمْ لأَبِيهِمْ مَا خَلاَ وُلْدِ فَاطِمَةَ فَإِنِّي أَنَا عَصَبَتُهُمْ وَأَنَا أَبُوهُمْ. [المعجم الكبير ۳: ۴۳-۴۴' حدیث: ۲۶۳۱

لیکن یہ روایت بھی کچھ زیادہ بہتر نہیں اس لیے کہ اس کا راوی:

- محمد بن زکریا الغلابی بصری احادیث وضع کرتا تھا۔ [الضعفاء والمتروکین' دارقطنی' ترجمہ: ۴۸۴]

- بشر بن مہران متروک الحدیث ہے۔ [میزان الاعتدال ۱: ۳۲۵' ترجمہ: ۱۲۲۴]

- شریک بن عبداللہ نخعی کوفی قاضی واسط ابوعبداللہ ہے جو صدوق ہونے کے ساتھ بکثرت خطأ کا شکار ہوا کرتے تھے اور جب سے اُنہوں نے کوفہ میں قضاء کا عہدہ سنبھالا ہے اُس وقت سے اُن کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔

[تقریب التہذیب: ۳۰۰' ترجمہ: ۲۷۸۷]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: یحییٰ بن سعید قطان فرماتے ہیں: ہمیشہ سے اِختلاط کا شکار تھے۔ امام ابوحاتم فرماتے ہیں: اُن کی اَغالیط [بے شمار غلطیاں] ہیں۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں: قوی نہیں۔

[دیوان الضعفاء: ۱۸۷' ترجمہ: ۱۸۷۸]

- مستظل بن حصین کا ذکر امام ابوحاتم نے بغیر کسی جرح وتعدیل کے کیا ہے۔

[الجرح والتعدیل ۸: ۴۲۹' ترجمہ: ۱۹۵]

لہٰذا اُن کی اصطلاح میں یہ راوی مجہول ٹھہرا۔

(۱) مصنف نے اسے کسی شاعر کا کلام کہہ کر اِن الفاظ میں بھی نقل کیا ہے: مَا تَثَنَّى الشَّيْءُ إِلَّا وَتَثَلَّثَ.

[المصنوع في معرفة الحديث الموضوع: ۱۲۶' حدیث: ۲۲۷]

تُرْذَلُوْنَ: مجہول کے صیغہ سے۔ ہر چیز میں سے أَرْذَلُ اس کے معمولی، خراب اور کمزور حصہ کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمِنْكُم مَّن يُّرَدُّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ. [سورۃ الحج ۲۲:۵]

''اور تم میں سے بعض نہایت خراب عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔''

زرکشی کہتے ہیں: یہ حسن بصری کا قول ہے اور اس معنیٰ میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

لَا يَأْتِي عَلٰى أُمَّتِي زَمَانٌ إِلَّا الَّذِي بَعْدَهٗ شَرٌّ مِّنْهُ (۱).

''میری امت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس کے بعد والا زمانہ اس کے بدتر ہوگا۔''

طبرانی نے کبیر میں سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

مَا مِنْ عَامٍ إِلَّا يَنْتَقِصُ الْخَيْرُ فِيهِ وَيَزِيدُ الشَّرُّ (۲).

''کوئی سال ایسا نہیں جس میں خیر کم اور شر زیادہ نہ ہو۔''

طبرانی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: مَامِنْ عَامٍ إِلَّا وَيُحدِثُ النَّاسَ بِدْعَةً، وَيُمِيتُوْنَ سُنَّةً، حَتّٰى تُمَاتُ السُّنَنُ وَتُحيَا الْبِدَعُ (۳).

---

(۱) زبیر بن عدی کہتے ہیں: ہم سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حجاج سے پہنچنے والی تکلیفوں کی شکایت کی، انہوں نے فرمایا:

إِصْبِرُوا فَإِنَّهٗ لَا يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ إِلَّا وَالَّذِي بَعْدَهٗ أَشَرُّ مِنْهُ حَتّٰى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ، سَمِعْتُهٗ مِنْ نَبِيِّكُمْ صلی اللہ علیہ وسلم.

[صحیح بخاری، کتاب الفتن [۹۳] باب لایأتی زمان الا الذی بعدہ شر منہ [۶] حدیث: ۷۰۶۸]

''صبر کرو، کیوں کہ بعد میں آنے والا دور پہلے دور سے بدتر ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جا ملو۔ یہ بات میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔''

(۲) سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی یہ مرفوع روایت امام طبرانی کے معاجم ثلاثہ اور مسند الشامیین میں نہ مل سکی، البتہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس قسم کی ایک موقوف روایت ان الفاظ میں ملتی ہے: لَيْسَ عَامٌ إِلَّا الَّذِي بَعْدَهٗ شَرٌّ مِّنْهُ، وَلَا عَامٌ خَيْرٌ مِّنْ عَامٍ، وَلَا أُمَّةٌ خَيْرٌ مِّنْ أُمَّةٍ، وَلٰكِنْ ذَهَابُ خِيَارِكُمْ وَعُلَمَائِكُمْ، وَيُحْدِثُ قَوْمٌ يَقِيسُوْنَ الْأُمُوْرَ بِرَأْيِهِمْ فَيَنْهَدِمُ الإِسْلَامُ وَيَنْثَلِمُ. [الْمُعجَم الكبير ۹:۱۰۵، حدیث: ۸۵۵۱]

حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: اس کا راوی مجالد بن سعید مختلط ہے۔ [مجمع الزوائد ۱:۱۸۰]

(۳) امام طبرانی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: مَا أَتٰى عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ إِلَّا أَحْدَثُوا فِيهِ بِدْعَةً وَأَمَاتُوا فِيهِ سُنَّةً حَتّٰى تُحْيَا الْبِدَعُ وَتَمُوتَ السُّنَنُ. [الْمُعجَم الكبير ۱۰:۲۶۲، حدیث: ۱۰۶۱۰]

''کوئی سال ایسا نہیں آتا جس میں لوگ بدعت ایجاد نہ کرتے اور سنت کو برباد نہ کرتے ہوں، یہاں تک کہ سنتیں مرجائیں گی اور بدعتیں زندہ ہو جائیں گی۔''

''تَمَاتُ، تَمُوتُ'' میں ایک لغت ہے اور قُرَّاءِ سبعہ (۱) نے مِتُّم، مِتُّ اور مِتْنَا کو دونوں طریقوں

---

(۱) قرآن مجید کے ساتھ قاری مراد ہیں جن کے نام اور مختصر احوالِ زندگی یہ ہیں:

-۱: عبداللہ بن کثیر، الداری، المکی، ابومعبد۔ قرائے سبعہ میں سے تھے۔ ۴۵ھ = ۶۶۵ء کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ فارسی الاصل اور عطر فروش تھے۔ ان کی زبان میں عطر فروش کو ''داری'' کہتے ہیں اس لیے ''داری'' کہلائے۔ ۱۲۰ھ = ۷۳۸ء کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ [معرفۃ القراء الکبار ا: ۹۷، ترجمہ: ۴۷، الاعلام ۴: ۱۱۵]

-۲: نافع بن عبدالرحمٰن بن ابی نعیم اللیثی بالولاء المدنی۔ قراء سبعہ میں سے ہیں۔ بہت خوش اخلاق اور ملنسار تھے۔ اصبہان سے تعلق تھا۔ تاریخ ولادت معلوم نہیں۔ تقریباً ستّر سال تک مدینہ منورہ میں قرآن مجید پڑھاتے رہے ہیں۔ ۱۶۹ھ = ۷۸۵ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ [معرفۃ القراء الکبار ا: ۲۴۱، ترجمہ: ۴۷، الاعلام ۸: ۵]

-۳: عبداللہ بن عامر بن یزید، ابوعمران، یحصبی، شامی، قراء سبعہ میں سے تھے۔ ۸ھ = ۶۳۰ء کو بلقاء کے نواحی گاؤں ''رحاب'' میں پیدا ہوئے۔ دمشق کو منتقل ہوئے۔ ولید بن عبدالملک کے عہد میں دمشق کے قاضی بھی رہے ہیں۔ ۱۱۸ھ = ۷۳۶ء کو دمشق میں وفات پاگئے۔ [معرفۃ القراء الکبار ا: ۱۸۶، ترجمہ: ۳۶، الاعلام ۴: ۹۵]

-۴: حمزہ بن حبیب بن عمارۃ بن اسماعیل تیمی کوفی، ابوعمارۃ، زیات۔ قراءِ سبعہ میں سے ہیں۔ ۸۰ھ = ۷۰۰ء کو پیدا ہوئے۔ زیتون، پنیر اور اخروٹ کا کاروبار کرتے تھے۔ بنو تیم کے مولیٰ ہونے کی وجہ سے تیمی کہلاتے ہیں۔ ۱۵۶ھ = ۷۷۳ء کو وفات پائی۔ [وفیات الاعیان ۲: ۲۱۶، ترجمہ: ۲۰۸، الاعلام ۲: ۲۷۷]

-۵: عثمان بن سعید بن عثمان ابوعمرو الدانی، ابن الصیرفی سے بھی مشہور ہیں۔ بنو امیہ کے موالی میں سے تھے۔ حافظ حدیث، قراءت اور تفسیری روایات کے بہت بڑے امام ہیں۔ ۳۷۱ھ = ۹۸۱ کو پیدا ہوئے۔ اندلس کے دانیہ [Denia] سے تعلق تھا۔ قراءات سے متعلق کئی کتابیں لکھیں۔ حج کی سعادت حاصل کی۔ ۴۴۴ھ = ۱۰۵۳ء کو اپنے گاؤں میں وفات پائی۔ [معرفۃ القراء الکبار ۲: ۳۲۳، ترجمہ: ۴۹۵، الاعلام ۴: ۲۰۶]

-۶: علی بن حمزہ بن عبداللہ اسدی بالولاء، ابوالحسن، کسائی۔ لغت، نحو اور قراءت کے امام ہیں۔ کوفہ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں ہی میں حاصل کی۔ بڑی عمر میں علم نحو حاصل کیا۔ بغداد میں رہائش اختیار کی۔ ۱۸۹ھ = ۸۰۵ء کو ۷۰ سال کی عمر میں ''رے'' میں وفات پائی۔ [تاریخ بغداد ۱۱: ۴۰۳، الاعلام ۴: ۲۸۳]

-۷: عاصم بن ابی النجود بہدلہ کوفی الاسدی بالولاء، ابوبکر، تابعی ہیں۔ ان کا شمار قراء سبعہ میں ہوتا ہے۔ کوفہ سے تعلق تھا۔ تاریخ ولادت معلوم نہیں۔ قراءات میں ثقہ اور حدیث میں صدوق تھے۔ کوفہ میں ۱۲۷ھ = ۷۴۵ء کو وفات پائی۔ [معرفۃ القراء الکبار ا: ۲۰۴، ترجمہ: ۳۸، الاعلام ۳: ۲۴۸]

سے پڑھا ہے یعنی میم کے زیر اور پیش کے ساتھ۔

الجامعُ الصَّغیر میں ہے: مَا مِنْ عَامٍ إلاّ وَ الَّذِي بَعْدَهٗ شَرٌّ مِّنْهُ حَتّٰی تَلْقَوْا رَبَّكُمْ (۱).

''کوئی سال ایسا نہیں کہ اس کے بعد اس سے بدتر نہ ہو یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملو۔''

اسے ترمذی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا۔

اور احمد، بخاری اور نسائی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ان لفظ میں روایت کیا ہے:

لَا یَأْتِي عَلَیْکُمْ عَامٌ وَلَا یَوْمٌ إلَّا وَالَّذِيْ بَعْدَهٗ شَرٌّ مِّنْهُ حَتّٰی تَلْقَوْا رَبَّکُمْ (۲).

''تم پر کوئی سال اور کوئی روز نہ آئے گا مگر اس کے بعد اس سے بدتر ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملو گے۔''

اسی طرح سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی موقوفاً روایت کیا گیا ہے کہ: لَا أَعْنِيْ أَمِیْراً خَیْراً مِّنْ أَمِیْرٍ، وَ لَا عَاماً خَیْراً مِّنْ عَامٍ، وَلٰکِنْ عُلَمَائُکُمْ وَفُقَھَائُکُمْ یَذْھَبُوْنَ، ثُمَّ لَا تَجِدُوْنَ مِنْھُمْ خَلَفاً، وَ یَجِیْئُ قَوْمٌ یُفْتُوْنَ بِرَأْیِھِمْ (۳).

''میری مراد کسی امیر کی دوسرے امیر کی نسبت بہتری کی نہیں اور نہ کسی ایک سال کی دوسرے سال کی نسبت بہتری کی ہے بلکہ تمہارے علماء اور فقہاء چلے جائیں گے۔ تمہیں ان کے صحیح جانشین نہیں ملیں گے اور ایک قوم ایسی آئے گی جو محض اپنی رائے سے فتویٰ دے گی۔''

اور ایک روایت میں ہے: وَمَا ذٰلِكَ بِکَثْرَةِ الْأَمْطَارِ وَقِلَّتِھَا وَلٰکِنْ بِذَھَابِ الْعُلَمَاءِ (۴).

''اور یہ بارشوں کی کثرت وقلت سے نہیں بلکہ علماء کے چلے جانے کی وجہ سے ہوگا۔''

قرآن مجید میں ہے کہ: اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا. [سورۃ الرعد ۱۳:۴۱]

---

(۱) سنن ترمذی، کتاب الفتن [۳۴] باب [۳۵] حدیث: ۲۲۰۶، الجامع الصغیر، حدیث: ۸۰۵۸

(۲) مسند احمد ۳: ۱۳۲، ۱۷۷، صحیح بخاری، کتاب الفتن [۹۳] باب لا یأتی زمان الا الذی بعدہ شر منہ [۶] حدیث ۷۰۶۸

(۳) جامع بیان العلم وفضلہ ۲: ۲۱۱-۲۱۲، حدیث: ۲۰۰۷-۲۰۱۰، الفقیہ والمتفقہ: ۳۵۴-۳۵۵، حدیث: ۴۸۳-۴۸۴۔ اس موقوف اثر کی سند میں بھی مجالد بن سعید ہے جو مختلط ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۴) المقاصد الحسنۃ: ۵۱۶، بذیل حدیث: ۸۲۸

’’کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے کم کرتے رہتے ہیں۔‘‘

اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد علماء اور فقہاء کا وفات پا جانا ہے (۱)۔

ابو جعفر کا قول ہے: مَوْتُ عَالِمٍ أَحَبُّ إِلٰی إِبْلِیْسَ مِنْ مَّوْتِ سَبْعِیْنَ عَابِدٍ (۲).

’’ایک عالم کی موت شیطان کو ستر عبادت گزاروں کی موت سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔‘‘

اس کی تائید یہ حدیث بھی کرتی ہے: لَمَوْتُ قَبِیْلَةٍ أَیْسَرُ مِنْ مَّوْتِ عَالِمٍ (۳).

’’ایک قبیلہ کا مرجانا ایک عالم کے مرجانے سے زیادہ آسان ہے۔‘‘

اسے طبرانی اور ابن عبدالبر نے سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (۴)۔

اس کی تائید یہ حدیث بھی کرتی ہے: فَقِیْهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ (۵).

’’ایک فقیہ، شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔‘‘

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں میرے نزدیک یہ چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے دوری کی بنا پر ہے۔ کیوں کہ آپ عالم ظاہر میں نورِ مشعل کی طرح تھے اور اسے یہ حدیث تقویت پہنچاتی ہے کہ:

خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ (۶).

---

(۱) امام واحدی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول اس طرح نقل کیا ہے:

مَوتُ علمائها وفقهائها وذَهابُ خیار أهلها. [التفسیر البسیط ۱۲:۳۸۴]

(۲) تفسیر یحییٰ بن سلام ۱:۳۱۶، بذیل تفسیر سورۃ الانبیاء ۲۱:۴۴

(۳) البحر الزخار المعروف بمسند البزار ۱۸:۱۸۵، حدیث: ۱۷۱

(۴) جامع بیان العلم وفضلہ ۱:۱۷۶-۱۷۷، حدیث: ۱۷۹؛ امام طبرانی کے ہاں یہ روایت نہیں ملی۔

(۵) سنن ترمذی، کتاب العلم [۴۲] باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ [۱۹] حدیث: ۲۶۸۱

یہ روایت شدید ضعیف ہے اس لیے کہ اس کا ایک راوی رَوح بن جناح ہے، جس کے بارے میں امام حاکم لکھتے ہیں: مجاہد کی سند سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ [المَدخَل إلَی الصَّحیح ۱:۱۴۸، ترجمہ: ۵۸]

اس روایت کو بھی مجاہد ہی کی سند سے نقل کیا گیا ہے۔

(۶) البحر الزخار المعروف بمسند البزار ۲:۱۴۹، حدیث: ۴۵۰۸

۴۸۳- كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ إِلَّا بِدْعَةً فِيْ عِبَادَةٍ(۱).

''ہر بدعت گمراہی ہے سوائے عبادت میں بدعت کے۔''

اس کی سند میں کذاب اور متہم راوی ہے۔

۴۸۴- كُلُّ مَمْنُوْعٍ حُلْوٌ.

''ہر ممنوع چیز میٹھی ہوتی ہے۔''

یہ حدیث نہیں ہے البتہ اس کے معنیٰ کی صحت پر سیدنا آدم علیہ السلام کی ابتلاء دلالت کرتی ہے جس کی طرف یہ آیت کریمہ اشارہ کرتی ہے: وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ. [سورۃ البقرۃ ۲:۳۵]

''اور تم دونوں اس درخت کے قریب بھی نہ جانا۔''

۴۸۵- كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ(۲).

''میں نبی تھا اور آدم پانی اور مٹی کے مابین تھے۔''

سخاوی کہتے ہیں: میں اس حدیث سے ان الفاظ کے ساتھ واقف نہیں۔ کجا کہ اس میں یہ اضافہ کہ:

وَكُنْتُ نَبِيًّا وَلَا آدَمُ وَلَا مَاءٌ وَلَا طِيْنٌ(۳).

''اور میں نبی تھا اور نہ آدم تھے، نہ پانی، اور نہ مٹی۔''

عسقلانی نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا ہے کہ یہ اِضافہ ضعیف ہے اور اس سے ماقبل والی

---

(۱) الفردوس، حدیث: ۴۷۷۱

استاذ عبدالفتاح ابوغدۃ لکھتے ہیں: اس کے کذاب راوی کا نام الہیثم بن عدی الطائی المنبجی الکوفی ہے جس کا ترجمہ میزان الاعتدال [۳:۳۲۴-۳۲۵ ترجمہ: ۹۳۱۱] میں ہے اور مُتَّہَم راوی کا نام ابوبکر محمد بن الحسن البغدادی النقاش المقرئ المفسر ہے جس کا ترجمہ بھی میزان الاعتدال [۳:۵۱۶، ترجمہ: ۷۳۹۰] میں ہے۔

[حاشیۃ المصنوع: ۱۳۶]

(۲) حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: یہ باطل اور جھوٹ ہے۔ صحیح حدیث میں منقول الفاظ بھی اس کے خلاف ہیں، جیسا کہ سنن ترمذی [حدیث: ۳۶۰۹] میں ہے: كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ.

[مجموع الفتاوی ۱۸:۱۷۳]

(۳) المقاصد الحسنۃ: ۵۲۱، بذیل حدیث: ۸۳۷

قوی ہے[1]۔

زرکشی کہتے ہیں: اِن الفاظ کے ساتھ اس کی کوئی اصل نہیں لیکن سنن ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ نبی کب ہوئے؟ آپ نے فرمایا:

وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ[2].

''جب آدم [علیہ السلام کا مجسمہ تیار ہو چکا تو] ابھی روح اور جسد کے درمیان تھے۔''

ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ[3] سے روایت کیا ہے کہ:

إِنِّي عِنْدَ اللّٰهِ لَمَكْتُوبٌ: خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ[4].

''میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا جب کہ آدم [علیہ السلام] کا کیچڑ کا پتلا زمین پر پڑا تھا۔''

سیوطی کہتے ہیں: عوام نے اس میں یہ زیادتی کر ڈالی کہ:

وَلَا آدَمُ وَلَا مَآءٌ وَلَا طِينٌ[5].

''نہ آدم تھے نہ پانی اور نہ مٹی۔''

باعتبار الفاظ اس کی کوئی اصل نہیں ورنہ یہ باعتبار معنیٰ صحیح ہے جیسا کہ گزر چکا[6]۔

---

(۱) حافظ سخاوی لکھتے ہیں: قدقال شيخنافي بعض الأجوبة عن الزيادة: إنها ضعيفةٌ، والذي قبلها قَوِيٌّ. [المقاصد الحسنة: ۵۲۱، بذیل حدیث: ۸۳۷]

(۲) سنن ترمذی، کتاب المناقب [۵۰] باب فی فضل النبی ﷺ [۱] حدیث: ۳۶۰۹

(۳) عرباض بن ساریہ، أبو نُجيح سُلَمي رضی اللہ عنہ۔ اصحاب صفہ میں سے ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں۔ چوتھے یا پانچویں نمبر پر اسلام لائے۔ ۷۵ھ کو وفات پائی۔ [اسد الغابۃ: ۸۴۲، ترجمہ: ۳۶۳۱]

(۴) صحیح ابن حبان ۱۴: ۳۱۳، حدیث: ۶۴۰۴، المستدرک ۲: ۴۱۸، ۶۰۰

یہ پوری عبارت امام زرکشی کی ہے۔ [التَّذكرةُ في الأحاديث المشتهرة: ۱۲۴-۱۲۵، بذیل حدیث: ۱۶۲]

(۵) الدُّررالمنتثرة في الأحاديث المشتهرة: ۱۶۳، بذیل حدیث: ۳۳۱

(۶) اس روایت کے نہ الفاظ ثابت ہیں اور نہ اس کا معنیٰ! حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: و أمَّا مايرويه هذاالجُهَّالُ كإبن عربي في ''الفصوص'' وغيره من الجُهَّالِ العامة: كنتُ نبياً وآدم بين الماء والطين و كنتُ نبياً وآدم لاماَء ولاطينٌ، فهذالا أصل له ولم يروه أحدمن أهل العلم الصَّادقين، ولاهوفي شيئٍ من كتب العلم المعتمدة بهذااللفظ بل هو باطلٌ، فإنَّ آدم لم يكن من الماء والطين قط، فإنَّ اللّٰه خلقه من......

اس معنیٰ میں یہ حدیث بھی وارِد ہے کہ: كُنتُ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ فِي الْخَلْقِ وَآخِرُهُمْ فِي الْبَعْثِ (۱) .
''میں خلقت میں اول النبیین تھا یعنی سب سے پہلے میرے لیے نبوت لکھی گئی اور بعثت کے لحاظ سے میں آخری نبی ہوں۔''
اسے ابن ابی حاتم نے تفسیر میں اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جیسا کہ سیوطی کہتے ہیں۔

......تراب، وخلط التراب بالماء حتى صار طيناً، وأيبس الطين حتى صار صلصالاً كالفَخَّار، فلم يكن له حالٌ بين الماء والطِّين مركب من الماء والطين. [مجموع الفتاویٰ ۲: ۷۷-۷۸]
''اور وہ روایت جسے ناواقف لوگ بیان کرتے ہیں جیسا کہ ابن عربی، فصوص میں اور اُن کے علاوہ دوسرے عام ناواقف لوگ کہتے ہیں کہ: كنتُ نبياً وآدم بين الماء والطين سوا اِس کی کوئی اصل نہیں۔ اسے کسی سچے عالم نے بیان نہیں کیا ہے اور یہ علم دین کی کسی معتمد کتاب میں اِن الفاظ میں موجود نہیں ہے بلکہ یہ باطل ہے اس لیے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کہیں پانی اور مٹی [یعنی کیچڑ] کے بیچ میں نہیں تھے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں مٹی سے پیدا کیا۔ مٹی میں پانی ملا کر گیلی مٹی بنی اور خشک ہو کر آواز دینے والی ٹھیکری بنی اس لیے اُن پر کوئی ایسی حالت نہیں گزری جس میں وہ پانی اور گیلی مٹی کے مابین ہو جو پانی اور کیچڑ سے مرکب ہو۔''
(۱) اس کی سند یہ ہے: ابوزرعۃ الدمشقی، از محمد بن بکار، از سعید بن بشیر، از قتادۃ، از حسن بصری از سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ [تفسیر ابن ابی حاتم ۹: ۳۱۱۶، حدیث: ۱۷۵۹۴، تفسیر ابن کثیر ۱۱: ۱۲۱، بذیل تفسیر سورۃ الاحزاب ۳۳: ۷، دلائل النبوۃ، ابو نعیم: ۴۲، حدیث: ۳]
ابن ابی حاتم کی روایت ضعیف ہے اس لیے کہ:
—حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: اس کا راوی سعید بن بشیر ضعیف ہے۔ [تفسیر ابن کثیر ۱۱: ۱۲۱]
حافظ ذہبی لکھتے ہیں: منکر الحدیث ہیں اور زیر بحث روایت کو اُن کے غرائب میں مثال کے طور پر پیش کی ہے۔
[میزان الاعتدال ۲: ۱۲۸-۱۳۰، ترجمہ: ۳۱۴۳]
—اس کا راوی قتادۃ مدلس ہیں۔ [تعریف اہل التقدیس: ۱۰۲، ترجمہ: ۹۲]
—اس کا راوی حسن بصری مدلس ہیں۔ [تعریف اہل التقدیس: ۵۶، ترجمہ: ۴۰]
جب کہ یہ روایت معنعن ہے۔ اور حافظ ابو نعیم کی سند میں ان خامیوں کے ساتھ بقیۃ بھی ہے جو مدلس ہونے کے ساتھ ضعیف بھی تھا جس کے بارے میں محدثین کا یہ متفق علیہ فیصلہ ہے کہ اُس کی روایات ناصاف ہوتی ہیں لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔ [الجرح والتعدیل ۲: ۴۳۵]

اس کے لیے سیدنا میسرۃ رضی اللہ عنہ[1] کی روایت شاہد ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ[2].

''میں نبی تھا اور [سیدنا] آدم [علیہ السلام] جسد اور روح کے درمیان تھے۔''

اسے احمد اور بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے۔ اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

۴۸۶- كُنْتُ كَنْزاً لَا أُعْرَفُ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ خَلْقاً فَعَرَّفْتُهُمْ بِي فَعَرَّفُوْنِي.

''میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا سو میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ میں نے اُن کو اپنی معرفت سے نوازا' سو اُنہوں نے مجھے پہچانا۔''

ابن تیمیہ کہتے ہیں: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد نہیں۔ اس کی نہ کوئی صحیح سند موجود ہے اور نہ ضعیف[3]۔

زرکشی اور عسقلانی نے بھی اُن کی متابعت کی ہے[4] لیکن اس کا معنیٰ صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے مستفاد ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ. [سورۃ الذاریات ۵۱:۵۶]

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے لِيَعْبُدُوْنِ کی تفسیر لِيَعْرِفُوْنِي منقول ہے یعنی تاکہ وہ مجھے پہچانیں[5]۔

---

(۱) میسرۃ الفجر کا نام عبداللہ بن ابی الجدعاء رضی اللہ عنہ ہے۔ میسرۃ ان کا لقب ہے۔ صحابی ہیں۔ اعرابِ بصرہ میں سے تھے۔ [اسد الغابۃ: ۶:۱۱۷' ترجمہ: ۵۱۵۶]

(۲) مسند احمد ۵:۹۶' مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۰:۲۳۱' حدیث: ۳۷۷۰۸' التاریخ الکبیر ۷:۳۷۴' بذیل ترجمہ: ۱۶۰۶' المستدرک ۲:۶۰۹' المعجم الکبیر ۲۰:۳۵۳' احادیث: ۸۳۳-۸۳۴

(۳) مجموع الفتاویٰ ۱۸:۶۲' بذیل سوال: ۲۴۰

(۴) التَّذكرة في الأحاديث المشتهرة: ۸۹' حديث: ۱۱۳' المقاصد الحسنۃ: ۵۲۱' بذیل حدیث: ۸۳۸

(۵) تعجب ہے! اللہ تعالیٰ کیسے مخفی رہ سکتے ہیں جس کے لیے ملا علی قاری ایک موضوع روایت کے مضمون کو درست کہنے کے درپے ہیں؟ رہی اس تفسیر کی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت!! سو اِس کے لیے صحیح سند درکار ہے۔ محض کسی کے کہنے سے بات نہیں بنتی۔

۴۸۷- كُنْ ذَنَباً وَلَا تَكُنْ رَأْساً .

''دُم ہو جا اور سر نہ بن۔''

میں [ملا علی قاری] کہتا ہوں: یہ ابراہیم بن اَدہم (۱) کا کلام ہے۔ اُن کے کلام میں یہ اضافہ بھی ہے کہ: فَإِنَّ الرَّأْسَ يَهْلِكُ وَالذَّنَبُ يَسْلَمُ (۲) .

''اس لیے کہ سر ہلاک ہوتا ہے اور دُم محفوظ رہتی ہے۔''

کچھ لوگوں کا یہ قول اس معنی کے زیادہ قریب ہے: كُنْ وَسَطاً وَامْشِ جَانِباً.

''درمیان میں رہو اور ایک جانب چل۔''

۴۸۸- كُنْ مِنْ خِيَارِ النِّسَآءِ عَلٰى حَذَرٍ.

''بہترین عورتوں سے ڈرتے رہو۔''

یہ حدیث نہیں۔ اسے عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں اسماعیل بن عبید سے روایت کیا ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا تھا: يَابُنَيَّ اسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْ شِرَارِ النِّسَآءِ، وَكُنْ مِنْ خِيَارِهِنَّ عَلٰى حَذَرٍ، فَإِنَّهُنَّ لَايُسَارِعْنَ إِلٰى خَيْرٍ، بَلْ هُنَّ إِلَى الشَّرِّ أَسْرَعُ.

''تو بری عورتوں سے اللہ کی پناہ مانگ اور اچھی عورتوں سے بھی بچتے رہو کیوں کہ بھلائی کی طرف جلدی نہیں جاتیں اور برائی کی جانب جلد دوڑتی ہیں۔''

قرطبی نے تذکرہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ انھوں نے وفات کے وقت عورتوں کے بارے میں طویل گفتگو کی اور فرمایا:

إِسْتَعِيذُوا بِاللّٰهِ مِنْ شِرَارِهِنَّ وَكُونُوا عَلٰى حَذَرٍ مِّنْ خِيَارِهِنَّ (۳) .

''شریر عورتوں سے اللہ کی پناہ مانگو اور بہتر عورتوں سے بھی بچتے رہو۔''

---

(۱) ابراہیم بن ادہم بن منصور تمیمی بلخی ابو اسحاق۔ مشہور زاہد ہیں۔ تاریخ ولادت نامعلوم ہے۔ حصول علم کے لیے عراق، شام اور حجاز مقدس کے سفر کیے۔ ۱۶۱ھ = ۷۷۸ء کو روم میں وفات پائی۔

[تہذیب تاریخ دمشق ۲: ۱۶۷، الاعلام ۱: ۳۱]

(۲) المجالسۃ وجواہر العلم ۱: ۲۷۲، حدیث: ۹۵۸؛ ۲: ۳۳۳، تاریخ مدینۃ دمشق ۶: ۳۳۳

(۳) التّذكرة في أحوال الموتى وأمور الآخرة: ۴۰۸-۴۰۹

حدیث کا علم رکھنے والے لوگ قلیل اور نادر الوجود ہوتے ہیں۔ امام زہری کہتے ہیں کہ:

مَثَلُ أَصْحَابِ الْحَدِيْثِ مَثَلُ التِّمْسَاحِ، يَبِيْضُ مِائَةَ بِيْضَةٍ، تُفْسِدُ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ، وَتُسَلِّمُ وَاحِدَةً. [الجواہر والدرر ۱: ۸۶]

''اصحابِ حدیث کی مثال مگرمچھ کی طرح ہے جو ایک سو انڈے دے دیتا ہے جن میں سے صرف ایک انڈا محفوظ رہتا ہے اور ننانوے انڈے خراب ہو جاتے ہیں۔''

حافظ ذہبی [وفات: ۷۴۸ھ = ۱۳۴۸ء] لکھتے ہیں:

عِلْمُ الْحَدِيْثِ صَلِفٌ ؛ فَأَيْنَ عِلْمُ الْحَدِيْثِ؟ وَأَيْنَ أَهْلُهُ؟ كِدْتُّ أَنْ لَّا أَرَاهُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ أَوْ تَحْتَ تُرَابٍ. [تذکرۃ الحفاظ ۱: ۴]

''حدیث کا علم بالکل ناپید ہے۔ کہاں ہے حدیث کا علم؟ اور کہاں ہیں حدیث کے جاننے والے؟ میں تو اُنہیں کتاب میں یا زمین کے نیچے ہی دیکھتا ہوں!!''

علمی فہارس

فہرسِ آیات

فہرسِ اَحادیث وآثار

فہرسِ اَعلام

[وہ نامور اور مشہور لوگ جن کے مختصر تراجم [اَحوالِ زندگی] اس کتاب میں لکھے گئے۔]

فہرسِ رُواۃ

[جن کی اس کتاب میں جرح یا تعدیل لکھی گئی۔]

- ابان بن ابی عیاش متروک الحدیث ہے: ۳۴۵
- ابراہیم بن حکیم المدنی، احادیث وضع کرنے سے بدنام ہے: ۳۰۵
- ابراہیم بن حیان بن حکیم بن علقمہ ضعیف الحدیث ہے اور اس کی عام روایتیں موضوع و منکر ہوتی ہیں: ۳۰۵
- ابراہیم بن عبدالواحد البلدی المعصوب نے حدیث وضع کی: ۲۷، ۱۶۷
- ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ اسلمی کتروک الحدیث ہے۔ جھوٹ بولنے سے متہم تھا: ۳۳۹
- ابراہیم بن محمد العباسی کی حدیث غیر محفوظ ہوتی ہے: ۲۴۸
- ابن ابی یحییٰ کی روایت محدثین کے نزدیک ضعیف ہوتی ہے: ۳۸۶
- ابن جریج [عبدالملک بن عبدالعزیز] مدلس تھا: ۴۰۱
- ابن حمید جھوٹا تھا: ۲۹۸
- ابن راوندی = احمد بن یحییٰ بن اسحٰق راوندی تھا' یہ شخص پہلے معتزلی تھا' پھر اور بھی آگے نکل گیا۔ عالَم کو قدیم کہنے لگا اور خالق کا قائل نہیں رہا آخر میں بالکل دہریہ ہو گیا تھا۔ شریعت پر بھی اعتراض کرتا تھا اُس نے شریعت کے رد میں کتابیں لکھی تھیں: ۱۴
- ابن علوان وضاع ہے: ۴۱۵
- ابوبشر بن سیار کا کوئی اتا پتا نہیں: ۴۳۶
- ابوبکر احمد بن محمد بن عبداللہ بن صدَقۃ بغدادی ثقہ اور متقن حافظ حدیث اور فقیہ تھے: ۳۹۴
- ابوبکر بکری حنابلہ کو گالیاں دیتا اور ان کی تکفیر کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ امام احمد نے کفر کا اِرتکاب نہیں کیا لیکن حنبلی کافر ہیں' ساتھ یہ آیت کریمہ بھی پڑھا کرتا تھا: ۲۱۰
- ابوبکر سلیمان باغندی حدیث وضع کرتا ہے: ۲۱۹
- ابوبکر محمد بن احمد بن عبدالوہاب' حافظ و بارع تھے۔ ہزاروں احادیث زبانی یاد تھیں: ۱۴۲

-اسماعیل بن ابان غنوی کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں کہ ہم نے اس سے کچھ حدیثیں لکھیں لیکن جب اس نے سبزہ کے بارے میں موضوع احادیث نقل کیں تو ہم نے اسے چھوڑ دیا: ۳۴۳

-اسماعیل بن محمد بن یوسف ابو ہارون الجبرینی الفلسطینی موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔ اسانید میں ہیر پھیر کرتا ہے۔ احادیث کی چوری کرتا ہے' اس لیے نا قابل احتجاج ہے: ۲۶۴

-اسماعیل بن موسیٰ فزاری ابو اسحاق کوفی سدی صدوق ہونے کے ساتھ خطأ کا شکار ہوا کرتا تھا اور رافضی تھا: ۳۷۱

-اُسَید بن زید کو امام ابن معین نے کذاب کہا ہے اور دوسرے محدثین اسے متروک کہتے ہیں: ۱۲۶

-اَصبغ بن خلیل قرطبی مالکی فقیہ و مفتی تھے۔ علمِ حدیث سے بالکل کورے اور حدیث اور اصحابِ حدیث کے سخت دشمن تھے اور مالکی مذہب کی تائید میں احادیث وضع کر لیا کرتے تھے' اس نے یہاں تک کہا ہے کہ اگر میری کتابوں میں خنزیر کا سر رکھا جائے تو وہ مجھے بنسبت اس کے پسند ہے کہ اس میں مصنَّف ابن ابی شیبہ ہو: ۲۱۱

-اصرم بن حوشب قاضئ ہمدان کذاب و خبیث ہے۔ متروک الحدیث ہے: ۲۰۸' ۲۲۴

-اَعمش سلیمان بن مہران مدلس ہے۔ ضعیف راویوں سے تدلیس کرتے ہیں: ۲۰۸' ۲۶۴

-اَغلب بن تمیم منکر الحدیث تھا: ۳۲۴

-ام جعفر جو محمد بن جعفر بن ابی طالب کی بیٹی ہے، مَقبُولَۃٌ ہے: ۲۷۱-۲۷۲

-ایوب بن عتبۃ یمامی قاضی کو محدثین نے کثرتِ مناکیر کی وجہ سے ضعیف کہا ہے: ۳۸۱

-ایوب بن نہیک منکر الحدیث اور متروک تھا: ۲۴۵

-بریدۃ بن سفیان بن فروۃ اسلمی قوی نہیں اور اس میں رفض ہے: ۳۷۳

-بشر بن مہران متروک الحدیث ہے: ۴۹۶

-بشر غیر معروف ہے: ۲۱۷

-بقیۃ بن ولید کی روایات ناصاف ہوتی ہیں۔ مدلس ہے جو کثرت کے ساتھ ضعفا اور مجاہیل سے تدلیس کرتا ہے: ۳۳۶' ۴۲۵' ۵۰۳' ۴۸۵

-بکر بن خنیس کوفی زاہد متروک ہے۔ ضعفاء سے روایتیں لیتا ہے: ۲۰۰

-بکری غیر معروف ہے اُس نے حدیث وضع کی ہے: ۲۷

-جابر بن حابس یا عابس کی اِسناد مجہول ہے: ۱۴۱

-سعید بن ابی زید کا کتب اسماء رجال میں کوئی اتا پتا نہیں کہ ثقہ تھے یا غیر ثقہ: ۲۰۰
-سعید بن بشیر ضعیف اور منکر الحدیث ہے: ۵۰۳
-سعید بن عبدالعزیز ابومحمد تنوخی دمشقی حافظ حدیث اور حجت تھے۔ اہل شام میں ان سے بڑھ کر کوئی دوسرا اصح الحدیث نہیں ہے: ۳۰۴
-سعید بن عثمان کی توثیق امام ابن حبان کے سوا کسی اور نے نہیں کی: ۲۴۵
-سعید بن عقبہ ابوالفتح الکوفی مجہول اور غیر ثقہ تھا: ۲۶۴
-سعید بن الفضل القرشی مجہول النقل ہے اور اُس کی روایت کا کوئی تابع نہیں ہوتا: ۲۷۷
-سعید بن کعب مرادی مجہول الحال ہے: ۴۶۶
-سعید بن محمد مجہول ہے: ۲۸۹
-سعید بن میسرۃ البکری، جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے اُس کے پاس مناکیر ہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے نام سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ کذاب ہے۔ اس کی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں: ۳۲۸
-سفکردری کہا کرتے تھے کہ کسی حنفی کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح کسی شافعی مذہب والے مرد سے کرے، البتہ حنفی مرد شافعی عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔: ۲۱۰
-سلمۃ بن فضل ابرش کے پاس منکر حدیثیں ہیں: ۳۷۲
-سلمۃ بن کہیل نے صنابجی سے روایت نہیں سنی: ۲۶۳
-سلیمان بن ابی کریمہ کی اکثر روایتیں منکر ہوتی ہیں: ۲۱۳
-سلیمان بن عبدالحمید کو امام نسائی نے کذاب، امام ابوحاتم نے صدوق اور امام ابن حبان نے ثقہ کہا ہے: ۱۲۸
-سلیمان بن عمرو بن عبداللہ ابوداود نخعی کوفی کذاب تھا: ۳۰۳
-سنان بن ابی سنان مجہول ہے: ۴۱۳
-سنید بن داود ثقہ نہیں تھا۔ اس کی کئی روایتیں منکر ہیں: ۴۷۲
-سیف بن عمر الضبی زندیق تھا اور احادیث کے سلسلے میں ساقط الاعتبار تھا: ۴۲۵
-سوید الانباری کے بارے میں امام یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ اس کا خون حلال ہے: ۱۵۵
-سوید بن سعید صحیح مسلم اور سنن ابن ماجۃ کا راوی ہے۔ کچھ محدثین ان کے بارے میں اچھی رائے رکھتے

ہیں مگر امام ابن معین انہیں کذاب وساقط الاعتبار اور امام احمد متروک الحدیث بتاتے ہیں: ۲۶۳

-سہل بن ابی سہل کو محدثین نے مجہول قرار دیا ہے: ۴۸۵

-سہیل بن عبداللہ المروزی مجہول ہے: ۲۵۰

-سیف بن عمر الضبي: زندیق اور احادیث کے سلسلے میں ساقط الاعتبار اور متروک الحدیث تھا: ۲۴، ۳۳۲

-سیف بن ہارون برجمی متروک ہے: ۱۳۰

-شریح بن عبید حضرمی کی ملاقات سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں: ۱۹۹

-شریک بن عبداللہ نخعی کوفی قاضیٔ واسط ابوعبداللہ صدوق ہونے کے ساتھ بکثرت خطأ کا شکار ہوا کرتے تھے اور جب سے اُنہوں نے کوفہ میں قضاء کا عہدہ سنبھالا ہے اُس وقت سے اُن کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا: ۴۹۶

-شہر بن حوشب مختلف فیہ ہے۔ صدوق اور کثیر الارسال والاوہام ہے: ۱۴۷، ۱۹۹

-شیبۃ بن نعامۃ کی روایت سے احتجاج واستدلال ناجائز ہے: ۴۹۵

-شیرویہ بن شہردار دیلمی ہمدانی کی تصانیف ضعیف اور موضوع احادیث سے بھری پڑی ہیں: ۲۲۹

-صالح بن بشیر بن وادع المری قاص اور زاہد تھے۔ صاحب حدیث بھی تھے لیکن حدیث کی معرفت نہیں رکھتے۔ منکر الحدیث تھے اور حدیث میں قوی نہیں تھے: ۱۹۸

-صالح بن حیان قرشی کوفی کے مجروح ہونے پر سب ائمہ فن کا اتفاق ہے۔ ثقہ نہیں ہے: ۱۱۹

-صخر بن محمد حاجبی کذاب ہے۔ امام مالک کا نام لے کر حدیث وضع کرتا ہے: ۴۳۰

-ضحاک، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں حالانکہ ان کی آپس میں ملاقات ثابت نہیں: ۲۱۳

-طاؤس مدلس تھے: ۵۰

-عباد بن صہیب مشاہیر سے مناکیر روایت کرتا تھا۔ حدیث کا مبتدی طالب علم اگر اس کی روایات سنے گا تو بلا توقف انہیں موضوع کہے گا۔ متروک الحدیث ہے: ۱۹۲

-عباد بن یعقوب عزرمی بڑے روافض میں سے ہے اگرچہ حدیث کے باب میں صدوق تھے: ۲۶۰

-عباس بن کثیر کا کوئی اتا پتا نہیں: ۴۳۶

-عبدالاعلیٰ بن عامر کو اکثر ائمہ نے ضعیف کہا ہے: ۱۲۴

-عبدالرحمٰن بن دلہم صحابی نہیں بلکہ کوئی مجہول شخص ہے: ۴۸۱

-عبدالرحمٰن بن العلاء بن لجلاج کا شمار مجہولین میں ہوتا ہے: ۲۴۵

-محمد بن جعفر بن عبدالکریم بن بدیل ابو الفضل خزرجی جرجانی نے قراءت سے متعلق کتاب وضع کی جسے امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کیا: ۳۳

-محمد بن حجاج لخمی نے ہریسہ والی روایت وضع کی ہے: ۲۵۱

-محمد بن حمید بن حیان رازی کی حدیث محل نظر ہوتی ہے۔ حافظ ابوزرعۃ اسے جھوٹا کہتے ہیں: ۱۲۴-۱۲۵

-محمد بن حمید رازی بدمذہب اور غیر ثقہ ہے جس کی بات کا کچھ بھی اعتبار نہیں۔ جھوٹا تھا: ۳۷۲

-محمد بن زکریا غلابی کو امام ابن حبان نے ثقہ کہا ہے لیکن امام دارقطنی نے اُن کے بارے میں لکھا ہے کہ احادیث وضع کیا کرتا تھا: ۱۲۴، ۴۹۶

-محمد بن سعید بورقی ایک موضوع روایت نقل کرنے میں منفرد ہے۔ ۳۰۰ ہجری کے بعد احادیث وضع کرنے والوں میں سے ہے۔ حافظ حمزہ سہمی فرماتے ہیں: کذاب تھا: ۱۹۵

-محمد بن سعید شامی زندیق تھا۔ اسے زندقہ کے جرم میں پھانسی دی گئی تھی، اس نے ایک روایت وضع کی ہے: ۱۵-۱۶

-محمد بن سلیمان بن ابی کریمہ، ہشام بن عروۃ کے نام سے بے اصل اور موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ اس کی تمام روایتیں منکر ہوتی ہیں: ۴۲۱

-محمد بن سہل عطار متروک الحدیث ہے۔ احادیث وضع کرتا تھا: ۲۸۰

-محمد بن عباس بن سہیل نے حدیثیں وضع کی ہیں: ۴۸۵

-محمد بن عبد بن عامر سمرقندی جھوٹا تھا اور احادیث وضع کرتا تھا۔ وضع احادیث سے معروف تھا: ۱۶۸

-محمد بن عبدالرحمٰن بن یزید کا شمار طبقہ سادسہ کے رواۃ میں ہوتا ہے: ۴۶۶

-محمد بن عبدالمالک نے حدیث گھڑی: ۳۰

-محمد بن عبدالملک قناطری، کثرت سے جھوٹ بولنے کے باعث اس نام سے مشہور ہوا یعنی: ڈھیروں جھوٹ بولنے والا: ۴۳۰

-محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع جھوٹ بولنے سے مُتَّهَمٌ [بدنام] ہے: ۲۶۰

-محمد بن علی مجہول شیخ ہے اور اس کی حدیثیں منکر ہوتی ہیں: ۲۰۸

-محمد بن علی بن الولید السلمی منکر الحدیث ہے: ۴۴۵

-محمد بن عمر واقدی وسیع علم رکھنے کے باوجود متروک تھا: ۴۴۱

-مُحَمَّد بن مِحْصِنُ العُكَّاشي متروک الحدیث ہے: ۳۷۹

-محمد بن محمد بن اشعث نے ایک ہزار روایات پر مشتمل حدیث کی ایک پوری کتاب وضع کی تھی' جو ساری کی ساری من گھڑت اور موضوع ہیں۔ تشیع کی طرف شدت سے مائل ہے: ۳۴۵

-محمد بن مصعب ضعیف ہے: ۲٦۸

-محمد بن موسیٰ بلا ساغونی حنفی کہا کرتے تھے: اگر مجھے اختیار ہو تو میں شافعیوں سے جزیہ وصول کروں: ۲۱۰

-محمد بن مہدی مروزی کا کوئی اتا پتا نہیں: ۴۳٦

-محمد بن ہندہ اصبہانی سچا راوی نہیں تھا: ۴٦۸

-محمد بن یونس کُدیمی کذاب ہے۔ اس نے ایک ہزار سے زیادہ روایتیں وضع کی ہیں۔ متروک ہے: ۱۷۰

-مخزوم بن ہانئ سے محدثین میں کوئی شناسا نہیں: ۱۹۲

-مسلم بن عبداللہ ابو عبداللہ شیخ ہے۔ ثقہ راویوں کے نام سے موضوعات نقل کرتا ہے۔ اُس کی برائی کیے بغیر کتابوں میں اس کا ذکر جائز نہیں: ۲۲۵

-مسلمۃ بن علی الخشنی کی روایتیں غیر محفوظ ہوتی ہیں: ۴٦٦

-معاذ بن یاسین الزیات جو ابرد بن اشرس سے روایت کرتا ہے، مجہول ہے اور اس کی روایت غیر محفوظ ہوتی ہے: ۳۲۴

-معارک بن عباد منکر الحدیث ہے: ۲۸۷

-معاویہ بن یحییٰ ابو روح الدمشقی الصدفی ضعیف تھا: ۴۴۱

-معروف بن عبداللہ الخیاط کی احادیث کا کوئی متابع نہیں ہوتا: ۲۹۸

-معلّٰی بن میمون ضعیف ہے: ۴۱۳

-مکحول مدلس ہے اور بکثرت ارسال کرتا ہے: ۳۴٦' ۳۴۷' ۴۲۵

-موسیٰ بن ابراہیم متروک الحدیث ہے: ۳۰۲

-موسیٰ بن ابراہیم مروزی کذاب اور متروک الحدیث ہے۔ اس کی روایت موضوع ہوتی ہے: ۳۰۴

-موسیٰ بن ابی شیبہ صحابی نہیں۔ اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں: ۱۵۸

-میسرہ بن عبدربہ نے لوگوں کو ترغیب دینے کے لیے فضائل قرآن پر مشتمل حدیث گھڑی ہے۔ کذاب ہے۔ احادیث گھڑتا ہے۔ متروک الحدیث ہے: ۳۱' ۱۹۹

-نزار بن حیان اسدی ضعیف تھا: ۴۰٦

-نصر بن باب کذاب ہے: ۳۱۳